

بن پڑی مکین مکرمین فضل خلاق مین و آسمان

منتخب کنوز اسرار الہی فثور لامع النور معرفت و آگاہی گل گلستان طریقت شرفا ضابطہ حقیقت ہمہ پہنچی

عربی
بوستان معرفت

شرح اردو

تنزی مولاوی

دفتر اول

تصنیف نفیس و تالیف شریف عالم الہیہ امام اسرار سبحانی حضرت مولوی عبدالحی عفا صاحب ساکن بلی صیحت

مطبع فاضل قلم کاشی افغان پکھن جو حسین و غنی چھپی

فہرست بوستان معرفت شرح اردو مخدوم مولوی روم و قراول

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲	دیباچہ کتاب -	۶۹	در بیان آنکہ اختلافات روش بین ہر نہ حقیقت میں -
۱۵	حکایت عاشق ہونا بادشاہ کا کینز پر اور خرید کرنا کینز کا	۷۲	بیان خسارہ وزیر کا اس مکر و فریب میں -
	اور بیمار ہونا کینز کا اور علاج بیماری کینز -	۷۵	مکر کرنا وزیر کا اور خلوت میں بیٹھنا اور شدائد آفت میں
۱۷	عاجز ہونا طبیبوں کا علاج کینز سے اور ظاہر ہونا بادشاہ پر	۷۶	دفع کرنا وزیر کا مریدوں اور اپنے اقبال کو -
	اور رجوع ہونا بادشاہ کا درگاہ خلوہ و قضاے میں -	۷۸	مکر کرنا مریدوں کا کہ خلوت کو توڑ -
۱۹	توفیق ادیب کی خدا تعالیٰ سے مانگنا اور بیان بُرائی بے ادبی کا	۸۰	جواب کہنا وزیر کا کہ خلوت کو نہیں بگاڑوں گا -
۲۱	لاقات بادشاہ یا طبیب کسی جیسے آنے کی بشارت پائی تھی	۸۲	اعتراض کرنا مریدوں کا خلوت وزیر سے دوسری بار -
۲۲	لیجانا بادشاہ کا طبیب غیبی کو بیمار پاس -	۸۴	نومید کرنا وزیر کا مریدوں کو اپنی خلوت کے توڑنے میں -
۲۷	خلوت چاہنا طبیب کا بادشاہ سے دہلے دیات و مرض کینز	۸۵	فریفتہ کرنا وزیر کا امیر و مکر اور جدا جدا ایک روغن پر
۳۰	معلوم کر لینا طبیب کسی کا کینز کرنا بادشاہ سے ظاہر کر دینا	۸۶	مار ڈالنا وزیر کا آپ کو خلوت میں مریدوں سے -
۳۵	بیان اسکا کہ ماراجانا زرگر کا بہ اشارہ انہی تھانہ یہودہ -	۸۷	اس بیان میں کہ سب پیغمبر جو ہیں انفرق بین حد میں رسولہ -
۳۹	حکایت بقال اور رشتہ بنونے طوطی کی -	۸۷	اس بات کا بیان کہ انشیا کو مکر تھا کھلا اناس علی قدر حق و علم -
۴۷	بیان فرق در بیان محقق و مدعی و مظل و مخ -	۸۸	جھگڑا کرنا امیروں کا آپس میں -
۴۸	دستان بادشاہ موسائیوں کی کہ سبب تعصب نہ رہے	۹۰	نعت تعظیم حضرت جبرائیل میں تھی -
	عیسائیوں کو مارتا تھا و حکایت آئین ہشتاد و شاگرد کی -	۹۱	حکایت دوسرے بادشاہ جوہد کی جس نے دین حضرت علیؑ کی تباہی میں کوشش کی -
۵۰	حکایت وزیر بادشاہ اور اسکے مکر کی تفریق ترسیا یوں بین	۹۲	آگ بھڑکانا بادشاہ کا اور برابر آگ کے بت قائم کرنا
۵۱	مکر سوچنا وزیر کا نصاریٰ کے ساتھ اور مکر اسکا -	۹۴	کہ جو اسکو سجدہ کرے گی آگ سے بچا رہے گا -
۵۲	جمع ہونا نصرانیوں کا وزیر کے پاس اور کیند کنا آنے	۹۶	لانا بادشاہ جوہد کا ایک عورت کو مع بچے کے اور دلا دینا
۵۴	مناجعت نصاریٰ کی وزیر جوہد کے ساتھ -	۹۸	بچہ کو آگ میں اور باتیں کرنا بچے کا آگ میں سے -
۵۶	تمثیل عارف اور اسکے حال میں -	۹۸	گرتا لوگوں کا از خود آگ میں از دے ذوق کے -
۵۷	تمثیل مرد عارف و تفسیر	۹۹	یہود حاربنا محمدؐ اس شخص کا جس نے نام غیر کا تھنہ لیا -
۵۹	سوال کرنا غلیفہ کا یلی سے اور جواب اسکا -	۱۰۰	مقابل کرنا جوہد کا آگ کر کے میں جلاتی ہے
۶۱	حرص دانا و اسطیہ پیر دی مرشد کے -	۱۰۳	قصہ ہلاک کرنا جوہد کا قوم ہوؤ کو -
۶۲	وزیر کے حسد کا بیان جوہد کے ساتھ -	۱۰۴	ظفر مار کرنا بادشاہ جوہد کا اور فصاحت ناصحوں کی -
۶۵	سمجھ جانا ہوشیاران نصاریٰ کا مکر وزیر کو -	۱۰۷	قصہ بچوں کا اور بیان توکل اور ترک جہد کا -
۶۶	مکر و فریب بادشاہ جانب وزیر پر تیز ویر -	۱۰۸	جواب بچے کا کہ جوہد کا بیان صفت جہد -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۸	پھر ترجیح دینا بخیر کا توکل کو جہد پر۔	۱۵۱	جمع ہونا بخیر و شکر خروشا کرنا خروشا کی۔
"	پھر ترجیح دینا بشیر کا جہد کو توکل و تسلیم پر۔	۱۵۲	تفصیلت کرنا خروشا کا بخیر کو کہ مرگ دشمن پر شامت ہو۔
۱۰۹	پھر ترجیح دینا توکل کا بخیر کی جانب سے کسب و جہد پر۔	"	اس حدیث کی تفسیر میں جناب امیر المومنین علیؑ اور امام جوادؑ
۱۱۰	پھر ترجیح دینا بشیر کا جہد کو توکل پر۔	۱۵۴	آقا کا قصد قصیر روم کا پاس عمر رضی اللہ عنہ کے۔
۱۱۲	پھر ترجیح دینا بخیر کا جہد پر توکل کو۔	۱۵۶	سونا پانا رسول قصیر روم کا عمر رضی اللہ عنہ کو وراثت خرا کے نیچے۔
۱۱۳	اسم لال بخیر کا بخیر کے ساتھ حکایت مرد سادہ و درویش۔	۱۵۸	سوال رسول روم کا عمر رضی اللہ عنہ سے۔
۱۱۴	پھر ترجیح دینا بشیر کا جہد کو توکل پر اور فوائد جہد کے۔	۱۶۱	نسبت کرنا آدم علیہ السلام کا زلت کو اپنی طرف۔
۱۱۶	قرار پانا ترجیح جہد کا توکل پر۔	۱۶۲	تفسیر آیت وہو معکم اینا لنکتم۔
۱۱۷	جواب خروشا کا دیگر بخیر کو۔	"	سوال کرنا رسول روم کا امیر المومنین سے۔
۱۱۸	اعتراض بخیر کا خروشا پر اور جواب خروشا کا۔	۱۶۶	اس حدیث کا بیان میں اراکین مجلس مع الشیخ مجلس اہل تصوف
۱۲۰	ذکر دانش خروشا اور بیان تفصیلت منافع کا۔	۱۶۷	تقصیر و دیگر کہ کہ ہندوستان کو برائے تجارت بٹاتا تھا اور اسکی
۱۲۱	درافت کرنا بخیر کا اصل اندیشہ کو خروشا نے سوچا تھا۔		طوطی نے پیغام طوطیان ہند کو بھیجا تھا۔
"	چھپانا خروشا کا بھید کو بخیر سے۔	۱۷۰	صفت اولیٰ الجملہ طوطی و عقول انہی۔
۱۲۲	قصہ مکر کرنے خروشا کا بشیر سے اور بسوچنا۔	۱۷۱	دیکھنا خواجہ کا طوطیوں کو جنگل میں اور پیغام پہنچانا۔
۱۲۵	زیادہ تاویل رکبیک کس کا۔	۱۷۲	تفصیل قول فرید الدین عطار کی۔
۱۲۶	ربحیدہ ہونا بشیر کا خروشا کے دیرینہ آنے سے۔	۱۷۳	تفصیل کرنا ساحر و کھاسرت موسیٰ کو کہ پہلے تم عصاؤ لوگے باہر
۱۲۸	بیان کرنا خروشا اور اسکے دیکھ کے جانے میں۔	۱۷۴	کہنا سوادگر کا طوطی سے جو کہچہ اسنے اس طوطی سے دیکھا تھا
۱۳۲	پہنچنا خروشا کا بشیر کے پاس و قصہ ہونا بشیر کا۔	۱۷۹	سننا طوطی کا حرکت اس طوطی کی اور چھپانا اور کرنا تاجر کا
۱۳۳	قدر کرنا بشیر سے خروشا کا نسبت بخیر کے اور خوشامد کرنا۔		اسکے مرنے پر۔
۱۳۴	جواب بشیر کا خروشا کو اور بدل دینا بشیر کا۔	۱۸۵	تفسیر قول حکیم سنائی روم
۱۳۷	قصہ سلیمان و ہدہ کا اور اسکا بیان کہ جب حکم الہی آتا ہے	۱۹۰	رجوع بجا کایت تاجر۔
	تو انکسین بند ہو جاتی ہیں۔	۱۹۱	بخیر سے نکال کے باہر والدینا طوطی کو۔
۱۳۸	طعنہ کرنا زانغ کا دعویٰ ہر دین۔	۱۹۲	وصیت کرنا طوطی کا خواجہ کو اور اپنے طلبہ کو۔
۱۳۹	جواب ہر دینا سلیمان سے اس طعنہ میں۔	۱۹۳	بیان حضرت تقی علیؑ و اہل بیتؑ اور انگشت نہا ہونا۔
"	قصہ آدم علیہ السلام کہ فضلے علیٰ انکسین بند کر دیں۔	۱۹۷	تفسیر قول حکیم سنائی قدس سرہ۔
۱۴۲	رکنا خروشا کا بشیر سے وقت نزول کی چاہ کے۔	۱۹۸	دستاں بیچگی کی کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں خاقان کے دن
۱۴۶	تکر کرنا بشیر کا چاہ میں و دیگر چاہ میں بنالہ خروشا کا علیٰ علیہ		گوستان میں خدا کی واسطے جنگ کا تھا۔
۱۴۹	خرہ بجانا خروشا کا بخیر و نہ پاس کو بخیر چاہ میں کر گیا۔	۲۰۱	تفسیر میں کان نقہ کان اللہ۔

صفحہ	مضمون	مضمون
۲۰۳	پروردگار کو تمھارے زمانہ کے دنوں میں نعمات میں خبردار ہو جاؤ پس بیش اکوٹن نعمات کی طرف۔	۲۳۹ اس بیان میں کہ حبش ہر کسی کی اسکی اصل سے ہے۔
۲۰۵	سوال حضرت عائشہ صدیقہ کا رسول صلح سے کہ آج باران برسا اور آپ گورستان کو گئے پھر کچھ کیوں بیٹھے	۲۴۲ مرامات زن کی شوہر کے ساتھ اور اپنے سے ہمتی کرنا
۲۱۱	تفسیر قول حکیم سنائی :-	۲۴۵ اس حدیث کے بیان میں فرمائی ہر انہیں غلبہ میں تھا پھر اس بحال
۲۱۲	معنی اس حدیث میں غلبہ اور بالروح قادر علیٰ باید انکم لعل	۲۴۶ اس بیان میں کہ کوئی اور فرعون دونوں میں غلبہ میں تھے
۲۱۳	باخیا کہ تم جتنا بڑا اور خوب قادر علیٰ باید انکم لعل باخیا کہ تم	۲۴۹ سبب مان اشتیاق خسر الدنیا والاخرۃ یعنی زیادہ دنیا و آخرت
۲۱۴	پوچھنا حضرت صدیقہ کا انحضرت کا آج کے میدان کیا میدان	۲۵۱ حقیقہ کی بنا دشمنوں کا صلح اور صلح کے ناقہ کو۔
۲۱۵	باقی قصہ مطرب جنگی اور بیان اسکے اخلاص کا۔	۲۵۲ معنی اس آیت میں جرح البحرین یقیان نہیں ہر نرغ لایغیان۔
۲۱۶	خواب میں کہنا ہاتھ کا عمر سے کہ اتنے درم بیٹ لیا ہے	۲۵۹ در معنی آگ کہ جو کچھ دلی کامل کیسے عمر کو نہیں چاہیے کہ گستاخی
۲۱۸	لے اور اس جنگی کو جو گورستان میں سوتا ہو دے۔	۲۶۱ خلاصہ ماجراے اعرابی اور اسکے جفت کا۔
۲۱۸	نالہ کرنا ستون جتنا کہ آپ کے فراق میں درشتنا نزل قبل	۲۶۳ راضی ہونا اعرابی کا عورت کی تاس کی پروردگار نہ کرنا کہ
۲۲۲	کا وہ نالہ صریحا اور کالمہ کرنا اسکے ساتھ۔	۲۶۴ محلو اس تسلیم میں کوئی حیلہ اور امتحان نہیں ہے۔
۲۲۲	باتیں کرنا سنگریزہ کا ابو جہل کے ساتھ میں جا کر اپنی بیاضت گناہ	۲۶۷ مقرر کرنا عورت کا طریق تلاش روضی اور ان لینا شوہر کا۔
۲۲۲	اقتدار قصہ مطرب کا اور یہ قصہ پوچھنا نامیر المومنین عمر کا	۲۶۸ قصہ لچانا اعرابی کا سبب آب باران کا بادیر سے بغداد کو
۲۲۵	جو کچھ ہاتھ نے انکو آواز دی تھی۔	۲۶۹ خلیفہ کے پاس اس گمان سے کہ وہ ان پانی کا قوط ہے۔
۲۲۵	پھر دینا عمر کا پیر کو مقام گیر ہستی سے مقام تنفراتی ہستی کو	۲۷۰ ندرے میں سینا عورت کا سبب کو اور اس پر غم لگانا۔
۲۲۷	تفسیر دعا کی کہ دو فرشتے ہر روز سر باز انداز کرتے تھے۔	۲۷۱ اسکا بیان کہ جیسے گدا عاشق کرد کہ ہر کرم عاشق گدا کا ہے۔
۲۲۸	قریبانی کرنا سرداران عرب کا بامید قبول کے۔	۲۷۲ فرق اس بات کا ایک تو فقیر بھی خدا کا ہوا و فقیر اور شوق
۲۲۹	قصہ میں خلیفہ کا جو اپنے ہم مدین سخاوت کے حکم سے فقیر لیا تھا	۲۷۳ بھی خدا کا اور ایک فقیر خدا کا ہوا اور نشہ غیر کا۔
۲۳۰	قصہ بیکہ عربی محتاج کا اور بیان اسکی عورت کا نسبت قلعہ شہر کے	۲۷۴ پیش آنا لقبیون در بانوں کا خلیفہ کیواسطے غرت اعرابی
۲۳۱	منور میں ناہرہ میں محتاج کا اور تشبیہ ساتھ مدیون کار کے اور	۲۷۵ کے اور قبول کرنا تحفہ اسکا۔
۲۳۲	انکو شہر وصل جانتا اور نقد کو نقل نہ جانتا اور نہ معلوم کرنا	۲۷۷ مثل عرب دارنیت فاران بالحرۃ وادارت فارسی فی اللہ۔
۲۳۳	اس بیان میں کہ بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی مرید مدعی ضرور	۲۷۸ دیدنا عجب کا تحفہ آپ اپنا ملازمان خلیفہ کو۔
۲۳۴	میں احتقاد کرے سچ کے ساتھ۔	۲۸۰ ماجرا ایک نبوی کا کسی میں کشمیان کے ساتھ اور چوہا بدینا اسکا
۲۳۵	صبر فرماتا اس اعرابی کا اپنی عورت کو۔	۲۸۱ قبول فرماتا خلیفہ کا اس ہرید کو کمال نیا زادو سب کو زہر سے بھرتا
۲۳۵	نہایت نئی شوہر کو کہ اپنے چلن اور شہ کالے سے بڑھکاتے تھے	۲۸۸ بیان صفت سیر کو کون ہر چہ سیر کی اسکی کہ سطور پر چاہیے۔
۲۳۷	نصیحت مرد کی عورت کو کہ فقیر و نکو خوار است جان۔	۲۹۰ نصیحت پیر کی عورت کو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۹۲	حکایت غزوئی کی کہ اپنے جسم پر مصرت شیر کی بنوائی اور زخم سوزن سے بھرا یا۔	۳۳۴	پوچھنا رسول قبول کا زید سے کہ آج تیری کیا کیفیت ہو اور کس حال میں تو سوئے اٹھا اور جواب کا صحت و صفا
۲۹۳	جانا اگرگ درو باہ کا ہمراہ شیر کے شکار کو۔	۳۳۶	باقی جواب زید بن حارثہ کا حضور میں حضرت سائب کے
۲۹۶	کنا شیر کا گرگ کو بطور ہتھان کہ اس شکار کا حصہ کر۔	۳۴۰	تحت رگنا ناعلا مون اور خواجہ تاشون کا نقانہ کوکہ
۲۹۸	قصہ اُس یار کا کہ ایک یار کے دروازہ پر گیا۔		سب میوہ خوب کھا گیا۔
۲۹۹	بلانا اُس یار کا کہ بعد تربیت پانے کے۔	۳۴۲	بقیہ حکایت زید با پیغمبر صلعم و جواب آنحضرتؐ
۳۰۰	منہ بچڑنا سخن سے بسبب لامت سننے والوں کے۔	۳۴۳	حکایت۔
۳۰۱	ادب کرنا شیر کا گرگ کو بسبب اس کی بے ادبی کے۔	۳۴۶	کنا حضرت کا زید کو کہ یہ راز اس سے زیادہ فاش نہ کر
۳۰۲	مقصود حکایت و فضیلت آخر زمانیان۔	۳۴۸	رجوع حکایت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۳۰۳	تہدید کرنا قوج علیہ السلام کا قوم کو کہ مجھے مت لڑو میں رو پوش ہوں خدا کا پس حقیقت خدا سے تیرے ہونے مجھے۔	۳۵۲	آتش لگنا شہر میں بیچ محمد عمر رضی اللہ عنہ کے۔
۳۰۵	بیٹھانا یا و شاہ ہونا کا صوفیوں کو تو چشم بکی حق سے روشن ہو	۳۵۷	پوچھنا اس کا فرق امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے کہ جب
۳۰۶	آنا ایک شتا کا سفر سے دھڑے ملاقات یوسف علیہ السلام		تھے مجھے نظر پائی پھر شمشیر باقی سے کیوں ڈال دی۔
۳۰۷	طلب کرنا یوسف علیہ السلام کا ایمان اس شخص سے۔	۳۵۸	جواب امیر المؤمنین کا سبب تو اہل بیت کے اور باز نہ کا قتل سے
۳۰۹	کنا مہمان کا یوسف علیہ السلام کو کہ تیرے واسطے تحفہ	۳۶۳	کنا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ بعد از حضرت امیر کے
	میں آئینہ لایا ہوں کہ جب سہن منہ دیکھ کر چکریا کر دے۔		کان بن کہ امیر تیرے ہاتھ سے اسے چھوٹے۔
۳۱۱	مرہ ہونا کا توحی کا اس سے کہ توحی کا اسپر طرا اور اس	۳۶۶	عجب آتش کا قتل ابلیس سے اور عذر لانا اور تو بہ کرنا۔
	آیت کو قتل آنحضرتؐ سے چھڑھا اور کما کما میں محل جی ہوں۔	۳۶۹	بقیہ قصہ علیؑ اور آسانی کرنا اپنے خون کا بار سے۔
۳۱۷	دعا کرنا طبع با عور کا کہ موسیٰ علیہ السلام اور انکی قوم کو جو اس	۳۷۰	پانوں پر تار کا بار کا حضرت امیر کے کہ مجھ کو مار ڈالو
	شہر کو محاصرہ کیے ہیں یہی مار ڈالنا اور قبول ہونا دعا کا۔		اور اس بلا سے چھڑا دو۔
۳۱۹	اعتماد کرنا ہاروت ماروت کا اپنی عصمت کو ہر فرشتہ میں۔	۳۷۱	اس بات کا بیان کہ حضرت جطلبہ کا فریغ کر کے ہوئے
۳۲۱	باقی قصہ ہاروت ماروت و غدار کا کہ انہیں میں بچا ہاں		سقطی اسکی جب تک پہنچی جبکہ یہ فراچکے تھے الدنیا
۳۲۲	سیار پرسی کو جاننا ایک بہرے کا جو اسکا ہمسایہ تھا اور	۳۷۳	جیقہ موطا لہما کلاب بلکہ یہ طلبہ فتح بہ امر انبی تھی۔
	بجھیدہ ہونا بیار کا۔		بیان کرنا امیر المؤمنین کا اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے
۳۲۵	اس بات کا بیان کہ پہلے جسے نص صریح کے مقابل اپنا	۳۷۵	قتل نہ کرنا کہ اسکا اہل سلطان ہونا اسکا۔
	قیاس لگایا ابلیس تھا۔	۳۷۶	خاتمہ دفتر اول غنوی از مولانا ج۔
۳۲۷	اس بیان میں کہ اپنے حال کو جہاں نے چھپانا چاہیے	۳۷۷	خاتمہ شیعہ غنوی۔
۳۳۱	قصہ دیون و چینیوں کا صفت تھا شی و صورت گری میں۔		خاتمہ الطبع از جانب کارپردازان مطبع۔

رمضان کون تو بجا ہوا اور اگر عید قربان تو روا لیکن واسے قسمت بعد معائنہ وہ کیفیت ہوئی جیسے سہری
 نے گلستان میں حکایت ایک بھوکے پیاسے مسافر گم شدہ کی لکھی ہے جس نے ایک تھیلی پائی اور گندم بریان سمجھ کے
 خوش ہوا جب کھولی تو مروارید دیکھ کے کیسا مایوس ہوا اب اگرچہ شرح بحر العلوم مروارید پر آجے مگو و مشکون ہو مگر کس کام
 کی وہ اب تو نہیں جس سے میری خاطر عطشان ربان ہو نہ ایسی جس سے میری طبیعت جو عان شہبان ہو
 یا اور کسی کی خاطر جی تقریریں طول طویل تو ہیں مگر نفس مطلب شعر کی کوئی سبیل نہیں تشریح کیا تن سے بڑھ کے ہر آور
 غلطیان علاوہ ہزان اور حضرت کشف العلوم کی یہ کیفیت کہ ایک شعر کے معنی دوسرے دفتر میں انیس صفحات پر
 زیب رقم فرمائے کہ ہر صفحہ میں کیل سطر ایک ہشت یعنی میانہ درجہ قلم کی ہیں بھلا طالب معنی کا کیا ٹھکانا اس شعر
 دونوں کا یہ حال شعر جب نظر آنکھ سوید اسے رقم پر کیجیے کہتے ہیں بس ذرا چپکے ہی سے رکھ دیجیے ہر چند
 اہل علم کی قوت بیانیہ کو بڑی وسعت ہو چاہیں جیسی طول مقابل کریں لیکن جب آپ ہی لکھیں آپ ہی پڑھیں آپ ہی
 کہیں آپ ہی سمجھیں تو کیا لطف رع بسے گنج زینکو نہ در خاک ہست ہا لاجرم ٹکویہ ہوتی کہ میں بطور مختصر نفس مطلب
 شعر کا بطور حامل المتن لکھوں اور اہل انصاف کے انصاف پر چھوڑوں تا شروح موصوفہ کے مقابلے میں ملاحظہ
 فرمائیں اور داد انصاف کی دین کہ سر بیچ اللہ ملو بقواد عام کون ہو اور عسیر انعم خالی از مقاصد اتمام کون کما قال
 السعدی وجل واذا حکمت فاعلم بنہم بالفتیۃ ان الشرح فی انفسہم شروح تحریر اور اختتام اس دفتر
 کی ان اشعار سے واضح دلالت ہے ابیات یا آئی ہو طفیل جملہ پاکان جہان ہا عیب سے اور نقص سے
 پاکیزہ یہ میرا بیان ہا دے کشش اسکے معانی کو وہ پرتا شیر تو ہا لاسے ہر خاطر کو اپنے ہی طرف دامن کشان ہا
 دیکھیں ارباب نظر جب اسکو ازراہ کرم ہا ہوں دعاے خیر سے حق میں مرے گو ہر نشان ہا بوستان معرفت
 ہونا نام اور تاریخ بھی ہا ابتدا تحریر کی اسکے بلا شک و گمان ہا ختم کی تاریخ چالو چشمہ نہر بہشت ہا محقر مرغوب از بس
 دلپذیر دولستان ہا ہر جہان میں جلتک امن و امان کا سلسلہ ہا حاسد و ہا گو سے یارب یہ سہو اور امن و
 امان ہا کیا عجب جو فضل سے اپنے کرے رب مجید ہا اسکو ہا یہ ارمان سوغات و تحنن نوربان ہا
 آمین یا رب العالمین فقط

۱۶۰۵۶

واختر نمبر

الف ۱۶

فن نمبر

کتاب نمبر



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تو کہ بشنو از فر چون حکایت میکند باز جہاں شکایت میکند پاکیزنستان تا مبرا بریدہ اند پاکیزنم مردوزن
 نالیدہ لمعہ چون کہنی چگونہ از مصرعہ ثانی میں تفسیر یہ کہ کات بیان تا توقیت کا بغیر فریاد آواز المعنی پہلے شومین
 مولانا ہم ہر کسی کو مخاطب فرما کے تحریریں و تحریض تلاش و جستجو اصل و مبدائی جو بموجب نعت نسیم من روحی
 کے ذات پاک حضرت باری عز اسمہ کی ہو فرماتے ہیں اور بایراد لفظ فراس معنی کو اس ایک اسے جانتے ہیں
 کہ ذرا ان کی طرف تو متوجہ ہو اور اسکی صورت و صدا پر کان لگا کیسی حکایت و شکایت کر رہی ہو کہ جب سے مجھ کو نیتان
 سے جو میرا منصب و مادہ اور اصل و نژاد کیا ہو اسکی یاد میں ایسے درد و سوز صادق کے ساتھ ٹالان ہوں
 جکے اثر سے تمام مردوزن موثر ہو کے زار و گریان ہوتے ہیں بس اے مخاطب خیر دار ہو بڑے حیف کی بات ہو کہ
 فر جو ایک چوب خشک بیجان ہو اپنی اصل کی ہجرت سے ایسے نالے موزناک کرے کہ آپ بھی روئے اور نہ کو بھی
 رولائے تو انسان اشرف المخلوقات ہو کے ایسا غافل و غافل رہے اور اپنی اصل کی طرف رجوع نہ کرے
 حالانکہ فرمایا خداوند عزوجل نے منہ المبدأ و الہ المآب جو کہ اہل الدار و کالین ہر چیز سے عبرت و خبرت
 حاصل کرتے ہیں اور راز و اسرار نکالتے ہیں مولانا ہم نے فر سے یہ بات پیدا کی الخلاف واضح ہو کہ شہ فارسی
 جو حضرت بحر العلوم کی ہو اور اردو مراد آبادی جس کا نام کشف العلوم ہو دونوں میں وزجد ایہام دا و عطف
 بلکہ شرح اردو میں وز نفیرم بھی بال عطف لکھا ہو اور میں نے دونوں جگہ بعض کتب میں دا و نہیں پایا
 نہ محکوم دا و پسند ہو اول میں تو محکوم عطف سے تفسیر زیادہ پسند ہے یعنی وہ حکایت کیا ہو جدائیوں کی شکایت ہو اور دوسرے

شعر میں غفلت کرنے سے دونوں مصرعے شرط ہو کے معلق رہ جائیں گے اور جزائیں ہر جن میں کچھ کیسے صحیح ہوگا فارسی کی شرح میں
 فی سے مراد مرد کامل اور قلم اور خود فرد اور ذات مولانا اس سے لیکر طول طویل تقریر بن گئی ہیں اور شایع اردو تو
 ان کے خوشہ چین ہی ہیں مگر میں اتنے ہی معنی لکھنا چاہتا ہوں جو ذات شعر سے پیدا ہوں اور طالب معنی سمجھے
 کہ یہ کیا تھوڑا ہونہ یہ کہ شرح کو تلاش معنی میں اٹھائے اور دیکھے اور فوراً دیکھے کہ مشکل ہے اور دیکھنے کا قصہ بھی نہ کرے
 نہیں جڑوں کی بڑی باتیں ہوتی ہیں کمان تک اپنی طبیعت گھٹائیں اور اس کا زور نہ دکھائیں قولہ سینہ خواہم شرعہ
 شرعہ از صدق با تا بلویم شرح شوق و اشتیاق با شرعہ شرعہ بالفتح یا بفتح المعنی یہ بھی قول نہ کاہر کہتی ہو
 جیسا کہ میرا سینہ شوق و اشتیاق وطن و مادہ سے سوراخ سوراخ ہو رہا ہے ایسا ہی تو کی سینہ بارہ بارہ درد
 فراق سے چاہتی ہوں تا مناسب اپنے سچ کے اس سے شرح شوق اشتیاق کی بیان کروں ورنہ جیسا کہ کہا ہے شعر
 گفتن از زبور بے حاصل بود با یکے در غم خود ناخورد و نیش با شرعہ شرعہ اور شرح میں تجنیس زائد ہے فراق اور شوق و
 اشتیاق تینوں باہم مناسب مع صنعت اشتیاق الخلاف شایع فارسی لکھتے ہیں یا یہ مقولہ نہ کاہر جو انسان کامل
 مراد ہو یا مقولہ مولوی کاہر اور معنی دونوں کی طرف سے یہ کہ اپنے سینے کو بارہ بارہ فراق و ہجر سے چاہتا ہوں
 کہ درد طلب سے کسی وقت خالی نہ ہوتا طالبوں کے سامنے شرح درد اشتیاق کی کروں اور اسی کے مقلد شایع
 اردو کے ہیں انتہی اول تو یہ کہ احتمالات مجھ خوش نہیں ہوتے جس میں کہنے والا کہہ سکتا ہو شعاع و خوشن گم گشت کرا رہی کی کند ہا
 جب ایک بات کو مستقل ہو کے جان لیا بھر پائیکیا اپنا شک ظاہر کرنا دوسرے کو شک میں ڈالنا نہ کا لفظ کیا کہہ جو
 مراد ہی معنی ڈھونڈتے پھر میں نے تو خاص اسی لفظ کو مجبوب یک در گیر حکم گیر کے اختیار کیا ہے اور امید ہے کہ
 اخیر تک مع ربط سیاق کلام کے بناہ دون گانہ مثل گاہے چنین گاہے چنان کے کبھی کچھ کہد یا کبھی کچھ کہدیا اور معنی
 بھی ذرا غور کے قابل ہیں کہ سیاق سابق کلام سے مربوط ہیں یا نہیں اس واسطے کہ ہمیشہ قاعدہ یہ ہے کہ دیکھا اپنا دیکھ
 کہنے کی واسطے دیکھا کو دھونڈھتا ہے اور خود دیکھا بتاتا ہے کہ دیکھ سننے والوں کو سننے چنانچہ میری فہم میں یہی بات شرح
 کے معنی سے مترشح ہے اور جو خود ہی ایک اعتراض لکھا ہو مجھے کیا غرض کیا خوب حضرت سعدی نے فرمایا ہر شعاع ملازا پنچ
 کہ پروانہ خوشن بکشد ہ قولہ ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش ہا باز جو بد روزگار چل خویش ہا المعنی مولانا فرماتے ہیں
 دیکھ تو کیسے شوق و اشتیاق اصل میں کہ رہی ہے کہ جو کوئی اپنے اصل دھککانے سے دور پڑتا ہے ہمیشہ اسی دھیان خیال میں
 رہتا ہے کہ کب ہو کہیں پھر اپنی اصل سے وصل ہو جاؤں تا درد فراق سے چھوٹ جاؤں اللہ اللہ کیسی اس نے کے بد سے میں
 تنبیہ و تعلیم فرما رہے ہیں کہ باوکر اسوقت کو جو زمان وحدت تھا کہ نہ جسم تھا نہ ہم گیر کئی تھی نہ دوئی اور یہی تیری اصل تھی
 انسی سے تجکو فصل ہوئی ہو پس اسی کے وصل کا طالب ہو الخلاف شایع فارسی نے وہی انسان کامل یا مولوی مراد
 کی ہے اور تفریر معنی کی لکھی ہے قولہ من بہر حیثیتہ نالان شدم ہا جفت خوشحالان و بد حالان مستخدم ہا یہ مقولہ بھی نہ کاہر

کتنی ہر کہ میں مشتاق و در اقامہ شوق مند اپنے اصل کی اس خیال سے کہ شاید کوئی شائق کہیں نظر آجائے ہر جلسہ اور
مجمع میں نالان ہوئی اور حشاکون اور بدحالون دونوں فریق کی جنت بنی خوشحال بد حال باہم متضاد ہیں چاہے جن تضادین
سے مراد لیا جائے مثلاً امر کہ ان کے یہاں اور باجون کی طرح ذہنی کجی ہو یا فعتسرا کہ اکثر خود بھی بجاتے ہیں اور سنتے بھی
ہیں یا دلق پوش و جد کوش سعل نیوش یا تند مکار پر جوش و خروش سب کی جفت بنی اور سب سے آمیزش کی
خبر اسکی شہر آئینہ ہر شارح فارسی نے بموجب شہد بمقدار علم کے اپنی دریاے طبیعت کے موافق تقریر معنی کی تحریر کی ہو
اور میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ نفس مطلب شعر کا قابل فہم آپ حبیبوں کے لکھوں گا اور میرے نزدیک نفس مطلب ہی
اصل ہر مثل اس قول کے ہذا المقدار کجک و ما زاد علیہ فانت حاملہ قولہ ہر کسے از ظن خود شہد یا من ہر دزد و دزد من
بجست اسرار من ہا المعنی یہ شعر خبر ہو اگلے شعر کی کہ میں ہر مجمع جلسہ میں نالان ہوئی اور ہر کوئی اپنے ظن و گمان کے موافق
کہ ان خیرا خیر و ان شررا شریر لیا و موافق ہوا اور اپنے اپنے مطلب کی بات سن لی سمجھ لی لیکن میرے اسرار و ردنی
کو ہرگز کسی نے نہ جانا اور اسکا طالب کوئی نہ ہوا واقعت اور وہ اسرار اسرار عشق ہیں جس سے آسمان و زمین اور پہاڑ
ہر شے ڈر گئے اور کانپ اٹھے اختلاف شارح فارسی نے تقریر اسکی لکھی ہو لیکن اب نہ وہ انسان کامل ہر نہ مولوی
عبدی بجدی باتیں ہیں جدا جدا رنگ اور میں وہی ذکر کیے جاتا ہوں عہست مطرب بران ترانہ ہنوز ہا قولہ سر من الزمان
من دوزنیت ہا لیک چشم و گوش را آن نور نیست ہا اور ہر جو کہا ہو کہ میرے دل کا بھید کسی نے نہ ڈھونڈھا پس اگر
کوئی کہے کہ تیرے دل کا بھید کیسے ڈھونڈھیں اور گمان با میں اسواسطے کہتی ہو کہ یہ نالہ ہی میرا میرا بھید ہو اس بھید سے
الگ نہیں اسلیے کہ نالہ بعینہ عشق سے ہو اور عشق ہی بھید کہ کیا کروں کہ حیرے چشم و گوش کو اسکی دید شنید کا نور نہیں ملا نہ اس
نالہ کو تو سن سکتا ہو نہ اس بھید کو تو دیکھ سکتا ہو یہ کام تو اہل باطن کا ہو نہ ظاہر بینوں کا جو مقید صیوت و نوا کے ہیں اختلاف
شرح فارسی میں بہت کچھ لکھا ہو جسکا جی چاہے دیکھے سمجھے اور میں تو بسوداے خود خوشم کس کام کا وہ گل ہو کہ جس
گل میں بو نہیں ہا قولہ تن زبان و جان ز تن مستور نیست ہا لیک کس را دید جان دستور نیست ہا المعنی یہ
شعرویل و تخیل اس بات کی ہو کہ کتنی ہو کہ چشم و گوش اس بھید کی دید شنید کا نور ہی نہیں دیا معنی سب جانتے ہیں
کہ جان تن سے تن جان سے مستور و پوشیدہ نہیں ظاہر ہو تو جان کی تن سے اور وجود تن کا جان سے ہو لیکن حکمت
حکیم برحق نے یہ قاعدہ اور دستور ہی جاری نہیں کیا کہ کوئی دید جان کا کر سکے اور چشم ظاہر مثل اور اشیا کے دیکھ لے
اور اس بھید کا بھی تعلق جان سے ہو پھر کیسے نظر آئے تن اور جان دید دست دستور میں سب مرافات
ہیں قولہ آتش است این با لگ نا لے نیست باد ہا ہر کہ این آتش ندارد نیست باد ہا نائی میں یا نہ نسبت
کی ہو جیسے طائی میں نہ فاعلیت کی کہی نہ لواز المعنی یہ مقولہ مولانا رح کا ہو کہ یہ بانگ جو نہ سے نسبت رکھتی ہو ایک
آگ ہو جس سے لوگ دور دور بھاگتے ہیں نہ ہوا کہ جس سے خوش ہوتے ہیں مگر ہے ایسی آگ کہ جس میں

یہ آگ نہ وہ نیست ہو جائے تو اچھا ایسیلے کہ وجود اس کا محض عبت اور نگاہ ہو تو کیا نہ تو کیا جیسا کہ غنیمت نے کہا ہے
 ع دل بے عشق در عالم مبادا الخلاف شرح فارسی میں نامے بمعنی فریاد کے لکھا ہے کہ انسان کامل ہو اور
 آگ وہ فقر و غار جی لفظ ہے شعر میں نہیں اور اس سلسلے کے معنی جو نیست بادہ نیست و فانی ہو جائے وجود بشری
 سے قایم آگ حاصل ہو جائے اور عاشق کامل ہو جائے اور یہی معنی حضرت کشف العلوم کے ہیں مع زیادتی اتنی بات
 کے کہ مولانا کی شان سے دعائے بدیعہ ہی اس واسطے نیست بادہ سے مراد یہ ہے کہ عشق اس کو ہو جائے اتنی میں نے تو
 خدا کے فضل اور توجہ روح پر فتوح حضرت مولانا سے بلو جب رخ سپید از سہ فرق کردم جو فجر ہا کے اپنے معنی
 نکال لیے ہیں اور سے غرض نہیں وہ یہ کہ نامے بمعنی فریاد کے ایسا ہے جیسے تھکین میں کوئی غیر گھس پڑا اور مغل ہو گیا
 اور نیست بادہ سے نہ اس کی فنا مقصود ہے نہ اس کو عشق مل جانا مقصود یہ سب کچھ باتیں ہیں بلکہ خاست و دنائست
 بے عشق ہونے کی منظور ہے جیسے سعدی نے فرمایا شعر جنین آدمی مردہ بہ تنگ را پاکہ بروئے فضیلت بوسنگ را
 اور دوسری جگہ فرمایا شعر بدل گفتم از ننگ مردان بمرہ کہ کوک رود پاک و آلودہ پیرہا مکتو موافق اپنی طبیعت
 بیج پوچ کے کہ ادب زبان پکڑے لیتا ہے حضرت بحر العلوم سے توجہ ہے نہ کشف العلوم سے کہ یہ تو انھیں کے زلمہ برہین
 کہیں بطور منہم کے قدم پر حادیا اللہ اللہ لا تو قالہ بالاسد قولہ آتش عشق ست اندر نے فتادہ جوش عشق سرست
 کاندری فتادہ المعنی بہ تاکید شعر صدر فرماتے ہیں کہ یہ جو بھنے کہا کہ بانگ زنی آتش ہے بیشک آتش ہے اور آتش بھی
 عشق کی جسکی صفت میں کہا ہے رخ زبہ آنا جیم اندر وہاں انداختہ ہو یہی آتش زین پڑی ہے اور اسی آتش کی
 جوشش مرنے پانی ہے جو ایسی بخور و دست کر نوالی ہے کہ ہنگام عروج نشہ نہ سر کا ہوش چھوڑتی ہے نہ پائون کا نہ منگے کا
 نہ ٹھکیا کا الخلاف شارح فارسی نے بہت معنی طویل لکھے ہیں آخر بحر علوم بھی تو ہیں اگر ہماری سمجھ میں نہ آوین تو
 وہ کیا کریں اور ہم کیا کریں پھر بحر اس کے اور کیا بن آتا ہے شعر بنان خشک قناعت کینم و جامہ و دلق ہا کہ بار محنت خود
 بہ زبار منت خلق ہا جو معنی الفاظ سے پیدا ہوں انھیں پر صبر کریں شعر گر بود لبہ بخو بہ پیش ہا دست توان کرد
 ورا خوش خویش ہا قولہ نے حریت ہے کہ از باری بویہ ہا پردہ لیش پردہ ہاے ماورید ہا حریت دوست و ہم پیشہ
 بر بدن جدا ہونا پردہ حجاب و مقامات راگ جسکی مہندی سندری ہے بمعنی تھو بفرغ صدر فرماتے ہیں کہ یہ زرق و ہم پیشہ
 اس شخص کر ہے جو اپنے یار سے جدا پڑا ہے اور فراق میں مبتلا ہے کس واسطے کہ خود بھی نود و فراق و جدائی کی شاکہ
 و باکی ہے پھر بقول سعدی روح ما للفریب سوے الغریب انیس ہا کیسے نہ اسکی حریت ہوگی اور اسی وجہ سے
 اس کے پردوں نے کہ بسوز و گداز مختلف مقامات سے لکھتے ہیں ہمارے پردے بھاڑ دیے یعنی وجہ و حال بن ڈال کے
 فضیلت و رسوا کر دیا وہ حجابات مرتفع کر دیے جو ماہین محبوب کے اور ہمارے حامل تھے از اور حریت و یار و پردہ سب ہا سب
 الخلاف شارح بحر العلوم نے وہی مراد انسان کامل لیے چلے کہ میں میان فقط فر سے بھی فریاد میں نے جواب دہ

نو کا اختیار کیا سو کیا قولہ عجیب زہرے و تریاتے کہ دیدہ ہرچیز دمساز و مشتاتے کہ دیدہ ہر کاف و دون کہ امیہ ہین ظاہر ہو کہ
 زہر و تریاق باہم ضد ایک دوسرے کی ہین و الضدان لایکتھان مگر یہ فی کچ عجیب شہر جس بن زہر و تریاق اور دمسازی
 و مشتاتی و دون باتین جمع ہین زہر اس اعتبار سے کہ عاشق صادق جب حال و وجد میں ہوتا ہر اسوقت میں اسکی ہانگ
 و لوا اسکے دلی و جگر میں کام زہر کا کرتی ہر کہ پارہ پارہ کر دیتی ہر اور اس حال کی دمساز ممتی ہر اور حب وہ اپنے مقام پر درود
 و اوقات تجلیات سے مطمئن اور مسکن ہوتا ہر یہ اسکو اور زیادہ سکینہ و طمانینت بخشی ہر اور شوق مند کرتی ہر و صبح ہو کہ حال پر
 ہر وقت قیام ہونے سے مقام ہو جاتا ہر حال اس سے طبعہ کے ہوتا ہر ایسے ہی جو بڑھتا جاتا ہر وہ حال ہر اور جو ٹھہرتا
 جاتا ہر مقام ہوتا ہر زہر و تریاق اور دمساز و مشتاق باہم متضاد اور شرف صنعت ترصیع میں ہر قولہ فی حدیث راہ پر خون
 سے کندہ قصصاے عشق مجنون می کندہ راہ پر خون راہ صوب گذار المعنی حضرت مولانا بہ لطیف شاعر سابق سے فرماتے
 ہین کہ یہ ہانگ و لوا زنی معنی سوت و صدائیں بلکہ ذکر و بیان راہ و شوار گزار عشق کا ہر جسکے قدم قدم پر فرش خون عاشقوں کا
 پچھا ہر اور ساری راہ پر رن پر خون۔ اور مجنون جیسے عاشقوں کے قصے کرتی ہر جنھوں نے آپ کو ذات محبوب میں
 ملا کے فنا کر دیا اور اس سے وصل ہو گئے جیسے مجنون نے انابلی کا حدیث و قطعہ اور عشق و تجہیز باہم مناسب
 غرض کہ طالب ان سب مراتب کو اس سے پہونچتا اور حاصل کرتا ہر الخلاف حضرت بحر العلوم کی شرح میں اس جگہ
 پانچ شعر اکٹھے لکھے ہین مگر معنی فقط اسی ایک شعر کے زیب رقم فرمائے جانے اسے کیون غماض فرمایا ایسے بھی تو نہیں
 جو قابل لکھنے کے نہون الحق ہر کسے مصلحت خویش نکو سے داندہ قولہ دود بان داریم گویا پہونے ہر یک
 دبان پہان ست و رہاے دے ہر یک دبان نالایق شدہ سوے شہاد ہاے ہوی درنگندہ درسا ہر
 لیک داند ہر کہ اور انتظارست ہر کین خان این سرے ہم زان سرست ہر دہرہ ورنے از دہاے اوست ہر
 ہاے ہرے روح از ہیماے اوست ہر منجملہ پانچ شعروں کے چار یہ ہین ایک اور ہو گیا ہما نفع آسمان منظر بانفع غمخ و
 چشم و روے دہرہ نفع ہر و دال فریب و آواز نقارہ و نقارہ ہاے ہر و شور و غوغا ہر کلمہ تنبیہ و تحسین و زہر و دھوس
 ہاے آخر کلمہ میں افادہ منہ جمع لا کرتا ہر پس ہیما سے جمع ہی کی ہر تائے فی حلقوم المعنی مولانا فرماتے ہین ہما راہ
 ز کا ایک حال ہر جسکے بھی دو دہن ہین ہمارے بھی دو دہن ایک دہن اس کا ناے کے لبون میں چھپا رہتا ہر
 ہما را بھی دہن فرما ز حقیقی کے زیر لب ہر اور ایک دہن مخلوق کی طرف ہر جو آسمان میں ہاے ہرے شور
 غل ڈاے ہوے ہر مگر جسکی آنکھیں کھلی ہین وہ خوب جانتا ہر کہ اس دہن سے لینے اس سر سے جو آواز ہر وہ
 بھی اسی سر کی ہر جو لبون میں تائے کے دبا ہوا ہر اور تائے کہ وہ بانسی یا حلقوم ہر اسی کے دمون اور پھونکون
 سے آواز کر رہی ہر اور انھیں دمون کے پھونکون اور ہیما لینے آگاہیون سے ہاے ہر روح کی ہر لینے روح
 فیضیاب ہر پہلے شعر میں دبان اور گویا اور تو لینے حلقوم اور لب سب ملا سب یک دیگر شامسا نو سے تجھیں

اور تالان دہا ہے ہودہ و ہما تجھیں زائد اختلاف شرح فارسی میں بجائے ایک داند کے وارندہ غلط ہے نہ ان
 شمار کے منجی بلکہ ہیں قولہ محرم این ہوش خیر ہوش نیست بے مر زبان راستری چون گوش نیست بے مشتری باصنم
 خندہ محرم واقف راز المعنی شعر صدر میں جو لفظ ہیما حج ہر کلمہ تنبیہ یعنی خبردار کرنے کے واقع ہو اسی کی طرف اشارہ
 ہوش سے کیا ہو اور ہوش وہ لوگ جن کی صفت میں سمدی رہنے فرمایا ع پریشندہ عقل و پرانگندہ ہوش بے
 بس فرماتے ہیں کہ اس ہیما کا ہوش انھیں بیہوشوں کو ہر سوا ان کے کوئی واقع اس راز و اسرار کا نہیں جیسے تمامی
 اعضا میں گوش کی طرح کوئی اعضا خبردار زبان کا نہیں وجہ اسکی ظاہر ہو کہ جب گوش خرداری زبان کی نہیں
 کرتا ہر تو زبان بیکار یعنی گنگ ہوتی ہو اس لیے کہ بہرہ امداد زراہی گو نگا ہوتا ہو بس بیہوش ہو اس کے سننے کو سہر
 گوش بنا ہوا ہر ہوش گوش زبان محرم مشتری برعایت یکد گیر نہایت مناسب اختلاف شرح فارسی کا ترجمہ
 محرم اس راہ پر خون کا سوا اس شخص کے نہیں جو بے شعور ہو گیا غیر سے بلکہ ہر چیز میں محبوب کو دیکھتا ہو جیسا کہ
 خواہندہ زبان کے سوا گوش کے نہیں کہ سننے والا کلام زبان کا ہو انتہا پانچواں شعر ہر حسین راہ
 پر خون تھا اور در میان میں اور ذکر اس سے مختلف ہو گئے اور پھر یہ لوند کا سامینا آ کو داسوا اس کے مولانا
 نے ہوش کہا ہر ہوش و راہ سے کیا مناسبت آورد و سہرے مصرعے کے معنی بھی موجود مگر میری مجال کہان کہ
 بحر العلوم کے معنی میں لب خشکی طبیعت کی ظاہر کر دن البستہ لکھ ضرور دیے ناظرین خود نیک و بد دیکھ لیں گے
 شعر جو کارے بیفzul من برآید ہر اور و سنے گفتن نشاید بے قولہ کہ ربودی نالہ ذرا اثر بے نے جہان را پزیر کردی
 از شکر بے المعنی فرماتے ہیں کہ نالہ کسی کا خوش آئند نہیں ہوتا ہر کوئی نالہ سے گھبراتا ہو بخلاف نالہ ذر کے اس میں
 وہ تاثیر و اثر ہو کہ تمام جہان اسکی لذت سے ایسا بھرا ہو کہ گویا شکر سے پُر ہو اور کسی کا جی اس شکر سے بیزار نہیں
 ہوتا ہر نہ بھرتا ہو ربودی نالہ نے نکر دی چاروں میں سر کلمہ زن کہ صنعت ہو اور برعایت نے شکر اختلاف
 شرح فارسی میں بجائے اثر کے ٹر لکھا ہو محکوا اثر یاد تھا میں نے اپنی کتاب میں بے تامل بنادیا دوسرے کوئی فر
 خردار نہیں ہوتی پھر مولانا رحم ایسی انہونی شکر کہ بے ذکر کرتے تین تو کیا کر دن اس حکم سے مجبور ہوں شعر اگر بیت کہ نایب
 و چاہ ست بے و گر خاموش بے نشینم گناہ ست بے اور کچھ معنی نہیں لکھے قولہ در غنم ما روز ہا بیگاہ شد بے
 روز ہا با سوز ہا ہمراہ شد بے روز ہا گرفت کو رو پاک نیست بے تو بان ای آنکہ چونو پاک نیست بے بیگاہ شام گاہ
 صبح المعنی ہے مدتوں دن دن بھر شام تک غم اور سوز و گداز عشق میں ہمارے شریک و ساتھی رہی اور مثل ہمارے
 نالہ و افغان کرتی رہی کہ ایک عمر تیر ہو گئی مگر پھر تو فیضاً فرماتے ہیں کہ اگر عمر تیر ہو گئی تو ہو جائے کچھ پروا
 نہیں تو قائم رہے کہ تجھ سا کوئی پاک نہیں یہ دعا نے کے حق میں ہو اختلاف شرح فارسی بحر العلوم میں
 اس دوڑ سے مراد وقت لی ہو اور کہیں ابن الوقت اور کہیں مراد خدا تعالیٰ سے لی ہو انتہی ہو گا مگر میں تو یہ ضروری

کرتا ہوں کہ ایسی لفظ سے مراد ی وغیرہ معنی دیباچہ میں لکھتا کہ ذرا بگڑنے میں شیخ چلی کا سا بسا بسا یا
 گھس بگڑا ہے اور سادہ انداز گزیرید از تعجب یدین : قولہ ہر کہ جز مای ز آتش سیر شد ہ ہر کہ سیر ذیست روزش دیر
 شد ہ در بنیاد حال بختہ بچہ خام : بس سخن کوتاہ باید و السلام : ہر بمعنی غیر دیر شدن تمام ہونا خراب ہونا اب فوت
 شدن کے معنی میں مستعمل ہے المعنی مولانا : فرماتے ہیں کہ تمام مردم عالم کے تین قسم ہیں ایک بصدقت مای کہ ہر وقت
 اس کے دریاے عشق میں مستغرق ہیں اگر اس سے علاحدہ ہوں تو مای کی طرح زندگی سے برکنار پڑیں دوسرے جز مای
 یعنی غیر مای کہ وہ عباد زہاد ہیں کہ تھوڑے پانی سے سیراب ہو گئے بخلاف پہلے فرقہ عشاق کے کہ فزات میں ہیں دوسرے
 تیسرے بیروزی جنکو تم اس ہم سے عطا نموی وہ کفار و فاسق ہیں بس تینوں قسم میں اولین کا کہنا کیا اس بقون اس بقون
 اولنگ المقربون اور ثانی بھی اچھے مگر تیسرے بیروزی بے نصیب محض انکا دن خراب و فوت ہوا یعنی غم آبد فرماتے ہیں
 تیسری قسم واسے تو خارج ہوئے تین پہلی دو میں ان دونوں میں پہلی قسم بختہ ہے دوسری خام بس یہ خام ان بختہ
 کا بھید کہیں پاسکتے ہیں اور ان کے اسرار سے کیسے واقف ہو سکتے ہیں کہ کتارے گئے اور چوڑ و ٹکڑ سے سیراب ہو گئے
 اور وہ قوت و گنگ کے رہنے واسے بچہ کیا فائدہ جو طول مقال کروں بہتر یہ ہے کہ سخن کوتاہ کروں اور ان کی خدمت میں سلام
 بجالاؤں تا ہی داب بر عابت یکد گیر روزی روزی اور بختہ تمام متضاد قولہ بادہ در جو شش گدا اسے جوش ماست ہ
 چمن در گردش اسیر ہوش ماست : المعنی چمن بتانیہ شغریہ فرماتے ہیں کہ جو بختہ ہیں اٹکا یہ حال ہے چنانچہ مجلہ ان کے
 ایک ہم ہیں ایسے جوش و غروش کے بھرے کہ خراب جو ایک بڑی پر جوش چیز ہے وہ اپنے جوش میں گدا ہمارے جوش
 کی ہر اسی سے کچھ مانگ لیتی ہے اور جوش گردش و سیر میں اسیر ہو جاتا ہے ہوش کا ہر یعنی جان کا کہ اس کی سیر و گشت
 پر فدا ہو جیسا کہ حضرت نظامی رحم نے اسکی قوت سیر و گشت کی صفت میں فرمایا ہے شعر چو شاید کہ جانہا سے مادر دے ہ
 بر آید یہ پیرا من عا لمے ہ بادہ اور جوش چرخ و گردش مراعات یکد گیر شرح فارسی میں کچھ معنی اسکے نہیں لکھے بلکہ چار شعر
 اسکے بعد اور ہیں وہ بھی محض معرا چھوڑے قولہ بادہ از ماست شدنی مازوہ قالب از ماست شدنی مازوہ ہ
 قالب جسم خاکی المعنی بتانیہ شعر بالا بچہ فرماتے ہیں کہ ہم وہ مست و مخمور شراب عشق سے ہیں کہ خراب کو جو کچھ مستی و مدہوشی
 ملی ہے ہمیں سے ملی ہو اور ہمیں سے مست ہوئی ہو اور قالب ہم سے ہوا ہم اس سے معنی نہ رہے کہ قالب سے
 مراد قالب آدم علیہ السلام کا ہے اسلئے کہ اول قالب وہی ہے نوع بشر میں جو نعت فیس من روحی سے مست ہو کہ وہ لفظ
 ہم نے باعتبار وحدت الوجود کے اختلاف شرح فارسی میں جس کو سب شرحن کا پیر بیان بتاتے ہیں دونوں شعر کے
 معنی نہیں لکھے اور کیسے شعر ہیں اب کیا : اینٹ مٹی خشت گل : کے معنی کھین گے قولہ بر سماع ماست
 ہر تن چیز نیست ہ طبع ہر مرنگے انجیر نیست : ہ عمل بفتح مشنیدن مجازاً بمعنی رقص و سرود و وجود راست سما اور ٹھیک
 و عام مقام موسیقی چیر بیاسے معروف غالب و دلیہ یکد خوراک مرغ مرنگ میں کاف تصنیف بچہ کا ہے المعنی

[illegible]

بے عیب نقص کردیتا ہر مولا نامہ خوش خوش عشق کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ خدا جگو خوش رکھے اے عشق تو اچھا سو اچھا ہے
تیری خرید و فروخت کیسی خوب ہے جس نے جگو خریدا بذا تہ بریت عیوب کلی کی حسریدی اور حاصل کرمی اور اس
خوش قسمت کو طبیب جملہ علوتوں کا ملکیا قولہ اے دو اسے نخت و ناموس ماہ اسے تو اسلاطون و جالینوس ماہ
نخت بالکسہ بزرگی و برنامی ناموس توقع عزت و حرمت کی مخلوق سے رکھنا المعنی اس شجر میں بھی تا سید شجر صدر کی
ہر کہ اے عشق تو دو واہر ہماری نخت و ناموس کا یعنی ہم جو آپ کو بزرگ جان رہے ہیں اور اپنی بزرگی جانتے ہیں تا
لوگ بزرگ سمجھیں اور ایسی وضع اور شان بناتے ہیں کہ جس میں لوگ دیکھ کے عزت و حرمت کریں
تو ان سب کا قلع و قمع کر دینے والا ہو اور تو ہی ہوا یہ اسے امراض قلبیہ کا جالینوس و افلاطون ہر شرح میں معنی نہیں
کھے ہیں قولہ جسم خاک از عشق بر افلاک شدہ کوہ در قفس آمد و جالاک شدہ المعنی یعنی یہ جسم خاک جس کے عنصر
کی طرح کوئی عنصر کثیف و ثقیل نہیں کہ کیسا ہی خاک کو اوپر پھینکو نیچے ہی گرتی ہے عشق کی بدولت افلاک پر گیا جیسے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام فلک چہارم تک پہونچے اور موجود ہیں دوسرے مصرع میں قصہ کوہ طور کا ہر جو ہم گام اس نے
تجلی رب باری کے باوصف صفت جماد کیسا نا چنے اور ملنے لگا کما تال الدلقاے فلما تجلی رہے للجل جملہ و کا و
خرموسے صفا قولہ عشق جان طور آمد عاشقاہ طور مست و خرموسے صفا عاشقاہ العن ذکا ہر المعنی مولانا
فرماتے ہیں اے عشق تو کیا یہ جانتا ہے کہ میں ذی روح ہوں میں عاشق ہوں اور طور جاد اس میں شیت عشق
کی کمان یہ بات نہیں ہے بلکہ مجھ تجلی نور انہی کے اس میں جان پڑ گئی اور نا چنے لگا جیسا کہ منسرایا ہے و لکن
الظفر الے الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانے پہلے آیت کی معنی ہر گاہ تجلی کی موسے کے رب نے
پہاڑ کی طرف ٹکڑے ٹکڑے تو پہاڑ ہو گیا اور موسے بیہوش ہو کے گر گئے دوسرے کے معنی لیکن پہاڑ کی طرح
دیکھ اگر وہ اپنے ٹکڑے جہاں تو ابھی دیکھ لیتا ہے اس شعر میں اور اوپر کے شعروں میں صنعت تلخیص ہر اختلاف
شرح فارسی میں وہی جولانی فضولی کی ہے کیا اگر فضولی نہ ہو صرف نقص مطلب صاف صاف ہو تو قاضی شکوہ کرن قولہ
بالسب و ساز خود گر جفتے ہا ہجوتے من گفتینا گفتے ہا المعنی مولانا ہر منسرایا ہے کہ عشق اور اس کے
صفات جو بیان کیں مجھ میں موجود ہیں لیکن بیان کس سے کروں و ساز و ہر از نہیں اگر فی طرح مجھ کو بھی کوئی مسا
رہتا تا تو دیکھتے کیسی باتیں کرتا جو کرنے کی تھیں اختلاف شرح فارسی میں لکھا ہے ہر بادرست مولانا پر
احوال نہ اس بادرست کا حال اگلے شعروں سے کھلے گا نہ یہ کہ ذکا لفظ لانے سے بادرست ہو گئے دیکھو اسکا
کیا گل کھلے لب و ساز نہ سب مراعات ہیں قولہ سر نہا نسبت اندر زیر و بم ہا فاشش اگر گویم جہان بر ہم زخم ہا
زیر آواز نرم و پست ہم آواز بند کہ دو ٹوکی ہندی مدغم چسپم ہوئی بر ہم زدن لوٹ پوٹ کرنا المعنی یعنی اگر
فرمایا کہ فی طرح گفتنی کہوں مطابق اسی کے فرمایا کہ میرے زیر و بم میں بھی مشغل نہ کے مجید ہی مجید ہے ہر

لیکن انکشاف کیسے کروں کہ جہان کے لوٹ پوٹ ہونے کا اندیشہ ہر اس واسطے خاموش ہوں اختلاف
 شارح فارسی فرمانے ہیں اس شعر میں بھی بزرگ رفت نے کی طرف ہر سحر تو بر سر قدر خوشن باش و وقار بقولہ ہر کہ او
 از ہم زبانی شد جدا بدینوا شد گرچہ دارد صد نوا بد چونکہ گل رفت و گلستان در گذشت ہنوشوی زین پس ز بلبل سرگزشت بد
 چونکہ گل رفت و گلستان شد خراب بد بوسے گل را از کہ جویم از گلاب بد نوا آواز راگ و ہر آواز و نام موسیقی و توشہ سرگزشت
 ماجرا خراب گلاب بالکسر ہندی گارہ المعنی جھٹلایں اسی لفظ و مسازند کور الصدر کے فرماتے ہیں کہ جب کوئی
 و مسازہی نہیں تو کس سے کہوں ظاہر ہو کہ ہر آدمی اپنے ہمزبان سے خوب باتیں کرتا ہو اور جب ہمزبان سے جدا ہو تو
 کس سے کہے چاہے کیسی ہی خوش الحانیان جانتا ہو وہ سوینوایوں کا بینوا ہو جیسے سیکڑوں کو نگوں کا گونگا اور درصورتیکہ
 نکل رہا نہ گلستان کہ گل وہی ہمزبان ہو اور گلستان کا در ہنا بے بہار ہو جاتا اسکا ہر تو ایسے وقت پر خزان میں بلبل
 بھی خاموش ہو جاتی ہو صویت و صد انہیں کرتی لہذا میں بھی خاموش ہوں اگر گل ہو یا گلستان آباد ہوتا تو ہم بھی بوسے گل کو
 کسی سے پوچھتے کچھ کہتے اب جو وہ دونوں نہیں تو کیا مٹی گارہ سے بوسے گل کو پوچھیں جیسے کہتے ہیں کہ جب کوئی ہر ہی
 نہیں تو کیا اینٹ پتھر سے کہیں گل و گلستان اور ہمساز و ہمزبان کوئی محمود ذہنی مولانا راسکے ہیں اور جو مرادات اور
 عبادات اور تاملین تسو لین شارحین نے کہیں ہیں کیسے ثابت ہو کہ حضرت مولانا کا یہی مقصود ہر اس سے تو یہی
 اچھا جو معنی لفظ سے پیدا ہوں کہ از میں کچھ بگڑا نہیں جاتا ہاں دھوم دھام میں منسوق پڑتا ہو اور کیسے پڑے جعفر
 نے بھی تو کہا ہو شعر شہر مرد باشد از نامش بد ہر کہ بے نام زیست لئی شد بد قولہ جملہ مشوقست و عاشق پردہ بد زندہ
 مشوقست و عاشق مردہ بد چون بنا شد عشق را پر و اسے او بد او چو مرغے ماند بے پردے او بد پردہ بال لکنت
 عشق اوست بد موکشانش می کشد تا کہ دوست بد المعنی مولانا فرماتے ہیں کہ عاشق مشوق جو دو کھلاتے ہیں کہ یہ
 عاشق ہو یہ مشوق دو نہیں ہیں بلکہ دونوں ایک ہیں جو عاشق ہو وہی مشوق ہو فقط ایک پردہ ہی پردہ ہو اور جب
 یہ پردہ اٹھ جاتا ہو تو وہی عاشق مشوق ہو جاتا ہو اور زندہ اور مستدام جیسے محنون عشق مجاز میں جو پردہ میان بلی کے
 تھا آپ کو فنا کر کے انابلی بنا اور یہی زندہ اور مستدام ہونا ابداً باد تک رہا اور عشق حقیقی میں منصور کہ جب دو ملی
 اور یک رنگی حاصل ہوئی وہ پردہ عاشقی کا اٹھ گیا انا الحق پکارا اٹھا پس ظاہر کہ وہی عاشق مشوق بن گیا اور وہی
 عاشق مردہ فنا ہو کے زندہ حقیقی ہو گیا مگر حصول اس اتحاد و یکے کا وسیلہ جلیہ عشق کے ہی یہی اپنی توجہ اور خیال
 سے اسکو عاشق سے مشوق بناتا ہو اور یہی مردہ و فنا کو کے زندہ اور باقی کر دیتا ہو اس کی امداد و پردہ منسوخ ہو
 اگر عشق بے پردہ ہوئی کرے متوجہ نہ ہو تو عاشق ایک مرغ بے پردہ ہو اور حال اسکا قابل داسے و داسوس کے کس واسطے کہ
 عشق ہی سے پردہ بال یا کر مرغ جان اسکا قابل اطمان و طیران ان مقامات کے ہوتا ہو زندہ اکثر احوال و اندازے
 بھی رہا سکتے ہیں خواہ مجازی ہو خواہ حقیقی پس بال و پردہ ہمارے اسی کے عشق کی کندہ ہو جو ہمارے بال پر پڑے

کھینچے ہوئے دوست کی گلی کو لیجائی ہو واضح ہو کہ ان اشعار کے معنی میں نے بھی لکھے ہیں اور حسن سرشتہ بحر العلوم نے بھی
 لکھے ہیں میں نے چاہا تھا کہ خلاصہ ان کے معنی کا لکھوں لیکن ایسے گزبہ ہیں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتے مثلاً لکھتے ہیں کہ
 جملہ موجودات میں عشق ہو کہ ذات حق ہو اور عاشق پر وہ ذات حق کا وسیلہ کہ تعین ذات حق کا ہو اور ایک سے شان
 شیون حق سے پس اگر یہ پر وہ اٹھ جائے نفس الامر سے البتہ عالم فتنہ ہوے اور زلفہ نیست مگر معشوق کہ ذات حق ہو
 عاشق مردہ یعنی معدوم کہ وہ ایک شان ہو شیون حق سے پس موجودیت اور حیات اس کی موجودیت حق ہو اور نہ ہو
 ظاہر ہے اس شان کے ہو پس البتہ عالم خراب منفی ہوا نتیجہ بڑی خوشامد کے ساتھ قلم سے میں نے یہ مجذوب کی
 سی بڑ لکھا پائی ابھی وہ اشعار کی اور باقی ہر چیز کہتا ہوں نہیں لکھتے اور بار بار یہی زبان پر لاتی ہو پس کر کیا مشتے غور
 از خرد دارے نہیں ہوتا قولہ من جگولیم ہوش دارم پیش و پس ہ چون نباشد نور یارم پیش و پس ہ نور او دین و سر و تخت
 و فوق ہ بر سر و برگردم مانند طوق ہ بین راست کبر چپ تحت زیر فوق بالا المعنی یہ دونوں شعور بھی ہتھ شعور بالہ
 پر ہیں یعنی یہ جو کہاکہ عشق کی ہی گند موکشان اس کی گلی تک لیجائی ہو یہی وجہ تو ہو جو میں کہتا ہوں کہ نور یار کا جگو
 آگے نیچے سے گھیرے ہوئے ہو اور اگر اسکا ہوش جگو نہ ہوتا تو کیسے کہتا کیا میں پیش پس کو نہیں سمجھتا بے صرفہ
 ہوں بلکہ پیش و پس کا خوب دیکھنے سمجھنے والا پس جیسا دیکھتا سمجھتا ہوں ویسا کہتا ہوں اور مخاطب ہم کو یہی ہے
 جو عاشق ہیں ان کو نور اسکا شش جہت سے سرگردن کا طوق ہو رہا ہو اور اپنے حلقے میں لیے ہوے ہر مین لیر
 تحت فوق متضاد برتر گردن بر عایت یکدگر ہر مین ایہام بھی ہو شارح فارسی نے بعد اواسے تقریر دیگر کے حاصل
 یہ لکھا کہ اگر مشاہدہ حق کا اس کثرت میں نہ ہوتامین ہوشی و فضا سے ہوش و بقا میں نہ آتا ان معنی کو مقابل الفاظ شعور
 کرین پھر اس مصرع کی کیفیت دیکھیں ع اسکا کچھ دیکھ کے آئینہ ہو حیران کیسا ہ قولہ عشق خواہد بین سخن ہر دن
 بود ہ آئینہ غماز بود چون بود ہ آئینہ وافی چراغ از نیست ہ زانکہ زنگار از شش متناز نیست ہ آئینہ
 کہ زنگ و آئینہ جداست ہ پر شعاع نور خورشید خداست ہ ر و تو زنگار از رخ او پاک کن ہ بعد ازاں ان
 نور را اور پاک کن ہ غماز یعنی تشدید ہم سخن ہیں اور کچھ شمش اشارہ کرنے والا مقادیر بالضم جدا کردہ شدہ اور پاک پاک
 معلوم کرنا اشیا غیر محسوس کا المعنی ان اشعار میں فرمانے ہیں کہ عشق تو اسباب کو کہ نور اس کا شش جہت سے
 ظاہر و روشن ہو رہا ہو کچھ چھپا ہوا نہ کہ چھپا ہوا نہیں چاہتا ہو کہ یہ امر ظاہر و باہر ہو جائے لیکن اس صورت میں کہ تیرا آئینہ دل کا
 غماز یعنی اس نور کا جگو اشارہ کرنے والا نہیں اسکو وہ کیا کرے اسکا کون تصور اور تو یہ جانتا ہو کہ وہ غمت از کیوں نہیں
 ہو اس سبب سے نہیں ہو کہ زنگار میں اس کا کچھ تعقیب نظر ہوا ہو زنگار سے صاف و جدا نہیں ہو اس لیے
 کہ جو آئینہ کہ زنگ و آئینہ سے جدا ہو وہ ایک خورشید پر شعاع نور خدا کا ہو اب جگو اگر اس نور پاک کے ایک
 عاشق و آرتہ ہو تو با پہلے زنگ اپنے آئینہ کے شمع سے پاک و صاف کر کچھ دیکھ کیسا اور پاک نور تجو

حاصل ہوتا ہے قولہ ابن حقیقت را شنوا ز گوش دل ہوتا برون آئی لہجی ز آب و گل نہ فہم گر در پر و دور جان رہد و سیدہ بعد از ان از شوق پاؤں نہ سیدہ المعنی آن شعرون میں منسرا تے ہیں کہ اگر اکثرت رنگ سے پاک کرنا چاہتا ہے تو اُس کی حقیقت مجھ سے بگوش دل سن اور عمل میں لا تو لہجی قہد آب و گل سے جو ہم خانگی ہر نکل جائے گا اور پاک صاف ہو جائیگا اور وہ یہ ہے کہ اپنے فہم و حواس جمع کر کے دل میں اُنکو راہ دے کس واسطہ پریشانی حواس و دل کی ملنے سیرانی السدی تجب حواس و دل کو جمع اور کیسو کرے تو پھر شوق سے اُسکی راہ میں قدم رکھو اور چل پکڑ اندیشہ نہیں ہے حضرت شایخ فارسی نے عشق خواہد بین سخن اہل سے ایمان تک صرف ایک شعر کے فقرے سے غنی نگاہ سے باقی ندر اور پہلے شعر کے معنی کا ترجمہ کرتے متقاضی عشق کا یہ کہ یہ سخن توحید اور ہونا حق کا خلق میں ظاہر ہو پس آئینہ کہ ایمان ممکنہ ہیں کیونکہ نماز ہوا بستہ یہ بات ظاہر کرنا ہے اور اگر لفظ عشق مجھے ممتشق ہونیہ تر صحیح ہے استغنا نسوس ہجر اس کے کچھ نہیں کہہ سکتا شعر بہت آرد و نمی گلی کی ترسنا سوبان سے امونین نہا کر چلے

حکایت عاشق ہونا بادشاہ کا کنیز پر اور خرید نا کنیز کا اور بمبار ہونا کنیز کا اور علان بیمار کی کنیز
 قولہ بشنویا در دوستان این داستان ہ خود حقیقت نقد حال ماست آن ہ نقد حال خوش را گر نہ بریم ہ ہم زدینا ہم نہ عقبے بر خریدیم ہ نقد بافتح آمادہ کرنا اور دنیا جازا ذات و دل و فی الحال و سپرے بردن سمرغ لگانا خبر غور و فانی نہ مند ہونا المعنی مولانا فرماتے ہیں کہ ای دوستو آؤ ایک داستان تم کو سنائوں اگرچہ وہ داستان ہے تو شخص غیر کی لیکن غور کرو تو ہماری اپنی ہی ذات کے حال کی حقیقت و اصلیت ہے اور کیا اچھا ہے وہ جو کوئی اپنے نقد حال کا سمرغ لگائے اور ادھر کھونچ لے جائے کہ آیا میں کون تھا کمان سے آیا اور کس لیے اور کیا کیا تو ایسے ہی لوگ اس عالم میں دنیا و عقبہ دونوں سے متنعم اور برخوردار ہوتے ہیں شایخ فارسی نے بڑی توجہ تین لکھی ہیں اور میں تو وہی نفس مطلب سے غرض رکھنا ہوں نہ طول نہ طویل تقریر اور ادھر ادھر کی بڑھائی ہوئی تا مبادا وہ مش نہو جائے آؤ سپر و دھسہ کا بھی لے جاؤ قولہ بود شامی در زمان پیش ازین ہ ملک دنیا بوش و ہم ملک دین ہ شایخ فارسی لکھتے ہیں کہ زمان پیش ازین سے قبل ظہور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد ہر وجہ اسکی مابعد میں بیان کیجائے گی تیر جب وجہ بیان کر دیں گے اور زمانہ قبل زمان حضرت سے ثابت ہو جائے گا تو ہم بھی ویسے ہی مان لیں گے اگرچہ چند ان ضرورت قبل و بعد زمانہ حضرت کی پر بھی نہیں قولہ اتفاقا شاہ روزے شد سوار ہ با خواص خوش از بہر شکار ہ ہر صیدے می شد او ہر کوہ و دشت ہ ناگمان در دام عشق او صید گشت ہ یعنی اور کے شکار کو نکلا تھا ناگمان خود ہی دام عشق کا شکار ہو گیا تھمیر بارزا و صید میں منصب منے حصر کی ہے قولہ یک کنیزک دید شہد و شہراہ ہ شد غلام آن کنیزک جان شاہ ہ شاہ شہراہ کیسے الطیف ہیں کنیزک اور غلام باہم مناسب و متنفا و بلفظ شاہ قولہ مرغ جانیش در نفس چون می تمید ہ دا و ال و آن کنیزک را حسرید ہ چون خرید اور او بر خود اوشدا

آن کنیزک از قضا بیارشد و قضا کا لفظ بیمار کی رعایت سے کیا ہی لطیف ہے۔ کیے خردداشت پالانش خود بخود پالانش
 پالان گرگ خمر اور ریوڑ پکڑہ بودش آب سے نامد بہت ہے آب۔ چون یافت خود کو نوزہ شکست نہ نہ و نون
 شعر و پیر تمثیل اور نظیر کہ پیر تمثیل قولہ شبہ طبعیان جمع کرد۔ چپ و راست پانہ گفت جان ہر دو در دست شاست پانہ
 نہیں نسیر کی بسبب بیمار کی اور سبب کی سبب کیوں کے قولہ جان من سہلست جان عالم اوست پانہ
 دردمند خستہ ام در نام اوست پانہ ہر کہ درمان کرد مر جان مرا پانہ بردن در و مر جان مرا پانہ جان کی جان یعنی مایہ عیش و
 زندگی مر جان مر جان نہیں تام اور مر جان کیسا لطیف وارد ہوا کہ اُس کنیز کو اپنی جان کی جان کہا ہو قولہ ہمہ
 گفتندش کہ جان بازی کنیم پانہ ہم گردیم انبازی کنیم پانہ گردیم گردا و ورون سے جمع کرتا بازی شرکت
 یعنی اپنے ہم جو اس جمع کو کے تیری شرکت کریں گے قولہ ہر کیے از ما میج عالمست پانہ ہر اہم را در کف ما محبت پانہ
 گرد خور پانہ گفتند از بطر پانہ پس خدا نمودشان بجز بشر پانہ ہر ایک ہمے سی وقت ہو اور ہر دکھ کی دوا ہم جانتے
 ہیں بطر کی ہندی ہو اترانا یعنی اپنے زعم میں ایسا بھر گئے اور اترائے کہ کسی نے انشاء اللہ نہ کہا آخر خدا نے
 اُن کو عاجز کر کے بجز بشر کا دکھا دیا قولہ ترک استثناء ادم قنوت پانہ نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے مست پانہ
 استثناء انشاء اللہ کہنا قنوت و قنوت بالفتح سخت دل اور سیاہ دل ہونا المعنی یہ تفسیر شعر صدر کی فرماتے ہیں کہ
 اُن حکیموں نے جو اپنے قول کو استثناء سے متثنی کیا یعنی انشاء اللہ نہیں کہا اسکا نام ترک استثناء نہیں ہو اسواسطے
 کہ زبان سے کہنا ایک حالت عارضی ہو نہ اصلی زبان کے کہنے نہ کہنے سے کیا ہو اصلی ترک وہ ہو کہ بالکل اپنے
 ہی قولہ فعل پر ہم و بھروسا ہو خدا کی طرف مطلق توجہ نہ ہو جیسا کہ اُن حکیموں کا حال تھا کہ اسی کا نام ترک و سیاہ
 ولی ہو قولہ ای لبانا و رد استثناء گفت پانہ جان او با جان استثناء است جفت پانہ گفت حاصل بالمصدر ہر وقتانے
 ہیں آج محاط بہت لوگ ایسے ہیں کہ کبھی استثناء اپنے گفٹ و کلام میں بطور ظاہر نہیں لاتے لیکن حقیقت میں
 اُن کی جان اور استثناء کی جان ایک ہو اسی نہایت تھو تو ایسے لوگوں کو تارک استثناء نہیں کہہ سکتے بلکہ عین
 استثناء ہیں قولہ ہر چہ کردند از علاج و از روا پانہ گشت رنج افزون و حاجت ناروا پانہ اُن کنیزک از مرض
 چون موس شد پانہ چشم شاہ از اشک خون چون جوے شد پانہ از قضا سرنگین صغرا فردود پانہ روغن بادام
 خشکی منمود پانہ از ہلیہ قبض شد اطلاق رفت پانہ آب آتش ز آمد و شد عجیفت پانہ سستی دل شد افزون و خواب ہم
 سوزش چشم و دل پرورد و غم و شربت دارو و اسباب او پانہ از طبیبان بہجت کیسہ آب رو پانہ سرنگین
 ہی سبب نہیں ہوا سبب کہ سرک بالکسر مرکہ و انجبین موعب الیہین اطلاق روانی و روان ہونا لغت بالفتح ایک قسم
 رومن ایجاد کردہ حکما کہ زمین پر ٹوٹنے سے آگ لگ اٹھتی ہو آب برنجین کسی کو بے آبرو کرنا ان اشعار میں
 اکثر اشعار سے مخالفت اثر علاج کی نکالی ہو جیسے سبب نہیں سے صغرا کا طرحت روغن بادام سے خشکی کا ہونا

تہلیلہ سے قبض آب سے مدد آگ کی باقی معنی صاف ہین غرض شہرت اور دوایں اور جو اسباب مرض کے طبیبوں نے
 آئین سوچے سب نے انکی آبرو ہی بٹی کسی سے آبرو انکی نہ بڑھی الخلاف شاہ فارسی بحر علوم ہین اگر معنی معرفت کے
 ڈوبے پیدار مثل قح دریا کے نہ ہون تو بات ہی کسب الحق رع کرامت بفصل است و رتبت لبت درہ
 عاجز ہونا طبیبوں کا علان کنیز سے اور ظاہر ہونا پادشاہ پر اور رجوع ہونا پادشاہ کا درگاہ و خداوند
 تعالیٰ میں

قولہ شہ چو عجز آن طبیبان را بدید ہ پا برہنہ جانب مسجد دوید ہ رفت در مسجد سوے محراب شد ہ مسجد گاہ از اشک شہ پر آب شد ہ
 چون بخویش آمد ز غرقاب فنا ہ خوش زبان بکشا دور مدح و ثنا ہ کالے کیسہ بخششت ملک جہان ہ من چلویم چون
 تو سیدانی نہان ہ حال ما و این طبیبان سر بسر ہ بیش لطیف عام تو باشد ہر ہا پر آب شد یعنی ایسا رو یا کبھی نہ
 میں اس کے اشک سے پانی بھر گیا غرقاب فنا ای آب بقیق فنا یعنی ایسا خداوند کریم کے دھیان میں ڈوب گیا کہ
 گویا فنا ہو گیا مکینہ بخشش ای او نے بخشش ہر بختیقین ضائع اور ناپا چیز ہونا زیادہ اس سے حاجت بیان کی نہیں
 قولہ ای ہمیشہ حاجت مار اپنا ہ ہ بار دیگر مغلط کر دیم را ہ لیک گفتی گر چہ میدانم سرت ہ زود ہم پیدا کنش ظاہر ہ
 بادشاہ کہتا ہ ای میرے حاجت پناہ ہمیشہ تو نے میری حاجت روایاں کیں باوصف اس علم و دید کے میں
 پھر راہ مہک گیا کہ تجھ سے حاجت روا کو چھوڑ کے طبیبوں سے رجوع کیا اب پھر تیرے سامنے اپنا بھید عرض
 کرتا ہوں گو تجھے نہان نہیں سب عیان ہ لیکن میں بوجہ تیرے علم کے جو زبان سے بھی کہنے کو ہر عرض کرتا ہوں
 قولہ چون بر آورد از میان جان حسد و خوش ہ اندر آمد بحر بخشا لٹ بجوش ہ در میان گریہ و خواہش در بود ہ و دید ہ
 خوابا دو کہ پیری رو نمود ہ گفت ای شہ مرثوہ حاجت رواست ہ گر غریبی آیدت فردا زماست یعنی جب کہ بادشاہ اپنے
 طلب جان سے یہ شور مچا یا دریا رحمت اکی کا خوش بین آیا کہ اسی گریہ کے حال میں اسکو نیند آگئی اور خواب میں ایک
 بوڑھے کو دیکھا ہسنے کہا کہ نے تمکو بشارت ہو تیری حاجتیں روا ہوئیں گی کو جو کوئی غیب مسافر تیرے پاس آوے
 اسکو ہار ہی بچھاوے کچھ قولہ چونکہ آید او حکم حاذق ست ہ صادقش دان امین صادقست ہ در علاجش سمیر مطلق را
 بین ہ در مزاجش قدرت حق را بین ہ صادق بین بھی وال کو ذال کر لینا مقابل حاذق کے جائز ہ موافق
 اُس قاعدے کے جو ذال ذال میں فرق حروف و اے کا رکھا ہ کہ ہن کے بعد ذال آئے ذال ہو جاتا ہ حاذق
 نزدیک و دانا وہی بوڑھا جو خواب میں نظر آیا ہ کہتا ہ کہ وہ غیب مسافر جو آئے گا طبیب حاذق ہ اسکو سچا جان ہمسار
 سچا مانت و اہر جسوقت وہ علاج کرے گا تو دیکھے گا اور کہے گا کہ علاج ہو یا جاوے ہو اور جاوے بھی بلا قید آور خود تمکو
 اُس کے مزاج میں قدرت حق نظر آئے گی کہ ملک مارنے میں کیسے کیا ہو جاتا ہ قولہ خفت بود آ خواب دید گاہ شاہ
 کشتہ ملک کنیز گشاہ شد ہ چون رسیدن وعدہ گاہ و روز شد ہ آفتاب از شرق بخرسود شد ہ بود اندر رستہ نظر ہ

تا یہ بنید انچہ نمودند سر پہ خفستہ سے مراد غافل ملک غلام سر نمودن کسی پسند کا سر دکھا دینا خفستہ آگاہ تملوک کنیزک شاہ
متفاد و مراعات ایسے ہی گاہ روز آفتاب ششرق اختر سب با ہم مناسب اختر سوزی جاتا رہتا ستاروں کا منظر
منظر بصنعت اشتقاق و نیز منظر مناسب بشم و سر یعنی بادشاہ خفستہ اور غافل تھا وہ خواب دیکھ کے آگاہ اور ہوشیار ہو گیا
اور یا تو تملوک کشتہ از غلام کنیزک کا تھا شاہ ہو گیا مطلب یہ کہ کنیزک کی بیماری میں آپ سے باہر تھا پھر آپ میں آگیا
آخر جب دن وعدہ کا پہنچا اور آفتاب طلوع ہو کے اختر سوز ہوا جیسے کہ دن میں ستارے نہیں ہوتے بادشاہ
اپنے منظرہ میں منظر تھا کہ کل جبکا سر اٹکھو دکھا دیا ہر اسکو پورا پورا دیکھوں قولہ دید شخصے کاٹے پر مائے آفتابے در میان
سایہ ہا میر سدا ز دور مانند ہلال ہا نیست بود و ہست بر شکل خیال ہا نیست و ش باشد خیال اندر جہان ہا تو جہانے
بر خیالے بین روان ہا بر خیال صلح شان و جنگ شان نام شان و رنگ شان ہا مایہ اصل و مادہ و معتد ار
شرح میں میر سدا کی جگہ میر سید لکھا ہر خیال گمان اور وہ صورت جو خواب میں دیکھیں یا بیداری میں تصور کی جاے اور
وہ صورت جو آب و آئینہ میں نظر آتی ہو المعنی یعنی بادشاہ منظرہ میں منظر تو بیٹھا ہی تھا اسنے دیکھا کہ ایک شخص کامل مابہ دار
یعنی ہر در و کا در مان گویا سایہ میں آفتاب یعنی اندھیرے کا اجالا دور سے مثل ہلال کے چلا آتا ہر اور خیال کی طرح
کبھی نیست ہوتا ہر کبھی ہست یعنی بوجہ بعد و دوری یا لاغری و نزاری کے کبھی خیال میں جتنا ہر کبھی نہیں لمبی نہ وہ حال
ہر جیسے ہلال دیکھنے کے وقت اکثر ہلال نظر کے سامنے جتے ملتے ہیں ایسے ہی وہ بھی کبھی نظر میں ملتا کبھی پیدا ہوتا تھا
اب بتقریب ذکر خیال کے مابعد کے شعر اسکے بیان میں لکھے ہیں اور وہ یہ کہ جیسے اس کامل کا خیال بادشاہ کے
سامنے نیست ہست ہوتا تھا ایسے ہی جملہ خیال جہان کے نیست و ش ہیں کبھی پیدا ہو گئے کبھی ٹٹکے اور انہی نیست و ش
پر کارخانہ اسکا جاری ہو اگر صلح و محبت کے خیال پیدا ہوئے صلح و محبت ہو گئی اور جو جنگ و خصومت کے ہوے
جنگ و خصومت ہوئی ایسے ہی نام و رنگ کا حال ہر شارح فارسی بے فنا و بقا کے قلم نہیں اٹھائے آفتاب و سایہ
اور ہلال بر رعایت یکدگر اور شکل و خیال کی مناسبت سے نیست و ش صلح و جنگ و نام و رنگ با ہم متفاد و قولہ
آن خیالاتے کہ دام اولیاست ہا عکس مہر و یان بستان خداست ہا آن خیالے را کہ شہ و خواب دید ہا درخ ہمان
ہی آمد یہا فرماتے ہیں کہ جہان کا کارخانہ تو خیالات نیست و ش پر ہوا ہر اور جاری اور جو خیالات کہ دام اولیا کے
ہیں جن میں یہ کھینچے ہوئے ہیں وہ عکس مابہر و یان بستان خدا کے ہیں کہ اقسام و احوال و تجلیات الہیہ انہی سے ہیں جن
کی طرح آئینہ دل اہل اللہ میں مرئی ہوتے ہیں اور بہت و پائیدہ چنانچہ جس وقت بادشاہ نے اپنے جہان کو دیکھا وہی خیالات
جو خواب میں دیکھے تھے ہوئے اسکی صورت سے ظاہر ہو پدید ہوتے تھے شرح کمال علیہم میں جو اے ہر گون اور قول و کات
انکے بہت سے لکھے ہیں یہ کیا سن پایا ہو کہ یہ فتویٰ تصوف میں ہر لہذا ہے کہ پیدا ہوتا دور و دور پندارم توئی ہا کا حال ہر
قولہ توئی میں ظاہر نور اندر ہے ہا نیک بین با نسی اگر اہل دلی ہا انولی جن جو پیدا شدہ دور و دور ہر لہذا ہے ہر لہذا ہے

حیران ہوں کہ مولانا تو ہر بات کو خود بیان کرتے ہیں پھر انکو اپنی طرف سے بلا طول تقریر کیے قرار نہیں پڑتا کیا وہ کافی نہیں ہوتا بلکہ اہم مقصود جو بیان معنی نفس شعرا کی فوت ہوتا کہ قولہ مائدہ از آسمان در میر سید ہے بے شر او بیج ہے گفت و شنید و در میان قوم موسے چند کس ہے بی ادب گفتند کو سیر و عرس ہے منقطع شد خوان و نان از آسمان ہے مانند بیج نزع و بیل و آسمان ہے مائدہ خوان پر طعام نثار و بیج دو لون کے معنی خرید و فروخت کے ہیں سیر لسن قدس مسور تر زرع بالفتح کھیتی تیل بیا ہے بھول ہندی پھاوڑہ و اس در اتنی مان مرخم مانند بس متلوب ہے مانند داس و کھو اسی ہے ادب کی دنائت کا یہ بیان کیا یا نہیں پھر فضول کی کیا حاجت ساری کتاب میں حدیث تفسیر وغیرہ کی ایک کتاب میں بلا ضرورت بھروسے سے کیا نتیجہ چاہیے مولانا فرماتے ہیں کہ اچھا خاصہ بے کلفت پٹکا پٹکا کھانا آتا تھا بے خرید و فروخت نہ کسی سے کھانا نہ سنا اور وہ من و سلوی تھا جیسا کہ قرآن میں ہے و انزلنا علیکم المن والسلوی کہ یہ بھی طعام ہی تھا آخر حصن سرت موسیٰ کی قوم سے چند شخص بے ادب کہہ اٹھے کہ ہم سے یہ ایک کھانا نہیں کھایا جاتا اور اسن مسور وغیرہ کی درخواست کی اور کہا من قبلنا وقتا نما و قوما وعدہما و لصلما پس اس بے ادبی سے خوان و نان کا آنا آسمان سے موقوف ہو گیا اور یہ کھانا کھیتی اور پھاوڑہ ہنسبہ کا سر پر پڑا قولہ باز عیسے چون شفاعت کر دتی ہے خوان فرستاد و شمیم بر طبق ہے مائدہ از آسمان شد عائدہ ہے چونکہ گفت انزل علیہا مائدہ ہے باز گستاخان ادب بگذاشتند ہے چون گدایان ز کہا بدو شتمند ہے کرو عیسیٰ لا بایشان را کہ این ہوا لم ست و کم نکرد از زمین ہے بدگمانی کروں و عرس آوری ہے کہ کفر با شد نزد خوان ہستی ہے زبان گدا رویان ناویدہ ز آزد ہے آن در رحمت برایشان شد فراز ہے نان و خوان از آسمان شد منقطع ہے بعد ازاں زبان خوان نشد کس منتفع ہے انقض او پر کی کیفیت موسے علیہ السلام کے وقت کی تھی بعد حضرت موسے کے حضرت عیسیٰ نے حسب درخواست حواریوں کے سفارش کی تو پھر اللہ تعالیٰ نے مفت کا طوان پر طبق ان کو بھیجا جس میں روٹیاں اور گوشت و شکمبہ بیان اور مچلی شہد سر کہ نمکس چرچ لپسا ہوا ایک ابر کے لوزی ٹنگے میں رکھا ہوا اور ایک ٹنگے سے چھپا ہوا لے لگا تو وہی خوان ان پر عائد ہوا اور لوٹا جب حضرت عیسے نے کہا رہتا انول علینا مائدہ لینے اچھا ہمارے پروردگار ہر خوان نازل کر پھر گستاخان بے ادبوں نے ادب چھوڑا اور فقروں کی طرح دوسرے وقت کے لیے رکھنے لگے اور اسکی ممانعت تھی جب انھوں نے رکھنا شروع کیا حضرت عیسیٰ نے لاپہ کیا یعنی غر و خوشامد کہ ایسا مت کرو یہ خوان ہمیشہ ہمیں زمین سے کم نہوگا یہ خوان لٹا ہے اکی ہو اس پر بدگمانی بند ہونے کی کرنا اور جریں بنتا کفر ہے کوئی کسی سردار کے خوان پر بھی ایسی بدگمانی نہیں کرتا نہ کہ خوان خوان لٹا ہے اکی ہوا کہ انھیں کیا و نہ بدین کی حرص سے وہ دروازہ رحمت کا جو ان پر کھلا تھا بند ہو گیا اور وہ روٹی و خوان آنا آسمان سے ایسا قطع ہو گیا کہ پھر کوئی اس سے عائدہ نہ نہوا قولہ ابرنا بد از بے منع ز کوۃ ہے و زنا شد و با اند جہات ہے ہر چہ ہر چہ ہر چہ از ظلمات ہمہ آں ز بیابانی و گستاخت ہمہ ہر کہ گستاخی کند براہ و دوست ہے رہن حروان شد و ہر کہ گستاخت

فتح باز رکھنا زکوٰۃ معروف گو بود محبوب لگا و مولانا فرمانے ہیں و کھو زکوٰۃ ندینا یا زنا کرنا کیسی گستاخی دے ادبی ہر حالانکہ سبھی زانی اور صاحب نصاب نہیں ہوتے بلکہ شہر کجترین و قدرے قلیل مگر جب زکوٰۃ نہ دینے کے وبال سے قحط پڑتا ہو تو انہیں قدر قلیل کی بدولت تمام شہر واسے آفت جوع میں گرفتار ہو جاتے ہیں ایسے ہی زنا کے عذاب سے و بایں تحصیل جو کچھ تجھ پر نعم کے اندھیرا ہوں سے آوے وہ تیری ہی بیباکی اور گستاخی سے ہو کہ جس جو کوئی گستاخی راہ دوست میں کرے لیکن جو راہ دوست کی نکالی ہوئی ہو اس کے خلاف چلے وہ راہ مار مردوں کا ہو کہ اسکی دیکھا دیکھی اور بد راہ ہو جاتے ہیں اور وہ نامرد بیل ہو کہ اچھے بڑے کو نہیں پہچانتا شرح فارسی میں بجائے گو کے لکھا ہو قولہ از ادب پر نور کشتہ است این فلک و از ادب معصوم و پاک آمد ملک و بد ز گستاخی کسوف آفتاب و شد عواذیل و جبرأت رو بآب و ہر کہ گستاخی کند اندر طریق و گرد و اندر در طہ حیرت خوئی و حال شاہ و میمان ہر کو تمام و زنا کہ پائیانی مدار دین کلام پہلا شہر صفت ادب میں ہو فرماتے ہیں ادب جو حد شو کی نگاہ رکھتا ہو ایسی چہر ہو کہ اسی کی برکت سے فلک روشن ہو رہا ہو لیکن جیسا حکم گردش کا مالک نے دیا ہو ہمیشہ اسی گردش پر چلا جاتا ہو سب موقوف نہیں کرتا اسی بدولت پر نور ہو چنانچہ دن کو آفتاب سے رات کو ستاروں اور ماہتاب سے اور اسی ادب کی بدولت فرشتے معصوم و پاک ہوے کہ جو فرمان مالک کا انکو ہو اسکی بجاء وری میں کیسے مصروف و مشغول ہیں کہ بدون مرضی پلک نہیں ہلاتے اور گستاخی کہ شوخی دے ادبی کو کہتے ہیں ایسی بری شہر ہو کہ اس سے آفتاب بیسی روشن چہر سیاہ و تاریک ہوئی جیسا کہ بعد قتل حضرت امام حسین علیہ السلام کے بسبب شومی قاتلون کے تین دن کسوف رہا اور اسی گستاخی کی وجہ سے عواذیل بحر لعنت میں ڈوب گیا کہ بعد حکم مسجد حضرت آدم کے اسنے دلیرانہ کہا انا غیر منہ خلقی من نار و خلقہ من طین لیکن میں آدم سے بہتر ہوں ملک تو نے آگ سے پیدا کیا اور اسکو مٹی سے اور حکم حاکم کا مانا پس جو کوئی طریق خدا اور اسکی راہ نکالی ہوئی میں گستاخی کر چہ ہمیشہ و رطہ حیرت میں ڈوب رہتا ہو اب گمراہ ہر طرف قصہ کینز کے چنانچہ فرمایا کہ اس کلام کی جو ہم کہہ رہے ہیں کچھ حد و انتہا نہیں شاہ اور اس کے حمان کا حال کنا چاہیے اختلاف شرح فارسی میں و ادوی حیرت بجائے و رطہ حیرت کے لکھا ہو غرق کی نسبت تو وادی سے نہیں ہو سکتی مگر و رطہ سے

اطلاعات بدشاہ باطلیب آگئی کہ جبکہ آنے کی خواب میں بشارت پائی تھی

قولہ شہ چو پیش مہمان خوئی رقت بدشاہ بود و لیک بس درویش رقت و دست بکشا و کنار آتش گرفت و ہرچہ عشق اندر دل و جانفش گرفت و دست و پیشانی پسیدن گرفت و در مقام و راہ پر سپیدن گرفت و پرسان پر سان می کشیدن تا بصدر و گفت گنجے یا نعم اما بصبر و صبر تلخ آمد و لیکن عاقبت و میدہ مشینین و ہر چہ رقت و در سبب مصرع کے معنی اگر یہ یہ شاہ تھا لیکن حمان کے پاس نہایت ہی نفیر بن کے گیا لیکن طے غنر و انشا ہے کہ ان میں بہت خون زندہ مثل جباران کے دو تہر مصرع کناران و اے شعر کا کیا اسطاعت ہو

اور کسی تشبیہ عشق کے ساتھ ہر فتنہ صبر مند یعنی راہ وغیرہ سے بوجھتا جاتا تھا اور مسند کی طرف بیٹھا جاتا تھا اور خوش
 خوش کتا تھا کہ میں نے صبر سے آخر خزانہ پایا ہے کیا ہو کہ صبر اگر چہ تلخ چیز ہے مگر آخر کو میوہ شیرین پر منفعت دیتا ہے تو کہہ گفست
 اور حقیقی دفع حرج ہا معنی الصبر فتح الفرج ہذا ہے لہذا سے تو جواب ہر سوال ہے مشکل از تو حل شدہ ہے قبل وقال ہا ترجمانی
 ہر چہ مارا در دست ہا دستگیری ہر کہ پائش دو گشت ہا المعنی حرج بفتح تین تنگی یعنی فرج کشائش و آسائش تھا کہ صبر صورت
 قیل وقال گفتگو ترجمان وہ کہ دو آدمیوں ہا ہم مختلف اللسان کو ایک دوسرے کی بات سمجھانے یا در گل کچھ کا اندھا میر سبب
 مقولات بادشاہ کے ہیں معان کے ساتھ کہ اہم حق کے نور افشنگی یعنی کے اور معنی محرم حدیث مذکور کے یعنی صبر کبھی
 کشو کی ہے اور اہم میرے معان تیری صورت جواب ہر سوال کی ہے یعنی سوال کی نوبت معین بہر سوختی صورت دیکھتے ہی آرزو
 پوری ہو جاتی ہے اور مشکل تجھ سے بعد کھسنے حل ہوتی ہے یا کسی کو کلام ہوے حل مشکلات ہونے میں سو ہمیں ہے جو بات
 ہمارے دل میں آتی ہے تو اسکا بیان کر دینے والا ہے بدون کہے اور جو کوئی سچ و اطمینان اندھا ہو اسکا تومہ دگار و دستگیر
 اختلاف شمر فارسی میں ترجمان دو سنگیر بدن یا با صاف لکھا ہو بھلا اصناف کیسی حضرت شارح نے بھی توبہ نہ فرمائی
 قولہ مرصا یا مجتہب یا مخر لفظ ہے ان ثقب جاء القضا ضاق انفضا ہے انت مؤن القوم من لایستہ ہے قدر وے
 گلائین لم یستہ ہے یا و شاہ کتا ہے مرصا کیا ہی خوب تو آیا اہم چیدہ برگزیدہ اگر نہ آتا تو میری قضا آج کی تھی اور نضاینے صحن
 زمین و آسمان کا تنگ ہو جانے میں کچھ باقی نہیں رہا تھا تو سردار قوم کا ہے اور جو بد بخت کہ تیرا سردار ہونا نہ چاہے بے شک
 مزدور ہر حقا کہ اگر وہ باز نہ آئے گا تو مصداق بقیہ آیت کا ہو گا جو نسفعا بالناصیۃ ناصیۃ یعنی اسکی پیشانی کے بال پکڑ کے
 کھینچتے دوزخ میں لے جائینگے

ایمان بادشاہ کا طبیب غیبی کو بیمار یاس

قولہ چون گذشت آن مجلس بخوان کرم ہا دست او گرفت و بردا ندر حرم ہا قصہ رنجور و رنجورے بخواند ہا بعد از ان در پیش
 رنجور شہ نظامدہ رنگ رویش وقار و رہید ہا ہم غلاما تش ہم اسباب شہنید ہا گفت ہر دارو کہ ایشان کردہ اندام انہار
 نیست ویران کردہ اندام بخبر بودند از حال درون ہا استعید اللہ ما یفرون ہا مولانا فرماتے ہیں کہ جب مجلس اور
 خوان کرم جس سے خواہد لطف و کرم ہی مراد ہو یا آب و طعام ہو چکا تو بادشاہ معان کا ہاتھ پکڑ کے گھر میں لیگیا جس کو حرم کہا
 کہ کہ مجھے سراسر غلہ فاعل کے ہے جو ہر وقتہ رنجور و رنجوری کا کہ فلان سبب سے یہ مرض پیدا ہوا بیان کیا من بعد اس کے
 سامنے اسکو تجاہد یا طبیب غیبی نے سامنے دیا خطہ رنگ و دوا و مرض وقار و رہید کا کیا اور اسباب و علامات مرض کے دریافت
 کیے تمام علامات ایک کتاب بھی پڑھیں سبب و علامتیں جملہ امراض کی گئی ہیں تعب و کجاوری جملہ مراتب کے
 کیا کہ اسکو طبیبوں نے جو دوا کی کہ وہ دوا دہی بن کی نہیں ہو بلکہ دیرانی بن کی جو دوا کے حال بدرون
 سے محض بخیر رہے گئی نے نہیں جانا کہ یہ مرض کیا ہے کہ میں سمجھا ہوں کہ اسکو دوا دہی بن کی دوا دہی بن کی دوا دہی بن کی

کہ جو دیکھے اور جاننا واصل نہیں ہو تو کہہ دینا کشت مذہب سے نہفت ہے ایک پہنان کر دو با سلطان گفت ہے
 رنجش از سودا و از صفا نمودن بوسے ہر ہیزیم پدید آید زو و دیا ز زارش کو زار دست پہل تو شست و او گرفتار دست
 عاشقی پیدا است از زاری دل ہے نیست بیماری جو بیماری دل ہے علت عاشق و علتہا جداست ہے عشق اصطلاح سر از حد است
 المعنی ہیزیم مخفف ہیز و مہفت گردستانی بمعنی نعمت اصطلاح بالکسر و ضم طائر زوے آفتاب ہندی طہری جس سے
 ارتضاع و انحطاط سیارہ کا معلوم کرتے ہیں اور گھڑی ساعت کا حساب کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ اس طبیب غیبی پر
 اسکے مرض کا دیکھنے ہی اصلی خیال گھل گیا کہ اس کو کچھ بیماری نہیں ہے لیکن اصل مرض کو بادشاہ سے نہیں کہا چھپا یا کہ وہ مرض صفا
 سودا سے نہ تھا اس لیے کہ ہر شے کے اپنے اپنے نشان ہیں جیسے ہر نعمت کی بوسا کی بجائے سے معلوم ہوتی ہے بوسا اسکی آہ و زاری
 دیکھ کر جان لیا کہ یہ بیمار دل کی جو جمانی کوئی مرض نہیں جیسے اچھا خاصہ ہے اس کے عشق کو خود زاری دل کی جباری ہے اس لیے
 کہ کوئی بیماری مقابل بیماری دل کے نہیں ہے عاشق کی علت و آزار ساری علتوں سے جدا و نرالی ہیں عشق اصطلاح اصطلاح
 خدا کی ہے چنانچہ اور علتیں تو سودا و صفا اور مرض و آزار کو بتاتی ہیں اور یہ علت عشق کی راز و اسرار خدا کو بتاتی ہے اور عشق
 ایک آگ ہے اسرار خدا کا اور مرض سبب ہوا ہلاک و فنا کا اختلاف شرح فارسی میں بجائے ہیزیم بمعنی نعمت کے ہیزیم لکھا ہے
 یہ معلوم معنی کیا کہے ہیں نہیں اور ظاہر کہ بوسے ہر ہیزیم کی لکڑی سے کب معلوم ہوتی ہے ہونو کمان پہچانی جاتی ہے یہ کلیہ
 نہیں ہو سکتا البتہ نعمت کی بوجھ سے پہچانی جاتی ہے تو کہہ عاشقی گرزین سرد گرزین سرست ہے عاقبت مارا بدن
 سر پر سرست ہے ہر چہ گویم عشق را شمع و بیان ہے چون لبش آیم غل باغم اذان ہے اگر تفسیر زبان روشن گرسٹ ہے
 لبیک عشق بے زبان روشن ترست ہے چون قلم اندر نوشتن میثافت ہے چون لبش آمد قلم بر خود شکافت ہے تینے
 عاشقی چاہے اس سر سے ہو کہ وہ عشق مجازی ہو چاہے اس سر سے کہ وہ عشق حقیقی ہو انجام کاریہ مجازی بھی ہم کو اسی سر
 سے حقیقی کی طرف راہبر ہوتی ہے اور یہ عشق عجب ایک ذات مستغنی الصفات ہے کہ چاہے جتنی شرح اور بسط اسکی کی جاتی ہو
 کہ اس میں پڑیں اور داخل ہو میں نے عشق ہون تو اپنے کہے ہوئے سے شرمندہ ہی ہو میں کہ ہم نے کیا کیا اور
 یہ کیا چیز ہوئے مطلق نہیں جانا پس فرماتے ہیں کہ اگر تفسیر زبان کی بڑی روشن گری کسی ہی اطمینان لگجائی بات ہو سب کو
 روشن و ظاہر ہوئے ہو کچھ ستر و خفا نہیں رہتا لیکن عشق ایسی شے ہے کہ با وصف بیزبانی کے زبان سے روشن تر ہو گز زبان
 سے کچھ گستاخ نہیں اور کیسا فاشی و بر ملا طشت از بام ہوتا ہے ایسے ہی قلم بھی اپنی تحریر میں بڑا روان و روان ہو اور
 بڑے بڑے نکات و غوامض اس سے عیان اور ظاہر ہوتے ہیں مگر جب عشق کے بیان پر آئے تو یہ بھی
 رہ گئے اور شق ہو گئے کچھ بیان نہیں کر سکے غرض یہ عشق ایسی چیز ہے کہ تقریر و تحریر زبان و قلم دونوں میں
 سائنہ کی شرح و بیان کا محتاج اختلاف شارح فارسی کے معنی صاف صاف سمجھ میں نہیں آتے شاید
 کتب معلوم سے کچھ بڑے بڑے صفا کی معنی کی صفا کی سمجھ میں نہ ہو دیکھ رہے ہو کچھ سے کچھ بھی سمجھیں

نہیں چھوڑے گا قولہ چون سخن در وصف ایالت رسید ہم قلم شکست دہم کا غزدرید ہم عقل و شرش حش جو خرد
گل بخت ہم شرح عشق و عاشقی ہم عشق گفت ہم المعنی دوسرے شترین ہم تخصیص کا ہر نہ عطف کا لینے مثل قلم کے
جب سخن اس حالت یعنی عشق کے وصف میں پہنچا اور سخن نے وصف اختیار کیا تو اس کا بھی مسلم ٹوٹ گیا اور کاغذ پھٹ گیا
لینے سامان بگڑ گیا اور عقل کا تو اس کے سامنے یہ حال جیسے گدھا کچڑ کا اندھالیں ہر گاہ زبان اور قلم اور سخن اور عقل
چاروں عشق کے شرح و بیان میں عاجز ہوئے تو مجبور عشق و عاشقی کی شرح و بیان خود عشق ہی نے لکھی الخلاف
شارح فارسی کے بڑے سنجے بیچ بن میں تو یہی چھپا جاتا ہوں کہ معنی بلوط اور موافق الفاظ شعر کے ہوں نہ یہ کہ الفاظ شعر کے
معنی کا بہت ہی نہ لگے قولہ آفتاب آمد دلیل آفتاب ہم گرد لیت باید از دوسے رومتاب ہم از دوسے ارسایہ نقابے مسید ہم
شمس ہر دم نور جانے ہی وہ ہم المعنی فرماتے ہیں کہ عشق و عاشقی کی شرح تو محال ہے اس کو تو خود عشق ہی بیان
کرے لیکن تشبیلاً اور نظیراً ہم بیان کرتے ہیں کہ ایک آفتاب تو یہی ظاہری چرخ چارم والا ہے اور ایک آفتاب عشق کا
ہر جہاں مقام عرش دل مومن کا ہے اور یہ آفتاب کچھ اُس آفتاب کا دلیل و رہنما ہے کہ جو کیفیت حد و حرارت اور نور و فروغ
میں اسکے ہو وہی اسکے ہو پس اگر تجھ کو کوئی راہنما آفتاب عشق کا چاہے تو اسی کی طرف رجوع کر یہ تیری اُس تنک بونجی رہنما کی کریگا
چنانچہ کا ملین کو اسکے تصور وغیرہ سے بھی بہت فیض و فائدے حاصل ہوتے ہیں اور اس سے اگرچہ تجھ کو سایہ ظاہر ہوتا ہے
کہ وہ شب ہے مگر شمس کہ وہ عشق ہے ہر دم نازہ نور جان کا بختا ہے اُس میں سایہ و تاریکی مطلق نہیں ہے الخلاف یہ سمجھتے تو
میں نے اپنی سمجھ کے موافق لکھے اب آگے شارحین کی بڑی بڑی باتیں ہیں مولا نارہ نے بجائے شمس کے عشق لکھا
آخر شمس سے بھی تو عشق ہی مراد ہے اور غیر موزوں بھی نہ تھا لیکن شعراً پندہ میں جو لفظ شمس کا ہے اُس کا مفاد ہر جہاں ہے
قولہ سایہ خواب آر دترانچون سحر چو نایب شمس انشق القمر ہم خود غیب و درجہان چون شمس نیست ہم شمس
جان باقی ست کو را مس نیست ہم شمس در خارج اگرچہ بہت فرد ہم مثل او ہم میتوان تصویر کرد ہم لیک آن شمس کہ شمس
شدائیر ہم نبودش و در ذہن و در خارج نظیر ہم در تصورات اور مست گو ہم تا در آمد در تصور مثل او ہم شمس تبریزی کہ نور
مطلق است ہم آفتاب ست و در انوار حق ست ہم المعنی انشق القمر عشق شد قمر تسبیہ خواب کی سحر سے باعتبار شدت خواب کے
ہو جیسا کہ کہا ہے خواب در وقت سحر گاہ گران میگردد ہم اور مناسب سایہ او خواب اور شمس و قمر کے قریب مسافر و نا در
آہں روز گذشتہ فرو تنہا دیگا نہ تصویر صورت کرنا اخیر عالی و بلند اور فلک و کمرہ نار کہ سب عناصر میں پلندہ ہم شمس تبریزی نام
ولی اللہ کا ہے بتائید شعراً بالاکے فرماتے ہیں کہ اس آفتاب سے جو سایہ لگا ہوا ہے خواب اور اور غفلت انگیزہ ہو مثل سحر کے
کہ اس وقت نیند شدت ہوتی ہے مگر شمس عشق ایسا ماہ و جلال والا ہے کہ مجر و طلوع اسکے قمر عشق و معدوم ہو جاتا ہے جو دراصل
مادہ خواب کا ہے جیسا کہ مولانا قاضی نے فرمایا ہے سحر بہر داگمورہ خواب را چہ آب فرماتے ہیں کہ خیال کر دو دنیا میں جیسا کہ
شمس ہے ایسی کوئی چیز عجیب و غریب نہیں بظاہر اچھے نور و طور میں بھی اور یہاں میں مہیض و نور و مخلوق است میں بھی

خلوت چاہنا حبیب کا بادشاہ سے واسطے دریافت مرض کینزک کے

[illegible]

حکم کو حکم جانوں گا میرا کچھ حکم نہیں ہو قولہ بس فرستاد آن طرف یک دور رسول بہ حادثان و کافیان و بس عدول بہ تا تہن
آمدن آن دو امیر بہ پیش آن زرگز شاہنشہ بشیر بہ المعنی حاذق نیز و ہوشیار کافی وہ کہ اُسکے ہوتے اور کی حاجت نہو
عدول گواہ مقبول بشیر بشارت رسان قولہ کاسے لطیف استاد کامل معرفت بہ فاش اندر سر بہ از تو صفت بہ المعنی
معرفت کبر را کامل شناخت سارا مصرع صفت و عفت بہ نہ کامل معرفت مضات مضات الیہ جیسا کہ ترجمہ میں شارح
کے ہو اور کات بیان آن دونوں امیر کا اور شعور و صفت زرگز قولہ نک فلان شہ از برائے زرگری بہ اختیارت کرد زر را
مہتری بہ المعنی زرگری ای کا زرگری زر را مہتری ای مہتر زرگران الخلاف شرح میں زر را کی جگہ زیر غلط لکھا ہو قولہ
اینک این خلعت بگیر و زروسیم بہ چون بیانی خاص باشی و ندیم بہ مرد مال و خلعت لبسار وید بہ فرہ شد از شہر و فرزند ان
برید بہ اندر آمد شادمان در راہ مرد بہ پنج کلان شاہ قصد جانش کرد بہ اسب تازی بر نشست و شاد تاحت بہ خوبہا
خویش را خلعت شاخت بہ ای شدہ اندر سفر با صدر عنا بہ خود پیاسے خویش تا سوراقتضا بہ در خیالش ملک و فرسوری بہ
گفت خزائیل رو آری بری بہ المعنی یہ اشار بیان کیفیت زرگز اور قاصدون میں ہیں اور صاف ضروری معنی لکھا ہوں
اینک یعنی یہ بے خلعت قرعہ شد ای فرقت شد برید جدا ہوا در راہ در آند لینے چلی دیا قصد جان مراد ماٹا بنے
سے بر نشست سوار ہوا خوبہا سے یعنی وہ خلعت حقیقت خوبہا تھا یہ خلعت کچھ استورا اقتضا سوریہ اور قلعہ و شہر پہا
الخلاف شرح فارسی و اردو میں سوراقتضا بمعنی طرف قضا کے لکھا ہو ظاہر ہو بمعنی طرف کے ہو لفظ فارسی ہو
اسکی ترکیب القضا کے ساتھ کیسی بہر حال سوراقتضا ہو ای قلعہ قضا جو با و شاد کا قلعہ ہو جس نے بلایا ہو مولانا مار
کیا سوے قضا نہیں کہہ سکتے تھے دوسرے تانا تہا یہ موجود اور اگر سوے کے موافق معنی عربی کے ہدی سیکے لکھتے
ہیں تو معنی ہی کیا ہوں گے شارح اسکو نہیں دیکھتے یا کھا نہ کھاری ایک بجا ہو ہو آری بری لیے جا بہت ساٹھ ل
بطور متحرک ہو جیسے یہاں کہتے ہیں تھیلی سلا کھواستہر انشا علیہ السلام کے بدلے چوٹی سیکے معنی یہ ہیں عزرائیل نے
اُسکے خیال میں یہ ڈالا کہ وہاں جگر عزت و سروری حامل ہوگی منتہی نہو بہ قصد جانتے ہوچے مطابق القضا کے مطابق
تو پھر حصول کی کیا حاجت مولانا نہ بیک ہی معنی رکھتے ہوں گے قولہ چون کہ سید ازراہات مرد و غریب جہ اندر آویش
بہ پیش بہت طویبت بہ پیش شاہنشاہ بہ روش خوش ہزار چہ تلمہ سوزد بر سر شمشیر ہزار بہ المعنی طرہ نام شہر ترکستان کہ
حسن خیز ملک ہو شمس طرہ کنیز باعتبار حمی و جمال یا خود میں کی ہر اکثر حادث ہو کہ بامعدن کے سر پرستے چراغ وغیرہ کا
آتا ہا کرتے ہیں لہذا دیگر کو طویبت بادشاہ کے پاس خوش خوش لگیا تو اسکو چراغ کی طرح جلا دے دیوینی
شخص طرہ کے ہر کات کہہ دے سورا سورا لکھا ہو کہ ابھی ہو نے گھلا گھلا کے الخلاف شمس ازراہات لکھتے ہیں کہ اس
کے سر پرستے کے خلاف کہہ دے نہیے متذکر دے عدنی کی جیسے اکثر جلا دیتے ہیں جیسے سپند وغیرہ
طرح بہت بہت کہہ دے متذکر دے عدنی کے سر پرستے مولانا معنی طرہ شمس ازراہات لکھتے ہیں کہ اس

سے ہیں کہ جب رنگ زرد کر کا زرد ہوا تو کینزک کا عشق سرد ہوا اور کیون نہ سرد ہوتا اس لیے کہ جو عشق کسی کے آب رنگ سے پیدا ہوتا ہے کہ اسکو دیکھ کے آدمی عاشق ہو جاتا ہے یہ عشق نہیں ہے ہوس ہو کہ جب آب و رنگ نہیں رہتا عشق بھی نہیں رہتا بخلاف حسن حقیقی و عشق حقیقی کہ نہ اسکو زوال نہ اسکو انتقال اور یہی عشق آب و رنگ کا انجام ہیں عار و رنگ ہو جاتا ہے یعنی جیسے کسی بیری چیز کو دیکھ کے کوئی عار و رنگ کرتا ہے کہ پھر یہ چیز دیکھنے میں نہ آنے ایسے ہی وہ آب و رنگ والا اس عاشق کی آنکھ میں ہوتا ہے ناخوش ناگوار لیکن افسوس تو یہ ہے کہ یہ تنگ یک سری یعنی کلی نہیں لگ سکتی ہوتی تو پادشاہ کو کینز سے کیون نہ ہوتی کہ وہ بھی بیماری سے زار و زشت ضرور ہو گئی ہوگی تا زرد گزیر چارہ پر ایسی بڑی خصوصیت کہ وہ جان سے گیا نہ جاری ہوتی اور نوبت اسکی نہ پہنچتی کہ اس حال کو پہنچا کہ اس کی آنکھوں سے نہر خون کی بہنے لگی اور وہ صورت اسکی دشمن اسکی جان کی ہو گئی کہ اسی کی بدولت مارا جاتا ہے بالخلافت شایع فارسی اور ان کے پیرو اردو والے بڑی بڑی تقریریں لکھتے ہیں اور بد اداری کے معنی شایع اردو نے بدنامی کے لکھے اور دوسرے شعر کے معنی لکھے ان کا اشارہ اگر عشق کی طرف ہے اور این کا کینزک کی جانب تو یہ مطلب کا شے عشق بالکل تنگ ہی تنگ ہوتا تو اس کینزک کی بدنامی وہ بے ابروئی بوجہ عشق کے نہوتی اور جانے کیا لکھا ہے شرح ویکھے جکا دل پاس ہے اور تیسرے شعر کے یہ معنی کہ جب کینزک نے دیکھا کہ یہ برگ زرد کی طرح پیرا ہوا جاتا ہے اس صدمہ سے کینزک کی آنکھوں سے ایک نہر اشکوں کی جاری تھی اور دل ہی دل میں گل گل کے پانی پانی ہوئی جاتی تھی ایسے کہ معشوق کی ادنیٰ تکلیف عاشق کو نہیں سکتا انتہی سبحان اللہ کیا خوب معنی ہیں غصے صغہ کے صغہ سیاہ ہیں اور معنی جو ہیں وہ ہیں قولہ دشمن طامس آمد پیرا ہے اور بسا شہ را بکشتہ فراوہ المعنی فرزیابی یہ شعر تمثیل ہے کلام سابق پر بیٹے جیسے طلحہ کے پر زیا و خوب صورت ہا ہا ہا اسکی ہلاک کے ہوتے ہیں ایسے ہی اسکی صورت اسکی ہلاک کا سبب ہوئی اور ایسے ہی بڑے بڑے پادشاہ اپنے فرزیابی سے کشتہ ہوئے ہیں قولہ چونکہ زرد گرد من بد حال شد ہا در گذارش شخص او چون قال شد ہا گفت من آن آہوم کز نات من ہا رنجہ صبا و خون صاف من ہا انور من آن دوبہ صحران کز کین ہا نہر بریدندم براسے پتہ ہا اعر من آن پیلے کہ زخم پیلان ہا رنجت فوم از براسے استخوان ہا آنکہ کشتہم پیلے مادون من ہا سے ندرند کہ غصہ خون من ہا بر نیست امر و زور و دایر و بست ہا خون چون من کن چنین صانع کیست ہا اگرچہ دیوار خاکند سایہ دراز ہا باز گرد دوسوے ہا ان سلیطہ ہا زید این جہان کوہست و خل ما زرا ہا ہوسہ ہا آید نظام ارصاد ہا لہ من بگفت و رفت در دم زیر خاک ہا ان کینزک شد نور و دوں ہا پاک ہا المعنی نال ریشہ قلم مادون سوا و فرو تر نیز چہدا و ہا کا ہا جو پہاڑ و غیرہ سے لڑتی ہے پہاڑ شہر شرح فارسی میں لاء و دین نہیں ہے اور یہ سب مقولات زرد کر کے ہیں جو وقت لینے جب خاک گرد من سے ہوا اور جسم اسکا گیلی گیلی کے مثل ریشہ قلم کے لگیا اور وقت قریب آتا کہ کتا

جیسا خون قائل صیاد نے نکالا کچھ کتا تھا کہ وہ رو بہ صحرائیں میں ہی ہوں کہ تاک لگات لگا کر بوسیتین کی خاطر میرا سر کاٹا ہو پھر کتا تھا کہ وہ پل جسکو پلایان نے ہڈی دانت کیلئے زخمی کیا کہ جس سے خاص مقصود اسکا مار ڈالنا ہوتا ہو میں ہی ہوں یہ مثالیں اپنی لکھنیز اور بادشاہ کی نسبت کی ہیں اور جس نے کہ مجھ کو مسیرے غمیر کے واسطے مارا ہے کیا نہیں جاننا کہ خون میرا چین سے نہیں سوراہے گا ضرور اپنا رنگ دکھائے گا آج مجھ پر ہر گل اس پر ہو مجھ جیسے بیگناہ کا خون ضائع کب ہو گا دیکھو دیوار اگرچہ ہنگام طلوع آفتاب کے سایہ دراز ڈالتی ہو لیکن آپ سے بہت دور جیسا کہ صبح کو سایہ لمبا ہوتا ہے لیکن وہی سایہ لوٹ کر دیوار کے پاس آتا ہے حاصل یہ کہ اپنا کیا ہوا کیسا ہی دور دو پھینکو لوٹ کے اپنے ہی گلے کا پھندا ہوتا ہے پھر اسی پر نظیر ہے کہ یہ جان ایسا ہے جیسے کوہ اور فعل ہمارے ایسے جیسے ندائیں وہ ند اہاری ہمدی طرح ضرور ہماری طرف کو لوٹے گی جیسا کہ کہا ہے کہ روتی خویش آمدنی پیش آنحضرت یہ سب باتیں زرگر کے زیر خاک گیلینے مراد و چھو کر ی کو جو رنج و درد تھا وہ اس سے پاک و صاف ہو گئی مطلق پروا اسکی اسکو نہ رہی نہ وہ عشق رہا نہ محبت شام نے اس شعر میں کجیاں کر جگ سب لکھ ڈالے ہیں مگر سب کجیاں سود و کمیت پہلے ہی ہو چکا تھا اس سبب سے محروم رہا قولہ زان کہ عشق مردگان پائند نیست ہ زان کہ مردہ سوے ما آئند نیست ہ عشق زندہ و مردان و در بصر ہ ہر دے باشد ز غمبہ تازہ تر ہ عشق آن زندہ گزین کو باقیست ہ و ز شراب جانفزایت ساقیست ہ المعنی یعنی وہ کینز جو درد عشق زرگر سے پاک ہو گئی یہ وہ ہے کہ مردے کا عشق ہمیشہ نہیں ایسے کہ وہ ہمارے پاس پھر نہیں آتا جو بار بار اسکو دیکھتے ہیں اور عشق تازہ ہوتا رہے جہاں وہ مرا بچندے وہ عشق بھی مر گیا اور جان لیا کہ اب اسکا حال کمال آہستہ زندہ کا عشق ہر دم چشم و جان میں غمخ کی طرح تازہ ہوتا رہتا ہے بلکہ غمخ سے زیادہ تر تشبیہ غمخ سے بدین وجہ کہ غمخ میں سستی ہو اور عشق میں بھی پوشیدگی غمخ کی بھی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ آج کچھ ہر گل کچھ ہر دقت ترقی میں ہے ایسے ہی یہ عشق زندہ کا کہ وہ ہمدم بڑھتا ہے جب مستحق کو دیکھتا ہے اور یہ کیفیت ہوجاتی ہے آب فرماتے ہیں کہ جب عشق اس زندہ لینے انسان کا انسان پر ایسا ہر دم غمخہ سان تازہ تر ہوتا ہے تو تو اس زندہ کا عشق کیون نہ آخستہ بار کر جو ہمیشہ اور باقی ہے اور کجک شراب جانفزا پلانے والا جس سے تیری جان بھی دائم و قائم رہے اور نیز لطفت عشق کا بھی پائندہ ہو اور وہ جو زندہ ہے گو زندہ لیکن آخر مردہ اور وہ جسکی صفت ہے موی لایموت اختلاف شام آمد و سننے پہلے ہی شعر میں وہ بات شروع کر دی جو تیسرے شعر میں چاہیے تھی لینے ابھی سے کہ چلے کہ عشق کے واسطے ذہن اتنی کی لائی ہے اور اسی میل کی اور باتیں شام شام جو الفاظ شعر سے خارج و زیادہ ہیں یہ شعر تو علت ہے اس کینز کے عشق جانتے رہنے کی اور صریح و دونوں معر حوں میں فقط زندہ کے موجود جو دلیل علت کی ہے اور مردہ سے شعر میں نہ مراد مراد ہے سے لیکر اس میں خوب باتیں بتائی ہیں تعجب ہے اعیان داغی و طاری ہو جانے

کیا باتیں یہ تو خوب کہتے ہیں خاص مطلب کی ہوا نہیں لگتی دونوں شعرون کو ایک ہی اصول پر قائم کر دیا یہ خیال کیا کہ یہ شعر تفسیر ہے اپنے ماقبل کی یعنی دوسے کے عشق کا تودہ حال ہے اور جو زندہ فی الحال ہے اس کا عشق غنیمت سے تازہ تر ہے یعنی عشق مجازی جب کہ دونوں شعرون سے مولانا نے ایک تمہید قائم کر لی تو اب میرے شعر میں نتیجہ اسکا مذکور کیا کہ گو عشق زندہ کا خنجر سے زیادہ ہے لیکن یہ تو یہ بھی انھیں مدون سے پس اس زندہ کا عشق کیونکہ نہ کرب جاتی ہے اور عشق اس کا شراب جالغز کا ساقی ہے انتہی کاش یہ شرح اوردو مجبکہ ملتی اور میں شرح لکھتا تھا اس لوٹ پوٹ سے محفوظ رہتا کہ دوبارہ انکی شرح اور اسکی تردید ناحق گواہی ہے لکھنا پڑتی ہے تا طاب معنی غلطی میں نہ پڑیں اس واسطے کہ ایسے اغراض کو برا کہا ہے چنانچہ شعر اگر ہم کہنا بیانا و چاہست ہا و اگر خاموش نشین گناہ است ہا قولہ عشق آن بگزین کہ جملہ اولیا یا یافتند از عشق اداکار و کیا ہے تو ملگو مارا بدن شہ باز نیست ہا بر کریمان کار ہا دشوار نیست ہا المعنی کار معنی خدمت و پیشہ دہن کیا بکسر کاف عربی خداوند و کار فرما و کار و وزیر یعنی عشق اسی کا اختیار کہ کہ جس سے تمام اولیا صاحب خدمت اور کاردار اور کار فرما ہوئے ہیں یعنی پادشاہ معنی کے اور یہ بات مت کہ جیسے کم ہمت کم حوصلہ کہنے لگتے ہیں ہماری بھلا اس بادشاہ تک پہنچ کسان نہیں وہ کریم ہے اور کریموں پر کوئی کام بھاری نہیں اوسنے توجہ میں سب کچھ ہو سکتا ہے اختلاف شرح فارسی میں بجائے اولیا کے انبیا ہے یہ بھی اکثر ظاہر و باطن و دونوں کے اور باطن کے تو سبھی پادشاہ ہوئے ہیں فقط

بیان اسکا کہ مارا حبابا ز زر گر کا یہ اشارہ الہی تھا نہ یہودہ

تو کہ کشتن آن مرد بر دست حکیم ہونے پہ امید بود و نہ تہ بہیم ہا اور کشتن از بر اسطیع شاہ ہا تانیاید امر و الہام از آکہ ہا آن سیر دانش خضر سیریدہ خلق ہا سر ازادر نیاید عام خلق ہا آنکہ از حق یا بد و وحی و خطاب ہا ہر جہ فرما یو بد و عین صواب ہا آنکہ جان بخشد اگر کشد روست ہا نائب ست و دوست و دوست خداست ہا المعنی یعنی اس حکیم نے جو اس زرگر کو مارا لہ یہ مارنا اسکا کسی امید سے تھا کہ کثیر بھی ہو جائیگی تو بادشاہ مجکو ملک و مال دیگا نہ کسی خوف سے کہ اگر نہ بھی ہوئی تو فسادان ضرر میں پڑون گا یہ بات ہرگز نہیں ہو اسنے بادشاہ کی طبیعت کے موافق نہیں مارا جب تک کہ اسکو حکم و الہام خدا سے تھا اسے نہیں ہوا حکم و الہام سے مارا ہے جیسے حضرت خضر نے اس بڑے کا گلا کاٹا جس کا بحید عام مخلوق بھلا کیا جانے مختصر بیان اسکا یہ ہے کہ حضرت خضر و حضرت موسیٰ نے باہم سفر کیا حضرت خضر کو کچھ حکم خاص جناب باری سے ملے تھے جنکا علم حضرت موسیٰ کو نہ تھا خضر نے حضرت موسیٰ سے اقرار کیا کہ میرے کام سے تم پہنچاں صحت آخر چلے جاتے تھے ایک بڑا انکلا جیسے کہ قرآن میں ہے خضر اذ انقیلا فلما انقضت فی خضر نے اسکا کہنا کہ حضرت موسیٰ نے وجہ پوچھی خضر نے کہا کہ تم نے کیا اقرار کیا تھا اور پوچھا انتہی پس جو شخص کہتا ہے کہ میں نے یہ حکم خدا سے ملے میں خوب ہوا میں کسی کی گرفت و محنت کی گناہ نہیں

کیا ہو چھپا کر متفرغ ہو چو مجھے مصرؑ پر کہ خدا تعالیٰ سے امر و اہام کیون ہو اُس پر نیز اُس لڑکے کی لکھی استہلال
 اور یہ دوسری دلیل ہو کہ وہ شخص کہ کسی کو جان بخشیے اور وہی اُسکو مارے تو کیا روا نہیں ہو اُسی کی دی ہوئی تو کٹی
 اور جگے ہاتھ سے یہ قتل و خون ہو وہ اُسکا نائب ہو اُسکا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہو اختلاف سفا رخ اردو و فارسی دونوں
 نے ان اشارین بہت کچھ لکھا ہو مگر محکوم گیری منظور نہیں ہو میرے نزدیک سفا رخ بکار آمد اینست کا یہ بکار نہ قولم
 ہو چو اسماعیل پیش سر بندہ شاد و خندان پیش تنیش جان بدہ نہ تا ماند جان خندان تا بدہ نہ ہو چو جان پاک احمد با احد
 عاشقان جان فرح الگہ کشند کہ بدست خویش خوبان شان کشند نہ المعنی تیغ و خنجر و چھری و تلوار احمد محمود کی
 تفصیل واسطے مفعول کے بھی ہوتی ہو جیسے اشغل من ذات الغنیمین اخیر شعر کے پہلے مصرع میں کشند بفتح کاف
 ہو دوسرے میں بضم کاف یعنی ہر گاہ کہ جان اُسکی بخشی ہوئی ہو اگر وہ لینا چاہے تو بکمال لازم ہو کہ حضرت
 اسمعیل کی طرح سنے اُسکے سر جھکا دے اور اُسکی چھری کے تلے شاد و خندان جان دیدے اس میں بھی
 مثل قصہ موسیٰ و خضر کی تلخیص ہو کہ حضرت ابراہیم نے متواتر تین رات خواب میں دیکھا کہ اپنے بیٹے کو راہ خدا میں
 قربان کر رہا ہوں حضرت اسمعیل سے کہا کہ تجھ کو قربان کرنا چاہتا ہوں یہ خوش خوش ان کے ساتھ ہوئے
 اور موقع پر پہونچ کر حضرت ابراہیم نے حسب صواب ایدہ اسمعیل کے انکے ہاتھ پاؤں باندھے اور انکھوں پر پٹی جب
 چھری پھیری فوراً حضرت جبریل نے اسمعیل کو اُنکی چھری کے نیچے سے لکال لیا اور بجائے انکے دنیہ جنت سے
 لاکر توالدیا کہ وہ ذبح ہو گیا انتہے پس جب تو اُسکی چھری کے تلے جان فیدے گا تو تیری جان تا بد خرم و خندان
 رہے گی جیسے جان پاک جو احمد ہو اُسستودہ ترین احد کے ساتھ رہتی ہو لینے مقرب احد کی ہوتی ہو چنانچہ فرمایا
 بن احیاء عند ربهم یرزقون فرحین کا آتمہ البدن فصلہ کیا تو یہ نہیں جانتا کہ جو عاشق اُسکے ہن جاننا زوہ جام فرح
 بھر بھر کے اُسی وقت پیتے ہیں اور شاد و باہر اوجھی ہوتے ہیں کہ مشوق اُن کا اُن کو اپنے ہی ہاتھ سے مارے
 اختلاف شایع اُبود کا ترجمہ دوسرے مصرع کا جیسے جان احمد کی اللہ کے ساتھ ہو اور یہی معنی کہ جیسے اُن حضرت
 صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان رضائے الہی میں دیکر رتبہ محبوبیت کا پایا تھا انھوں نے احمد کے معنی آنحضرت کے
 لکھے ہیں نے لمبی محمود تر صفت ثانی جان کی برعایت احد اور کیون نہ لکھوں رع شناسم مگر مشک لازم جگر نہ مثل ان کے
 کہ کاری تو کو توں پر شکر رتی بھر زمین اور پہلے شعر میں لکھا کہ حضرت اسمعیل کو بظہر شہرت لکھ دیا ہو ورنہ محض ہر خون سے
 مستعد فوج ہونے پر ہونا حضرت بحق کائنات ہو لیکن ایک حدیث بھی تو ہے انہما من اللہ لکن کہ ان دوسرے ایک
 حضرت اسمعیل اور ایک آپ کے والد ماجد عبداللہ ہیں جنکو اُن کے باپ نے قتل کر دیا کی نذر مانی تھی اور بعد تو لدا
 وہ جس قدر عمر انسانی اونٹوں پر تمام ہوئی اسکے ہوا کہ حضرت احمد علی بن ابی طالب نے اُسکی اولاد میں پھر انہما من اللہ میں کیسے
 محکم ہو گا تو یہ حدیث مستند ہو کسی کا کسی امر و عبادات ہو ان کا یہی ہو انکے اس امر کا کسی پروردگار سے یہ مصرع کا

ترجمہ کہ بدست خویش اچھا کہ اپنے ہاتھ سے مستحق اچھو پلاوے یہ معنی اگر اس مصرع کے صحیح ہیں تو ساری کتاب صحیح ہو تو قولہ
 شاہ آن خون از پے شہوت نکرده تور ہاکن بدگمانی و نہر دہا تو گمان کردی کہ کرد آلودگی ہا و صفا غش کے ہلد پاؤدگی ہا
 بگذر از ظن خطا و بدگمان ہا ان بعض اطلاق ائمہ ترا بخوان ہا المعنی تبرد بفتح جنگ و جدال و قتال صفا بنفش و بے
 کدورت غش بافتح آمیزش کرنا چاندی سونے مشک و شراب میں شکر کم قیمت کا اور خیانت اور دلی بات کے خلاف
 ظاہر کرنا ہلد ہلدین کبہر تین سے چھوڑ دینا پاؤدگی پاؤدہ سے صاف کرنا مولانا راجہ ان اشعار میں بریت پاؤ شاہ
 کی قتل زرگر سے فرماتے ہیں جیسے کہ اوپر حکیم کی فرمائی چنانچہ فرمایا پاؤ شاہ نے بھی یہ خون از راہ شہوت نفسانی و
 خیالات شیطانی کے نہیں کیا تو اسکی طرف سے بدگمانی و لڑائی مت کر ای بحث و حجت تجلو گمان ہوگا کہ اس نے
 آلودگی کی بیخ و دامن اپنا آلودہ عصیان کیا نہیں اسی مرد و شبی کی بلے سے کیا جو کچھ کیا اسلئے کہ اس کا باطن صاف و
 پاؤدہ تھا پاؤدگی نے اس میں غش کو چھوڑا ہی نہ تھا پھر آلودگی کا کیا خیال اور کیا گزر لکند اسر بدگمان سے خطاب
 فرماتے ہیں کہ تو اپنے گمان بد سے باز رہ اور اس بات کو جو فرمائی ہو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں پڑھتا رہ اور یاد رکھ
 الحلاف شارحین اردو فارسی نے بہت ویلین تقریریں لکھی ہیں مولانا راجہ کے فرمائے ہوئے پر ان کو بس
 نہیں نہ اکثر ان کے شعر کے معنی کا اس ع مغز ما برد و خلق خود بدید ہا میں بہر چلتا ہا اب دیکھیے شارح اردو کا
 ترجمہ جو تھے مصرع کا صفا پانی میں تلچٹ کب بیچ سکتی ہو اس مصرع کی نظموں سے یہی معنی نکلتے ہیں قولہ ہر گشت
 این ریاضت دین جفا ہا تا بر آرد کورہ از فقرہ جفا ہا پہر آنست امتحان نیک و بد ہا تا بخوشد سر بر آرد زر زبد ہا
 اگر نبودی کارش الامام کہ ہا او سگے بودی و را بندہ نہ شاہ ہا پاک بود از شہوت حرص و ہوا ہا نیک کرد و ادیک نیک
 بد نہا ہا المعنی جفا بفتح و بے ہزہ تم و یضیم مد سونے چاندی کا میل اور کوٹہ کورہ ہندی کھٹی آہنگروں وغیرہ کی زبد
 بفتحین کھٹ آب و شیر اور کھٹ زر و سیم یعنی میل ڈرا بندہ و را بندن سے آواز کرنا جس وغیرہ کا المعنی مولانا فرماتے
 ہیں کہ بدگمانی اس سبب سے گناہ ہو کہ اہل باطن ریاضتوں اور ہر گونہ زہد جفاؤں سے اپنے باطن کو ایک کھٹی کر سکتے
 ہیں تا جو ان کے باطن میں پڑے خالص فقرہ میل چھٹا ہوا ہی نکلے پس جو کام اسکے ہوتے ہیں خاص اور خالص ہی
 ہوتے ہیں پھر بدگمانی کہ الامام سے نہیں تھا خواہش نفسانی سے تھا اسکا کیا کام دیکھو زر کو بھی نیک و بد کے امتحان
 کے لیے بھی میں سکتے ہیں تا بچل کے تاؤ کھائے اور میل اوپر لے آئے اگر بادشاہ کا کام الامام الہی سے
 شہوتانہ و ہوا و ہمتانہ بادشاہ یعنی وہ بادشاہ ہی کب ٹھہرتا کٹا ٹھہرتا اور اسکو ایسی دو بیہصاف
 بدست و شہوت پر غلبی کے ساتھ کب ہوتی پس بادشاہ حرمین و ہوا اور شہوت سے پاک تھا جو کچھ اس نے کیا ایک
 بدست و شہوت پر غلبی کے ساتھ کب ہوتی پس بادشاہ حرمین و ہوا اور شہوت سے پاک تھا جو کچھ اس نے کیا ایک

گناہ صغیرہ کی ہوتی ہو گویا تکلیف کو رہ گناہ غاشاک استغنیہ دوسرے شعر کے معنی شعر شامل ہر امتحان اہل ظاہر و باطن دونوں کو تا اسچھے بُرے میں امتیاز ہو جائے اور لائق رحم و عتاب کے جھٹ جائیں اور در اندہ بمعنی بھاڑ نیوٹے کے استغنیہ یہ معنی جو دونوں شعروں کے لکھے ہیں اور در اندہ بمعنی بھاڑنے والے کے اگر معنی مربوط مناسب محل کے ہیں بہتر ہی ناظرین غور فرمائیں اور در اندہ بمعنی درندہ کے ہو تو کیا مضائقہ مگر محکمہ تو مثل شکوہ بے رقت کے معلوم ہوتے ہیں کہ میوہ نتیجہ کا پریشان ہو جائے قولہ گر خضر در بختی را شکست بہ صد دستی و شکست خضر مست بہ وہم موبسٹا با ہمہ زور و ہنر ہند از ان محبوب توبے پر میر ہند آن گل سرخست تو خوشنخوآن بہ مست عقلست او تو مجنونش خوآن ہاگر بدی غون مسلمان کام او ہد کا فرم گر بردے من نام او ہد سے بلرز عرش از مدح شتی ہد بد گمان گردوز مدحش شتی ہد المعنی تفریح سابق فرماتے ہیں کہ یہ جو کہا کیا کام نیک کیا لیکن تھا بد نما اسی کی مثال حضرت خضر کا دریا میں کشتی کا شکست کرنا ہر جسکی شکست میں سیکڑوں درختیاں اور بھلائیوں تھیں غایب ہونے نے ہر جانا یہ بھی اول واقعہ سفر باہمی خضر موسیٰ کا ہر ہنگام سفر با خود ہا تفصیل اسکی یہ کہ ایک کشتی کچھ وجہ معاش مسکینوں کی دریا میں تھی اور بادشاہ وہاں کا ظالم تھا کشتیاں بیگار پکڑتا تھا خضر نے اس کشتی کو توڑ کے معیوب کر دیا تا اسکی بیگار سے بچی رہے اس شکست میں یہ درست تھی اور کسی نے نہ جانا یہاں تک کہ وہم حضرت موسیٰ کا باوصف اس نور معرفت اور ہنر نبوت کے اس بعبید سے محبوب تھا تو جب خضر سے دریافت کیا اور وہ ناخوش ہوئے ان کے پوچھنے سے اور حال آن کہ خضر نبی اور موسیٰ نبی مرسل اولو العزم خضر واقف تھے موسیٰ تا واقف تھے پھر کیسے توبے پر و ن اڑتا ہر اور بد گمانی کرتا ہر وہ تو بیٹے بادشاہ ایک گلاب کا بچھول ہر صاحب رنگ و بو اور لطیف و لطیف تو اسکو خون کیسے کہتا ہر جو حرام و نجس ہر اور وہ مست عقل کا ہر بیٹے عقل میں جو رو مخمور تو اسکو دیوانہ اور مجنون کیسے بناتا ہر اب فرماتے ہیں اگر وہ بادشاہ ظالم اور مسلمان کا خونریز ہوتا تو میں ایسا کیا تھا جو اس کے مقدمہ میں ایسی بریت کرتا بقسم کہتا ہوں کا فری ہوتا جو اسکا بھی نام بھی دیتا کیا میں نہیں جانتا کہ شقی کی مدح سے عرش اعظم کا پتا ہر اور متقی اسکی مدح سے بد گمان ہوتا ہر کہ یہ بھی ایسا ہی ہو گا پھر کیسا بظراف نقصان ہر قولہ شاہ بود و شاہ بس آگاہ بود ہر خاصہ بود و خاصہ البد بود ہر آن کسے را کش چنین شاہی کشد ہر سوے تخت و بہترین جلسے کشد ہر نیم جان بتاند و صد جان و ہد ہر اچھ و در و ہمت ناید آن و ہد ہر المعنی خاصہ تشدید اصطلاح منطقی میں وہ چیز جو اور میں نہ پائی جائے جیسے ضحک انسان میں نہ ہوتا مگر حیوان کے و تحفہ بمعنی چیز بہتر کہ لائق خاص آدمیوں کے ہو اور اسی وجہ سے نام ایک کپڑے کا ہر فرماتے ہیں وہ شاہ تھا تو شاہ لیکن تھا بڑا دل آگاہ و فاضل و بدراہ اور خاص تھا اہل عالم کے واسطے اور خاص ہندہ خدا کا بھی تھا اس شخص کو حکم ایسا شاہ اپنے خدا تائے اپنی طرف کیجئے گا منور ہو گا ملک و تخت و بہتیری ہر تیر ہر کی طرف کیجئے گا اگر کسی کو بھی جان چہرہ و نہایت قلیل سے چھ لپٹا کے مقابلے میں سیکڑوں جانین و دیسے گا

اور ایسی چیز عطا کرے گا جو تیرے وہم و گمان میں بھی نہ گذرے اور کھینچتا ہی اپنی ذات بلالینا قولہ گردیدیدی سودا در
قہر وہاں کے شادی آن لطف مطلق قہر جو باطل میل زور نشی انجام بہ مادر مشفق در آن غم شاد کام بہ توقیاس
از خوش میگیری و لبیک بہ دور دور رفتادہ بگر تو لبیک بہ پیشتر با تو گویم قصہ بہ بود کہ یابی از میانم حصتہ بمعنی
انجام بچنے مارنا و مخف بود بمعنی شاید یہ پھر فول سابق کی تائید ہر کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کے فائدے کے اپنے قہر
میں دیکھتا ہو تو اس کو بظاہر قہر میں ڈالتا ہو اور اگر فائدے اسکے اپنے قہر میں نہ دیکھے تو بظاہر قہر جو کیسے بنے اس سے
کہ وہ تو لطف مطلق ہو اور خیر محض دیکھو بچ کر نشتر انجام انجام سے کیسا ڈرتا ہو اور کا پتا اور مان مشفق اس کی اس غم میں
شاد کام رہتی ہو جانتی ہو کہ یہ نہیں جانتا فائدے کو گھٹا ہو تو اپنی ذات پر اس کو قیاس کرتا ہو اور جانتا ہو کہ جیسے میں کسی
پر قہر و غصہ کرتا ہوں تو سو اسے سب و ضرر اس مبعوض کے کوئی فائدہ اور آرام اس کا ملحوظ نہیں ہوتا یہی حال خدا تعالیٰ
کا ہے سو یہ بات ہرگز نہیں اسکے قہر میں سیکڑوں فائدے مضمر ہوتے ہیں نہ قہر نہیں ہوتا بلکہ سلمان حصول ان فوائد کا
ہوتا ہے ہی وجہ ہے کہ تو اسے دور دور بے نہایت دور پڑتا ہو یہ شعر تمہید ہے واسطے تطبیق قصہ بقال و طوطی کے
کہ طوطی نے ایک کبے کو اپنے اوپر قیاس کیا تھا جس میں شارح اردو نے لکھا ہے کہ تو ایسا سمجھتا ہو جس کو دنیا میں نعمتی
ہوتی ہو اس کو عقبہ اغبین بھی پیش آتی ہو اور ایسے ہی اور بہت مثل ہر چہ بقامت کہتر بقیمت بہتر کے اور دنیا کی
سمعی اور عقی کی تودل سے جوڑے اور اس شعر سے یعنی آن کسے راکش انہ گردیدیدی سودا تک نہ دیکھا کہ میدان دنیا
و عقی کی سختی مراد ہے یا کچھ اور آب شعر آئندہ گریز ہے چنانچہ فرمایا ہے آ تو تجھ سے ایک قصہ کہوں شاید میرے بیان سے
تو کچھ بہرہ پائے ان اشعار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مقصود مولانا کا یہ بھی ہے کہ گو بظاہر ہرگز خدا کے قہر میں مبتلا ہو کر
قتل ہوا لیکن یہ بھی ہے کہ پوشیدہ اس میں جانے کیسے کیسے تے پائے ہون گے چنانچہ اشعار مذکور میں اشعار ان

حکایت بقال اور روغن بٹونے طوطی کی

قولہ بود لقلے موا ورا طوطی پۛ خوش نوا و سبر گویا طوطی پۛ برد کان بودے نگہبان دکان پۛ نکست گفتی با ہم سود اگر کن
در خطاب آدمی نا ملق بدی نام در نواسے طوطیان صادق بدرے پۛ خواہر روزے سوے قاتہ رفعت بود پۛ نہر دکان
طوطی نگہبانی نمود پۛ گر یہ جربت ناگم از دکان پۛ بہر موشے طوطیک از بیم جان پۛ حسیبت از صدر دکان سوے گرفت پۛ
شیشاہے رونین بادام رنجت پۛ المعنی یہ سب اشعار عات ہیں اور جو کچھ ضروری العرض پر عرض ہو چکے ہیں یا وحدت
کی ہر سود اگر ان کے لئے سود لینے واسے نا ملق بدی یعنی بایں کرتی تھی صفا حق بدی یعنی جسے طلب طویون
مین سخن پاکت دی کی ہوتی تھی طوطیک مین کاف نصیر ترحم کا ہر سوے است یکت پاشب الحلاوت
فان

کم کسے ز ابدال حق آگاہ شدہ مہسری با انبیاء برداشتند ہا اولیاء انچو خود پنداشتند ہا گفتہ اینک ما بشر ایشان بشر ہا ما
 و ایشان لبثہ خواہیم و خور ہا المعنی ابدال بالغ ایک گروہ ہا اولیاء کاجن کے سبب سے عالم قائم ہر اور وہ شتر آدمی ہین
 چالیس شام ہین اور تیس اور جگہ ہین اگر اسے کوئی مر جاتا ہر دوسرا اسکی جگہ مقرر ہوتا ہر یہ اشعار بھی صاف ہیں شارح
 اُردو نے ورق کے ورق انکے معنی میں مثل الفیل حقیقہ سہا کیے ہین میں بطور اشارة لطیفہ کے خاص مطلب و وسط
 میں لکھون فرماتے ہین کہ پاکون کے کار و معاملہ کو اپنے اوپر قیاس مت کر جیسے وہ ہین ویسے ہی ہم ہین اگر چہ کھتے ہین
 شیر بصورت شیر لکھا جاتا ہر لیکن خواص و صفات تو اپنے اپنے ہین اور اسی سبب سے تمام جہان بہک گیا ہر بہت
 کم لوگ ہوں جو ابدال حق سے واقف ہوے حالانکہ وہ انھین میں طے رہتے ہین انبیاء سے ہمہری کا دعویٰ
 کیا او یا کو مثل اپنے جانا اور ماکہ یہ بھی بشر ہین ہم بھی بشر جیسے ہم کھاتے سوتے ہین یہ بھی کھاتے سوتے ہین
 جیسا کہ قرآن میں آیا ہر لوگون کا کہا ہوا نسبت تنبیر دن کے ما اقم الا لبشر مثلاً یعنی ہمیں ہوتم مگر بشر ہماری طرح
 اور دوسری جگہ آیا ہر ما لند الرسول یا کل الطف ام ویشی نے الاسواق کیا ہر اس رسول کو کہ کھانا کھاتا ہر
 اور بازار میں پھرتا ہر قولہ ابن ندائستند ایشان از عماد ہست فرقہ در میان بے فتنہ ہر دوگون ز بنو خور و زانیک
 محل ہا ایک شد زان نیش وزان دیگر محل ہا ہر دوگون آہو گیا خور و ندو آپد ہا زین یکے نہر گین شدہ زان مشک بے
 ہر دو نے خور و نہر ایک آجور ہا ان سیکے عالی و آن پر از شکر ہا اس کے معنی بھی مثل اشعار بالا کے ہین صدر ان
 این چنین اشباہ ہین ہا فرق شان ہفتا و سالہ راہ ہین ہا المعنی نے فتنہ کوری و کور ہونا گوون رنگ و
 قسم اشباہ حج شبہ یعنی تشبیہ فرماتے ہین کہ یہ اند سے برابر ہی دعوے کو مستعد ہین یہ خوب سوچتا ہر اور یہ
 نہیں سوچتا کہ ہم ہین ان ہین فرق بے انتہا ہر یہ نہیں دیکھتے کہ تین دورنگ کی ہوتی ہین اور ایک ہی محل
 دونوں کے خور و نوش کا پھر کیا ہر کہ ایک سے نوش ہوتا ہر اور ایک کے نیش اور لو دو قسم گے آہو ہونے ہین
 ایک صورت کے اور ایک ہی چراکی جگہ پھر کیون ایک سے گوہر ہوتا ہر اور ایک سے مشک
 خالص ایسی ہی لاکھون مثالین ہین طے انہن با ہم فرق ستر برس کی راہ کا تنجو معلوم ہوگا ستر سے مراد کثرت ہر نہ
 عدد معین الخلاف شارح اُردو نے معلوم ہوتا ہر کہ آجور کو بمعنی آجورہ کے لیا ہر جب تو برتن لکھا ہر حالانکہ
 آجور آجور و آجور جگہ ہا فی مردم و بہائم کے معنی ہین ہر اور نیز جسکی ہندی دانتہ پانی ہر یہ وہ مثل ہر کسی نے
 چھپکلی کی فارسی بنائی نہان چکی قولہ این خور و گرد پلید سے نہ جدا ہا وان خور و گرد ہسم نور خدا ہا
 این خور و زاید ہمہ کل و حسد ہا وان خور و زاید ہمہ نور احد ہا این زمین پاک و آن شورست و بد ہا این فرشتہ
 پاک و آن دیو است و دہ ہر دو صورت گر ہم مانند و است ہا اس تلخ و آب شیرین را صفاست ہا خور کہ صاحب
 الحق کہ صاحب پاک و دہشت است ہا آب نوش از شورہ آب ہا جو کہ صاحب ذوق کہ شاد طوم ہا شہدانا خور و گرد و دہ ہم ہا

المعنی یعنی وہی ایک چیز ہوتی ہو جسکو اہل دنیا کھاتے ہیں ان سے پلیدی پیدا ہوتی ہو اور پاک لوگ کھاتے ہیں بالکل خدا کا نور ہو جاتی ہو چھپر کمر فرماتے ہیں وہی شہر اہل دنیا کے کھانے سے نکل و حسد ظاہر کرتی ہو اور پاکوں کے کھانے سے نور احد کا اور ظاہر ہو جیسی زمین ہوتی ہو اسکی نیسی ہی روئیدگی ہوتی ہو پس پاک لوگ مانند زمین پاک کے ہیں نور احد ان سے ظاہر ہوتا ہو اور اہل دنیا جیسے زمین شور لا بخروج منہ الا نکد اور وہ مثل فرشتہ کے پاک و معصوم ہیں اور دنیا واسے مانند دیو و دندون کے مذموم لیکن اس فرشتہ اور دیو و دندون کی صورت باہم مشابہ اور ایک ہی ہو جیسے آب تلخ و آب شیرین کہ دونوں میں صفا ہوتی ہو لہر دم دونوں میں سے تلخ و شیرین کو سوا سے عذہ پہچاننے واسے اور اہل ذوق کے اور کون پہچانے مطلب یہ کہ اہل دنیا میں سے انکو سوا سے ارباب ذوق یعنی حال ہستی کے اور کون پہچانے اسواسطے کہ جس میں قوت و اُلّٰقہ کی ہو اور عذہ ہر شے کا چکھا ہو وہی تو شہد اور موم کو پہچانے گا ورنہ کیا جانے شہد کیا ہو اور موم کیا ہو قولہ سحر ابامعجزہ کردہ قیاس ہر دور ابامکر ہنما وہ اساس ہر سحران باموسیٰ از ستیزہ ہر گرفتہ چون عصا سے او عصا ہر زین عصا تا آن عصا فرقت ثروت ہر زین عمل تا آن عمل را ہر شکر ہر نعمت اللہ این عمل را در قفا ہر نعمت اللہ آن عمل را در وفا ہر المعنی معجزہ بالنعیم و کسر جیم عاجز کند یعنی وہ بات جو نبی سے صادر ہوا اور اسکو مخلوق میں سے کوئی نہ کر سکے اور جو دلی سے صادر ہو وہ کرامت ہو ثروت بالفتح غنیق شکر کبر زبیا و بزرگ وفا عمد و وعدہ بجا لانا یہ اشعار بھی مؤید کلام سابق کے ہیں کہ جس نے شہد نہیں کھایا وہ شہد کو موم سے کیا جانے مغلہ ان کے وہ بے نیاز تھے جنھوں نے سحر و معجزہ کو ایک جاتا اور دونوں کی بنا مکر پر رکھی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ نے معجزہ دید بعینا اور عصا کا فرعون کو دکھایا تو ہاتھ مثل آفتاب کے نکل میں سے نکل کے چمکا اور عصا ایک اژدہا بزرگ ہو گیا فرعون کی قوم نے کہا ان ہذا اسحر علیکم اور سرعون نے کہا ان ہذا المکر مکر تموہ فی المدینۃ تھیر ساحرون بنے جو دکھا کہ موسیٰ کا عصا اژدہا عظیم بن جاتا ہو تو خصوصت اور لڑائی کے وقت میں عصا کی طرح خود بھی عصا اختیار کیے جو جادو کے زور سے ریگتے نظر میں آئے اور یہ نہ جانا کہ ہمارے اور موسیٰ کے عصا سے بڑا اگر فرق ہو اور ہمارے عمل سے اُنکے عمل تک ایک راہ بزرگ ہو اس عمل کے پیچھے نعمت خدا کی لگی ہوئی ہو اور اس عمل کے پورا اور درست کرنے میں رحمت خدا کی مصروف ہو الخلاف تشریح اردو میں پہلے مصرع کا ترجمہ لکھا ہے سحر کو جادو پر قیاس کرنا ہو حالانکہ معجزہ کردہ بصیغہ ماضی ہو نہ حال ایسے ہی بنیادہ دوسرے شعر کے ترجمہ میں لکھا خلافت کی راہ سے بنایا عصا مثل عصا موسیٰ کے اس ترجمہ محل سے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ یہ عصا نیک کے چلنے کا بتلایا لڑائی کا جن کی نسبت قرآن میں ہو فاقوا خیالہم و عصیم اور اسکے سوا وہی طول فضول اُنکا جو مقام اس کے ہیست کا ہو قولہ کافران اندر مر سے بود زمینہ طبع ہر ہفتہ آمد ورون سینہ طبع ہر ہرچہ مردم میکند بوزینہ ہمہ ان کند کرم و بنید و بنید ہمہ اوگان ہر وہ کہ میں کرم چو او ہر فرق را کے بنید ان ستیزہ جو ہر ان کند از غر و

آن بہرستیز بہرستیزہ رویان خاک رینہ المصنی مری بروزن غنی وہ شہر بصورت آنت کے حسین ہو کے آب
 و طعام معدہ میں جاتا ہر تیز تیز ہندی بندر فرماتے ہیں کہ کافر مارے حرص کے اپنی مری میں بوزینہ طبع میں لینے جیسے
 بوزینہ کہ جلدی جلدی کھاتا بھی جاتا ہر اور گاون میں بھی بھرتا جاتا ہر اور مٹھ بھی بہت جلدی جلدی جاتا ہر اس سبب
 کہ ان کے سینہ میں خالق الکائنات نے بجائے طبع کے ایک آفت بھردی ہر طبع نہیں ہر اور دیکھو بندر کو جو آدمی کرتے
 ہیں وہی وہ بھی کرتا ہر اور یہ بھی جانتا ہر کہ جو کچھ آدمی نے کیا اسکی طرح میں نے بھی کر لیا مگر جو کچھ کہ اس کے کام
 میں آدمی کے کام سے فرق ہوتا ہر اسکو وہ کب دیکھتا ہر اس واسطے کہ اسکی عادت ستیزہ جونی کی ہر اور فرق یہ ہر
 کہ یہ تو امر الہی سے کرتا ہر اور کافر ستیزہ سے پس تو جملہ ستیزہ رویوں کے سر پر خاک ڈال الخلاف شارح اردو کا ترجمہ
 پہلے شعر کا کافرون کو اندر سیر معدہ بندر کے مانند طبیعت کی آفت پیدا ہوئی درمیان سینہ طبیعت کے دوسرے
 شعر کا ترجمہ ہر کچھ آدمی کا کرتا ہر وہی بندر بھی کرتا ہر اور ایسا کرتا ہر کہ آدمی دیکھتا ہر بار بار شعر آخر کا ترجمہ یہ کرتا ہر نوجوان
 سے لڑائی لڑائی کرنے والوں کے سر پر خاک ڈال اور تقریر کے ان ترجموں کو ہی دیکھ کر قیاس کر لین سچ جو دیدی
 کار و در کار گرا ہر میں تو اس آدمی دیکھتا ہر بار بار ہی کو بار بار دیکھ رہا تھا کہ اور شگوفہ سامنے آیا جو شعر اخیر میں مردان
 بمعنی نوجوانان لکھا ہر سبحان اللہ وہ تو از امر اور آن ہر جب کو امر دان سمجھے کیا کتا ہر بھلا مثل انکس ع کوئی جانے
 تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے قولہ آن منافق با موافق در نماز ہر از پے استیزہ آید بے نیاز ہر در نماز
 در روزہ و حج و زکات ہر با منافق مومنان در بر و دوات ہر مومنان را برد با شد عاقبت ہر با منافق مات اندر
 آخرت ہر گر چہ ہر وہ ہر سر بکیا ز نید ہر لیک با ہم مرغوی و راز بند ہر ہر یکے سے مقام خود رود ہر ہر یکے برفوق
 نام خود رود ہر المعنی فرماتے ہیں اس منافق کو جو موافق کے ساتھ تراز میں ہوتا ہر خیال کر دہ نماز و نیاز کے لیے کہ حضور
 میں خدا سے تعالے کے بجالاتے نہیں آتا ہر بلکہ لڑائی و خصومت کے واسطے آتا ہر کہ وہ نفاق ہر اور دونوں ہوتے ہیں
 بندگی میں خواہ حج ہو خواہ زکوٰۃ خواہ روزہ لیکن مومن اس منافق کے ساتھ بر و دوات میں ہوتا ہے اور یہ کہ مومن
 کی عاقبت میں برد ہر یعنی جیت اور منافق کو آخرت میں مات ای بار آور طرف یہ کہ دونوں ایک ہی بازی کے اس
 کنارے اس کنارے بیٹھے ہوتے ہیں کہ وہ کسی قسم طاعت مذکور سے ہر لیکن میں آپ آپ کو مختلف مثلاً ایک مرغوی
 ہر اور ایک رازی ای فسوب یہ ری جو اشارہ امام فخر الدین رازی سے ہر جسے علم کلام ہر یس اسی نام و مقام
 کی طرف ہر ایک کی ایک راہ پیش ہر کہ وہ اس راہ سے اپنے اسی نام و مقام کو داخل ہوگا مثلاً منافق جب کا مقام
 ہر اللہ کب الا مثل مومن ان ہر اور مومن جسکی جگہ ہر اسے علیین الخلاف شارح اردو نے رازی کو فسوب ہر از
 تمام شہر کے معنی میں لکھا ہے لغت میں تو راز شہر کا نام ہی نہیں بلکہ رے ہر نام ہے اس میں طرہا کے رازی کیا ہر
 قولہ مومنین خوانند جانیش خوش شود ہر و منافق تند و بر آتش شود ہر تمام آن محبوب از دوات و سے است ہر

نام ابن مبنوف زافات و نیست با میم و داد و میم و دون تشریف نیست با لفظا مومن جز پے تعریف نیست با گرسنا فاق
خوایش این نام دون با همچو کثرت مغلدر اندرون با گرنہ این نام اشتقاق دوزخ ست با پس چرا در و سہ مذاق
دوزخ ست با زستی این نام با از حرف نیست با تلخی آن آب بجز از طرف نیست با حرف ظرافت آمد در و معنی چو آب با بحر معنی
عندہ اتم الکتاب با المعنی بر آتش شدن بچین و بقرار ہونا تشریف بمعنی خلعت تعریف پہنچو انا اور مومنہ کرنا جو علم ہی
اتم الکتاب الحمد و قرآن مجید و لوح محفوظ و قرسب و حدت بقدر کلام سابق فرماتے ہیں کہ اگر مومن کو مومن کو تو کیسی جان
اسکی خوش ہوتی ہو یا ایک بچول کھلگیا اور اگر منافق کو منافق کو تو کس قدر بے چین ہو جاتا ہو گویا آگ پر بٹھا دیا اور جو سہر
اسکی یہ ہو کہ مومن کا نام محبوب اپنی ذات سے ہو یعنی یہ لفظ ہی ایسا ہو جو محبوب ہو اور منافق کا نام کہ اس کے ساتھ
آفتیں لگی ہیں انھیں آفتوں سے مبنوف ہو سنتے ہی بغض پیدا ہوتا ہو و دون فی نفس اپنی اپنی عفت کے ساتھ
ہیں اور یہ تماشا دیکھو کہ مومن میں میم و داد و میم دون کچھ خلعت اس نام کا نہیں ہو کہ جس سے مومن کا نام خوب تر
اور خوشتر ہو گیا ہو بلکہ وہی علیمت اور تعریف مقصود تھی سو ہو اور اگر منافق کے نام دون سے کوئی اسکو لینے
مومن کو پکارے تو معلوم ہوگا کہ گویا کثرت م نے اس کے دون میں ڈنک مارا تو اب اس سے پایا گیا کہ منافق کا نام
دوزخ کے درخت کی کوئل ہو جو اس سے پھوٹی ہو جب تو آئین مذاق دوزخ کا ہو یہ نہ جانو کہ زشتی اس نام بد کی اسکے
حرفوں سے ہو نہ اس بحر کے آب کی تلخی و شوریت اسکے طرف سے اس واسطے کہ حرف تو بمنزلہ ظرف کے ہیں اب
معانی آنکے اور دریا اس آب معانی کا ام الکتاب یعنی قرآن مجید و لوح محفوظ جس میں سب کچھ لکھا ہو اور اسی کا
آب سب میں بھرا ہو الخلاف شارح اردو نے لکھا کہ دریاے معنی لینے آئیہ عندہ اتم الکتاب ظاہر تو اس سے
یہ معلوم ہوتا ہو کہ ام الکتاب اسکے نزدیک آئیہ عندہ ام الکتاب ہو اور کیا لکھوں سوائے اس کے کہ میر ملکوت کو
چلے گئے اور اب بڑی بڑی نبی سیرین ہیں رخ و کھیلے لائین کب تلک تشریف با قولہ بحر تلخ و بحر شیرین ہمنان با
در میان شان بزرگ لائینیان با و آنکہ این ہر دوزیک اصلی روان با در گزرین ہر دوام سے آن با المعنی تہنات
وہ دوسرا جو باگ سے باگ باکر چلین ترجمہ عربی کا ایک پردہ ہو جس سے وہ ایک دوسرے پر غالب
نہیں ہو سکتے یہ دون متعرف بجز سے متفرع فرماتے ہیں اور بحر و ہین ایک تلخ جو ماد کفر سے ہو دوسرا شیرین
جو عبارت ایمان سے ہو اور دون برابر باگ سے باگ ملائے عالم میں روان ہیں اور انکے در میان میں پردہ ہدایت
و مضلات کا واقع کہ مثل آن دو دریا تلخ و شیرین اب کے ایک دوسرے پر غلبہ نہیں کر سکتے اور ہین روان دون
ایک ہی اصل سے کہ وہ لوح محفوظ ہی جیسے تقدیر ہر کسی کا مبیحا جو مقرر کیا ہو لیکن تو ان دون کو چھوڑ تلخ و شیرین کسی کا
مقیدیت ہو ہونا دون کے جو معنی اصل ہو اس طرف کو چل اور رجوع ہو کہ اصل اصل ہو اور تسرع تسرع
الخلاف شارح اردو کا ترجمہ اس سبب سے کہ وہ دون ایک چیز سے پیدا ہیں ان دونوں کے معنی تک اور

اسکے معنی خارجی جیسا کہ ترجمہ خوبصورت ہو ویسے ہی چار ورق پر لکھے ہیں قولہ زر قلب و زرنیکو در عیار ہبے ملک ہرگز ندانی
 ز اعتبار ہبے ہر کردار جان خدا بند ملک ہا ہر یقین را باز داند از شک المعنی قلب کو نسا عیار کبر چاشنی زر و سیم ہندی با نگی
 ملک کسوٹی فرماتے ہیں اے مخاطب میں ہوں چاہے تو ہو مومل سب کا یہی ہو کہ زر خواہ کھوٹا ہو خواہ کھرا اتنا وقت سیکہ کسوٹی
 پر نہیں کسا جاتا اور با نگی چاشنی نہیں لیجانی پائے اعتبار سے ساقط ہوتا ہے ایسے ہی ہر عمل و فعل آدمی کا جانچا پرکھا
 جائے گا کہ خالص و با اخلاص ہو یا منغوش غیر اخلاص اور قبل اس جانچ پر کہ سے خدا کے قاتل نے ہر مومن کے دل
 میں ایک ملک اسکی رکھ دی ہو کہ وہ عقل ہو جسکو حکم ایک فرشتہ بتاتے ہیں داعی الے الخیر و مانع عن الشر یا ایمان جس سے
 یہ اپنے عقائد کو جانچا پرکھتا رہے پس جسکو توفیق اس جانچ پر کہ کی ملی ہو وہ اپنے شک کو بھی جانتا سمجھتا ہے اور یقین کو بھی
 اور اصلا غش و دلو دگی کو نہیں آنے دیتا پس وہی با اخلاص و با اختصاص ہو قولہ انچہ گفت استفت قلبک مصطفیٰ نے
 ان کسی داند کہ پر بود از وفا و در دہان زندہ خاشاک اچھدہ آنکہ آرا مدکہ بیرونش نمدہ و در ہزاران رقمہ یک خاشاک خردہ
 چون در آمدس زندہ ہے بر دہا حس دنیا نرد بان ابن جہان نے جس عقبہ نرد بان آسمان چھمت این جس بوجہ ایدار طبیب ہا
 صحت آن جس بوجہ ایدار طبیب صحت آن جس ز کموری تن چھمت ابن جس ز غریب بدن چھمتی یہ اشعار بھی یہ تطبیق
 شعر سابق کے ہیں جیسا کہ کما تھا جسکی جان میں ملک رکھی ہے ایسی ہی فرمایا کہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہوا استفت
 قلبک اپنے دل سے فتویٰ پوچھ لینے جب امور مشکوک پیش آئیں اور شبہات پیدا ہوں تو اپنے دل سے فتوے پوچھ
 اور موافق اسے عمل میں لا اور اس بات کو کہ وہ شخص جانتا ہو جو وفا سے بھرا ہو چاہتا ہو کہ حکم مالک کو پورا پورا بلا نقصان
 ادا کروں جیسا کہ خاقانی رہنے فرمایا ہے شعر دل بر صد گاہ دہر بیش مہا گوہر لیست ہا دخل ابد عشر آن فیض ازل کاں اوبہ
 اب تمہید افرماتے ہیں کہ زندہ کے منہ میں جو تنکا پڑ جاتا جس سے فحشا گوارا مرغوب مقصود ہو تو جھٹک اُسکو نکال نہیں ڈالتا
 جین نہیں لیتا خیال تو کرتا کہ وہ ہزاروں لقموں میں ایک خاشاک خرد تھا مگر ہوا جس وقت زندہ کے پاس آیا اُسکے
 حس نے اُسکا پتہ لگا لیا پس یہی سمجھ لے اور اپنے حس عقلی کو صاف کر کہ جس دنیا کی نرد بان اس جہان کی ہو جس قدر
 حس دنیا کی ہوتی ہو ترقی مدارج دنیا کی ہوتی ہو یہ حس اکی نرد بان ہو اور جس قدر حس عقبہ کی ہوتی ہو وہ سب طہری
 آسمان کی بنتی ہو دنیا کی حس میں اگر علت پیدا ہو تو اُسکی صحت طبیب سے ڈھونڈھنا چاہیے وہ اُسکو صحیح کر دیا
 اور جس عقبہ کی صحت کا خواستگار طبیب سے ہو دنیا کی حس کی صحت آبادی و کموری تن سے جتنا تن فرہ ہوگا
 حس بھی بہ درہ ہوگی اور جس قدر غریب بدن کی ہوگی اور لا غوافہ زدہ رہا صحت کشتہ ویسے ہی جس عقبہ کی صحیح سالم
 ہوگی قولہ شاہ جان مرجم را سہرمان کند ہ بعد و پرانیش آبادان کند ہ اے خٹک جانے کہ ہر عشق حال ہا بدل کر دوا
 خاتمان و ملک و مال ہر کم و دیرین خانہ بہر گنج و زر ہ و زہان بخش کند مہور تر ہ آب را برید جو را پاک کر دہ بعد از ان
 در جوہر ان کمر و کجور ہا پوست را بشکافت پیکان را کشید ہ پوست تازہ جہانیش در مدید ہ قلہ بران کر دہا و آخرت ہ

بعد ازان بر سافخش صد برج و سد ہا المعنی آنچہ در انسیب و قسمت و تالاب و رودخانہ جہان آدمی اور بہائم پانی پسین و مید یعنی جا و پر جو کہا کہ صحت اس جس کی تخریب بدن سے ہر اسی واسطے فرمایا کہ جان جو پادشاہ جسم کی ہر اول تو اس جسم کو دیران و خراب کرتی ہو یعنی مقام موت و اقبل ان موت و ا کو پہونچانی ہو بعد ویرانی کے پھر آباد کرتی ہو اور نو معرفت و عرفان سے بھر دیتی ہو آؤ فاطب کیسی ٹھنڈی اور خوش وہ جان جس نے اپنا خانان اور ملک و مال عشق و حال کے مقابلہ میں دیدیا اور عشق کو بطوع و رغبت خرید لیا اور گنج زر کے واسطے اپنا گھر اجاڑا اور پھر اسی گنج سے اسکو مہمور و آباد کیا کہ اگلی مہموری سے یہ مہموری بہت زیادہ ہو آؤ ایسا کیا جیسے مدت کا پانی ہٹا اسٹرا یا کسی نہر میں بند تھا اسکو کاٹ کے نہر سے نکال دیا اور نہر کو پاک کر لیا اور دوسری قسم کا پانی طاہر مہر نہر میں جاری کیا یا جیسے کسی نے پیکان کھایا اور پوست چیر کے پیکان نکال ڈالا اور بے کھلے ہو گیا اور اس زخم کے اوپر تازہ چمڑہ دوڑایا یا قلعہ کہ مثل جسم کے یہ بھی ہو چٹن سے جو نفس امارہ ہو چھین لیا اور دیران کر کے سیکڑوں برج اور سیدین بنا ئیں اور زینت و مہنہ جلی بخشی آن سب اشعار میں قلعہ و نہر وغیرہ سب سے مراد وجود ہو اور پاک کرنا و دیران کرنا مقام فنا اور آباد و مہمور کرنا مہمور بقا سے ہر اختلاف شارح اوردو نے شاہ جان سے بمعنی حاکم جان مراد اللہ تعالیٰ سے لی ہو میری سمجھ میں شاہ جان باصاف بیانی جان کہ حضرت رب العزت نے عشق و معرہ کا اس سے خلق رکھا ہو نہ خود اسکی ذات پاک قبولہ کار بچون راکہ کیفیت نہد ہا این کہ گفتیم ہم ضرورت می دہد ہا کہ چینین بناید و گہ صدائین ہا جز کہ حیرانی نباشد کار دین ہا کا ملان کمر تحقیق آگہ اند ہا بخود و حیران و مست و والہ اند ہا نے چینین حیران کہ لپشتش سوے اوست ہا بل چینین حیران کہ غرق و مست و دست ہا المعنی بچون وہ کہ جسمین کیف و کم کو دخل نہمو کہ وہ ذات پاک باری عزاسمہ کی ہو یعنی وہ بچون کہ جو کیسا اور کتنا اور کیونکر ان سب عوارض سے پاک و منزہ ہو اسکی کیفیت کوئی کیا بیان کر سکے کہ کو کیفیت ہی نہیں رکھتا اور یہ جو ہیں کہ رہا ہوں کہ وہ بچون یہ بھی بنظر ایک ضرورت کے ہو اسواسطے کہ ہمیں بھی ایک قید ہو اور وہ مطلق بے قید جیسا کہ جامی نے فرمایا ہے یکے ماند آنہم از قید یکے پاک ہا کبھی تو بنظر ذات ایسا معلوم ہوتا ہو کہ بچون و بچگون ہو نہ کیفیت رکھتا ہو نہ کیفیت اور کبھی بنظر صفات اسکی ضد سمجھ میں آتا ہو کہ اسی کی صفات سے سارے ہون و چند موجود ہوے ہیں اور اپنی اپنی صفات رکھتے ہیں اور صفات خود کیفیت ہو جیسا مولانا جامی نے کہا شعر حقیقت را بہر دوری تلور سے مست ہا زائمش در جہان افتادہ شور سے مست ہا پھر دین کے مولیٰ نے مین ہوا سے حیرانی کے اور کیا ہو کس پر کوئی عقیت گرین ہو اور کامل ہو گستر یہ بھید تحقیق کا کھلا ہوا آئینا ہے حال کہ وہ بخود اوست در پوہانے ہو رہے ہیں کچھ بیان نہیں کرتے ایسے استغراق میں غرق ہیں کلمہ میں عورت رہے فقہ کل لسانہ شعر اخیر دفع ہو اس دخل کا کہ جب وہ خود حیران و بخود ہیں تو اس سے واقعہ و آگاہ کیا ہوں گے لہذا فرمایا ایسے بہت نہیں کہ لپشت آئی اسکی طرہ ہو بندہ و در ظہور ہم کے جو غافل ہو کے پس لپشت پہنکا ہو بلکہ ایسے حیران کہ اسی کی صورت کے

حیران و مست اور اسی کے خیال اور دھیان میں غرق شعر شب و روز در بند سودا و سوز بندہ نماند زاشت فکلی شب و روز بے
 الخلاف شارح فارسی اور نگار دو دونوں نے پہلے شعر اور دوسرے شعر کے معنی لکھے ہیں اور میں نے بھی اب تاظرین شرحوں
 سے دیکھیں ایسے ہی دوسرے شعر کے اور تیسرے شعر شرح فارسی میں نہیں ہے مگر ہونا ضرور چاہیے اور چونکہ شعر کے بھی معنی ملاحظہ
 فرمائیں اور آخر مصرع دونوں شرحوں میں سب مل جاتے ہیں حیران و مست و غرق و دوست بلکہ میری دانست میں بعد
 حیران کے کاف ہونا چاہیے تا مفسر مصرع کے تمام ہوں و نہ تمام ہیں چنانچہ شرح اردو میں ایک نسخہ ماسٹ پر لکھا ہے غ
 بل حسین حیران کہ رودر روے دوست بل جگو ہی نسخہ پسند ہے اگر سبیل سے اصرار کر لیتا تو اپنی کتاب کے متن میں ہی کو
 لکھتا اور سب سے اغراض کرتا کہ بے تکلف ہے اور باصنعت قولہ آن کیے را روے او شد سوے دوست یا دین کے
 را روے او خود روے دوست یا روے ہر یک مینگر میدار پاس بلو کہ گردی تو ز خدمت بوشناس بدین داناعباد
 این بود فتح ابواب سعادت این بود بلو کہ میں نے و آخر یہ کہ تمام اہل اسلام دوست سے موصوف ہیں ایک
 بصفت عقیدت ہم از دوست کہ یہ اہل شریعت ہیں دوم بصفت ہم از دوست کہ یہ ارباب عشق ہیں پس مولانا رہنما عبادت
 انکے فرماتے ہیں کہ ایک تو وہ ہیں جنکا رونا کی طرف ہر لئے متوجہ دوسرے وہ کہ وہ خود ہی ہیں جیسے منصرف جنہوں نے
 انا الحق کیا یا با نیر بدست جامی جنکا قول ہے شعانی نا اعظم شانی یا حضرت جنید بغدادی جو یسین فی حبیبہ سوسے اللہ
 کہتے تھے اب جگو چاہیے کہ مجھ پر ہوا دونوں کا مجھ تک اور پاس انھاس میں مشغول رہتا دیدان کی خدمت کی طفیل و
 برکت سے تو بھی بوشناس شیر مردوں کا ہو جائے اور یہ جان لے کہ مردوں کا دیکھت عبادت ہے جیسا کہ کہا ہے زیارت
 مردان کفارت گناہ اور بھی دیکھنا انکا فتوح و کشود ابواب سعادت کا ہے نیے اس شخص کے سامنے دروازے سعادت
 کے کھل جاتے ہیں جو انکو دیکھتا ہے و فی الحمد یث من زار عالمًا فقد زارنی ومن زارنی فقد زار اللہ و اناسے مراد
 عالم و نیز عاشق کہ یہ دیوانے ہو خیار ہوتے ہیں اور جو مولانا نے عبادت میں اور رسالت میں لکھ کر اشارہ کیا کہ جو ہم
 اشارہ پر مقدم کیا ہے حصر منظور ہے کہ عبادت و سعادت خاص میں ہے الخلاف شارح اردو کا ترجمہ اس ایک کاٹھ دوست
 کی طرف ہے اور اس ایک کاٹھ پر ہے کھ کی طرف ہے اس کے معنی طور ماطویل الذیل جن کی خوبی ترجمہ ہی بتا رہا ہے

بیان فرق درمیان محقق و مدعی و مطبل و محق

قولہ چون بسے ابلیس آدم و سوسے بہت ہے پس بہر دستے نشاید داد و دست بلو کہ صیا و آور و باغک صغیر ہے تا فرید
 مرغ را آن مرغ گیر و بشنود آن مرغ باغک جنس خویش بلو کہ ہوا آید بیا یدام پیش و حوت درویشان بندہ و مردودوں بلو
 تا بخواند بر سبھی زبان فسون بلو کہ مردان روشنی و گرمیست بلو کہ دونان حیلہ و بے شرمیست بلو کہ المعنی خرقہ ہے عین و مخاطب
 ہوشیار ہو جائے اور گوش و آن سے سن رکھ کہ عالم میں بہت ابلیس آدم صورت ہیں کہ صورت انسانی میں کام ابلیس کا کرتے
 ہیں بلو کہ عین کا ہر چیز میں ہر کسی کے اندر ہیں بلو کہ دینا اور بعیت کرنا ہمیں چاہیے کہ ہجر ہے را ہی سکھادینا

حاصل ہوگا خیال کر دیکھ تو صیاد مرغ پھانسنے کے واسطے کیسی آواز لگاتا ہے کہ ہو ہو وہی مرغ بولتا ہو جسکے اجناس کو
 بکڑا چاہتا ہے کہ وہ آواز اپنے بھجنس کی سمجھ کر بے تامل آ پھنستا ہے عجیب بات ہے کہ وہ مرغ تو اپنے بھجنس کی بانگ سنکر
 ہوا سے اترتا ہے اور یہاں جال اسکو پیش آجاتا ہے یہ ابلیس بھی کالمون کی سی آواز کر کے کہ کبھی نعرے مارنے لگے
 کبھی آہیں کبھی ٹھنڈی سانسین لینے لگے ان صورتوں سے لوگوں کو دام فریب میں پھانستے ہیں اور فقیروں کی
 باتیں چراتے ہیں تاکسی بچارے سیدھے سادے سلیم المزاج پران باتوں کا افسون پھونکیں اور دیوانہ اپنا
 بتائیں یہ سب مکر و فریب کی باتیں ہیں اور ان کا جو اس راہ کے مرد ہیں یہ کام ہے کہ ان سے قلب میں روشنی و
 گرمی پیدا ہوتی ہے اور ان ناچیزوں سے بجز مکر و حیلہ اور بے شرمی کے کچھ ظاہر نہیں ہوتا سلیم کے لیے افسون
 کیا لطف ہے کہ ناگزیر یہ کو بھی کہتے ہیں قولہ شیر نشین از برائے گد کند بوسیلہ راقب احمد کند بوسیلہ راقب
 کذاب ماند بوسیلہ محمد زاولا الباب ماند بوسیلہ شراب حق ختامش مشکناں بوسیلہ باوہ راحتمش بود گند و عذاب بوسیلہ
 گد یعنی گد یہ بھیک مانگنا بوسیلہ اور بوسیلہ نام ایک شخص کا ہے جس نے مجھ کو شاد دعوت نبوت کا زمانہ آنحضرت
 میں کیا اور تصغیران تینوں لفظوں میں تحقیر کی ہے اور ایسے ہی تائیت احمد نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کذاب بغایت دروغون
 آو لالہ باب صاحبان عقل اس واسطے کہ او بومعنی صاحبان اور الالباب حج لب بمعنی عقل و خرد ختام کبر موم بالاکھ
 جس پر ہر لگا کے بند کرین گند بوسے بد اور ہندی میں مہاسے مخلوطا التلظظ مطلق بوسے سبب سے عطار کو گندھی
 کہتے ہیں پہلے شعر میں تفسیر حیلہ اور بے شرمی کی ہے کہ وہی ابلیس آدم رحاس سلیم کو شیر نشین لینے کمال کا باگہ بناتا
 ہے بھیک مانگنے کو اور درحقیقت ہے بوسیلہ اور اسکا نام احمد رکھتا ہے بیٹھے مثل احمد کے دعویٰ نبوت کا کرتا ہے لیکن کیا
 ہوتا ہے بوسیلہ کاتب آخر کذاب ہی رہا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب اولوالالباب آو لالہ باب میں دونوں لفظ جمع کے
 بنظر غایت درغایت عقل و فطانت آنحضرت کے ہیں اور بوسیلہ میں تصغیر و تائیت بنابر مبالغہ تحقیر حضرت محمد ایک شراب حق
 ہیں جس شراب کا ختامہ مشک کا ہے کچھ خیال کر دے اس شراب کی بوسے خوش کو اور واقعی جب سے اس شراب کا ختامہ کھولا
 گیا ہے سارا عالم اسکی خوشبو سے معطر و مطیب ہے اور ایسے ہی ابد تک رہے گا اور بوسیلہ کی شراب کی مہر گند و عذاب جسے وہ کھولی
 گئی تمام جہان اسکی بد بو سے گند و عذاب میں پڑا اور سب ناک بھون سمیٹے رہے اور اب تک سمیٹتے ہیں
 داستان پادشاہ موسایون کی کہ بسبب تعصب مذہب کے عیسائیوں کو مارتا تھا و حکایت
 آمین استاد و شاگرد کی

قولہ بود شاہی در جہود ان ظلم ساز دشمن عیسے و نصرانی گداز بے عہد عیسے بود نبوت آن او بے جان موسیٰ او موسے
 جان او بے شاہ ۱۰ حول کر و در راہ خدا بے آن دو دلساز خدا بے زاجدا بے المعنی جہود و مفسر یہود قوم نبوی نصرانی عیسائی
 اسواسطے کہ حضرت عیسیٰ کے ناموں سے ایک نام انکا نام صریح ہے اس لیے کہ ناصر نام قریہ کا ہے جو ان کا مولد تھا

آن وقت احوال بفتح و دین مولانا فرماتے ہیں کہ موسائیون میں ایک بادشاہ ظالم تھا دشمن عیسائیوں کا اور ان کا شہنشاہ
 آذرہ زمانہ حضرت عیسیٰ کا تھا اور اُنکے وقت کی باری تھی اور واقعی تھا یہ کہ موسیٰ عیسیٰ کی جان اور عیسیٰ موسیٰ کی جان
 دونوں بنی برحق اس کیمت نے کہ خدا کی راہ میں احوال تھا اُنکو جدا جدا کچھ رکھا تھا وہ دونوں دمساز خدا کے تھے
 قولہ گفت استاد احوال سے راکہ نرا ہر و ہر دن آرا و ذوق آن شیشہ را چون درون خانہ احوال رفت زود ہیشہ پیش
 چشم او دینود گفت احوال زان دو شیشہ کلام پیش تو آرم کن شرعے تمام ہا المعنی ذوق بضم و کسر و فتح خانہ و مجلس
 یہ حکایت تمثیل اس بادشاہ کی احوالیت پر ایراد فرمائی ہر جیسا کہ کہتے ہیں ایک استاد نے ایک احوال سے کہا کہ
 یہاں آ اور گھر میں سے وہ شیشہ آ وہ فوراً گھر کے اندر گیا اور ایک شیشہ کے اسکو د معلوم ہے تب احوال
 نے استاد سے کہا ان دونوں سے کونسا لون کچھ بتا بھی تو دے قولہ گفت استاد ان دو شیشہ نیست رو ہا احوالی بگزارو
 افزون میں مشو ہ گفت احوال اس امر طعنہ مزن ہ گفت استازان دو یک را بر شکن ہ چون یکے شکست ہر دو ششہ چشم ہ
 مرد احوال گرد و از میلان ششم ہ شیشہ یک بود و شیشہ دوم بود ہ چون شکست او شیشہ را دیگر نمود ہا المعنی استاد
 بالضم مخفف استاد میلان جھکنا اور خواہش طبیعت تھے استاد نے کہا کہ وہ دو شیشہ نہیں ہیں جا ڈھیر اپن چھوڑ ایک
 کو دیت دیکھ وہ بولا احوال استاد مجھ طعنہ مت کر استاد نے کہا دونوں میں سے ایک کو توڑ ڈال جا اس نے
 ایک کو توڑا و دونوں آٹکے کے ملنے نہیں رہے دوسرا مصرع قول مولانا را کہ ہر کہ آدمی خواہش طبیعت اور غصہ سے
 بھی احوال ہو جا تا ہر کہ اپنے عادات و اعمال میں افزونی چاہتا ہر جیسے شیشہ ایک تھا اسکی آٹکے میں وہ معلوم ہوا
 جب توڑ دیا پھر کچھ نہیں تھا اختلاف شرح آمد دین استاد و ادب و ادب اور بجائے ردا و غلط ہر ایسے ہی احوال
 گرد کی جگہ احوال کو جبکہ نسخہ کی طرح لکھا ہر عجب مال ہر غلط متن صحیح نسخہ اور شعرا فر کے معنی اٹھا رہ صفوں پر
 گویا ایک چھوٹا سا رسالہ بحر العلوم نے کچھ مختصر مختصر کے قولہ ختم و شہوت مرد و احوال کند ہا زباستقامت روح ہا
 مبدل کند ہ چون غرض آمد ہنر پوشیدہ شد ہا صد جاب از دل بسوے دیدہ شد ہا چون دہد قاضی بدل ثبوت قرار ہا
 کہ شہنا سدا ظالم از مظلوم نار ہا المعنی غرض بختین و عدا و عجب ہن و نشا نہ و مطلب و مقصود و حاجت او پر جو سہرما یا
 ہر مرد احوال گرد و احوال اسی کے موافق فرماتے ہیں کہ ختم و شہوت جو خواہش نفسانی ہر آدمی کو احوال کر دیتی ہر جب
 انکا غلبہ ہوتا ہر در ہر افزونی و طغیانی کے ہو جاتے ہیں اور روح کو استقامت و راستی سے بدل دیتے ہیں بحال
 خود نہیں جھوڑتے ایسا ہی حال غرض یعنی مطلب و حاجت کا ہر جب یہ کسی قسم کی پیدا ہوتی ہر سارے ہنر و عجب طبع نے
 ہیں جتنی باتیں عقل و شرع کی ہیں سب ہنر میں سب کی طرف سے سیکرٹون پر دے دل کے آٹکھن پر ہر ہا
 ہیں عین حاکمی کو جب دل میں رشوت ٹھان سے بھڑکالم اور مظلوم زار سے کب پچانے او کیسے
 جاسے ایسا ہی حال اہل غرض کے دل کا ہوتا ہر کہ حصول غرض میں دیوانہ بن جا تا ہر قولہ شہنا

حقہ جو داندہ جہان ہا گشت احوال کا لامان یا رب امان ہر صد ہزاران مومن مظلوم کشت ہر کہ پناہ ہم دین موسے را و پشت ہا
المعنی حقہ بالکسر کینہ و بغض یہ دونوں شعر فیجہ ایراد حکایت احوال کے ہیں کہ پادشاہ بغض و کینہہ جو داندہ سے ایسا احوال
ہو گیا کہ الامان الامان خدا کی پناہ لاکھوں مومن مظلوم امتی حضرت عیسیٰ کے مار ڈالے اور کہتا تھا کہ میں دین موسے کا
پشت پناہ ہوں اور دراصل جو بظاہر تھا جو دین موسیٰ کا وہی عیسیٰ کا دراصل دونوں ایک تھے یہ احوالی سے دو دیکھتا تھا

حکایت وزیر پادشاہ اور اس کے مکر کی تفریق ترسیا یونین

قولہ او وزیر سے داشت رہزن عشرہ وہ کہ کو بر آب از مکر برستی گرہ ہا گفت ترسیا یان پناہ جان کنند ہا دین خود را از
ملک پنهان کنند ہا بالک گفت ام شہ اسرار جو ہا کم کش ایشان را دوست از خون لشہر ہا کم کش ایشان را کہ کشتن
سو نیست ہا دین نثار و بوسے مشک و عود نیست ہا سر نہان ست اندر صد غلات ہا ظاہر ہا پشت باطن برفات ہا
المعنی عشرہ بالکسر ناز و قریب ترسا نصارے و آتش پرست فرماتے ہیں کہ اسی پادشاہ نصرانی کش کا ایک وزیر تھا
بڑا راہ مار فریبی کہ پانی میں گرہ لگاتا تھا جو غیر ممکن ہو اُس نے پادشاہ سے کہا کہ اے پادشاہ یہ نصرانی ہی جان تجھ سے بچا دینگے
اور دین چھپائیں گے تو تو بڑا اسرار جو ہو اس راز کو نہیں سمجھتا انکو کیون قتل کرنا ہر ان کے خون سے ہاتھ دھو ڈال اے بت
کہ کچھ فائدہ اٹکے قتل میں نہیں ہو سیکے کہ دین مشک عود تو نہیں سکی خوشبو خود بخود پھیلے اور فاش ہو یہ تو ایک سو غلات کا
چھپا ہوا ہے یہ کہ ظاہر اسکا تیرے ساتھ ہو اور باطن غلات پر تیری مرضی موافق تیرا دین ظاہر کریں گے اور غیبہ باطن
کا جو پردہ ہو قولہ شاہ گفتش پس بگو تدبیر چیست ہا چارہ این کرد این تدبیر چیست ہا تا ناکند در بہان نصرانی ہا
فر ہویدا دین و فر پنهانی ہا گفت اے شاہ گوش و دستم را برہ ہا بنیم بشکاف و لب از کم مر ہا بعد از ان در زیر دارا و در مان
تا بجز اہدیک شفاعت گرما ہا بر منادی گا کن این کار تو ہا بر سر را ہے کہ باشد چار سو ہا انگم از خود بران تا شہر دور ہا
نادار اندازم در ایشان صد تیر ہا المعنی تر بضم یعنی تلخ تر ویر مکر و فریب اور جو نہٹ بنانا خواہد اے سوال کند فتور یعنی نہٹ
ہونا اور سستی یعنی وزیر کی گفتگو سننے پادشاہ نے اس سے پوچھا کہ بنا اسکی تدبیر کیا ہو اور اس مکر و فریب چل جانے کا
علان کیا ہو مین تو ایسا چاہتا ہوں کہ جہاں میں نصرانی کا نام نہ رہے اور یہ دین بالکل مٹ جائے نہ ظاہر رہے
نہ پوشیدہ نہ اُس نے کہا اے پادشاہ میرے کان اور ہاتھ کاٹ ڈال اور ناک و ہونٹ بھی چیر دے اور ہر کسی کی زبان
حکم کے ساتھ سوئی کے نیچے گھجھو اور کوئی شفاعت گر مقرر کر کہ وہ مجھو تجھ سے مالک بے سولی نہوئے دے
اور یہ سب باتیں چورا ہو اور منادی گا ہر عمل میں لا تا ہر کوئی دیکھے جانے تم ایچہ مجھو ہنچے پاس سے نکال کے دو سی
شہر میں بھینک دے پھر دیکھ کیسے فتور میں آئیں ڈالتا ہوں کہ سب دے ہی جو امین اختلاف صاحب بحر العلوم میرے
شخص کے میرے مسمیٰ میں لکھتے ہیں میرے نزدیک کہ میرے ہاتھ و پیر و دین سے اور میرا ہر امر
یا میرے ہاتھ و پیر و دین سے اور میرا ہر امر

وز جو دان از جو دی رستم ایم ہ تا بز نارین میان را بستہ ایم ہ و در دوری سیست از مردمان ہ بشنوید اسرار کشید
 بجان ہ چون شمارندم امین و مقتدا ہ سرنہندم جملہ جویندا ہ ابتدا ہ المعنی دوسرا گفت حاصل مصدر ہر بمعنی گفتار
 نان و روغن چکنی چڑی باتین نیک نیک از نہایت خوب آمین امانت دار مقتدا پیشوا ہ ابتدا ہدایت یافتن یہ اشعار
 بھی تملہ متولات وزیر سے ہن پیش پادشاہ یعنی عیسائیوں میں جا کر یہ کہوں گا کہ جو کچھ میں نے کہا سب میں بادشاہ نے
 مجھ کو مستم کیا اور کہا کہ تیری باتیں روغن کی نان ہیں نہایت چکنی چڑی انکو میں نہیں سنتا ماننا میرے دل سے
 تیرے دل تک ایک روزن ہو اس روزن سے میں خود تیرے دل ہی کا حال دیکھتا ہوں اور جب حال دیکھتا ہوں
 تو قال کیوں سنون حال کے سامنے قال کی کیا اصل ہر اور بڑی بات تو یہ ہوتی کہ جان جیسے سپر می چار ہر گہرونی
 اس نے مجھ کو بتایا ورنہ جو دو دن کی طرح مجھ کو بادشاہ پارہ پارہ کرنا مگر میں بھی عیسیٰ پر خدا ہوں ان کے لیے جان بھی
 کھوتا سر بھی دیتا باوصف اسکے احسان اسکا اپنی جان پر رکھتا کہ میری شجہ خوش کنی تھی کہ ان کے پیچھے جان
 دی اور سر کھویا مجھ کو عیسیٰ کے پیچھے جان دینا کچھ دریغ نہیں لیکن میں ان کے علم و دین سے بہت ہی بہت وقعت
 ہوں اسکا حیف آتا ہوں کہ یہ دین پاک دین ہے رجا بیگا اور جاہلون میں پڑ کے تباہ ہو جائیگا اور میں اس بات میں
 کہ اس دین حق کا رہنا ہوا ہوں اور یہ خدمت مجھ کو عطا ہوئی ہر یزدان کا بھی مشکر گزار ہوں اور عیسیٰ کا بھی اور
 جو دو دن سے بذریعہ جو دی اپنے جو دین کے چھوٹا ہوں جب سے زار میں نے اس مکر پر باندھا ہوں مگر دور دور
 عیسیٰ کا ہر آری لوگو عیسیٰ کے دین کی باتیں جان و دل سے سنو اب کہتا ہوں کہ جب میں یہ باتیں ان سے کروں گا تو وہ
 مجھ کو بنا امین و مقتدا جانینگے اور سب میرے سامنے سر جھکا میں گے اور طالب ہدایت کے ہونے الخلاف پہلے شروع میں
 حضرت بحر العلوم لکھتے ہیں کہ بادشاہ نے کہا کہ سخن تیرا بظاہر مثل نان کے ہوا اور باطن مثل سوزن تیری تلے کی
 سانس تلے اوپر کی اوپر رہی اور حیرت میں ڈوب گیا کہ بحر العلوم اور بکاے گریہ سپیوں کے کیرے کہاں ہیں
 جو بادب دریافت کرتا کہ اگر حضرت ذرا بظاہر مثل نان اور باطن مثل سوزن کے مجھ کو معنی تو بجا دو اور دوسرے
 مصرع کے معنی بادشاہ وزیر و دونوں کافر تھے و دونوں میں مناسبت باطنی تھی پس وزیر کے دل سے بادشاہ کے
 دل تک روزن کہ شیطا طین الانس وحی کرتے ہیں اپنے دوستوں کو مثل شیطا طین جن کے یہ معنی بھی مجھ کو ایسے ہی معلوم
 ہوتے ہیں جیسے کہ خشتین و شمشیر معاویہ کی دو لڑکیوں کے نام تھے اور مصرع بزبان حال گو یا ع زمین معنی لایعنی درمن
 اثر سے نیست ہ قولہ راند اور اجانب انرا نیان ہ کرد و دعوت شروع بعد از ان ہ چون چنان و پند ترسیان
 زار ہ پیشہ نذر نعم او شکبار ہ حال عالم انجینست از سپر ہ از حد میخیزد اینا سر بسر ہ المعنی دعوت کی کو واسطے
 ہدایت مذہب یا تناول طعام کے بلاتا فرماتے ہیں کہ بادشاہ نے وزیر کی راے پر عمل کر کے اسکو نصرا ہوں
 کی طرف نکال دیا اسنے نکال دیتے ہی دعوت شروع کی جب ترسیا ہوں نے اسکا ایسا حال زار و بدو کیا تو اسکو

غم میں اشکبار ہوتے تھے اور ترس کھاتے تھے مابعد کا شعر مقولہ مولانا رکھ کر کہ اگر سپر ذرا غور و خیال تو کر ایسا حال جہاں کا ہو اور
حد سے بالکل سب باتیں پیدا ہوتی ہیں دیکھ تو اس وزیر نے کیسا بد حال اپنا کر یا بالکل اصل اسکی حد تھا

جمع ہونا نصرانیوں کا وزیر کے پاس اور بھید کننا اسکا اُسے

قولہ صدر ہزاران مرد ترسا سوے اوہ اندک اندک جمع شد در کوے اوہ او بیان میگرد با ایشان براز پر سر انگلیوں
وزنار و نمازہ او بیان میگرد با ایشان فصیح پد اگماز اقوال و افعال مسیح پد او بظاہر و اعظا احکام بود پد یک در باطن
صغیر و دام بود پد المعنی انگلیوں بالفح و کاف فارسی مفتوح و واد معرفت انجیل کتاب عیسی علیہ السلام یعنی جب اسنے
دعوت شروع کی کہ لاٹھون عیسائی اسکی طرف رجوع ہوے اور تھوڑے تھوڑے کر کے اسکی گلی میں جمع ہوے
یہ ان سے بھید اور باریکیاں انجیل وزنار و نماز کی بیان کرتا تھا اور فیضاحت زبان حضرت مسیح کے اقوال و افعال کا ہمیشہ
مداح و ثنا خوان رہتا دیکھو بظاہر تو یہ واعظ احکام کا تھا اور باطن میں وہ سب فصاحت و امان اور کتاب صغیر و دام
تھا قولہ ہر این معنی صحابہ از رسول پد ملتس بودند مگر نفس غول پد کوچہ آمیز ذرا غرض نہان پد در عبادت و نماز و در
اخلاص جان پد فضل ظاہر را بختندی از و پد عیب باطن را بختندی از و پد موبو و ذرہ ذرہ مگر نفس پد
میشا سید ند بوسے گل کرفس پد المعنی ملتس التماس سے پوچھنا عربی میں دونوں مساوی کے سوال کو التماس
کہتے ہیں فارسی میں ادنیٰ کے سوال کو اعلیٰ کے ساتھ غول پد او معرفت دیو یا جن بیابانی کہ آدمیوں کو بہکا تا بھٹکانا
اگر کرفس لختتین و سکون فاجہود و لاتی کہ ناخوش و تیز لو ہوتا ہو تا یہ اشعار مولانا رکھ کر کے مقولات سے ہیں یعنی ایسے ہی
دھوکوں فریبوں پر خیال کر کے حضرات صحابہ آنحضرت سے پوچھتے رہتے تھے مگر اور دھوکے نفس غول کے کہ وہ
کیا غرض نہان سے ہیں جو عبادتوں اور اخلاص جان میں یہ غول ملا کے خراب کر دیتا ہو اور عادت پسندیدہ
صحابہ کی ہمیشہ میں تھی کہ فضل اعمال ظاہری کی طلب تلاش اُن سے نہیں کرتے تھے باطن کے حبیبوں کی بہت
ڈھونڈھ ڈھانڈھ رکھتے تھے اس سبب سے بال بال اور ذرہ ذرہ مگر نفس کو بچاتے تھے مثل بوسے گل اور کرفس
کے یعنی اخلاص اور مگر نفس کو خوب جانتے تھے اختلاف بحر العلوم میں ہر سمشا سید ند چون گل اند کرفس پد
اور بختند بختند کے اثبات و نفی کا جھگڑا اور فضل و عیب کا بہت سا اختلاف لکھا ہے جن نے توجہ ملحوظ اچھا معلوم
ہوا اپنی کتاب میں لکھ دیا میں مقلد کسی کا نہیں ہوں قولہ گفت زان فیضی خلیفہ با حسن پد تابدان شد و عطا و تذکرش جن پد
موشگان صحابہ جلیہ شان پد خیرہ گشتندی در ان و عطا و بیان پد المعنی خلیفہ بضم حاء فتح ذال پر وزن خدیجہ
نام صحابی کہ واقع اسرار رسول مقبول کے تھے حسن لختتین خوب و نیکو و نام امام ابن علی رضی اللہ عنہ و نیز حسن بصری
تذکرہ یاد دلا نا مطلب ان دونوں شعروں کا یہ ہو کہ وہ جو عیب نفس کے ڈھونڈھتے تھے انہیں سے ایک خلیفہ
تھے کہ ہمیشہ آنحضرت سے نفس کے عیب ہی دریافت کرتے تھے اور کچھ خیر و برکت اساطیر فیض کتاب کے لیے چھپنے

پایا تھا کہ انکا وعظ و بیان حسن ہو گیا تھا اگر خوب و نیکو اور آسا خوب و نیکو کہ بڑے بڑے صحابہ موشگاف ان کے وعظ و بیان سے خیر ان و محبوب ہوتے تھے اب میں کہتا ہوں کہ میں نے جو پہلے مصرع میں بخت بندے بصیغہ منفی اور دوسرے میں بخت بندے بصیغہ مثبت لکھا یا ہر انشاء اللہ یہی ٹھیک پڑے گا اور یہی سیاق کلام سے مربوط ہو گا حضرت بحر العلوم جو یا ہین و گھین

مناہوت نصاریٰ کی وزیر جہود کے ساتھ

قولہ دل بردارندہ تسلان تمام ہر خود چہ باشد قوت تقلید عام ہر در درون سینہ ہر ش کا شتند ہر نائب عیش و شے پنداشتند ہر او سپرد حال بیک چشم لعین ہر اے خدا فریاد رس نعم المین ہر صدر ہر ان دام و دانہ است ای خدا ہر ماچو مرغان حریص بنوا ہر دمیدم پالستہ دام تویم ہر ہر یکے گر باز و سیر غے شویم ہر میر ہانی ہر دے مارا و باز ہر سوے داسے سرویم اے بے نیاز ہر المعنی دل وادون دلیر کرنا تقلید کسی کی پیروی بلا تحقیق کرنا اتم المین اچھا و گار انقض فرماتے ہیں کہ دیکھو اس تقلید عام کی قوت کہ تمام تر سالیوں کو تھوڑے ہی دنوں میں رجوع کر لائے کوئی نہیں پہچنتا تھا کہ یہ کون ہے اور برابر وڑے چلے جانے تھے اور سب نے دنوں میں اسکی محبت کا بیج بویا اور نائب عیسیٰ اسکو جانا حالانکہ یہ و حال بیک چشم لعین کا کچھ تھا نائب عیسیٰ کا کب تھا آپس مولانا یہ امر عجیب دیکھ کر دعا کرتے ہیں کہ ای خدا ہماری فریاد رس کر کہ اگر اچھا و گار ہے اور ایسے فریبوں سے ہلکے بچا کر خدا یا لاکھون دام و دانے یعنی معاملات و واقعات دنیوی ایسے ہیں جو ہمارے پھنس جانے کی صورت ہیں اور خود ہم بھی ایسے جیسے مرغ حریص اور باوجود حرص بنوا پھر پھنس جانے میں کوئی کسی ہر دمیدم مقید ایک تھے دام کے ہیں چاہے مجھے جلا جدا باز سیر غے ہی کیون نہو جائے اور تو ہی ہم کو ہر دم اس دام سے چھڑاتا ہے اور ہم پھر اسی کی طرف دوڑ دوڑ کے جاتے ہیں الخلاف بحر العلوم تقلید عام کی نسبت لکھتے ہیں کہ اسکا کچھ اعتبار نہیں کہ تقلید عام بے بصیرت ہے اسنے اس معنی میں تو میں ان کی بھی تقلید کرتا ہوں اور اپنے معنی بھی میرے نہیں جانتا مگر اس مصرع غر دمیدم پالستہ دام تویم ہر ہر یکے تویم تویم بنوں کو صحیح جانتا ہوں گو انکی شرح میں ضافت توایم لکھا ہے اسواسطے کہ اوپر مصرع میں حریص بنوا ہر اس کے مطابق یہ ہر اور متضاد بھی نہیں ہوتا کہ پالستگی اسکے دام کی بھی اور حرص و بھڑائی کی شکایت بھی کہ ماورین ابن نان گندم میگنیم ہر گندم جمع آمد گم میگنیم ہر سے نیندیشیم آخر ماہوش ہر کین خلل در گندمست از کمروش ہر مشی تا ابنان ماضوہ ز پوست ہر از نقش ابنان ماورین شدت ہر اول ایجان منع سرروش کن ہر وانکہ اندر جمع گندم جوش کن ہر المعنی ابنان پوست و باغیت کردہ و زنبیل و مشکیرہ حقرہ سوراخ و خاک فلک کشادگی و رخصت تھا ہی کار فن بخت بندہ و اوستی یہ اشعار بھی تھیں مبین مقالات صدر عیوب نہائی نفس میں ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ مثلاً ہمتو بدانت خود اپنے ابنان دل میں گندم مجھ میں جو مراد مال صالح سے ہے ہر اور وہ شامت نفس شوم سے خالی اظلام حضور سے ہیں

تو کیا جمع کرنا کیا معنی انکا کم کرنا اور کھونا ہے پس حج آمدہ کب ہین گم کردہ ہین جیسا کہ سعدی رہنے بھی فرمایا ہر شعر
عبادت باخلاص نیت نکوست و اگر نہ چہ آید زہمغیر نکوست و اور حال یہ کہ ہم سوچے نہیں کہ ہمارے گندم میں خرابی
و تباہی کیوں ہے آخر جب ہوش سے غور کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلل مکر موش نفس سے ہوا ہے خفیہ فیہ سرنگ
ہمارے ابنان تک لگائی ہو اور اسکے داؤد و چھ سے وہ تباہ و ویران ہوا ہے پس اگر جان فافل میری اول تو اس موش
کے شر کو دفع کرے پھر گندم جمع کرنے کا جوش و ولولہ دل میں پیدا کرے تیرا حج آمدہ محفوظ رہے گا اور رہا من و امان
تجلی طیفان لعل شفق ذرۃ خیزا یرہ الخلاف شہر بحر العلوم میں ان اشعار کو موعرا چھوڑا ہے اور پہلے شعر
میں ابنارہ کبائے ابنان اور تیسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں پھر ابنارہ اور اسی شعر کے پہلے مصرعے میں ابنان میری
دانست میں سب جگہ ابنان ہونا چاہیے تا مطابقت بھی ہو اور مناسبت موش و ابنان اور حفرہ کی بھی ہو قولہ لشیئو
از اخبار آن صدر صدور و لاصلوۃ تم الایا لخصور و اگر گوشے دزد و در ابنان ماست و گندم اعمال چل سالہ کجاست و
رینہ رینہ صدق ہر روزہ چرا پنج می ناید و رین ابنان ما و پس ستارہ آتش از آہن جمید و دین دل شوریدہ
بذرفت و کشید و یک در ظلمت یکے دزد نہان و بے مند انگشت بر استارگان و بے کشتہ ستارگان و
یک بیک و تانیغ و زوچراغے بر فلک و چون عنایات شود با ما مقیم و بے کے بودیجے ازان دزد لشیئو و اگر
ہزاران دام ہا شہر قدم و چون تو بامانی نباشد بیچ نم و المعنی اخبار حج خبر بخنے حدیث صدر صدور بالانشین
بالانشینان دوسرے مصرعے کے معنی نماز تمام نہیں ہوتی ہے مگر ساتھ حضور کے ساتھ شمس قہما سے رنگین کہ سقوط
منازل پر بناتے ہین استارگان میں العت زائدہ ہے یہ اشعار بھی ٹوٹے اسی بات کے ہیں کہ بے اخلاص و بے حضور
کوئی طاعت و عبادت کامل نہیں ہوتی چنانچہ فرمایا حضرت صدر صدور علیہ السلام نے کہ نماز کامل نہیں
ہوتی مگر حضور قلب سے و اسی حدیث پر تو کان لگا اور گوش دل سے سن مولانا جہ نے قلب بیاس قافیہ
و حفظ وزن کے مذکور نہیں فرمایا پس معلوم ہوا کہ یہی موش نفس چوری ہمارے ابنان کی کر رہا ہے اور ہم کو بے غلامی
و بے حضور میں ڈال کے اپنا کام کرتا ہے ورنہ گندم اعمال چالیس برس کے کمان ہین جو کہین نظر نہیں آتے
اگر یہ بچہ انہیں تو کیا سبب ہو کہ رینہ رینہ صدق کا بھی ہر روزہ ہمارے ابنان میں حج نہیں ہوتا ستارہ کا لفظ
جنس ہے تلیل و کثیر سب کو شامل یعنی مجدد ستارے آتش کے ہمارے آہن دل سے آڑے جیسا کہ معلوم
ہو کہ جب لوہا بھٹی سے سج ہو کے نکلتا ہے اس سے چنگاریاں مثل ستاروں کے اڑتی ہین کہ مراد اس سے
ریاضات مشاققہ ہے اور دل شوریدہ نے قبول کر لین اور مخاطبین لیکن کیا ہوتا ہے اس سبب سے کہ ظلمت و رونا
میں یہ دزد نہان نفس کا جو لگا ہوا ہے ان ستاروں پر لگی رکھ رکھ کے ایک ایک کو بجلا رہا ہے مثل چو کے کہ جب
چو کے لگتا ہے تو چو کے جلتا ہے چو کے لگتی رکھ کے بجلا دیتا ہے ایسے ہی یہ بھی بجلا رہا ہے تاکہ کوئی چو کے نہ لگے

دل پر جو عرش اعظم کھلتا ہو روشن نمونے پائے ہاں اگر عنایتیں تیری ہمارے ساتھ مقیم ہوں تو ہم کو اس وزو لیم کا
اصلاً خوف و خطر نہیں ہم خوب جانتے ہیں کہ اگر قدم قدم پر ہمارے یہ ہزاروں ہی جال اور پھند لگانے جب تو
ہمارے ساتھ ہو تو ہمو کیا غم ہو یہ ہمارا کیا کر سکتا ہو اختلاف بحر العلوم میں نقطہ تحقیق و بحث پہلے شعر کی لکھی ہو کہ چند
مشکل نہیں اور شعروں کی نسبت کچھ نہیں لکھا جو لکھنے کے تھے تیسرے شعر میں بجائے ابان کے پھر انبار
اور بجائے براستارگان دراستارگان کہ موقع استعلا کا ہو نہ ظرف کا اور تانیف روز کی جگہ تاکہ نفس روز
کہ کاف محض بیکار ہو لکھا ہو

تمثیل عارف اور اس کے حال میں

قول کہ ہر شبے از دام تن ارواح را بہ میرمانی می کنی الواح را بہ میر ہند ارواح ہر شب زین قفس بہ فارغان نے
حاکم و محکوم کس بہ شب زندان بجز زندانیان بہ شب زدوت بے خبر سلطانیاں ہننے غم و اندیشہ سو
وزیان پائے خیال ابن فلان و آن فلان بہ حال عارف ابن بود بخواب ہم بہ گفت یزدان ہم رتو زین مردم بہ
خفتہ از احوال دنیا روز و شب بہ چون تسلیم در پنجہ تقلیب رب بہ آنکہ او پنجہ نہ بنید در رقم بہ فعل پسند از پنجش
از تسلیم بہ المعنی از ارواح جمع روح الواح کج لوح ہم رتو دوہ سوئے واسلے ہن مردم بصیغہ نہی رسیدن سے
تقلیب بدل دینا اور لوٹ دینا او پر جو فرمایا ہو کہ ہر قدم پر اگر ہزاروں دام ہوں تو تیرے ہوتے کیا غم ہو موافق
اسی کے فرمایا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ارواحین ہمارے دام تن میں مقید ہیں اور تو ان کو ہر شب اس دام سے رہا کرتا
ہو کہ وہ عالم رویا ہو اور جملہ الواح قوی و حواس کے ہلے نکال لیتا ہو اور یہ سب خوشحال فارغ البال اس بیخوش سے
آزاد و شاہد پھرتے ہیں اسوقت میں یہ ایسے ہوتے ہیں جیسے کوئی کسی کا حاکم نہو نہ وہ کسی کا محکوم ہو اور رات بھر
ایسے جیسے زندان سے بجز زندانی اور دولت سے بجز دولت واسلے یعنی زندان موجود ہو مگر زندانی بجز اور
دولت رکھی ہو لیکن دولت واسلے اس سے غافل نہ کچھ غم و اندیشہ سود و زیان کا نہ خیال ایس بات کا کہ یہ فلان
ہو وہ فلان یہ سب صفات ظنی الموم ارواح کی حالت خواب میں ہیں اب با پنجون شعر میں تلخیص ہو اس آیت کریمہ
تھم اصحاب کف سے جو نتیجہ اشعار صدر کا ہو و بحسب القا و ہم رتو دینے تو جانے کہ وہ جاگتے ہیں اسلئے
کہ انہیں آنکی کھلی ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں پس حال عارف کا بھی بیداری و تجو ابی میں ایسا ہی ہوتا ہو جیسے حال
اصحاب کف کا کہ دیکھنے والا سمجھتا ہو جاگتے ہیں اور مقید زندان تن کے ہیں اور وہ سوتے ہیں اور زندان
تن سے آزاد و جیسے عالم خواب میں عام لوگ ایسے ہی خدا سے تھالے نے فرمایا ہو اس سے گریز مت کرادہی کی
تائید میں فرمایا کہ وہ عارف احوال دنیا سے شب و روز خفتہ ہو ای غافل از ظلم کی طرح پنجہ تقلیب رب میں ہو وہی
کو سکڑوٹ پوٹ کرتا رہتا ہو جیسے اصحاب کف کی نسبت فرمایا و تعلیم ذات انہیں و ذوابع الشال یعنی کڑوٹ

لواتے ہیں ہم انکو داہنی طرف اور بائیں طرف اس عارف ختمہ و بیخبر کی لوٹ پوٹ اور گردش و حرکت بھی جملہ اُسی کی طرف سے ہیں ورنہ اسکا تو یہ حال بقول سعدی رحمہ شعر شب و روز در بند سودا و سوز نہ انداز آشفنگی شب و روز، اور جو پنجہ تعلیق رب کہا ہو اسکی توضیح شعر مابعد میں فرمائی ہو اور امتیاز ظاہر بین اور حقیقت بین کا بیان کیا ہو کہ ظاہر بین تو ہنگام تحریر قلم کو دیکھتا ہو کہ اسکی جنبش سے یہ فعل ظہور میں آیا اور حقیقت بین پنجہ کو کہ اسکی حرکت سے یہ رقم ظاہر ہوئی تعلیق اور تعلیم میں صنعت اشتقاق ہو اور اقتباس بھی ایسے ہی وہم و قود میں اقتباس الخلاف بحر العلوم کے اپنے معنی میں میرے میری سمجھ کے لایق اپنے

تمثیل مرد عارف و تفسیر

قولہ شمع از حال عارف و انودہ خلق را ہم خواب سے در بودہ رفت در صحراے بیچون جان شان و روح شان آسودہ و ابدان شان و فارغان از حرص و اکباب حصص و مرغ و ار از دام جستہ و زرقنس و ترک روز آخر چو با زرین سپر و ہندوے شب را بہ تیغ افگندہ سر و میل ہر جانے بسوے تن بودہ ہر تنے از روح آبستن بودہ از صفیرے باز دام اندر کشدہ جملہ را در دام در آویر کشدہ چونکہ نور صبح دم سر بر زندہ کر گس زرین گردون پر زندہ فائق الاصلح اسرافیل وارہ جملہ را در صورت آرد زان دیار و روحاے منبسط راتن کندہ ہر تنے را باز آبستن کندہ اسب جانہ را کند عاری ز زین و سر النوم خ الموت ست این و المعنی جسے بالکسر و سین بملہ مشد و منسوب بحس کسی چیز کو کسی حواس سے معلوم کرنا ابدان بالفتح جمع بدن اکباب بالکسر نگون فتادون و نگون افگندن حصص بفتح تین دوڑنا فائق الاصلح پھاڑنے والا سپیدہ صبح کا سیاہی شب سے کہ وہ خدا تعالیٰ ہو منبسط بالضم و سین مہملہ کسور کشادہ شونده و گسترده شونده مجازاً مسرور و خوشحال عاری برہنہ النوم خ الموت نیند بجانئ موت کی ہو تیغے عارف کا حال تو قابل بیان کے نہیں اس لیے کہ حواس اس کے اور اک سے عاجز ہیں مگر ایک شمع اس کے حال سے خدا تعالیٰ نے مخلوق پر بھی ظاہر کیا ہو کہ وہ خواب حسی ہو یعنی جب کو انکے حواس دریافت کر سکیں انپر طاری کی جو یہ خود و بیخبر کر دیتی ہو اور حال کا تو کچھ کنبہ ہی نہیں پس اسوقت میں جان انکی صحراے بیچون میں جان نہ کوئی مواخذہ ہو نہ محاسبہ نہ کوئی غم نہ اندیشہ پھی جاتی ہو اور وہاں وہ بھی آسودہ ہوتی ہو اور بدن بھی آسودہ چنانچہ عالم خواب سے یہ بات ظاہر اسوقت میں نہ حصر ہوتی ہو نہ سرنگون کرنا نہ دوڑنا ان سب باتوں سے بالکلیہ فارغ یعنی یہ حال کہ جیسے کوئی پرند جال اور بیخبرہ سے کھل کے فارغ البال ہو جاتا ہو آخر جب ترک روز کا کہ استعارہ آفتاب سے ہو اور طلوع اسکا نیم شب سے اعتبار کیا گیا بہر حال صبح کا ذب سپر زرین باندھ کر کہ وہ جرم آفتاب کا ہو بلحاظ تقایر فرضی میان آفتاب و جرم آفتاب ہندوے شب کا تیغ شعلے سے سرگرا دیتا ہو میل ہر جان کا تن

کی طرف اور ہر تن روح سے حاملہ ہوتا ہے اور مثل میاد کے کہ صفر کر کے پرندوں کو دام میں بلا لیتا ہے وہ بھی سب کو دام درو اور مین جوتن ہو یا یہ ہر در درونج اور اسی سے متعلق بھڑکتا ہے اور ضرور ہے کہ اس وقت سونا باگنا شروع ہو جاتا ہے کہ کبھی سو جاتا ہے کبھی جاگ جاتا ہے پھر جب نور محمد کا ظاہر ہوتا ہے جہاں نورانی بھیلی اور گرگس گردون کہ یہ بھی استعارہ آفتاب سے ہے اڑنے لگا جو مراد اسکے طلوع و نمود سے ہے فائق الاصلح یعنی خداوند تعالیٰ کہ نکالنے والا سپیدہ صبح کا شب سے ہے سب کو اسرافیل کی طرح اُس ملک سے جسکو مخرے پہنکا ہے عالم صورت میں لاتا ہے ایسا جیسے کہ اسرافیل کے دوبارہ صور بھونکنے سے سب زندہ ہو جائینگے اور زمین جو بھیلی بکھری کھلے بندوں ہوتی ہیں انکو تن کر دیتا ہے کہ تن کملانے لگتی ہیں اور ہر نیک و بد سے تن حاملہ ہو جاتا ہے جو اس سے ظہور میں آتا ہے پھر گھوڑے جانوں کے جورات بھر زین بستہ ہوتے ہیں زین سے عاری و برہنہ ہو جاتے ہیں بس ہی بھید النوم اخ الموت کا جو اختلاف پہلے شعر میں خلق را ہم متعلق پہلے مصرع سے ہے صاحب بحر العلوم نے کچھ اپنے ہی سمجھ لینے کو لکھ دیا ہے بجائے وز نقص کے در نقص اور دآم اندر کشد کے کشی اس واسطے کہ ان اشعار میں جملہ افعال غیبت میں نہ خطاب پھر یہ خطاب کیسے ہو سکے گا وراثت کا محل نہیں اور دآم و رد آو کی جگہ دآم و در وہ سب غلط لکھا ہے ایسے ہی بجائے عاری برائے مملہ غازی بغین و زائے معجمہ اور مجملہ ان اشعار کے پہلے اور تیسرے اور چوتھے اور پانچویں اور چھٹے شعر کے کچھ معنی لغت کے کچھ شعر کے لکھے ہیں باقی معرا قولہ لیک ہر آنکہ روز آید باز ہر بند برائے شان بند دراز ہر تاکہ روزش واکشد زان مرغزار ہر چراگاہ آو در در زیر بار ہر کاش چون اصحاب کف آو روح را ہر حفظ کر دے یا چو کشتی نوح را ہر تا ازین طوفان بیداری و ہوش ہر وار سیدی این ضمیر و چشم و گوش ہر بسا اصحاب کف اندر جہان ہر پہلو تو پیش تو هست این زمان ہر خار با تو یار با تو در سرود ہر چہ چشمست و برگشت ہر سودا باز دان کر چہ نیست این رو پوشما ہر ختم حق بر شہما و گو شہما المعنی مرغزار بافتح سبزہ زار ہر مرغ یعنی سبزہ و زار حرف کثرت پہلو بمعنی برابر سرود بضم اول و دوا و معروف راگ و ساز ختم بافتح مہر لیک کلمہ استدراک کا ہے واسطے دفع اُس تو ہم کے جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے اور بیان یہ تو ہم ہے کہ زین سے انکو عاری تو کرتا ہے لیکن نظر باین معنی کہ دن میں لوٹ آوین ایک قید لینی رسی کی طرح اُنکے پاؤں میں لگا دیتا ہے تو دن انکو اُس مرغزار سے جسکو صحرا ہے چون اوپر کہا ہے کہ کبھی چراگاہ خاص میں جوتن ہو لائے اور پوچھ کے نیچے کھینچے یعنی ہر قسم کا کام لے مثال اسکی خارج میں یہ سمجھنا چاہیے کہ مثلاً ایک گھوڑے کو کسی مرغزار میں کھوٹا گاڑ کے لینی رسی ہے یا نہ ہو بلکہ ہر طرف پھرتا ہے اور جب ٹھکانے پر لانا چاہا رسی کھینچی اور ٹھکانے پر کر لیا اور کام لینا شروع کیا تب تک کے خاص مقولات مولانا جیسے کہ فرماتے ہیں لکھا ہوا ہوتا ہو اس روح کی کہ شب کو خلق انسان میں ہے چنانچہ اصحاب کف کے غفلت کی طرف اشارہ ہے غفلت کشتی کے چھوڑنے کی غفلت کی تو اس طوفان بیداری و ہوش سے ہر بند ہر کاش چون اصحاب کف کے غفلت کے

اور صد ہا بلا اور آفتوں میں ڈالتی ہے ہمارے دل اور چشم و گوش محفوظ تو رہتے اور بلا میں نہ پڑتے پھر فرماتے ہیں کہ اصحاب کف کہ کو کیا یاد کرتا ہے اور افسوس کھاتا ہے انکو تو ایک زمانہ گزرا تیرے تو خود اس وقت میں برابر اور دروہ اور اصحاب کف جہان میں موجود ہیں لیکن بموجب غم اسد علی قلوبہم و علی سمعہم و علی ابصارہم کے تیرے چشم و گوش پر ٹہر گئی ہے وہ ٹھکڑی کیسے سوچیں اور تو انکی بات کیسے سنے پھر کیا فائدہ ہاں اگر یہ مہر اٹھ جائے تو یار اور غار دونوں کو اپنی ہی سادقت دیکھے کہ وہ جان و تن میں اور وجد و سر و دہی اپنے ہی پیچ میں پائے کہ وہ مستی عشق ہے جیسا کہ سعدی نے فرمایا شعر جان پر سماع ست مستی و شور و لیکن چہ بنید در آئینہ کورہ آب فرماتے ہیں یہ بھی جانا کہ یہ روپوشیاں و چشم و گوش پر ٹھہر حق کا ہونا کس سبب سے ہے چنانچہ وہ مثال آئینہ میں آتا ہے اختلاف بحر العلوم کے متن میں ع غار یا تو یار با تو دسر و ڈ اور شمع میں دونوں جگہ یا او لکھا ہے اور معنی غار یا او یار است و غار یا او در سر و دست لیکن کسے سر و ادیشان نمی شنود

سوال کرنا خلیفہ کا ایلی سے اور جواب اسکا

قولہ گفت لیلیٰ را خلیفہ کان توئی کہ تو مجنون شد پریشان و غوی بہ از در خوابان تو افزون نیستی بہ گفت خامش
 چون تو مجنون نیستی بہ دیدہ مجنون اگر بودی ترا بہ ہر دو عالم بی خطر بودے ترا بہ با خودی تو لیک مجنون بخودست بہ
 در طریق عشق بیداری بدست بہ المعنی غوی گر اہی خطر بفتحین جاہ و آفت و اندیشہ مضر و بزرگی یعنی خلیفہ نے
 لیلیٰ سے کہا کیا وہ تو ہی ہے کہ تیرے حبیب سے مجنون پریشان و گمراہ ہوا تو تو اور حسنینوں سے کچھ بڑے کے نہیں ہے
 کہا چہ رہ جب تو مجنون نہیں ہے تو کیوں پوچھتا ہے پہلے مجنون بن پھر بھگلو پھر تیری آنکھیں مجنون کی سی نہیں ہیں
 اگر ہوتیں تو دونوں جہان کی میرے مقابلہ میں تیرے سامنے قدر و بزرگی نہوتی تو تو باخود ہی یعنی ہوشیار و عاقل
 کہ ماو تو کا فرق کرتا ہے تو کیا جانے لیکن مجنون یہ خود ہے وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں البتہ وہ اس بات کو
 جانتا ہے کہ طریق عشق میں ہوشیاری و بیداری سے بدتر کوئی چیز نہیں قولہ ہر کہ بیدارست او در خواب تر بہ ہست
 بیداریش از خوابش تر بہ ہر کہ در خوابست بیداریش بہ ہست غفلت عین ہشیاریش بہ ہے چون بحق بیدار نہ بود
 جان ماہ ہست بیداری چو در بندان ماہ جان ہمہ روز نازکد کوب خیال بہ در زیر این و سود و از خوف نوال بہ
 نے صفا سیلندش نے غفلت و غرہ نے بسوے آسمان راہ سفر بہ المعنی در بندان بین الف و نون زائدہ ہے اور در بند
 نام قلعہ پھر بتائید اسکے کہ بیداری عشق میں بد ہے فرماتے ہیں کہ جب کادل بیدار او چشم در خواب ہے کہ صفت عاشق حقیقی
 کی ہے اسکا خواب بیداری سے زیادہ ہوا اور بیداری خواب سے بتر اس واسطے کہ یہ خواب میں محبوب حقیقی کے
 خیال یا کبر سے ہے جو اور اُسیں ڈوبا ہوا بیداری میں کہ کچھ نہ کچھ ہستیار ہوتا ہے اور وہ خواب میں جو کچھ دل خواہ
 ہوتا ہے وہی اس کے سامنے قیامت ہے اسکی ہوشیاری جھکے ہر حال پر ہشیاری کو بیداری کہہ سکتے ہیں اور غافل ہو کر
 جب غفلت میں ہیں تو بیداری نہوتی یہ بیداری ایک لمحہ جو کچھ دل خواہ ہے وہی خواب میں ہوتا ہے اور غافل ہو کر

خیال کی لت کھوندن میں رہتی ہو کبھی خیال سود و زیان اور کبھی خوف زوال جان لاجرم ایسی جان بے صفات ہوتی ہو نہ پاکیزہ اور زینا نہ اُسکو آسمان کی طرف راہ سفر کی نہ صورت گذر کی اختلاف شرح بحر العلوم میں گفت لیلی الخ سے یہاں تک فقط در بند کے معنی لکھے ہیں اور سب پر فاتحہ خیر پڑھ دی قولہ خفتہ آن باشد کہ او از ہر خیال و دارد امید و کند با او مقال ہونے چنانکہ از خیال آید بحال و آن خیال گرد و ادا و اصد و بال و دیو را چون حور بنید او بخواب و پس ز شہوت ریزد او با دیو آب و چونکہ تخم نسل در شورہ بر تخت و او بخویش آمد خیال از وہ گرفت و صنعت سر بنید از ان و تن پلید و آہ از ان نقش پدید و ناپدید المعنی خیال وہ صورت جو خواب یا آئینہ یا پانی میں نظر آئے اور بیداری میں خیال کجائے آب سے مراد آب مٹی ہو تخم نسل نطفہ شورہ کھاری زمین جہاں کچھ نہ جسے آب فرماتے ہیں کہ خفتہ وہ شخص ہو جو خیال سے امید رکھتا ہو اور گفتگو کرتا ہو کہ وہ بھی مخلوق ہو جو کہ خیال کا لفظ عام تھا حقیقی و غیر حقیقی دونوں کو شامل لہذا واسطے استثنای حقیقی کے فرمایا کہ اس خفتہ کا خیال ایسا نہیں کہ جس سے حال و وجد میں آئے جسکی کیفیت اہل حال جانتے ہیں بلکہ وہ خیال اُسکے واسطے سیکڑون طرح کا وبال ہو جاتا ہو یہ شخص خفتہ شیطان کو حور کی طرح خواب میں دیکھتا ہو اور بمقتضی شہوت اُسی شیطان کے ساتھ آب شہوت بہاتا ہو اور محکم ہوتا ہو پھر جیسا تخم نسل کو کہ زمین طیب میں بکھیرنے کا تھا زمین شورہ میں بکھیر چکتا ہو ہوش میں آجاتا ہو اور خیال اُسکے پاس سے دور بھاگ جاتا ہو یہ صنعت دماغ اور بدن پلیدے رہ جاتا ہو پس ایسے نفس پدید و ناپدید سے مقام آہ و افسوس کا ہو کہ کبھی ظاہر ہوا کبھی ناپدید اور اسکو وبال و خرابی میں ڈال گیا کہ ہر قسم کی دقت و تکلیف طہارت میں پڑے گی اور تا حالت جنابت خلد سے دور رہیگا اختلاف شرح بحر العلوم میں وہی پہلے ایک شعر کے ساتھ کچھ معنی لکھے ہیں قولہ مرغ بریا لا پران و سایہ اش و مید و دیر خاک پران مرغ و اش و ایسے سیاہ و آن سایہ شود و مید و دچند آنکہ بے پایہ شود و دینجر کان عکس آن مرغ ہو است و دینجر کہ اصل آن سایہ کجاست و تیر انداز دبو سے سایہ او و ترکش خالی شود و در جستجو ترکش عمرش تھی شد معرفت و از دیدن در شکار سایہ تفت و سایہ نردان ہو باشد دایہ اش و وارہاند از خیال و سایہ اش و المعنی تفت بافتح گرم و سوختہ و غضبناک مجازاً مفلس یہ اشعار بھی تشبیل اشعار صدر میں ہیں فرماتے ہیں کہ یہ خفتہ خیال مثل اس احمق کے ہو کہ مرغ تو او پر اڑ رہا ہو اور سایہ اُسکا مثل مرغ کے خاک پر اڑتا پھرتا ہو اور کوئی احمق شکاری اُس سایہ کا ہووے اور سایہ کے پیچھے اتنا دوڑے کہ بے پایہ ہو جائے یعنی ساری طاقت اپنی صرف کر کے شک جالے اور اسکی خبر نہیں کہ یہ سایہ اور عکس اُس مرغ کا ہو جو ہوا پر چڑھ نہ خبر کہ اس سایہ کی اصل کہاں ہو آب یہ تو تیر اُس سایہ پر لگا رہا ہو اور اُس مرغ کے خیال میں جو یہاں تک کہ اسی جستجو میں ترکش اسکا خالی ہو گیا اور ترکش کیا عمر ہو یعنی ساری عمر اُسی سایہ کے شکار میں کوئی اور مہو دگی میں خراب کی کہ اُس شکار کے پیچھے دوڑتے دوڑتے بھٹ گیا اور سوختہ ہوا

اب اسوقت میں کوئی سایہ نیردان اسکے لیے دایہ بنے تو اسکو بس نیال و سایہ سے چھڑائے سایہ نیردان مرد کامل دایہ اس لحاظ سے کہ وہ حق ایک طفل شیر خوار ہر مطلق نہیں جانتا اختلاف بحر العلوم میں ہے باشد لکھا ہے میرے نزدیک جو باشند بہتر ہر کہ موقوف شہرہ کا ہے

محرم ولانا واسطے پیروی ولی مرشد کے

قولہ سایہ نیردان بود بندہ خدا کا مردہ این عالم وزندہ خدا کا دامن اوگیر زو تر سیکان کا تاری از آفت آخر زمان کا کیفیت مد اظہار نقش اولیاست کا کو دلیل نور خورشید خداست کا اندرین وادی مردے این دلیل کا لاجب الاقلین کو چون خلیل کا روز سایہ آفتابے رابیاب کا دامن شمس تبریزی بتاب کا رہ ندانی جانب این سور و عرس کا از ضیاء الحق حسام الدین پیرس کا المعنی زو تر محض زو تر کیفیت مد اظہار اقتباس ہر آیت کریمہ الم تر انی زکک کیت کا مد اظہار و شایعہ سائینا شمس علیہ و علیہ آبا نہیں دیکھتا ہر تو اپنے رب کی طرف کیسا دراز کرتا ہے سایہ کو اگر چاہے تو اس سایہ کو چھروے اور پھر کیا شمس کو اسپر دلیل اور لا احب الا فلین اس آیت سے فلما جن علیہ اللیل زبے کو گبا قال لہ اربتی فلما اقل قال لا احب الا فلین پس ہر گاہ کہ اندھیری کی ابراہیم پر رات نے اور دیکھا ایک ستارہ کیا یہ میرا رب ہر پھر جب وہ محبوب گیا کما میں دوسرے والوں کو اچھا نہیں جانتا شمس تبریز نام ایک نیا لکھ مشہور کا ہے ایسے ہی ضیاء الحق تصور خوشی عس علی ہدایہ اشعار تفسیر شعر بالا میں ہیں جو سایہ نیردان کا یہ یعنی مرد کامل ایسا بندہ خدا کا ہے کہ اس عالم کا مردہ ہے یعنی محض بخود او و خیر اور خدا سے زندہ ہے از اس آگاہ و بانجہرک صاف ایسی بامین جیسے بندہ اور زندہ ہے جائز ہر بس تو ایسے شخص کو غنیمت جان اور فوراً اس کا دامن پکڑے پکڑن و گمان مت کرنا آفت آخر زمانہ سے بھوٹ جانے کے لیے قیامت تک کو مامون و معصون ہو جائے کیا نہیں جانتا کیفیت مد اظہار یہ نقش سایہ اولیا ہی کے واسطے ہر انھیں کے سایہ کی و رازی اس صفت سے موصوف ہر اسی سبب سے کہتا ہوں کہ آخر زمانہ تک کو ہر آفت سے محفوظ ہو جائے گا کس واسطے کہ اولیا را ہر نور خورشید خدا کے ہیں بس خبردار ہو جا اور اس وادی میں بد و ن ایسی دلیل و را ہنما کے قدم مت رکھ اور حضرت خلیل کی طرح جملہ موجودات کی نسبت لاجب الاقلین کندے اور نسبت و معدوم سمجھ لے اب میں تجکو آسے بتاتا ہوں جو سایہ آفتاب کا ہے یعنی شاہ شمس تبریزی انکا دامن پکڑ کہ اس سایہ سے آفتاب کو مہوچ جائے گا اور تو اس سورہ خوشی کی طرف راہ نہیں جانتا ہر توصیف الحق حسام الدین سے ہر چھ اختلاف شرح بحر العلوم میں دامن اوگیر و عطف لکھا ہے میری دانست میں دا و غلط ہر قولہ در صد گیر و ترا در رہ گویا در صد لبیس را باشد غلوہ کو ترا دم نکاتے اور از حسد کا با سعادت جنگ دارد از حسد کا عقبہ زین صعبتر در راہ نیست کا اسے خشک آتش حسد عراہ نیست کا میں حسد کا مدیدان کا کز حسد کا خود گرد و حشا ندان کا طاعنا مناز حسد گر خود

خواب ہر باز شای از حسد گرد خواب ہر گرسد خانہ جسد باشد و لیک ہر آن جسد را پاک کرد اللہ نیکسہ ہر یافت پاک
از جناب کبریا ہر جسم ہر از کبر و پر حق دوریا ہر المعنی حسد کسی کا زوال نعمت چاہنا عقبہ راہ دشوار در کوہ و مراد از امر سخت و
عظیم نیز جسد بفتح تین جسم حقد بالکسر کہنہ و غنا و غلو بفتح تین ہجوم اور حد سے گزر جانا ان اشعار سے صاف ظاہر ہے کہ راہ خدا
میں حسد سے زیادہ کوئی بُری چیز نہیں ہے سو اسکی راہ تو ضیاء الحق تیرے گلہ پر روک دے گا کیا مقدور جو کوئی بات
حسد کی گلو سے نکلنے پائے اور دیکھ ابلیس کو حسد میں طر غلو تھا یعنی نہایت ہی حد سے نکلا ہوا مگر کیسا راندہ گیا اور وہی
حسد ہے جسکے سبب سے اب تک اُسکو آدم سے تنگ اور سعادت سے جنگ ہے اور کوئی امر سخت و دشوار اس راہ میں
حسد سے زیادہ نہیں پس کیا اچھا وہ شخص ہے جسکے ساتھ حسد نہیں ہے اور بے حسد ہے اور مخاطب یہ جسد خانہ حسد کلام ہے اس
سبب سے کہ اسی جسد خاکی پر تو شیطان نے حسد کیا تھا تا خدا ان اس سے گرد برد ہو جائیں اور دیکھو خانہ ان اسی
ویران ہو ہی جاتے ہیں اور باز شای خواب بجاتے ہیں یعنی قدر والے نا چیز و بقدر ہو جاتے ہیں پھر فرماتے
ہیں اگرچہ یہ جسد خانہ حسد کا ہے لیکن اسی کو اللہ تعالیٰ نیک پاک کر دیتا ہے اور یہی جسم جو کبر و ریا اور حقد و حسد سے بھرا ہوا
ہر جناب کبریا سے پاکی و طہارت پا جاتا ہے اختلاف مجاہد اس مصرع کے معنی جسد را پاک کرد اللہ نیک ہر
اتنے ٹکڑے میں کر د اللہ نیک بڑا شک ہے یہ کلام مولانا مہمکان میں معلوم ہوتا اسکی فارسی نہایت سُست معلوم ہوتی ہے
اور کیا عجب کہ دراصل گرد و اندنیک ہو کہ کر د اللہ کی اور اسکی صورت میں بہت ہی حقو طر افرق ہے مگر کیا کر د کہ سو
بحر العلوم کہ جہنم یہ لکھا ہے دوسری کتاب میرے پاس نہیں ہے معنی یہ کہ نیک اس جسد کو حسد سے پاک کرتے ہیں
اور شعر مابعد مؤید اسکا کہ جناب کبریا کے فضل سے پاک بھی ہو جاتا ہے اور پھر اسکی تائید میں اشعار مابعد میں اور
غلطیان تو اصل کتاب کی دیکھتا ہی چلا آتا ہوں پھر کیسے وثوق ہو مگر معنی مجبوری میں نے موافق تحریر متن کے لکھ دیے
مع کیا کروں بیڈ صعب بھنسا ہوں دام میں صیاد کے ہر اور اتنے شعرون میں ایک شعر کے معنی شارح صاحب نے
زیب رقم فرمائے ہیں قولہ طہر بیتی بیان پاکست ہر گنج نورست از طشمش خاکست ہر چون کنی با جسد مکر و حسد ہر
زان حسد دل را سیاہی ہارسد ہر خاک شومردان حق را زیر پا ہر خاک بر سر کن حسد را ہجو ما ہر اٹھنے طہر بیتی
اقتباس ہے آیت کریمہ ان تہر ابنتی لطافین سے یعنی پاک کر د میرے گھر کو تم دونوں واسطے طواف کرنے والوں
کے یعنی یہی جسد ہے جسکی پاکی کی صفت میں ان طہر ابنتی فرمایا ہے اور بموجب حدیث قلوب المؤمنین عرش اللہ تعالیٰ
کے نسبت بیت کی اپنے طرف کی ہیں اسی جسد میں گنج نور بھرا ہوا ہے اور یہ اسکا ظلم اگرچہ خاکی ہے جو اس ظلم کا تو طہر بیتی
میں وہ گنج پاتے ہیں شعر مابعد بطور ہند و ارشاد کے ہیں کہ اگر تو جمید کے ساتھ مکر و حسد کر گا اسکا کچھ نہیں بگاڑے گا
تیرے ہی دلی کوتاہ کیاں گھیریں گی اور سیاہ کر دیگی اب تجکو لازم ہے کہ جو مرد خدا کے ہیں انکے پاؤں تلے خاک ہو جا
نبا تو ہماری طرح جمید کے سر پر خاک ڈالے گا اختلاف شارح نے پہلے شعر کے معنی میں آیت کے معنی لکھے ہیں معرفت

وزیر کے حسد کا بیان جہود کے ساتھ

قولہ آن وزیر کا از حسد پوش نژاد ہوتا باطل گوش و بینی باد واد ہوا بر امید آنکہ از نیش حسد ہوا زہر اور جان سکیان رسد ہوا
 ہر کسے گو از حسد بینی کند ہوا خوشی را بے گوش و بے بینی کند ہوا المعنی وزیر کا من کاٹ تصفیہ و تحقیق کو قطع کاٹ و کاف و سی
 ہندی گڑھا کند مضارع ہر کندن سے مولانا نے پھر رجوع اصل قصہ کی طرف فرمایا کہ اس وزیر حقیر ناچیز نے جسکی اصل و
 بنیاد حسد پر تھی اپنے ناک کا اس امید پر کھوئے کہ میرے نیش حسد کا زہر مسکینوں کی جان میں پہونچے فرماتے ہیں اٹھی
 ہر بھی یہ بات کہ جو کوئی حسد بینی سے گڑھا کھوتا ہوا وہ اپنے ناک کا کان پہلے کھوتا ہوا الحلاف صاحب بحر العلوم نے
 ایسا معلوم ہوتا ہوا کہ گو کو کاف تازی سمجھا ہوا اور بینی کندن جسکے ساتھ بینی زدن کو لگایا ہوا جو اصطلاح و اتنی ہر بیغض
 انکار کروں استے ہو گے لیکن جب ہی تو کہ یہ لفظ بھی ہون والا بگم آن شعر کہ چند مقالات آن باد سخن ہوا کہ نے ملک
 دار و نہ فرمان نہ گنج ہوا کیا فائدہ خیال کیا جاے کہ یہی معنی تو ہون گے جو کوئی کہ وہ حسد سے انکار کرے اب آگے کیا
 بنزاسکے کہ آگے آیت قولہ بینی آن باشد کہ اولوے برد ہوا بولے اور اجانب کوئے برد ہوا ہر کہ پوش نیست بے بینی بود ہوا
 بولے آن پوش نیست کو دینی بود ہوا چونکہ بولے برد و شکر آن نکر د ہوا کفر نعمت آمدہ بے نیش خورد ہوا شکر کن مر شا کران را
 بندہ باش ہوا پیش ایشان مردہ شود یا بندہ باش ہوا المعنی دوسرے مصرع میں بولے کی یا اضافت کی نہیں ہو
 ایسے ہی جیسے گو اور کوئے تیرے مصرع میں پوش نیست یعنی میں تو خدا نے اس لیے بنائی ہوا کہ وہ بوا حاصل کرے
 اور بوا کسی گلی کی طرف لیجائے اور جسکو پوش نیست یعنی شتم وہ بے بینی ہوا اور بوا بھی دراصل وہ بوجو دینی ہو بس ہر گاہ بوا
 حاصل ہوئی اور اسکا شکر جو اسپر عمل کرنا ہوا نہ کیا تو وہی کفران نعمت آیا اور بینی کہا کیا تیس ہوا شیار ہوا و شکر نعمت بجا لاؤ
 شا کران کا ایسا بندہ بن کہ اعلیٰ خدمت مرٹ تا دوام دیا بندگی خجک روزی ہوا الحلاف وہی حسب عادت ایک
 کے کچھ معنی باقی سب مقرر

سمجھ جانا ہوا شیاران نصاریٰ کا طرز وزیر کو

قولہ چون وزیر از ہرنے مایہ ساز ہوا خلق را تو ہر میا وراز نماز ہوا صاحب دین گشتہ آن کا فر وزیر ہوا کہ او از مکر و روزینہ
 سیر ہوا ہر کہ صاحب ذوق بود از گفت او ہوا لذتے میدید و تلخی حفت او ہوا نکتہ ہا میگفت او آویختہ ہوا در جلاب وقت
 زہرے ریختہ ہوا ہاں مشوم و رزان گفت نکو ہوا زانکہ وارد و صد بدی و وزیر او ہوا روح ہوا باشد زشت گفتش زشت دان ہوا
 ہر چہ گوید مردہ آن را نیست جان ہوا گفت انسان پارہ انسان بود ہوا پارہ از نان عتین دان نان بود ہوا المعنی
 تیر و روزینہ کردن کسی کی شادی میں نعم و الناجلاب ایک قسم غربت کہ گلاب کے پھول غربت میں چو ش کر کے شیشون
 میں بھر رکھے ہیں پہلا شعر بطور ہندوار شاد کہے ہوا کہ اس وزیر را ہرن کی طرح مایہ زہری کا مت درست کر
 اور مخلوق کو نماز سے غلط مت کرے جو سیدھی راہ چلے جاتے ہیں ان کو طیر صحرایہ مت چلا دیکھو یہ الٹی بات ہوا کہ

یہ وزیر خود تو کافر اور دین کا ناصح بنا اور کچھ سے لوزیہ میں سیر ملایا یعنی عیسائیوں کو کہ اپنے طریقہ میں شاد تھے دوسرے وہاں میں ڈالاجوگ کہ صاحب ذوق تھے میٹھے کڑوے کا مزہ جاننے والے وہ اسکی گفتگو میں لذت کے ساتھ تھے ابھی جفت پاتے تھے پانچ کے سنانے لگے گڑ بڑ لگتا تھا اور جلاب و قندہ میں زہر چھڑکتا تھا پھر بطور نصیحت فرماتے ہیں کہ خبردار تو چکنی چٹری باتوں اور کسی کی حسن گفتگو پر دھوکہ مت کھا کہ یہ حسن کلام ایک بڑی آڑ ہے اسکے نیچے جو سیکڑوں برائیاں چھپی ہوئی ہیں انھیں کو بائین بتا بنانے چھپا رہا ہے اور تیکو ایک بات بتاؤں جسکی صورت بری ہوا اسکی گفتگو کو بھی برا جان جو کچھ وہ کہے اسکا کلام مردہ ہو اس میں جان نہیں جیسا کہ کہا اظہار غلو ان الباطن پھر اس گوش و بینی پر یہ سے زیادہ بد صورت کون ہو گا ظاہر ہے کہ کلام انسان کا پارہ انسان کا ہر زشت کا زشت خوب کا خوب جیسے روٹی کا ٹکڑا بقیہ روٹی کا اختلاف شرح بحر العلوم میں بجا ہے روچو یا شد زشت کے اوچو یا شد غلط ہے اور آخر شعر کے دوسرے مصرع میں بعد لفظ یقین کے دان نہیں ہے جس کے بدون مصرع ناموزون ہوتا ہے اور صرف اس مصرع کے معنی جملہ اشعار میں ہر جگہ مردہ آنرا نیست جان ہے یہ لکھے کہ مردہ سے مراد وہ شخص جسکا قلب مردہ ہوا اور تاریک گشتہ اوصاف مذلیہ قلبیہ سے جیسے کفر و نفاق وغیرہ لینے اس مردہ کا قول بھی مردہ ہے بے تاخیر اتنے کیا کہتا ہے اس منسی کا سیاق و سباق اور مناسب محل و الفاظ یہی تو ہیں مگر یوں اللہ تعالیٰ و بعد قہ روح پر فتوح حضرت مولانا نے اپنا بھی خیال ہے شعر کڑا ہے محکم عاشق کا نہ اٹھتا ہے نہ ہلا ہے نہ خدا کا فضل ہے اس پر نہ کڑی ہے نہ جالا ہے نہ قولہ زان علی فرمود نقل جابلان ہے بر مر ابل محو سبزیست اگر فلان ہے بر چنان سبزه ہر آنکو بر زشت ہے بر کجاست بیشکے نیست شستہ است ہا بایزش خود را بشستن از صحت ہے تا نماز فرض او نبود عبث ہے ظاہر ہر ش میگفت در رہ چست شوہ و ز اثر میگفت جان راست شوہ ظاہر نقرہ گراسپیست و لوہ دست و جامہ نے سیر گردا دو ہا آتش ارچہ سر خرویت از شر رہ تو ز فعل او سید کارے نگر ہے برق اگر چہ نور ہے در نظر ہے یک ہست از خاصیت دزد لیصر ہے ہر کہ جز کا گاہ و صاحب ذوق بودہ گفت او در گردن او طوق بودہ مدت شش سال در ہجران شاہ شد وزیر اتباع علیے راتباہ ہے دین و دل را کل بد و سپر و خلق ہے پیش امر و نفی اوی مرد خلق ہے المعنی مزابل جمع قرطبہ با نفع نخب اور گو بڑا سنے کی جگہ اتباع بالفتح پیردان یہ اشعار بھی بتائید اشعار صدر میں تمثیل فرمایا کہ حضرت علی مرتضیٰ نے اسی سبب سے جابلون کی نقل میں فرمایا ہے کہ انکی بانیں ایسی ہیں جیسے گھورے کا سبزہ ہیں ایسے سبزہ پر جو کوئی بیٹھا بیشک بجا نیست پر بیٹھا ہے اسکو اس بجا سے پاک ہونا چاہیے تا نماز فرض اسکی عبث نہ ہے فائدہ نہ ہو کس واسطے کہ تا زمانہ بین بدن او نہ کپڑے اور جگہ کی طہارت شرط ہو مطلب یہ کہ جابلون کی مجلس پلید باتوں سے احتراز کرے اور بجا رہے پھر جہن فرمایا وزیر کے ذکر کی جانب کہ ظاہر ہو اسکی گفتگو یہ کتنی تھی کہ اس راہ میں صحت ہو جا ایسے گڑھ گڑھ کے کہنا تھا اور اثر کے زشتے جان کو کتنی تھی کہ مست ہو جائیگی خبر اور زہیوش نہ سن کہ سبب اب اشعار آئندہ اسی کی نظر میں لیجئے و کچھ نصیحت کو

نما ہر سا کیسا سپید و تازہ ہوتا ہو لیکن کپڑوں اور ہاتھوں کو سیاہ ہی کرتا ہو آگ اپنے انگاروں کے رو سے کیسی
سرخ و ہر گز تو اسکی سیہ کاری کو دیکھ کہ جسپر پہنچتی ہو اکام کو سیاہ ہی کرتی ہو برق اگرچہ نور کی طرح نظر میں آتی ہو
پر اپنی خاصیت میں درلبر کہ بھر کو تاریک کرتی ہو غرض یہ کہ جھوٹی باتیں کسی ہی بنا بنا کے کہو فاما اثر اسکا بدی ہو تا ہو
القسم جو لوگ کہ سوائے اہل خیرت و ذوق کے تھے اسکی گفتگو ان سب کی گردن کی طوق ہو گئی اور انکو امیر اپنا گونیا
چنانچہ چھ برس تک بادشاہ سے جدا ہو کر بیروان عیسیٰ کی تباہی میں رہا سب نے دل و دین کئی اسکے حوالے کر دیا
اور ساری مخلوق اسکی امر و نہی پر مرتی اور جان دیتی تھی الخلفاء آخر شریفین صاحب بحر العلوم نے بجائے میسر د کے
میسر د غلط لکھا ہو اور قول حضرت علی شیر خدا میں بجائے نعم الجاہل کے نعم الجاہل جسکا ترجمہ کیا کہ قول بھی جملہ نعم سے
ہو شعر عجب صورت عجب سیرت عجب شاہ و پڑھتوں سلسلوات بس اللہ اللہ
اور معنی ایک شعر کے نہیں

پوشیدہ پیغام بادشاہ جانب وزیر پر تزییر

قولہ در میان شاہ و ادبیا ما بادشاہ را پنهان بدو آراھا و آخر الامر بر دے آن مراد و تا وہ چون خاک ایشان را
بباد و پیش او نوشت شہ کاے مقبل و وقت آمد و دو فاسٹ کن دلم و زانتظار میں دیدہ و دل بر رست و زین غم آزاد
کن گرد وقت ہست و گفت کاینک اندران کا رم شہا و کا فگنم در دین عیسے افتخا و قوم عیسے را بداند و از دیگر ہا مالکان
شان وہ امیر و دو امیر ہر فریقے مرا میرے راتج و بندہ گشتہ میر خود را طرح و آن وہ و آن دو امیر و
قوم شان و گشتہ بندہ آن وزیر بد نشان و اعتقاد جملہ برگشتہ را و اقتداے حملہ بر رخا را و پیش او در وقت
ساعت ہر امیر و جان بدادی گرد و گفتی کہ میر و چون زبون کرد آن جہودک جملہ را و فتنہ انگینت از مکر و دہا و طعنے
مقبول قبول کنندہ فرمان تیج پیرواقتدا پیروی دہا با تیج زیر کی وجودت فکر فرماتے ہیں کہ شاہ کے اور اسکے
در میان میں پنهان پیغام رستے تھے کہ بادشاہ کو ان سے آرام ملتا تھا آخر کار واسطے حصول اسی مراد کے کہ ان کو
خاک کی طرح اڑا دے بادشاہ نے اسکو لکھا کہ امیر میرے مقبل وقت تو آگیا یعنی سب عیسائی تیرے مطیع و منقاد ہو گئے اب
جلدی مجھ کو اس غم سے نچلت کیون نہیں کرتا اسی انتظار میں میرے دیدہ و دل راہ تک رستے ہیں اگر وقت سمجھتا ہو تو
ابن غم سے جلد آزاد کر کما آئی بادشاہ اب تک میں اسی کام میں ہوں کہ دین عیسے میں فتنے پیدا کروں آگے دوسری بات
کا بیان ہو یعنی کیفیت یہ تھی کہ قوم عیسائی میں بارہ امیروں کی حکومت تھی اور بارہ حکم تھے حاکمان شان میں
نکاح و صافیت اس سبب سے کہ ماقبل ان کے حرف مدہ ہو جائز ہو اور ہر مسخرین ہر امیر کا مالک اور سبب
طیع و نیکانہ تھے امیر کا خاتم اور یہ بازوون امیر و انکی قوم اس وزیر بد نشان کے بندہ سے ہو گئے تھے
مست کو اسکی گفتگو پر خفا و غضب کو اسکی بر تار کی اقتدا تھی اسکے سامنے ہر گزنی ہر ساعت ہر امیر حاضر ہوتا

اگر یہ اُس سے کہتا کہ جان دیدے تو فوراً دیدیتا جب اس جہودک ناچیز نے اُن سب کو بخوبی دبا لیا تو پھر زیر کی وجوہات
نکر سے ایک فتنہ اُٹھا یا

خلط ملط کرنا وزیر کا احکام انجیل میں اور اُس کے ملکر کا بیان

قولہ ساخت طومارے برائے ہر یکے کے نقش ہر طومار دیگر مسئلے کے حکماء ہر یکے کے نوع و گروہ میں خلافت اُن زبانی
تا بصرہ کے دریکے راہ ریاضت را وجوہ کے رکن توبہ کردہ شرط رجوع کے دریکے گفتمہ ریاضت سوز نیست ہندین مخلصی جو وجود ہے
دریکے گفتمہ کہ جوہ وجود تو ہے شرک باشد از تو تا محمود تو ہے جز تو کل جز کہ تسلیم تمام ہے در نعم و راحت ہمہ مکرست و دام ہے دریکے گفتمہ
کہ واجب خدمت سبت ہے ورنہ اندیشہ توکل قہمت سبت ہے دریکے گفتمہ کہ امر و نہی ہاست ہے بہر کون نیست شرح بحر ماست ہے
حاکم بحر خود بہ بنیم اندران ہے قدرت حق را بدانیم از زمان ہے المعنی طومار بالضم نام نہ صحیفہ مسلک راہ رجوع گرسنگی اور پر جو کہا ہے
کہ ایک فتنہ اس نے اُٹھایا وہ یہ ہے کہ ہر ایک کی واسطے ایک کتاب و صحیفہ بنایا اور ہر کتاب دوسری راہ پر ہر ایک کے
حکم دوسری قسم کے ایک دوسرے کے خلاف اول سے آخر تک اب یہاں سے بیان خلافت ایک دوسرے کا ہی مسئلہ
ایک میں تو ریاضت اور بھونک کو رکن توبہ کا ٹھہرایا اور شرط رجوع الی اللہ کہ یہ بات یعنی توبہ اور رجوع بدون اُسکے حاصل نہیں ہوتی
اور ایک میں کہدیا کہ ریاضت بے سود ہے اس راہ میں چھٹکارا سوا ہے جو کہ نہیں ہے ایک میں کہدیا کہ جوہ وجود تیرے
دونوں شرک میں در میان تیرے اور تیرے مہود کے اصل تسلیم توکل ہے ہر نعم و راحت میں اس کے سوا سب مکر و دام
ایک میں کہا کہ خدمت واجب ہے یعنی بندگی اگر بندگی نہ ہو تو اندیشہ توکل کا قہمت ہے ای بدگمانی ایک میں کہدیا
کہ جتنے امر و نہی ہیں یہ کرنے کے نہیں ہیں یہ ہمارے بحر کی شرح ہے تا ہم اس کی بجا آوری میں عاجز ہوں اور اپنا بحر دیکھیں اور
اس وقت قدرت حق کو جانیں کہ ہم عاجز ہیں اور وہ حاکم ہے الخلاف بحر العلوم میں بجائے کردن کے گردون غلط لکھا ہے
قولہ دریکے گفتمہ کہ بحر خود میں ہے کفر نعمت کر دست آن بحر میں ہے قدرت خود میں کہ این قدرت از دست ہے قدرت خود
نعمت اودان کہ ہوسٹ ہے دریکے گفتمہ کہ زین دودر گذر ہے بت بود ہر چہ بکجہ در نظر ہے دریکے گفتمہ کہ بحر قدرت ہے
بگذر دوسرے ہر چہ اندر فکرت ہے از ہوا سے خویش در ہر ملتے گشتہ ہر قومے اسیر زلتے ہے دریکے گفتمہ کش این
شمع را کا این نظر چون شمع آمد جمع ما ہے از نظر چون بگذری و از خیال ہے گشتہ با شئی نیم شب شمع وصال ہے
دریکے گفتمہ کبش با کے مدار ہے تا عوض بینی کے را صد ہزار ہے کہ زکشتن شمع جان استنہون شود ہے بلیت از صبر چون
بمون شود ہے ترک دنیا ہر کہ کرد از ہند خویش ہے پیش آمد پیش او دنیا و پیش ہے استغنی ہیں بالکسر کلمہ تنسیہ
یعنی ہر دار اور کلمہ زیر یعنی بگنار ہوا اسم ذات باری تعالیٰ بننے دی ہے ہوا بالتحضر آرزو و اشتیاق ایک میں اس کے
بر خلاف کہا کہ خبر دار اپنے بحر پر نظر مت کر اور عاجز مت بن اس واسطے کہ عاجز بننا کفران نعمت ہے تو اپنی قدرت
پر غافل نہ کہ تجھ پر فعل کی قدرت دی ہے اور اُسی کی دی ہوئی اور یہ ایک بڑی نعمت اُس کی ہے کہ وہی

وہ ہر پس اگر عاجز نہ گاہ فرست کھڑے ایک مین کما کہ عجز و قدرت دونوں کو چھوڑ نہ آپ کو عاجز جان نہ قاصد سمجھ نہ دونوں
 سے جو خیال تیری نظر میں مجھے گاہی بت ہی یعنی غیر خدا کا اور جب تو اس خیال کا معتقد ہوا تو گویا بت پرست ہو اس کے
 بعد جو وہ شعر میں اپنے دریکے گفتا کہ عجز و قدرت ہمع شعر مابعد بحر العلوم میں لکھا ہے کہ یہ دونوں الحاقی ہیں باتفاق شراح
 اور واقعی انکا مضمون اشعار صدر سے مقرون ہے اس واسطے میں نے بھی چھوڑ دیے ایک مین کما کہ اس شمع کو مت بجھا
 اور شمع سے مراد نظر جو مصرفہ ثانی میں ہے اور خیال کہ یہ دونوں شمع اس جمع کی ہیں جسے تو ناشا قدرت کا دلچسپ رہا اور گویا
 وصال میں جس جب تو خیال و نظر سے گزر جائیگا اور ترک کر دے گا تو گویا ہم شب میں شمع وصال کی تجھادی اھوین تاریکی
 میں کہ نیم شب اسکے کمال کا وقت ہے طر گیا اور اسی کی ضد ایک مین کہدیا کہ بجھا دے ذرا مت ڈرے کہ اس ایک کے
 عوض میں لاکھوں پائیگا کس واسطے کہ اس شمع کے بجھانے سے تیری جان کو ترقی ہوگی اور جب تو ترک خیالات کر کے
 بیلی پر جو مطلوب ہے صبر کر لیگا تو خود وہ لیلی تیری بخون ہو جائے گی جیسے تارک دنیا جب اپنے زہر پر صبر کرتا ہے تو بیشک
 دنیا اسکے سامنے آتی ہے اور بڑے افراط و کثرت کے ساتھ تکرار پیش کی تاکید کے واسطے ہے اور پیش و پیش تجھیں فولہ در
 یکے گفتہ کہ بخت و اچھ ہے بتو شیرین کردور ایجا بحق ہے برآسان کردو خوش آن را بگرہ با خوشن را در مفیق در زحیر ہے
 دریکے گفتہ کہ بگذر آن خود بہ کان قبول طبع تو دوست و بدہ را ہماے مختلف آسان شدہ ہے ہر یکے راضی چون جان چلہ ہے
 گر میر کردن حق رہ بدی ہے ہر جوہر و گبر از د آگہ بدی ہے دریکے گفتہ میر آن بود کہ حیات دل غذا سے جان بود ہر صبر
 ذوق طبع باشد چون گذشت ہے ہر نیار و ہر شورہ رطع و کشت ہے جز پشیمانی نباشد رطع او ہے جز خسارت پیش نار ہر
 او ہے آن میر بنود اندر عاقبت ہے نام او باشد ممر عاقبت ہے تو ممر از میر باز دان ہے عاقبت بنگر جمال این و آن ہے
 المعنی زحیر نام مرض جسکو بچش کہتے ہیں مجازاً ناخوشی و آزر دگی تیسرے بالضم میم آسان کردہ شدہ ہے لفع میم غلط طبع لفع
 افزونی مزدوعات و محصول زراعت تیسرے بالضم میم تنگ دست و محتاج بکسر سین و لفع سین و شور ایک مین کما کہ جو بھر
 خدا نے تلکو دیا ہے اور اپنے ایجاد میں تجھ پر شیرین کیا ہے کہ وہ تلکو شیرین اور گوارا معلوم ہوتا ہے وہ تلچہ پر آسان و
 خوش کر دیا ہے تو اسکو اختیار کر اور آپ کو بچش و ناخوشی میں مت ڈال گویا وہ تیرے ہی واسطے ہے اور تیری ہی ملک
 ہے روا و ناموا کے لحاظ سے اپنے مطبوع و مرغوب کو مست چھوڑ برعکس اسکے ایک مین کہدیا کہ ہر مطبوع کو ملک
 اپنی مت جان اس خیال کو ترک کر کس واسطے کہ جو مقبول تیری طبع کا ہے وہ رو بہ ہے جیسے کہ فرمایا ہے الانسان حریص
 مما منع آب راہین مختلف جن میں اپنی اپنی راہیں تھیں آسان ہو گئیں اور ہر ایک کو ایک ملت مثل جان کے عزیز
 ہو گئی مگر نہ امانی اپنی طرف سے کرتی ہے نہ خدا سے اگر یہ آسان کرنا حق کی راہ ہوتا تو سب کے واسطے ہوتا
 ہر جوہر و امت پرست اس سے واقف ہوتا ایک مین کما کہ آسان کیا ہوا وہ ہوتا ہے جس سے دل کو حیات
 اور حیات کو خدا حاصل ہو لینے جان و دل اس سے قوت و قوت پائین کس واسطے کہ جو کچھ ذوق طبع ہے

نیچے جس سے طبیعت لطیف و مہرہ پائے ہو وہ جاتا رہا تو شخص ایسا رہ گیا جیسے زمین شور جس میں نہ کچھ حاصل ہو نہ کشت ہو جو مایہ حصول ہر بلکہ سوائے پشیمانی کے کچھ حاصل ہوتا ہی نہیں کہ مفت غم کھوئی اور زندگی خراب کی اور ایسی شے کے فروخت کرنے میں خسارہ ہی خسارہ پیش آتا ہے آخر وہ میر میر نہیں ہوتا اور عاقبت نام اس میر کا معسر جوتا ہو اور سخت و دشوار ہر تجلویز چاہیے کہ میر و معسر جانے اور ہر ایک کے جمال و خوبی کو دیکھے کہ کس میں زیادہ ہے اختلاف بحر العلوم میں لفظ غداہ زاسے ہوتا ہے ہرچہ ذوق طبع کی جگہ ہر کہ غلط لکھا ہے قولہ در یکے گفتہ کہ استاد سے مطلب ہے عاقبت مبنی بنیابی در حسب ہے عاقبت دید ہر گون استے ہے لاجرم گشتند اسیر زلزلے ہے عاقبت دیدن نباشد دست بافت ہے ورنہ کے بودی زد ہینا اختلاف ہے در یکے گفتہ کہ استہام کوئی ہذا ان کہ استہارا شناسا ہم کوئی ہے مرد باش و سختر مردان مشو ہے رومہ خود گیر و سرگردان مشو ہے در یکے گفتہ کہ این جملہ کوئی ہے سے نہ غمد در میان مادی ہے در یکے گفتہ کہ این جملہ یکے ست ہے ہر کہ اود و بنید احوال مرد کیست ہے المعنی حسب بفتختین اندازہ و شمار و شرف و بزرگی از مال و جاہ و دین گون ہوا و معروف رنگ زلت بالفتح ڈگھانا دست بافت کنا یہ از آسان استہم مخفف استاد سختر و خوش طبعی و سخترہ و کار بے مزد یعنی بیگا و دوئی میں و می ضمیر غائب و یا مصدری ہے ایک میں کہدیا کہ کوئی استاد ڈھونڈے جس سے راہ عاقبت مبنی کی پاس ہے اور حسب پر جو شرف و بزرگی مال و جاہ کی ہے بھر و سامت کہ اس سے عاقبت مبنی نہیں حاصل کرے گا ہر امت نے ہر رنگ پر ہے استاد کے عاقبت کو دیکھا لاجرم لغزش میں گرفتار ہوئی راہ مستقیم پر نہ پہونچی عاقبت کا دیکھنا اور راست درست اس میں ہونا آسان نہیں ہے اگر آسان ہوتا تو دنوں میں اختلاف کیوں پڑتا ہے استاد ہی باتین یقین آخر ٹھیک نہیں پڑیں اور ایک میں کہدیا کہ استاد بھی تو ہی ہے استاد کیوں ڈھونڈے اس لیے کہ استاد کا بیچانے والا تو ہی ہے بقول مشہور دلی کو دلی بیچا خا ہے کچھ تجکو کیا حاجت ہے تو خود مردن اور بیگاری و سخترہ مردن کا مت ہو اور جا ہے خیال پر کسی کے واسطے سرگردان مت ہو ایک میں کہدیا کہ یہ جملہ جو کچھ موجود ہے تو ہی ہے اس میں مائی اور دنی نہیں ساتی یعنی یہ کہا جائے کہ ہم ہیں اور وہ ہی نہیں تو ہی ہے ایک میں کہما کہ یہ سب ایک ہے اس میں جو دو جنی کرے وہ مردک احوال ہے دنی کا کچھ کام نہیں ہے قولہ در یکے گفتہ کہ یک صد چون بود ہے این کہ اندیشہ مگر مجذوب بود ہے ہر یکے قولہ است صد یک دگر ہے چون یکے باشد گوزیر و شکر ہے در معانی اختلاف و در صورت ہے روز و شب میں خار و گل سنگ و گہر ہے تازہ ہر داند شکر در نگذری ہے کے تو از گزارد وحدت بوبری ہے وحدت اندر وحدت است این شہنوی ہے از سبک رو تا سبک ای شہنوی ہے المعنی کہ اندیشہ بہ کاف ہر کہ کے معنی میں ہے مگر میان واسطے تحقیق کے کے ہے یہ سبک ای کہ زیر زمین ہے تاک کہ نام ستارہ ہر فلک ہے شمس اور یہ دو ستارے ہیں سبک ای اور سبک ای اول ایک میں کہما کہ این عمل یکے ست دوسرے میں دسکی ہذا کہ عمل سوا ایک کیسے ہو سکتا ہے جو شخص

سوکو ایک تجویز کرے بیشک وہ مجنون و دیوانہ نہ ہو یہ دونوں لینے سواد ایک ضد ایک دوسرے کی ہیں پھر ایک کہہ سکتے ہیں سے تو ہی تاکہ نہ ہو و شکر ایک ہیں کچھ فرماتے ہیں کہ تورات دن فارو گل اور سنگ و گوہر کو دیکھتا رہتا ہے جسکی صورتیں بھی مختلف اور معانی بھی مختلف یہ ایک کیسے ہو جائیں گے اب فرمایا کہ اصل اصول یہی کہ جب تک زہر و شکر سے نہ گذر جائے گا اور اس فرق و امتیاز کو نہ چھوڑے گا گزرا نہ حدت کی بوسے ہرگز بہرہ نہ پائے گا یہ ثنوی میری وحدت اعم و وحدت ہر پئے وحدت و توحید سے بھری ہوئی ہو منے والا اگر طالب معنی کا ہو تو رسی کی تائید سے سمک لینے زیر زمین سے جو غایت درجہ بستی کا ہر سماک تک پہنچے گا جو اعلیٰ درجہ خلک کا ہو

در بیان آنکہ اختلاف صورت روشن میں ہر نہ حقیقت میں

قولہ زین منظرین نوع و طوار و درود و بر نوشت آن دین عیسیٰ را عدد و اوز و مکرنگی عیسیٰ بونداشت و در مزاج خم عیسیٰ خونداشت و جامہ صد رنگ از ان خم صفا و سادہ و یک رنگ شتی چون ضیا و قضا و ثنوتین روشش و دستور و پردہ سرود و چوتھے مصرع میں تلکح ہر مجزہ حضرت عیسیٰ سے کہ ایک روز یہ ایک رنگ نیر کے گھر میں پڑھ رہے تھے اسکے پاس لوگوں کے کپڑے رنگنے کو آتے اور جدا جدا رنگ کے انھوں نے وہ سب ایک خم میں ڈال دیے رنگ نہ رھا ہوا کہ میں ان کے مالکوں کو کیا جواب دوں گا آپ نے کہا تو نام ایک ایک کا لیکر اسی خم سے نکال جب رنگ نیر نے ایسا کیا ہر کپڑا اپنے رنگ کا اس خم سے نکلا رنگ نیر نے جو مجزہ دیکھا ایمان لایا ضیا روشنی فرماتے ہیں کہ اسی طرح اور اسی قسم کی بات کہتا ہیں رنگ بزرگ باہم متضاد اس دشمن دین عیسیٰ نے کہ بظاہر عیسائی بننا تھا لہٰذا عیسیٰ کی ایک رنگی سے اسنے بوجھ نہیں پائی تھی کہ ان میں دورنگی کا ٹھکانا ہی کب تھا عیسیٰ اور وہ سے دونوں ایک تھے اور نہ خم عیسیٰ کے مزاج کی ایمین فوٹھی کہ اس خم صفا سے سادہ اور یک رنگ کپڑے سونگ ہو کے نکلے مثل ضیا کے کہ جس رنگ کی چیز پر چڑھتی ہو اسی رنگ میں جھلکتی ہے چاہے سرخ ہو چاہے سبز چاہے زرد اصل ہر وہی ضیا چاہے جس پر تو میں ہو غرض کہ اصل اصول جمیع انبیاء کی ایک ہے اور مصدق ایک دوسرے کی مگر رنگ اپنا اپنا کہ وہ چال و چلن ہر جس سے مراد شریعت ہے یہ وزیر مکار کہ اس خوب سے بہرہ نہیں رکھتا تھا کہ تفریق بجا کر کے مصداق اس آیت کریمہ کا ہوا ان الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعماست منہم فی شے انما یرحم الی اللہ منہم منہم ہا کا تو یفعلون الخلاف صاحب بحر العلوم نے شعر اخیر میں توفیق لکھی ہے اور نیز ترکیب و تاملین کی ہیں اور یہ بھی لکھا کہ اشارہ اس مجزہ کی طرف کرنا ضروری نہیں ہے اسنے شاید ایسے ہی ہو گھر میں توبہ دہی بات جانتا ہوں کہ اس خم صفا سے سادہ اور یک رنگ جائے صد رنگ ہو گئے اور اردو میں شعر کے معنی ہر طرف سے یہ جاتے ہیں اور کچھ تھانہ میں ہر غور کرنے سے سب الفاظ حسن ترکیب سے باہر نہیں اور جو پہلے ہی سے سمجھ چکے ہیں کہ جامع صد رنگ سادہ ہر رنگ ہو گئے اسکا علل کیا ہو مجزہ اگر ضروری نہیں تو مولانا نے اپنے اہل و عیال کو منسب فرمایا خود شریعت نہ کیا ہے بلکہ کچھ کہیں کیا ہے شعر حدیث شمسہ رنگو بانی نزن و دم و سخن را ختم کن عالمی اعلیٰ قولہ

جسوقت اپنی بہار پر ہوتی ہے اور زمر پر جو ہر ماو خزان ہر اسکے خوف سے کیسا چھپ جاتا ہے اور بعد مہرما کے بہار ہوتی ہے پس
جمادی کہ کثیف شہر ہے جسکے گرد سے لوگ گھبراتے ہیں اسکے فصل سے کسی لطیف ہو جاتی ہے اور کیسے لطیف نہ ہو جو شہر کہ ناوہ
اور غریب سے ہو وہ بھی ناوہ و غریب کیوں نہ ہو مگر غیب یہ کہ جمادی تو اسکے فصل سے خیر ہو جائے کہ خبر دینا اس کا وہی
اسکی روئیدگی ہے جو ظاہر ہو رہی ہے اور غافل فیصے کے فیصے ہی اسکے قدر سے اندھے ہیں وہ ان باریکیوں اور بھیدوں
کی طرف کیسے نظر کریں انخلاط تجر العلوم میں نشان کے معنی میں لکھا ہے تا حسن حق در زمین ظاہر نشود اور میں نے نشان کے
معنی زمان لکھے ہیں دوسرے آکھوین مصرع میں ظاہر ظاہر بظاہر مجھے لکھا ہے اور میں نے بظاہر مہلہ لکھا ہے اور شرح
سے ایک یہ کیا کہ پانچون شعریں سے کسی کے معنی بھی نہیں لکھے جو جانا جائے کہ مختار شارح کیا ہے قولہ جان و دل راضی
این جوش نیست با کہ گویم در جهان این گوش نیست با ہر کجا گوشی بدار و سے چشم گشت با ہر کجا گشتے بدار و سے چشم
گشت با کیا ساز نیست چہ بود کیا با معجزہ بخش نیست چہ بود کیا با این ثنا گفتن زمین ترک فناست با کاین دلیل
ہستی دستی حفاظت با پیش ہست او بیا نیست بود با ہست ہستی پیش او کو رو کو بود با گر بودی کو راز و بگداختی با
گر می خورشید را بشناختی با ورنہ بودی او کو راز تو فریت با کے فردی بچو رخ این ناحت با المعنی لیشم با بفتح معرب
ایشب نام سنگ قیمتی سبز رنگ سیمیا بالکسر علم طلسم جس سے روح دوسرے بدن میں نقل کر لیں اور چاہے جس شکل میں ہو جائیں
اور موہوم باتیں دکھائیں جسکی کچھ اصل نہ ہو ناحت کہ ہر حاکم نہ ملک و طرے از ولایت یعنی او پر جو لکھا گیا کہ دریا و ابراہیم آفتاب
و نو بہار و غیرہ جو اس سے فیضیاب ہیں یہ بھی ایک حمد ثنا ہے یہ تو میں نے جو کی وہ کی مگر وہ جوش جو میر سے دل میں
بھرا ہے کس سے کہوں نہ تو کسی کے جان و دل میں اس جوش کے تحمل کی طاقت ہے نہ کسی کے ایسے کان جو اسکو سنیں
تو جان کہیں کان تھے لینے اسکے مسننے والے وہ تو چشم جو مراد سو جوہر جوہر کامل سے ہر ہو گئے اور جو تھہرتے وہ
یشم از قیمتی جا ہر رنگیے یہ جوش کیا ایک کیا ہے جو قلب ماہیت کر دیتا ہے یا سیمیا کہ بے بود کو نمود کرتا ہے پھر فرمایا کہ سیمیا
کیا چیز ہے یہ خود کیا ساز ہے اور سیمیا کی کیا اصل کہ وہ ایک طلسم بے بنیاد ہے یہ تو معجزہ بخش ہو جو انبیاء نے خدا سے پائے
ہیں چنانچہ مشہور معروف ہیں اور اہل من الشمس اور یہ جو میں ثنا اسکی کرتا ہوں ثنا نہیں ترک ثنا ہے اس واسطے کہ جب
آب کو مہت سمجھتا ہے تو بنا بر مخالفت کے ثنا کی اور دوسرے کہ اس میں مہت ہو جائے تو پھر کون کس کی ثنا کرے پس
چاہیے کہ اسکی ہستی کے سامنے مضیت ہو جائے اسلیے کہ ہماری ہستی چیز ہے کیا ہے جو کو رو کو رو کے طور بدین وجہ کہ اگر کو
نہوتے تو اسکی ہستی جو اہل ہستی ہے دیکھتے اور خود بخود اس آفتاب کی گرمی سے مثل رخ کے ٹپکے کے نیست و فنا ہو جاتے
اور ہر گاہ یہ بات نہیں تو کو نہیں اور کیا ہے اور کو داس سبب سے کہ اس آفتاب کی ہستی میں نیست نہیں ہو سے
اس تو میت و ماتم میں سیہ پوش کیا معنی خود کو بدی ہو رہی ہے تو ناحت میر سے دل کی کھٹکری ہوئی اور سرور
اگر اس آفتاب میں نیست ہو گئی ہوئی تو صبر و صبر و حرارت اسکی آہیں ہوئی کس واسطے اس آفتاب

کی شاعر بھی تو جان پڑتی ہے اسکو گرم کرتی ہے اختلاف شرح بحر العلوم کے آخر شعر میں بجا نے سر دے کے منورہ غلام لکھا ہے اور نہ معنی صاف صاف کی شعر کے لکھے دیکھ لیں ع باتھ لنگن کو آرسی کیا ہے

بیان خسارہ وزیر کا اس مکر و فریب میں

قولہ پچو شہ نادران و غافل بد وزیر بد پیغمبر و باقدیم ناگزیر بد ناگزیر جلگان جی قدیر بد لایزال و لم یزل فرد و بصیر بد پیاچنا تا و خداے کر عدم بد صد چو عالم هست گرد اند بدم بد صد چو عالم در نظر پیدا کند بد چونکہ چشمست را بخود بینا کند بد کرہ بان پیشیت بزرگ و بی شینست بد پیش قدرت ذرہ میدان کہ نیست بد اینہان خود جس جہانہا سے شاست بد مین و وید آنسو کہ صحرای شاست بد اینہان محدود و آن خود بیدرست بد نقش و صورت پیش آن معنی سدرست بد صد ہزار ان میں نہ فرعون را بد در شکست آن موسیٰ بایک عرصا بد صد ہزار ان طب جالینوس بود بد پیش عیسیٰ و ویش افسوس بود بد صد ہزار ان و فخر اشعار بود بد پیش حرفت امی اش عار بود بد باچنان غالب خداوندی کسے بد چون نیرد گر نباشد او خصے بد المعنی ناگزیر ناچار و لا علاج جی زندہ قدیر قدرت والا لم یزل و لا یزال دونوں بمعنی ہمیشہ فرو تنہا بصیر بنیاتی بالفصح دوناکرنا اور دوم ہونا خص قید ہین بالکسر کلمہ تنبیہ تسلیم و حاصل میان دو چیز امی وہ جو لکھا پڑھا ہو وے کہ لقب آنحضرت صلعم کا ہے عاز رنگ و شرم لینے جیسا بادشاہ غافل تھا موسیٰ عیسیٰ میں فرق کرتا تھا ایسا ہی وزیر بھی غافل نادران تھا پس ع وزیر سے چہن شہر یار سے چنان بد پھر کیسے فتور نہ پھیلنا دونوں قدیم ناگزیر سے چم کرتے اور لڑتے تھے دوسرا شعر تفسیر ناگزیر کی ہے کہ وہ خدا تھا ہے جیسا کہ نظامی صاحب رہنے بھی فرمایا ع خداے کر نیست کس راگزیر بد فرماتے ہین کہ وہ ناگزیر سب کا ہے کسی کو اس سے چارہ نہیں نہ اس بغیر کسی کچھ نہ پڑتا ہے اور وہ زندہ ہے قدرت والا اور ہمیشہ ہمیشہ اور تنہا اور دنیا ہر وقت و ہر حال میں اور ان دونوں کو لڑائی ایسے خدا قدرت واسے سے تھی کہ عیسیا یہ جان ہے ایسے ایسے سیکڑوں جہان اگر چاہے تو دم بھر میں عدم سے وجود میں لائے اور اگر چاہے کہ تیری چم کو اپنی طاق بنا کرے اور سوچو جو کچھ تو دیکھتے دیکھتے ہی تیری نظیر میں سیکڑوں ایسے جیسا کہ عالم ہے پیدا کر دے دیر ہی نہ لگے اگر چہ یہ جہان تیرے سامنے بہت بڑا اور لاشائی ہے مگر یہ جانے رہ کہ اسکی قدرت کے سامنے ایک ذرہ بھی نہیں ہے یہ جہان تو رنگ و عاریک قید خانہ مختاری جانوں کا ہے خبر دار ہوا دھڑ دھڑ چلو تو اصل صحران تھا راہی جہان سے تم آئے ہو دیکھو کیسا وسیع مسطح ہے یہ جہان تو محدود ہے اور وہ مہر اجد و کنا را اور منے اس عالم کے جو نقش صورت ہین جن کے خیال میں تو گرفت ہو کچھ میں اور اس معنی میں حاصل اور سد ہوتا ہے ہین یہ بادشاہ وزیر کیا چسپ ہین لاکھوں نیزے فرعون کے تھے جنگو ایک مروجے نے ایک عصا سے شکست دی یہ اسی کی قدرت تھی کہ ایسے سرکش مدعی دعویٰ خدا کی کو ادنیٰ شہرے

اسکے امی کی بات کے سامنے کہ امی لقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر سب عار تھے یعنی اسے زشت و زبون ہو گئے کہ پھر ان کو ان سے
تو رنگ و عار ہوئی تھی یہ خبر منہ جملہ اشعار کا ہے کہ پھر ایسے مالک غالب کے مقابل کیسے نہ مرے یعنی آپ کو نیست با بود بجا
بشرطیکہ جس نہوا و خسوں کا تو کچھ ذکر ہی نہیں وہ جو کرین اور جو کہیں تھوڑا ہی ہے اختلاف شرح بحر العلوم میں جملگان اس سورت
پر لکھا ہے تاہم کان غلط ہے اس واسطے کہ بدل مبدل منہ جو ہے اور کاف ہے حج نہیں ہو سکتے اور یہ بھی نہیں کہ سکتا شاید
جملہ گان لکان تازی سمجھے ہوں مگر یہ ہے تو معنی نہ معلوم کیا سمجھے اگر معنی لکھتے تو اچھا ہی نہوتا یہ تو عادت ہی نہیں ہیں
جاننا تھا کہ سفر سے بڑی مدد پاؤں گا سو بخیر بقول حافظ رہ شعر احرام چہ بندیم کہ آن قبلہ نہ اینجا ست ہے
در چارہ چہ کو شیم چو از مردہ مفارفت ہے اور اینجاں خود جس اسکو جس لکھد باہر ایسے ہی لفظ امی امی کی شکل قولہ پس
دل چون کوہ را بخت او ہے مرغ زیرک باد یا آو بخت او ہے فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ ہے خبر شکستہ می نہ گیر و فضل
شاہ ہے المعنی یعنی بہت دل جو پہاڑ جیسے سخت و مستقل تھے انکو اسنے اکٹھا کر دیا اور بہت مرغ دانہ اور عقیل انکو کھانا
پاؤں سے لٹکا دیا اور ایک مرغ ہوتا بھی ہے کہ رات کو اٹا دو نوں پاؤں سے لٹک کے کوئی توئی کہتا ہے پس خوب جان
کہ فہم اور خاطر کو تیز کرنا راہ نہیں ہے شکستگی اور بجز کا گذر ہر فضل شاہ کا اسی کو پسند کرتا ہے قولہ اور بسا گنج آنگنان گنج گاؤں کاں
نیال اندیش را شد ریش گاؤں کا وہ کہ بود تا تو ریش او شوی ہے خاک چہ بود تا حشیش او شوی ہے زر و نعت چہ نیست
تا مفتون شوی ہے چہ صحت صورت تا چنین مجنون شوی ہے این سرا باغ تو زندان تست ہے ملک و مال تو بلا سے جان تست ہے
آن جماعت را کہ انرو مسخ کرد ہے آیت تصویر شان را سخ کرد ہے چون ز نے از کار بد شد رو سے زرد ہے مسخ کرد اور را
خدا و ہرہ کرد ہے عورت کے راز ہر کردن مسخ بود ہے خاک گل گشتن چہ باشد اور عنود ہے المعنی گنج گاؤں گنج جمشید کہ بہرام
کے وقت میں ایک کسان کو ملا تھا کہ وہ کھیتی کو پانی دیتا تھا کہ وہ گنج ایک عمارت کی عمارت تھا جو بہرام نے لٹا دیا تھا
ریش گاؤں و حق و عام طبع و مسخر حشیش بفتح و ہر دو شین کاہ خٹک مسخ با نفع بدل دینا صورت کا دوسری صورت پر جو پہلے
سے بدتر ہو مسخ با نفع وہ کرنا عنو و بصمتین غلات حق کے کوئی کام کرنا و فتح ستیزندہ و گمراہ لینے جیسے اور لوگ گند
ہیں جو مذکور ہوئے فرعون سے مرغ زیرک تک ایسے ہی بہت سے گنج آگن چھوٹے جنہوں نے خزانے جمع کیے
گنج گاؤں جیسے کہ وہ جمشید تھا کہ یہ گنج گاؤں میں خیال اندیش کو ریش گاؤں ہوا یعنی حق و مسخر کر اپنے بے جمی کیا تھا اور بہرام کو
نے مسکونایا تھا خیال تو کرو گا و کیا چیز ہے کہ تو انسان ہو کے اسکی ریش بنے اور خاک کیا ہے جسکی حشیش تو ہوئے خاک
سے مراد ملک ہے یعنی ملک و گنج دو نوں کچھ چیز نہیں اور زرد و نقرہ پر کیوں مفتون ہوتا ہے یہ کیا ہیں اور کسی کی
صورت کا کیوں مجنون بناتا ہے کہ وہ کچھ پر نہ ہے کچھ ہر مکان و بلع بہت سے بناتا ہے یہ خود اپنے لیے آپ زندان بناتا
خود دیا ایک زندان تو میر یہ زندان مسلا وہ بران ملک و مال کی محبت میں لیون ہستلا ہے کہ تیری جان
کے واسطے ہے اور جان اسکی حیات و خلافت و بان مواظہ اور محاسبہ است اور دیکھ بدولت محبت مال کے

وہ جماعت تھی جو مسیح ہوئی کہ زکوٰۃ نہیں دیتی تھی چنانچہ فرمایا وحل منہم القروۃ والنفازیر کہ چھی آیت تصویر کی ان کی تھی لینے
اچھی صورت بلو جب صور کم فاحسن صور کم کے اُس آیت کو مسیح سس کز کے بند روخوک بنا دیا وہ عورت جو بسبب
بدکاری کے درگاہ الہی سے زبردست ہوئی کہ وہ ہرہ ہر خدا نے اُسکو صورت انسانی وصفت جان داری سے مسخ کر کے ستارہ
بنا دیا اور جان داری سے جلا کر دیا مختصر حال اُسکا یہ ہے کہ ہاروت ماروت دو فرشتے بوعہ عبادت آسمان سے زمین پر آئے
اور یہ نہرہ ایک عورت لولی از بس تیلہ تھی یہ دونوں فرشتے اس پر فریفتے ہو کر مصدر گناہ ہوئے اور چاہ بابل میں قید کیے گئے
نہرہ کو انھوں نے اسم اعظم بتا دیا تاہیہ اُسکو پڑھ کے تیسرے آسمان تک پہنچی خدا نے اُسکو وہیں بصورت ستارے کے
مسخ کر دیا تب مولانا رحمۃ اللہ علیہ بطور توحیح کے فرماتے ہیں کہ اے عنود و گمراہ یہ تو نے جان لیا کہ ایک عورت کو نہرہ کر دینا
مسیح ہوا اور اپنی خبر نہیں کہ خاک و گل ہو جاتا یہ کیا ہو اُسکو کیا کہتے ہیں قولہ روح سے پر دوسوے چربخ برہن ہ
سوسے آب و گل شدی در اسفلین ہ خوشن من مسخ کردی زین سفول ہ زان وجود سے کو بد آن رشک عقول ہ پس بترین
مسخ کروں چون بود ہمیش آن مسخ این بنا بیت دون بود ہ المعنی اسفلین نسوب با سفلی است ترو پائین تر وزیر تر
ستقل یعنی تین پستی اور نیچے ہو جانا عقول مراد عقول عشرہ سے کہ وہ دس فرشتے ہیں دون ادنی و ناہیز یہ اشعار تفسیر شعر صدر کے
ہیں فرماتے ہیں کہ روح ایسی پاکیزہ شے ہے کہ آسمان پر اُڑتی ہو اور تو آب و گل کی طرفت کہ عبارت تن سے ہر اسفلین کو
گیا جو سبب از زیر ترین مقام ہر آب بتا تو نے آپ کو مسخ کیا یا نہیں اُس وجود سے کہ جس پر عقول عشرہ کو رشک تھا کہ کاش
یہ وجود ہم کو دیا ہوتا تو نے اس پستی میں پڑنے کی خرابی کی پھر اس سے تر مسخ کیا ہو گا انصاف تو کہ یہ مسخ تو بہت ہی
ناہیز و ادنی ہر اختلاف حضرت بحر العلوم نے اے بے گنج اکنان اے سے یہاں تک کہ تو گنج گاہ کے بیان میں
کچھ ہاروت ماروت کے قصہ میں ظالماصل معنی ایک شعر کے نہیں لکھے حالانکہ قابل لکھنے کے تھے الحق چون ندیدہ
حقیقت رہ افسانہ زوند ہ قولہ اس بہت سوسے آخر تاختی ہ آدم سجود را بشناختی ہ آخر آدم زادہ اے ناخلف ہ
چند پنداری تو پستی را شرف ہ چند گونی من بگیرم غاسے ہ این جہان را پر کم از خود ہے ہ گر جہان پر برفت گرود
سر بسر ہ تاب خور بگذاردش از یک نظر ہ وز را و وزر چون اوصد ہزار ہ نیست گردانہ خدا از یک شرار ہ المعنی
آخر لضم خاسے مجہ مخففت آنور یعنی علف اسبان و جاسے علف خوردن اسبان ہندی تھان اور گھاس گھوڑوں کے
کھانے کی ادکاہ پس ماندہ گھوڑوں کی جو خراب ہو جاتی ہو و آرمگاہ و نشیمن مطلق اگرچہ مطلق انسان کی ہو غفلت یعنی
فرزند صلح و باسلون طلع یعنی تو تو روح کی طرف متوجہ ہی نہیں تو نے اپنے ارادہ کا گھوڑا آخر کی طرف دوڑا یا ہر
اور تن پروری میں مصروف تو نے یہ نہیں جانا کہ میں ہوں کس کی اولاد یعنی آدم جو سجود ملائک تھے ایسے پاکیزہ
اور مقدس اے ناخلف ہم تجھ سے پوچھتے ہیں کہ تو آدم زادہ ہی یا نہیں اگر تو اس پستی و ناہیزی کو اپنا شرف
کب تک بگھے رہے گا اور کب تک یہ کہے گا کہ میں سارے جہان کو بیلون اور اپنے آپ سے جہان کو عبسہ دون

کہیں کسی کی گنجائش نہ چھوڑوں یہ نہیں دیکھتا کہ اگر جہاں سرسبز ہوتے ہو جہاں جس سے پہاڑ بھر جاتے ہیں تو حشرات کثرت کی ایک نظر سے گلا دے تو اگر زمین بھر گیا تو کیا ہوا اختلاف بحر العلوم میں بجائے تاب خور کے غوطہ کھاتا ہو ایسے ہی شواخیر کا پہلا مصرع اسی سبب سے بالفعل میں نے اس کے معنی نہیں لکھے لیکن بعد اسکے سمجھ میں آیا کہ پہلے مصرع میں وزر ہی بمعنی بارگاہ قولہ عین آن تکبیل را حکمت کند ہا عین آن زہر آب را شربت کند ہا و زہر آب کہ گنجا بہنماں کند ہا خار را گل جسمہا را جان کند ہا آن گمان انگیز را سازد یقین ہا ہر بار و یاد از اسباب کہیں ہا پروردور آتش ابراہیم را ہا یعنی روح سازد ہیم را ہا بمعنی عین ذات و چشم و آفتاب تکبیل خیال کرنا اور کسی کو خیال میں طوائف یعنی ہندی نہ ڈری یعنی ذات اسکی خیالات کو جو حقیقت عین و ذات نہیں حکمت عین بنا دے اور ذات اسکی زہر آب کو شربت کر دے یعنی بے فائدہ کو برفائدہ اور مضر کو مفید بنا دے مخلوق خزانے اپنے کسی محفوظ جگہوں میں چھپاتے ہیں اور نگہداشت کرتے ہیں وہ ویرانوں میں چھپاتا ہو اور کانٹوں سے گل لگاتا ہو اور جسموں سے جو کثیف ہیں جانین لطیف پیدا کرتا ہو اور گمان انگیز کی باتوں کو جو ارباب حکمت ہیں یقین بنا دیتا ہو اور کینوں کے اسباب سے مجتنب پیدا کرتا ہو دیکھو ابراہیم کو کیسا آتش نمرود میں پالا اور جو بات روح کے حق میں خوف کی ہو اسکو ایمنی کر دیتا ہو قولہ از سبب سازش من سودا یم ہا و سبب سوزش من سوسطایم ہا و سبب سازش سرگردان شدم ہا و سبب سوزش ہم حیران شدم ہا بمعنی سوسطائی ایک فرقہ ہو کہ نفی حقائق کی کہتے ہیں اور وہ ہیں قسم میں عقاید و عقیدہ لا اور یہ پہلے قائل حقائق اشیاء کے نہیں ہیں عالم کو وہم و خیال بتاتے ہیں عقیدہ منکر ثبوت اشیاء کے ہیں اور ملحق اپنے اعتقاد کے ہیں کہ جس شک و شبہ بظاہر تھا دیکھیں وہ وہی ہے چاہے عرض چاہے چہر چاہے قدیم چاہے حادث لا اور یہ منکر ہیں نہ ثبوت کے قائل نہ نفی کے مولانا رحمہ فرماتے ہیں کہ تیری سبب سازی کا میں دیوانہ ہوں کہ کسی ضد میں سے ضد کا سبب پیدا کرتا ہو جیسے زہر کا شربت کر دینا اور سبب سوزی کو خیال کر کے سوسطائی ہوں کہ دراصل نہ زہر کی کچھ حقیقت ہو نہ شربت کی جیسا تو چاہتا ہو ایک سبب کو جلا دوسرا پیدا کر دیتا ہو میں تو یہ سبب سازی اور سبب سوزی اسکی دیکھ دیکھ کے حیران و سرگردان ہوں کہ اسباب شمع کے موجود ہوتے ہیں اور وہ شمع نہیں ہوتی اور وہ ہو جانی ہو جسکے سبب نہیں ہوتے اختلاف شرح بحر العلوم میں مطلب اشعار کا کہیں نہیں پاتا سوسے خارجی باتوں کے

ملک کرنا وزیر کا اور خلوت میں بیٹھنا اور شور و آواز قوم میں

قولہ چون وزیر ماکر بہ اعتقاد دین عیسیٰ را بدل نکرد از خدا و کرد گیران وزیر از خود بہست ہا و عطا را بگذشت و خلوت نشست ہا و وزیران در گذار از شوق سوز ہا بود در خلوت چہل چہار روز ہا خلق دیوانہ شدند از شوق او ہا از فرقہ عالی و قال و قوی ہوئے لایہ وزادی ہو سکر نہ و او ہا از ریاضت گشتہ در خلوت و تو ہا گفت ایشان بے تو را نیست و زہر آب حاکم چون بود و حال کرد و آتش سرگردان و زہر خدا ہا پیش ازین خود کن مار حبس ہا ہا جو مغلطایم مارا دا یہ تو ہا

برسر گستران آن سایہ تو پگفت جانم از جان دوز نیست : لیک بیرون آمدن دستور نیست : المعنی تا کہ مگر گنبدہ
 لایع با خوشامد و چاہوسی تو پو او مجہول پردہ و نہ یہ اشعار صاف ہیں لیکن کچھ معنی بطور اختصار حسب عادت اپنے کہ کوئی
 شعر چھوڑتا نہیں ہوں لکھوں یعنی جبہ وزیر کا رہا اعتقاد نے دین عیسے کو فساد سے بدل دیا تو پھر وہ مرا کر اپنی طرف
 سے یہ پایا کہ وعظ چھڑکے خلوت میں بیٹھا اور مریدوں میں اپنے شوق سے سوز ڈال دیا چالیس بچاؤں خلوت نشین
 ہوا مخلوق دیوانہ ہو گئی اس کے شوق اور حال حال کے ذوق میں سب خوشامد و زاری کرتے تھے اور یہ خلوت میں ریاضت
 کے بارے وہ راہو گیا یہ کہتے تھے کہ بے تیرے ہر کچھ سو جھٹا نہیں اندھے ہیں اور اندھے کا جب کوئی لاکھی پکڑے کے لیچنے
 والا نہ تو خیال کر کیا حال ہو گا تو اپنی بزرگی اور کرم کی راہ سے اور خدا کی واسطے ہم کو آپ سے اب زیادہ جد امت رکھ
 ہم بچے ہیں اور تو دایہ ہمارے سر پر دیسا ہی سایہ ڈال جیسا ڈالتا تھا آئے انکے جواب میں کہا کہ یہ سمجھو کہ جان میری
 تم سے دور ہر بلکہ وصل پر لیکن کیا کروں نکلنے کا قاعدہ نہیں قولہ آن امیران در شفاعت آمدند : وان مریدان در ضراعت
 آمدند : کا میں چہ بد کیفیت مارا کریم : از دل و دین ماندہ ما بے تو یتیم : تو بہانہ میکنی و ما ز درو : میز نیم از سوز دل و غمے
 سرور : ما بگفتار خوشتر خورده ایم : ما ز شیر حکمت تو خورده ایم : الدالدین جفا با ما کن : لطف کن امر و زافر دامن :
 میدہ دل مرا تر کہین بیدلان : بے تو گردن آخرا بجا صلاں : جلد و خشکی جو ہا می می تپند : آب را بکش از جو بردار بند : ایک
 چوتھو زمانہ نیست کس : اللہ اللہ غلغلہ را فریاد رس : المعنی امیر وہی کہ ان کے بارہ فریقوں میں جو بارہ تھے شفاعت
 سفارش ضراعت عجز و زاری یعنی سب فرقیے بھی جمع ہوئے اور انکے امیر بھی سفارش کرتے تھے اور یہ سب عجز و
 زاری کہ امیر کریم یہ کسی بڑی بد بختی ہاری کہ ہم بے تیرے دل و دین سے یتیم رہ گئے نہ دل رہا نہ دین رہا تو تو بہانے
 کرتا ہم سوز دل سے ٹھنڈی سانسین لیتے ہیں ہماری تو تیری اچھی اچھی باتیں سننے کی عادت پڑی ہوئی ہر اور تیرے
 شیر حکمت کے پہلے ہوئے ہیں الدالدین اس ظلم ہم پر مت کر چکو تو آج لطف و مہربانی کرنا چاہیے تو فردا پر کیسے ٹالتا
 کہ باہر نکلنے کا قاعدہ نہیں ہمارا دل یہ کہتا ہے تیرے معاملہ میں کہ یہ جتنے بدل ہیں بے تیرے آفریب بے حاصل
 ہو جائیں گے سب ایسے ٹپ رہے ہیں جیسے مچھلی خشکی میں اب تو پانی ہر کان پر کھول دے اور منڈھ توڑ دے آ تو وہ
 شخص کہ تجھ سا زمانہ میں کوئی نہیں اللہ اللہ تیرا کیا کہنا ہے تو ہماری فریاد رسی کہ اللہ اللہ تشریح بحر العلوم میں بجا ہے
 بردار بند کے بودار غلط لکھا ہے

دفع کرنا وزیر کا مریدوں اور اپنے اتباع کو

قولہ گفت بان ای سرخان گفتگو : وعظ و گفتار زبان گوش جو : پنہ اندر گوش حسن و حسن گنبد : ہنس از چشم خود بیرون
 گنبد : پنہ آن گوش سر گوش سرست : تا نگردان کر آن باطن کرست : المعنی کان کلمہ تنبیہ کا ہر سرخان نے خود بینی
 بیگا جس بالکسر دیا فاصلہ کسی چیز کا اس سے خواہ ظاہری ہوں خواہ باطنی اسے مجھ سے معروف کر ہستی

بہر اور نا شنوایہ سب اشعار مولانا نے خود بہ نفس نفیس پردہ زبان و زیر کار میں فرمائے ہیں یعنی اُسے گفتگو سننے کے کما
 کہ خبردار ہو جاؤ اور بیگار ہو گفتگو کے اور غلط و گفتار اور زبان و گوش کے طوطی بننے والوں کو کوئی زبان سنبھلے ہم کو غلط
 اور ہم کان سنبھلے سنیں اس حس نا چیز ظاہری کے کان میں تو روئی رکھ لو اور آنکھوں پر پتھر لٹھاری جو پردہ و بند جس کی ہر کہ
 ظاہر میں ہو رہے ہو اس بند کو آنکھوں سے نکال ڈالو اور روئی اس گوش بھید کی جس سے وہ بھید سنے جاتے ہیں یہی
 گوش ظاہری سر کے ہیں جب تک یہ بہرے نہیں ہوتے وہ گوش باطن والے کہ ہیں کوئی بھید ان سے سننے میں نہیں آتا
 الخلاف تشریح بحر العلوم میں ابن گران بجائے کر کے لکھا ہے اگرچہ معنی دونوں کے ایک ہیں مگر تکرار کر کے اہم ہو اور فصیح
 قولہ ہمیں دے گوش و مفکرت شوید ہا تا خطاب ارجی را بشنوید ہا تا بگفت و گوے پندار اندری ہا تو ز گفت خوب کیوے
 بری ہا سیر برونی ست فعل و قول ہا سیر باطن ہست بالاسے سہا ہا المعنی ارجی سے اشارہ ہوا ہے کہ میر یا ایقانہ نفس
 المطنئہ از جہان ہے از یک را ضیہ مشرق سے یعنی اس نفس مطمئنہ رجوع کر اپنے رب کی طرف خوشی خوشی لینے پہلے جس
 اور بے گوش اور بے فکر ہو جاؤ پھر سنو کیسا خطاب ارجی کا خود بخود کان میں آتا ہے اور اپنے پروردگار کا بلانا اپنی طرف مستجاب
 اگرچہ اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ بندہ مومن کے پاس اگر فرشتہ موت کا یہ خطاب کرتا ہے اور وہ مردہ راضیہ غریبہ
 کائن کے خوش بخوش متوجہ نقسے اکی کا ہوتا ہے لیکن یہ موقع اطلاق کا ہے لینے ہر وقت یہ خطاب سنو گے اور
 جب تک مفید گفتگو اور گمان کے ہو گفتگو خوب کی جو وہی خطاب فیہی ہو۔ لہذا نہ پاؤ گے سیر ظاہری تو یہی قول و فعل
 ظاہری ہیں لینے احکام شریعت اور طریقت اور سیر باطن کی بالاسے آسمان ہے جو حقیقت و معرفت ہے الخلاف
 صاحب بحر العلوم نے آیت یا ایقانہ نفس المطنئہ کو فی ضیئہ تک لکھ کے ایک صفحہ اور اندر دھر کی باتوں سے سیاہ کیا ہے
 اور میں تو یہی جاننا ہوں ع فردم را عشق بیاورد و بر پیچ ہا قولہ حس خشکی دیدگر خشکی نبرد ہا موسے جان پاسے
 و در دریا نہاد ہا سیر جسم خشک بر خشکی فتاد ہا سیر جان پاہر دل دریا نہاد ہا چونکہ عمر اندر وہ خشکی گذشت ہا کا کوہ و گاہ
 صحرا گاہ و دشت ہا آب حیوان با کا خواہی تو یافت ہا موج دریا را کا خواہی شکافت ہا المعنی او پر جو سیر ظاہری
 و باطنی فرمائی ہو مطابق اُسے فرماتے ہیں کہ حس یعنی اہل حس نے تو خشکی تاکی اس سبب سے کہ انکی پیدائش خشکی
 سے ہو اور ظاہر کائنات انکی نژاد نہیں ہر خشکی میں پیدا ہوا ہے اور موسیٰ جان نے قدم دریا میں رکھا جیسا کہ حضرت موسیٰ کو
 پیدا ہوتے ہی دریا میں بہا دیا تھا لینے یہ روزا نزل سے دریا سے غرق کے ڈوبے ہوئے ہیں اور وہ اس سے
 جان بچانے والے اور خشکی کے عادی ہیں سیر جسم خشک کی خشکی پر پڑی اور جان کی سیر نے باتوں دل دریا سے جوچہ نچ
 دریا میں رکھا جیسا کہ حال عابدوں اور عارفوں کا ہے اور ہر گاہ کہ عمر انکی راہ خشکی میں گذری کبھی جہاں کبھی صحرا
 کبھی دشت کہ یہ سب مرد و نشیب فرمایا جنات و مشاق سے ہر ایسے لوگ آہم کیوں کیسے پائیں اور عمر ابدی خوش
 سے حاصل ہوتی ہے اگر کسی نے نہ یہ حال کہ مومن دریا کو چھوٹا دیکھ جیسے حضرت موسیٰ نے وقت تاقب فرمایا

اٹھانے والے یہ غریب ہکو مت دے اور جفا کی باتیں ہم سے مت کر جب تو نے ہکوا ابتدا سے پذیرفتہ کیا ہے تو ایسی ہی رحمت انتہائیکہ کیے جا ہمارے صفت و غیر و فقر سے تو خوب واقف ہو اور ہمارے درکار علاج خوب جانتا ہے اب جو باتیں سخت مشکل ہم کو بتاتا ہے ہم میں ان کی سوچ بوجھ اور طاقت تاب و تحمل کی کمان ہو خطا ہر جہاں پائے پڑتا ہی بوجھ لادنے ہیں جو اٹھا سکے اور ضعیفوں سے ایسے کام لیتے ہیں جو کر سکیں مرغ کو وہی دانہ دیتے ہیں جو اندازہ اسکی خوراک کا ہو کس واسطے کہ ہر مرغ کی انجیر خوراک کب ہو بچہ کو اگر دودھ کی جگہ روٹی دیدے گا تو اسکو مردہ سمجھو گئے اور جب اسکے دانت نکل آئیں گے تو خود ہی دل اسکا روٹی ٹھوسٹھ مٹھنے لگے گا جس مرغ کے پر نہیں نکلے ہیں اور وہ اُڑے خود کھا جاوے نہ بلیوں کا بنے گا اور جب پر نکل آئیں گے بے تکلف بدون صیغرنیک و پر کے خود بخود اُڑے گا تیری گفتگو دل نشیں کو خاموش کر دیتی ہے اور ہمارے کانون کو جگادیتی ہے جب تو گویا ہوتا ہے کان ہمارے ہوش بچانے ہیں اور مشکل ہماری ایک بھر ہو جب تک تجھ سادریا موجود ہے ہکو تیرے ساتھ میں خاک آسمان سے بہتر ہے ایسے کہ تجھ سے سماک سے سماک روشن اور منور ہے واضح ہو کہ ان شعرون میں چار پاسے صیغرنیک و بھنگ اشعار مثالیہ ہیں اس بنا پر کہ تو نے اب جو باتیں ہم سے کیں انکی استعداد ہم میں کمان ہے اگر استعداد ہو جائے تو ہم قہور ایسے بہت کر سکتے ہیں اور اب تو ہم تیرے ہی محتاج اور عاجز اور ضعیف الخلاف تشریح بحر العلوم میں انداز کی جگہ اندازہ اور بجائے خیک خشک غلط ہے قولہ بے تو مارا بر فلک تاریکیست ہا باتو اسے مہ این زمین تاریکیست ہا با مہ روستے تو شب تاریکیست ہا روزا بے نور تو تاریکیست ہا باتو بر خاک از فلک بردیم دست ہا با سما مابے تو چون خاکیم پست ہا صورت رفعت بود افلاک را ہا معنی رفعت روان پاک را ہا صورت رفعت برائے جسمیاست ہا جسمیاد ریش معنی اسمیاست ہا اللہ اللہ یک نظر بر ما فلک ہا لا تقطع فقط طال الخزن ہا المعنی تاریکیست تاریک معنی مصرع عربی نا امیدت کر ہکو بیشک بچ بہت طول ہو گیا یعنی اگر تو نہ ہو اور ہم آسمان پر حائین تو آسمان پر ہکو اندھیرا نظر آئے اور تیرے ساتھ میں ایاموزین ہو گوتیرہ مٹاک اسکو کہتے ہیں تاریک نہیں ہے بقول شخصے دل مانشاد و چشم ماروشن ہوا ایسے ہی دوسرا شعر ہے کہ تیری چاندنی صورت کے ہوتے رات اندھیری کب ہے اور اگر وہ ہے اور تیرا نور نہیں تو اندھیری ہے ہم با وضعت اسکے کہ فلک پر ہیں لیکن جب تو ہم میں ہے تو ہمارا رتبہ آسمان سے غالب ہے اور اگر ہم آسمان پر ہیں اور تو نہیں تو خاک کی طرح پست و ذلیل ہیں رفعت جو ایک شہر ہے اسکی صورت بھی ہے اور معنی یہی ہیں صورت تو افلاک کو دی گئی ہے کہ ظاہر بلند ہیں اور معنی جو رفعت کے ہیں یعنی اصل چیز وہ چان پاک کو دی ہے صورت رفعت کی جسموں کے واسطے ہے مثلاً افلاک وغیرہ کہ معنی کے سامنے یہ جسم نام ہی نام ہیں سیسے مسی کے ایمر وہ یعنی جیسے حودے کا جسم و اسم ہوتا ہے مسی نہیں ہوتا جو مان ہے اللہ اللہ کیسے ہم مشاق و آرزو مند ہیں ایک بار تو نظر پہنچاں اور ہم کو نا امیدت کر کہ ہمارا رنج بہت ہی بڑھ گیا ہے

جواب کہنا وزیر کا کہ غلوت کو نہیں بگاڑو گا

قولہ گفت جہتہاے خود کو نہ کنید ہا پند را در جان و در دل کہ کنید ہا گر اینم متہم نبود این ہا گر گویم آسمان را من زمین ہا
 گر کمال با کمال انکا بصیت ہا در نیم این زحمت و آزار بصیت ہا من نخواہم شد ازین خلوت برون ہا زانکہ مشغول باحوال
 درون ہا المعنی گما جنتین اپنی چھوڑا اور میری پند کو جان و دل میں را دو اگر مجھ کو امین جانتے ہو تو امین متہم نہیں ہوتا چاہا
 میں آسمان کو زمین کہہ دوں تم سچ جان لو اور عمل کرو اگر مجھ کو کمال جانتے ہو تو کمال سے انکا کیا ہو اور جو کمال نہیں ہوں
 تو نہ ہی کچھ زحمت و آزار کیا ہو میں اس خلوت سے ہرگز نہیں نکلوں گا اس لیے کہ اپنی باطن سے مشغول ہوں
 کب کسی کی پروا کرتا ہوں

اعتراض کرنا مریدوں کا خلوت و زرت سے دوسری بار

قولہ جملہ گفتند اور وزیر انکار نیست ہا گفت ہا چون گفتہ اغیار نیست ہا اشک دیدست از فراق تو دو ان پادہ آہست
 از میان جان روان ہا طفل باو ایہ ہتیز و لیک ہا گر پدا و گر چہ نہ بد و اند نہ نیک ہا ہا چو چنگیم تو زخمہ می زنی ہا زاری از
 مانی تو زاری میکنی ہا ہا چونائیم و نو اور نازتست ہا ہا چون کونیم و صلا و رازتست ہا ہا چو شطرنجیم اندر برد و مات ہا ہا برد و مات
 نازتست از خوش صفات ہا ما کہ باشیم ای تو ما را جان جان ہا تا کہ ما باشیم با تو در میان ہا المعنی ہجر سب نے کہا کہ اے
 وزیر جو کچھ تو نے ہکو پنہ نصیحت کی اس سے ہکو انکار نہیں ہر مگر ہماری باتیں غیروں کی باتوں کی طرح نہیں ہیں
 بلکہ ہمارا یہ حال ہر کہ تیری جدائی میں اشک آنکھوں سے بہ رہے ہیں اور آہ ہی آہ درون جان سے نکل رہی ہے تو مجھے
 واسطے دایہ ہر اور ہم تیرے بچے سنے بچہ بھلا دایہ سے لڑ سکتے ہیں البتہ روتے ہیں اس سبب سے کہ نیک بد میں سمجھتے
 ہم تو تجھ سے ایسے متحد ہو رہے ہیں کہ گویا ہم چنگ ہیں اور تو دغہ بس یہ زاری ہماری ہے نہیں ہر تو ہی زاری کرتا ہر ہم
 ایسے ہیں جیسے نو اور نو ہم میں تجھ سے ہر ہم ایسے ہیں جیسے کوہ اور ہم میں صدا تجھ سے ہر گویا تیرا ہی کنا ہر جو ہم کہہ رہے
 ہیں ہم ایک شطرنج ہیں جس میں برد و مات ہوتی ہے ہماری برد و مات یعنی ہار جیت اور مرنا جینا اور خوش صفات تجھ سے
 ہر ہم کیا چیز ہیں گویا کا عدم ہمارے جان کی جان تو ہر کچھ کیسے ہم تیرے ہوتے ہا کہ کبھی کچھ شمار کرین الخلاف بحر العلوم
 میں قبل لفظ بد کے نہ نفی کا نہیں ہر نہ بدون اسکے مصرع موزون ہوتا ہر قولہ ما عد جائیم و ہستی ہاے ما ہا تو جو مطلق
 فانی نا ہا ما ہمہ شیران وے شیر علم ہا حملہ مان از یاد با شد مبدم ہا حملہ مان پیدا و تا پیدا است ہا ہا کہ نہ ناپیدا است
 ہرگز نہ مباد ہا ہا و با و بود و ازاد و است ہا ہستی نا حملہ از یاد و است ہا نہ ہستی ہستی ہا ہستی را ہا عاشق خود کردہ بودی
 نیست ہا ہا لذت انعام خود روا نگیر ہا نقل و باوہ جام خود روا نگیر ہا در بگیری کیست جہت جو کند ہا نقل بالفاش
 چون تیرو کند ہا ہرگز اندر ما کن و رما نظر ہا اندر اکرم و خاصے تو دگر ہا المعنی تیرو بود و معروف و فوت و زور یعنی ہم سب
 عدم ہیں اور ہماری ہستی میں بھی عدم ہے لہذا کہ اب جو بد میں ہا بد میں ہا ہستی ممکن کی بھی جو مخلوق ہے

یہی ہے کہ جو دوسکا دوسرے سے ہو اپنی ذات سے نہواور نہ اول میں ہونہ آخرین رہے اور تو وجود مطلق ہر اسم بقید
 کہ تیری ذات کجی سے ہر کہ اول میں کجی تو ہی تھا اور آخرین کجی تو ہی ہوگا اور فانی کو وجود کجی سے ہر اسم بقید
 کی ہر اسم سب شیر تو ہیں لیکن شیر علم کے جیسے قاعدہ ہر کہ علم اور نشان پر شیر یا اردہ وغیرہ کی صورت بنا دیتے ہیں اور
 حملہ شیر علم کا ہوا سے ہوتا ہر نہ بذاتہ یعنی ہوا کی جنبش سے دمدم ہر طرف جھپٹتا معلوم ہوتا ہر لاجرم حملہ تو ہمارا ظاہر ہر اور
 ہوا کے سبب سے وہ حملہ ہر پوشیدہ کہ خدا اسکو گم نہ کرے ہمیشہ رکھے یہ دعا ہر بظاہر ان مریضوں کی طرف سے
 اُس وزیر کے حق میں گویا ہم محض ایک نقش و صورت ہیں ہماری باد و بد تیری ہی داد ہر یعنی دی ہوئی اور ہستی ہم سب کی
 تیری ہی ایجاد کی ہوئی تو تہی نے لذت ہستی کی نیست کو دکھائی کہ نیست سے بہت کیا یا تجھ میں نیست ہو گئے ہیں
 اس نیستی میں مزہ ہستی کا کچھایا ہر اور نیست کو عاشق اپنا بنایا ہر اب جو یہ لذت ہستی کی چکائی ہر اور ہم پر انعام کی ہر
 اسکو جسے مست لیے لے اور سارے سامان اس ہستی کے مزے کے مثلث مثلاً نقل اور بادہ اور جام مت چھینے لے
 اگر تو چھین لے گا تو کین ایسا ہر کہ جستجو اور تلاش کر کے کہیں کسی سے پائے کجلا نقش بھی نقاش سے دور کر سکتا ہر
 کہ اُسکے قبضہ قدرت میں ہر بس تو ہماری بدحوالی کو مت دیکھ نہ اسپر نظر کر تو اپنے اکرام و سخا کو دیکھ جیسا آج تک
 کرتا آیا ہر بقول سعدی رح الصنع بنا ما انت اہلہ قولہ ما نبودیم و نقاضا مان نبودہ لطف تو ناگفتہ نامی شتو و نقاش
 باشد پیش نقاش و قلم ہر عاجز و بستہ جو کو دک در شکم ہر پیش قدرت خلق جملہ یار کہ ہر عاجز ان چون پیش سوزن کار کہ ہر
 گاہ نقش دیو کہ آدم کند ہر گاہ نقش شادی و گم غم کند ہر دست نے تادست جیسا بددفع ہر لطف نے تادم زند
 از ضرور نفع ہر تو زقرآن باز خوان تفسیر بیت ہر گفت از در مار بیت اور بیت ہر ماہر انیم شیران کے زماست ہر ماکان
 و تیر اندازش خداست ہر این بکیر این معنی جباریت ہر ذکر جباری برائے زاریت ہر زاری باشد دلیل مضطربان
 خلت باشد دلیل اختیار ہر اگر نبودی اختیار این شرم چیست ہر وین در رخ و خلت از رزم چیست ہر المعنی جبر بالفتح
 بزور کسی کام پر کسی کو رکھنا از رزم شرم و صلح نرمی و محبت تجار بصیغہ مبالغہ بڑی عظمت و جلال والا یعنی اسوقت میں
 کہ ہم نہ تھے ہمارا نقاضا یعنی کوئی خواہش کہ فلان فلان شکر کی ہم کو ضرورت ہوگی تو نے سب درست کر دی تیر لطف
 انگہا ہمارا سنتا تھا اُسے سب دوست کر دیا اسی اکرام و سخا پر نظر کر ظاہر ہر کہ سامنے نقاش و قلم کے نقش محض عاجز و
 بے بس ہر جیسے بچہ خلم میں نقاش کا قلم چاہے جیسا اسکو بنا دے اور جو چاہے وہ کھڑے اسکی قدرت کے سامنے
 ساری مخلوق اگر کسی کی مددگار ہو تو ایک نہایت ہی حقیر و ناخیر مددگار ہیں جس سے کچھ نہو سکے اور جب ہمارا اسکو اختیار ہر
 کبھی نقش دیو کا بنانا ہر کبھی آدمی کا جو مرداحی بڑی نیک و بد سے ہر اور کبھی نقش خوشی کا کچھنا ہر کبھی غم کا کچھنا اسوقت ایسا
 ہاتھ کس کا جو بڑائی کی دفع پر ہے نہ لطف کہ اسے لطف ضرر سے دم مارے نہیں محض بے بس اور محبور ہر اور جو تو ہمارا ہی بات
 کو نہ مانے تو تفسیر بیت کی قرآن سے پڑھو پڑھو جو ہر یار و دوست اور بیت و کلمن اللہ علی او و علی

تیر بھینکا تو نے صبروت کہ تیر بھینکا لیکن اللہ نے تیر بھینکا چنانچہ اسی کی توضیح میں شعرابعد ہے یعنی اگر ہم کسی حیرت تیر چھوڑیں تو وہ ہم سے کب ہو ہم تو ایک آئمہ تیر اندازی کے ہیں یعنی کمان اہل تیر انداز تو خدا ہے جو کہ اس کلام میں نوے بوجہ کی تھی لہذا اسکی دفع میں منسرایا کہ یہ نہ جانو کہ ہم جبر ثابت کرتے ہیں جبر نہیں ہے بلکہ معنی جباری کے ہیں کہ بڑی عظمت و جلال والا ہے پس ذکر جباری کائن کے زاری کریں تا یہ زاری دلیل ہمارے اضطراب کی ہو کہ اسکی جباری کو سمجھتے ہیں جب تو مضطرب ہیں اور اسی اضطراب کے ضمن میں جو ایک قسم ندامت بدی کی ہے وہی دلیل ہمارے اختیار کی ہے کہ اسکو اپنی بدی سمجھتے تب تو نادم ہوئے اگر اپنی بدی اپنے اختیار سے نہ سمجھتے ہوتے تو یہ افسوس و تھجلیت اور نرمی کیون ہوتی کیا پروا تھی نہ ہم سے بدی ہوئی تھی نہ ہم نمرود اور سزا تھکے بیہوش رات میں جبر و اختیار متوسط ہیں جیسا کہ امام ہام حضرت جعفر صادق سے بھی بن بن منقول ہے اختلاف بحر العلوم میں تیسرے شعر کے دونوں مصرعون کے آخر بارگم اور کارگم لکھا ہے اور معنی کسی شعر کے لکھتے نہیں جو معلوم ہوتا کہ کیا سمجھتے ہیں قولہ ز جزا ستادان بشاگردان چرت ہ خاطر از تدبیر باگردان چرت ہ و در تو گوی غافل ست از جبر او ہ ماہ حق پنهان شد اندر ابر او ہ ہست این را خوش جواب الرشیدی ہ گذری از کفر و بردن گری ہ حیرت و زاری کہ در بار لیست ہ وقت بیماری ہمہ بیدار لیست ہ آن زمان کہ میثوی بیمار تو ہ میکنی از جرم استغفار تو ہ میناید بر تو ز مستحق گنہ ہ میکنی نیت کہ با ذاکم برہ ہ عہد بیان میکنی کہ بعد ازین ہ جز کہ طاعت نمودم کا گزین ہ پس یقین گشت آنکہ بیماری ترا ہ می بخشد ہوش و بیداری ترا ہ پس بدان این را اصل را و اصل جو ہ ہر کردار دست او بردست ہ ہر کہ او بیدار تر پردرد تر ہ ہر کہ او آگاہ تر ترخ زرد تر ہ المعنی ترجمہ کی و عتاب خاطر دل اور صحت اور وہ چیز جو دل میں گذرے تدبیر انجام کو دیکھنا گمروی گردیدن سے اختیار کرنا گزین پسندیدہ یعنی زہر و عتاب استادون کا شاگردون پر کیون ہے اور خاطر تدبیرون سے کیون بد بگانی ہو اگر تو اسکے جواب میں کہیگا کہ وہ جبر سے غافل ہے اور اسکی غفلت کے ابر میں ماہ حق کا چھپا ہوا ہے تو اسکا جواب بھی اگر تو سنے تو ہمارے پاس بہت اچھا ہے جس سے تو کفر چھوڑ دے اور دین پر گردیدہ ہو جاے ویکو تو حیرت و زاری کہ بیماری میں لاحق ہوتی ہے وہ بیماری کا وقت بالکل بیداری کا ہوتا ہے اسواسطے کہ جب تو بیمار ہوتا ہے تو کیسی تو بہ استغفار کرتا ہے ساری برائیاں گناہ کی سمجھتے سوچتے لگتی ہیں اور خاص نیت کرتا ہے کہ اگر اچھا ہو گیا تو راہ راست پر چو جاؤنگا سب برائی چھوڑ دوں گا اور کھد و ایمان کرتا ہے کہ اب آئندہ سو سے طاعت اور کام پسندیدہ کے کوئی کام نہیں کروں گا پس یقین بھلا سب بات کہ بیماری تجھ کو ہوش و بیداری بخشی ہے تو اگر اصل کا طالب ہے تو اس مسئلہ کو دریافت کرے کہ بدی و درود پہونچنے کوئی پوشمنی کی نہیں حاصل کرتا ہے لہذا جو پردہ و زیادہ ہے بیدار زیادہ ہے اور جو آگاہ زیادہ ہے بیدار زیادہ ہے یعنی خدا ہی کو اسطے کہ الصغیرہ لعل کما ہے پس یہی حال زہر استادون کا شاگردون پر ہے اختلاف بحر العلوم کے ساتھ میں شعر میں وقت بیماری کی جگہ وقت بیداری غلط ہے قولہ گرز جبرش آگاہی زاریت کو ہ

جنہیں زنجیر جباریت کو بہ بستہ در زنجیرادی چون کند بہ خوب اشکستہ عداوی چون کند ہس کے اسیرے جس آزادی کند
 کے گرفتار بلا شادی کند بہ در توے بینی کہ پائے بستہ اند بہ بر تو سرہنگان شہ بنشتہ اند پس تو سرہنگی کن بر عاجزان بہ
 زانکہ بود طبع و خوے عاجزان نہ چون تو جبر اوئی بینی گو بہ و ہمی بینی نشان دید کو بہ المعنی را دفع سخن و بہادر تھو کہ سرتون
 پانچون شعر کے پہلے مصرع میں عاجزان معج ہو دوسرے مصرع میں عاجز الگ آن الگ یہ دوسرا دہر اختیار جبر کا کہ اگر
 تو جانتا ہو کہ جبر جبر زبردستی یہ بات میرے ذمہ کر دی ہو اور میں زنجیر جباری میں مقید ہوں تو تیری زاری جو اس زنجیر کی
 جھنکاس ہو وہ کمان ہو مجبور تو زاری سے خاموش نہیں ہوتے تو تو بڑی شوخیان گستاخان صرغ کر رہا ہو بتا تو زنجیر کا جھکا
 ہو ابھی کچھ سماعت و بہادری کر سکتا ہو ٹوٹی لکڑی کسی کی حق بن سکتی ہو جو کوئی کسی قید میں قید ہو یا کسی بلا میں گرفتار
 تو وہ کسب آزادی و شادی کر سکتا ہو اور جب تو دیکھتا ہو کہ میرا یائون باندہ دیا ہو کسی طرف میرے جانے کی راہ نہیں ہو
 اور سپاہی پادشاہی چھپر نہیں ہیں جو چاہیں گے وہ کرنا پڑے گا پھر تو ظلم و سرنگی عاجزون پر کیوں کرتا ہو اس واسطے کہ
 عاجز آدمی کی تو ایسی خود طبیعت نہیں ہوتی اب یہ بتا کہ تو اسی کی جبر کو کیا دیکھتا ہو اور تھکو وہ نظر آتا ہو اگر نظر نہیں آتا تو کچھ
 مت کہ جانے کیا بھید ہو اور جو دیکھتا ہو تو نشان اس کی دید کا ہکو بھی بتا اختلاف شرح بحر العلوم میں بجائے راوی
 برائے حملہ کے راوی بڑا ہے مجھ لگا ہو اور شارح ایک شعر کے سوا سنی نہیں کہتے جو کچھ معلوم ہو خیر خدا کی مدد چاہتے
 اللهم اهدنا الی الصراط المستقیم قولہ درہر آن کاری کہ میل است بدان بہ قدرت خود را ہی بینی عیان بہ درہر آن کاریکہ میل نہ
 خواست بہ اندران جبرے شوی کن از خدا است بہ انبیا در کار دنیا جبریند بہ کافران در کار عقبے جبریند بہ انبیا را کار عقبے
 اختیار بہ کافران را کار دنیا اختیار نہ زانکہ ہر مرتبے بسوے طبع خویش بہ میرود و او درس و جان پیش پیش بہ کافران
 چون جس سخن آند نہ سخن دنیا را خوش آئین آند نہ انبیا چون جس طبع بدند نہ سوے طبعین بجان و دل شدند نہ ای خدا
 بنا تو جان را آن مقام بہ کا ندو بھرت میر وید کلام بہ این سخن پایاں ندارد ولیک ما بہ باز گویم آن تہامی قصہ را بہ
 المعنی جو خواست یعنی خواہش سخن بالکسر و تشدیدیم زندان سخت و عداوی در جہنم طبعین کسر و تشدید ہلام کسور و دو یاے
 سخنانی فرماے بہشت جمع علیہ و خانماے بلند بہشت بے حرف ای بے نقد میزداید ای پیدا میشود و مولانا فرماتے
 ہین کہ بہتو یہ دیکھتے ہین کہ جس کام میں تجھ کو رغبت و خواہش ہو آئین تو ظاہر اپنی قدرت جانتا ہو اور جسکی تجھ کو رغبت و خواہش
 نہیں ہو اس میں جبری بناتا ہو کہ یہ خدا کی طرف سے ہو انبیا تو دنیا کے معاملات میں جبری ہین کہ حکم حاکم کا بجا لاتے ہین اور
 نہ دنیا سے متنظر ہین اور کافر عقبے کے معاملہ میں جبری ہین بقول کسی کے شعر عاقبت کی خبر خدا جانے بہ اتوا را مہ سے
 گذرتی ہو بہ انبیا نے تو عقبے کو اختیار کیا اور بجان و دل اصرار تو یہ ہوے کافرون نے دنیا کو اختیار کیا اور جہنم دل گئے
 اس کے غمخیز رہے و درجہ پہلی یہ ہو کہ ہر جنس اپنے جنس کے پیچھے جاتا ہو اور اپنی رغبت سے کہ گویا جیسے ہوتا ہو مگر جان اسکی
 سب سے کہتے ہوتی اور جیسے کہ شریک کیا کہیے رہا ہوا درجہ عنایت ہی اڑنے میں کو شمشک کرتا ہو پس جو کافرون کا

ٹھکانا سمجھیں ہر اور دنیا کو بھی سمجھیں کہا ہر اس مناسبت و غنیت سے کافرون کو دنیا کی طرف رغبت و رجوت اڑیں ہر آدمی اسکے لیے خوش آئین معلوم ہوئے ہیں اور انبیا جو جنس غلیین سے ہیں وہ جان و دل سے اسی غلیین کی جانب جاتے ہیں اب دعا کرتے ہیں کہ اگر بار خدا یا تو ہماری جان کو وہ مقام دکھلا جہاں بحرف و زبان کے کلام پیدا ہوتا ہے یعنی کلام نفسی شریعت کا گریز جو طرف باقی قصہ کے یعنی یہ باتیں جبر و اختیار کی جو میں کر رہا ہوں انکی تو انتہا نہیں قسمت جو باقی رہا ہے اسکو تمام کروں گا

نومید کرنا وزیر کا مہیرون کو اپنی خلوت کے طور سے ہیں

قولہ آن وزیر از اندرون آواز داد بے کاسے مریدان از من دین معلوم باد کہ مرا عیسے چنین پیغام کرد بے کز ہم سہ یاران و خوشان باش فرد بے رو سے بردیوار کن تنہا نشین بے وز وجود خویش ہم خلوت گزین بے بعد از ان دستور ی گفتار نیست بے بعد ازین با گفتگویم کار نیست بے الوداع ای دوستان من مردہ ام بے رخت بر چارم فلک بر بردہ ام بے تا بزیر چرخ ناری چون عصب بے نے نسوزم در عدا و در عصب بے پہلو عیسی نشینم بعد ازین بے بر فراز آسمان چارمین بے المعنی یعنی اس وزیر نے اندر سے آواز دی کہ اے مرید میری طرف سے اب اس بات کو جان لو کہ مجھ کو عیسے نے یہ پیغام کیا ہے کہ جملہ خوشیوں اور باریوں سے فرد جدا ہو جا دیوار کی طرف منہ کر کے تنہا بیٹھ رہ اور اپنے وجود سے بھی خلوت اختیار کر جیسا کہ کہا ہے شعر رخ اپنا جو تو نے دکھایا مجھے بے وہیں پھر جو ڈھونڈنا چاہا مجھے بے اب مجھ کو اجازت گفتگو کی نہیں نہ مجھ کو اب کسی کی گفتگو سے مطلب اور کام نس میں تم کو رخصت کرتا ہوں تم مجھ کو رخصت کر دین تو اب مردہ ہوں اور چوئے آسمان پر کوچ کر کے چلا گیا اگر نہ چلا جاتا تو اس چرخ ناری کے نیچے مثل ایندھن کے جلتا اور رنج و عذاب سے ہلاک ہوتا چرخ کو ناری اس سبب سے کہا کہ اسکے نیچے کہو نار کا ہر جسکو اثر کہتے ہیں اور متعجب فلک سے طعن ہے خطب ایندھن عصب ہلاکی اب جو چوئے آسمان پر باطمینان عیسے کے پہلو میں بیٹھوں گا اور ہر رنج و عذاب سے محفوظ رہوں گا

فریفتہ کرنا وزیر کا امیرون کو اور جہد اجداد کا ایک طور و طریق پر

قولہ و انکمانی آن امیران را بخواند بے یکا بے یکا تنہا ہر یک حرف راند بے گفت ہر یک را بدین عیسوی بے نائب حق و غلبہ من توفی بے وہ ان امیران و گراتباع تو بے کرد عیسی جملہ را شیع تو بے ہر امیرے کو کشد گردن بگیر بے پاکش پا تو بے ہر امیر اسیر بے یکا تا من زندہ ام این را بگو بے تا میرم این ریاست را بگو بے تا میرم من تو این پیدا کن بے دعوی شاهی و استیلا کن بے ایک امین طو مار و احکام مسیح بے یکا بے یکا بر خوان تو برامت فصیح بے ہر امیرے را چنین گفت اجداد بے نیست نائب جز تو در دین خدا بے ہر یکے را گردنہ بر زمین بے ہر یکے را گرفت این را گفت یزید بے ہر یکے را داد یکے طو مار و بے ہر یکے ضد گرد بے امیرا و بے ملکی طو مار بے یہ مختلف بے ہر شکل حرف پاتا تا اقصا

حکم این طواریت شد حکم آن ۴ پیش ازین کردیم آن ضد را بیان بیا معنی یعنی بعد از نوید کردنے کے اُن امیرون سے جدا جدا
اور نہما ایک ایک کو بلایا اور نہما فی مین ہر ایک سے ایک بات کہی اور ہر ایک سے کہا کہ دین عیسوی مین تو نائب
حق کا اور میرا خلیفہ ہر مسوا تیرے اور امیر سب تیرے تابع ہیں اور عیسے نے سب کو تیرا شیعہ یعنی امت کیا ہر تہجہ سے
جو امیر گردن کشی کرے اسکو بکڑ چاہے مار ڈال چاہے اسکو قید رکھ لیکن مین جب تک زندہ ہوں یہ بات کسی سے
امت کہ نہ اس ریاست کی جستجو کرو اور جب تک مین مردن نہیں کسی سے ظاہر نہ کر نہ دعویٰ اپنی شاہی و غلبہ کا کر نہ بگڑا
اور احکام مسیح کے ہیں ان سے جدا جدا امت پر نفی صحت طرہ و غرض ہر امیر سے اُس نے ایسے ہی جدا جدا کہا کہ
تیرے سوا دین خدا مین کوئی نائب نہیں ہو اور یہ کہ کھلے ہر ایک کو اپنے خیال مین غالب و عزیز کر دیا اور جو ایک سے
کہا وہی دوسرے سے کہا اور ہر ایک کو جو ایک کتاب دی دوسری اسکی ضد تھی جو اسکی مراد تھی کہ جملہ کتابین مختلفین
جیسے شکل الف ب ت ث کے حرفون کی ہر مثلاً الف نقطہ سے خالی اور خط مستقیم اور بے کے میچے ایک نقطہ اسکی عند مین
تے کے اوپر دو نقطے ہیں غرض ایک کتاب کا حکم ضد دوسری کتاب کے حکم کا جیسا کہ اس سے پہلے ہم اس
ضد کو بیان کر چکے ہیں

مارٹو اتنا وزیر کا آپ کو فخر تو میں مریدوں سے

[illegible]

گو یا جو زوڑے گئے کہ جنین بے مغز بھی تھے اور مغز داہی پس جو مغز دار تھے بعد اسے جانے کے انکی روح ویسی ہی پاک
 و لطیف رہی الخلاف شرح بحر العلوم میں پاک نغز باصناف ہو میری سمجھ میں پاک و نغز باعط مناسبت ہو قولہ
 کشتن و مردن کہ برقیش تنست ہا چون انار و سب را بشکستن است ہا انچہ شیرین است آن شد یا روانگ ہا
 و انچہ پوسیدہ است بنو غیر بانگ ہا انچہ پر مغز است چون مشک است پاک ہا و انچہ پوسیدہ است بنو غیر خاک ہا انچہ ہمینی
 است خود پیدا شود ہا انچہ بی معنی است خود رسوا شود ہا المعنی آواگ شش رنی و حشہ و بخش نیز پوسیدہ بیا
 خاری کہ مشہور بیا عینی ہی گھسا ہوا اور نہایت پرانی چیز جو قریب بگرجانے کے ہو لینے مارا جاتا اور مرنا بخش
 تن پر جاری ہا یہ ایسا ہے جسے سبب و انار کا توڑنا جو شیرین نکلا وہ تو باروانگ کا ہوا لینے قدر و قیمت پانی اور چہرانا
 اور گھنا ہا وہ سوائے بانگ کے کچھ نہیں پس ایک آواز ہی آواز ہی جو پر مغز ہو وہ مثل مشک کے پاک ہو اور جو
 گھنا گلا وہ ایسا ہی جیسے خاک جو معنی والا ہا اسکے معنی خود ظاہر ہوتے ہیں جھپتے نہیں جیسے عظمت نے کہا ہا ہر
 زناکش چشمہ خورشید جو سفید ہا اور جو بے معنی ہا خود رسوا ہوتا ہا الخلاف شرح میں ہر جگہ پوسیدہ بیا عینی
 لکھا ہا قولہ رویمینی کوش اہم صورت پرست ہا زانکہ معنی برتن صورت پرست ہا ہمیشہ اہل معنی باشش تا ہا ہم
 عطایا بے دہم باشی فنا ہا جان بے معنی درین تن بے غلات ہا ہست انچون تیج جوہین در غلات ہا تا غلات اندر
 بود باقیمت است ہا چون برون شد برحق را ہا نسبت ہا تیج جوہین را بر و کارزار ہا ہنگر اول تا نگرد و کارزار ہا
 گر بود جوہین بر دو دیگر طلب ہا در بود الماس پیش آقا طرب ہا تیج راز را دقانہ اولیاست ہا دیدن ایشان عثارا
 کیماست ہا جملہ دانایان ہمین گفت ہمین ہا ہست و انار رحمۃ للعالمین ہا المعنی نفع لفتح جو انور ذار ہمینے خواہ
 و خراب الماس معنی پولاد تیز را و معنی زرہ گر زر و خاتم سلج خانہ رحمۃ للعالمین اہم حجت برے کامی عالم قرآنے ہیں
 اہم صورت پرست کیا صورت میں لکھا ہوا ہا ہا معنی میں کو شمش کر اس سبب سے کہ معنی اس فن پر سوا ہر لینے تن
 مرکب ہو اور روح را کب اور رسوا اہل معنی کے کسی کے پاس مت بیٹھ کہ اسکے رفیق صحبت سے عطایا پائے گا
 اور جو انور بھی بنجائیگا جسکو کہا ہو طالب الہی مذکور ہا جان نے کہ جو جان بے معنی ہا ہا بے مغز ایسی ہا جیسے
 کاٹھ کی تلوار غلات تن میں کہ ہمیں کسی کو خلاف ہی ہمیں پس جبکہ غلات میں ہا باقیمت ہو ہر کس کے سامنے اکی
 عزت و حرمت ہا اور جب غلات تن سے نکلی ایک جلائے کی لکڑی ہو اسکے سوا کچھ نہیں بچرے ترے پاس یہ
 کاٹھ کی تلوار ہو تو اسکو یکے لڑائی میں مت جا بلکہ پہلے دیکھنے تو کام تیرا خواہ و خراب نہوا اگر جوہین معلوم ہو تو جا اور
 تا صحت و صحت ہو و اگر ہو کی ہو تو خوش بیان کر اور بیخودہ اور سامنے آدہ یہ ہو گا کہ اگر جوہین ہو تو اور و حوٹہ لے
 میں کی صحبت ہو و اگر ہو تو اسکو یکے لڑائی میں مت جا بلکہ پہلے دیکھنے تو کام تیرا خواہ و خراب نہوا اگر جوہین معلوم ہو تو جا اور
 تا صحت و صحت ہو و اگر ہو کی ہو تو خوش بیان کر اور بیخودہ اور سامنے آدہ یہ ہو گا کہ اگر جوہین ہو تو اور و حوٹہ لے

ورنہ نام احمد مستحیر و نسل ایشان نیز ہم بسیار شد و لوہا محمد ناصر آمد یار شد و وان گروہ دیگر از نصرانیان بہ نام
 احمد و مستندے مستہان و مستہان و خوار گشتند از فتنہ و از دوزیر شوم راے شوم فن بہ مستہان و خوار گشتند آن خلق و
 گشتہ محروم از خود و شرط طریق بہ ہم بخط دین و شان و حکم شان و از پہنہ طوار ہاے کز بیان بہ نام احمد چون چنین یاری کند و
 تاکہ نورش چون مددگاری کند بہ نام احمد چون حصارے شد حصین بہ نام بہ باشد ذات آن روح الامین بہ بعد ازین
 خورشید و زمان ناپذیر بہ کا ندر افتاد از بلاے آن وزیر و السنی غزوہ بالغت جنگ دین مستحیر پناہ و پناہ دہندہ مستہان بالغت
 ذلیل و خوار حصین لغت مضبوطیہ ایک ذکر علحدہ منیمہ اسی داستان کا کہ کہ انجیل میں نام مصطفیٰ کا جو سردار پیغمبروں
 کے اور دریا صفا کے ہیں داخل تھا اور ان کے حلیے اور شکل اور غزوات کا ذکر اور صوم و اکل کی کیفیت سب مذکور
 تھی ایک گروہ نصرانی بنظر صواب جب اس جگہ پر پہنچتے تھے نام شہر لین کو جو م لیتے تھے اور آپ کے
 وصف پر بحسن عقیدت منور رکھتے تھے کہ مقتصدے ملت بہر آب جو یہ فتنہ ہوا جسکو پہننے بیان کیا یہ لوگ اس فتنہ
 اور شکوہ سے امین رہے نہ انکو امیروں کی شر بہو بچی نہ وزیر کی احمد کے نام کے پناہ میں محفوظ رہے اور انکی نسل بھی
 بہت بڑھی اس واسطے کہ لوہا حضرت کا یار و مددگار رکھا اور وہ جو وہ مستہا گروہ نصرانیوں کا تھا کہ آنحضرت کے نام کو
 ذلیل و خوار جانتے تھے وہ ان تہذیب سے ذلیل و خوار ہوئے دوزیر شوم راے شوم فن سے برپا ہوئے تھے یہ خلق
 حسب خوار و ذلیل ہوئے اور محروم آپ سے اور شرط طریق سے بچی طریق راست میں جو شرط تھی وہ ان کو نصیب نہیں ہوئی
 مکی پر رہے انکا دین بھی ضبط تھا اور انکے احکام بھی ضبط تھے اس کی بیان کے طرازوں سے کہ حسب سے آپ
 مقولات مولانا کے ہیں خیال کرو کہ جب نام احمد کا اسی مددگاری کرے تو کیا اسکو دوزیمانی مددگاری کرے گا نام احمد کا
 مثل ایک قلعہ مضبوط کے ہو تو اب سو جو ذات اس روح الامین کی یہی جہی مغر آمیدہ اگر زمین ہر دوزیمانی سے
 قلعہ کی طرح کہ بعد اس خونریزی سخت کے جسکی علان ہوئی ہو اس وزیر لاچر کے حسب سے ہوئی اور ایک فساد

حکایت دوم ہے پادشاہ ہمدانی جس نے دین حضرت عیسیٰ کی عجاہی مین گوشش کی
 قولہ یکے سے دیگر فصل آن ہمدانی در ہلاک قوم عیسیٰ رسولو دگر خبر کوئی ازین دیگر خروج ہمدانی بر جوان رہا
 ذات البروج ہانت جگر شہا دل فرادہ این مشہد دیگر قدم بردے نہادہ اسی ہمدانی عرب ہمدانی رسولو ای مقویہ شد
 عیسیٰ بعد شہادتین وزیر پر تہذیر کے ایک اور بار شاہ ہمدانی کل سے معزید ہلاک قوم عیسیٰ کا ہوا اور اگر قرآن دوسری
 چرخائی کی معلوم کرنا چاہو کہ رسولو رہا وہاں ذات البروج ہمدانی فرادہ این مشہد کریمہ ازل عری کل اصحاب آحاد وہاں
 ذات البروج ہمدانی رسولو رہا وہاں ذات البروج ہمدانی فرادہ این مشہد کریمہ ازل عری کل اصحاب آحاد وہاں
 ذات البروج ہمدانی رسولو رہا وہاں ذات البروج ہمدانی فرادہ این مشہد کریمہ ازل عری کل اصحاب آحاد وہاں

بالفتح و ضم کان محل غایت بعد منقطعہ البروج و معدل النہار و رغبت تام فرماتے ہیں کہ جو طالب خدا کے ہیں اگر غور کرے
تو شعلے گوہر پیغمبری کے ان کے شمار ہیں گوہر پیغمبری یعنی ذات پیغمبری کو کسی زمانے میں کسی پیغمبر پر ہون اور شعلے
انوار تجلیات یا آتش عشق کہ جملہ ماسوا کو جلا کے قابل قرب خدا کے کر دیتی ہو اور یہ شعلے انھیں گوہر ہون کے ساتھ
پکرتے رہے ہیں نوبت بہ نوبت آدم سے آنحضرت تک اور بعد آنحضرت انکے تابعین پر کہ وہ صحابہ اور اولیاء ہیں
اور اسی طرف جاتے ہیں جہان انکی کان ہو یعنی جو دل کے قابل انکے ہیں زلی الموم حبیبہ لودوزن کا ہمیشہ ایک جگہ نہیں ہوتا
سارے گھر میں دور تا ہر اس واسطے کہ آفتاب جس سے کہ وہ لودوزن کا ہو ایک ہی جگہ قائم نہیں کبھی کسی برج سے
نکلتا ہو کبھی کسی برج سے ایسی ہی پیغمبری باری باری پہونچی ہو اور روز و نون سے نور پہونچ کر خانہ قلب ان کے
روشن ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں اب فرماتے ہیں جو کوئی جس اصل و نژاد پر پیدا ہوا ہو اس سے وہی اثر و نور میں
آتا ہو اسی سبب سے ان شعلوں سے ہر کوئی بطور عام فیضیاب نہیں مثلاً جس کو جس ستارے سے پریشی ہو وہ
اسی ستارہ کا ہم تنگ ہو اسی جال چلن پر چلتا ہو جیسے اگر کسی کا طالع زہرہ ہو تو اس کا بالکل میل طرب
کی طرف ہوتا ہو اور عشق و طلب کی کسو سٹے کہ سعد ہو اور مطرب فلک کملاتی ہو اور احمد جو مرحمتی ہو اور خونریز خود جنگ و
بہتان و خصومت ڈھونڈھتا ہو کہ یہ بخش ہو اور جلا و فلک قولہ اختران اندازہ اسے اختران ہے کا حراق و نخس ہو و اندران
سائران در آسمان ہلے و گرجے غیر ان ہفت آسمان شہرہ و راسخان و رباب انوار خدا ہونے بہم پیوستہ گئے
از ہم جدا جا ہر کہ باشد طالع اوزان نجوم و نفس او کفار سوز و در رجوم و چشم مرینے نباشد خشم او و منقلب رہ
غالب و مغلوب خود اخصی احتراق بالکسر جھپ جاتا پانچ ستاروں سے کسی ایک ستارے کا سوائے قر کے شفاع
مہرین بسبب حج ہونے کے ہوج و احدین منقلب بضم میم و کسر لام برگردندہ اور نجومیون کی اصطلاح میں ایک
قسم ہو اقسام ثلاثہ بروج و ہاڑہ گانہ سے باعتبار سعادت و نحوست طالع کے اور برج منقلب میں کام راست
درست نہیں آتا مولانا نام فرماتے ہیں یہ ہفت اختر و ہفت فلک تو ہیں کہ ان میں سے زہرہ مریخ و دو کوہم نے
بطور نظیر لکھا انکے سوا اور اختر ہیں احتراق و نحوست کو کچھ دخل نہیں سب کے سب سعد و سدید اور احتراق سے
محفوظ ہمیشہ تابان اور درخشان اور سوائے ان سات آسمانوں مشہور کے انکے دور و میر کے اور آسمان ہیں کہ وہ
اصحاب میں جنگی نسبت ظاہر فرمایا ہو اصحابی کا نجوم فباہیم اقتدیم اہتدیم یعنی اصحاب میرے مثل نجوم کے ہیں سو
جبکی پیروی کر دے گم ہدایت پاؤ گے تم اور انکے بعد ادبیا کہ میر جب قلوب المؤمنین عرش اللہ تبارک کے انکا
میر عرش ہو اور یہ ثابت قدم ہیں حرارات انوار خدا میں اور محل اسکے جیسا کہ کہا ہو شعر سینہ میں قائم کو سنے قطرہ کا
قطرہ رہا بل بے سمانی تری آف سے سمندر کے چور ہو اور نہ ظاہر میں پیوستہ اور یک جانہ بحقیقت متفرق
و جدا آج جو شخص ایسا ہو جسکا طالع ان نجوم سے ہو اسکا نفس کفار سوز ہو رجوم کے وقت جیسے شیاطین رجوم سے

جلجالتے ہیں اسکا ختم مرتجع اسکا ختم نہیں ہر کہ منقلب ہوا و زہرہ کے غلبہ سے باوجود غالب ہونے کے مغلوب ہو جائے جیسے مرتجع زہرہ سے مغلوب ہو جاتا ہے اس شعر میں صفت خشم و غضب اصحاب کی ہر نسبت بکفار کا قال اللہ تعالیٰ شانہ اَشْدُّ اَعْلٰی الْكَفَّارِ حَمًا و مِثْمٌ قولہ نور غالب امین از کسف و غشق ہر درمیان اصبعین نور حق ہر حق فشا ند آن نور را بر جانہا بمقبلان برداشته داما تھا ہر وان نثار نور ہر کو یا فستہ ہر روے از غیر خدا برافستہ ہر ہر کر ا دامن عشق نابہ ہر زان نثار نور بے بہرہ شدہ ہر جزو ہر ا روئیا سوے کل ست ہر بلبلان را عشق باروے گشت ہر گاور رنگ از بیرون و در را ہر از درون جو رنگ سرخ و زرد را ہر رنگاے نیک از خم صفاست ہر رنگ زشتان از سیہ آہ جفاست ہر صبغۃ اللہ نام آن رنگ لطیف ہر لغتۃ اللہ پوے این رنگ کثیف ہر انچہ از دریا بدریا سے رود ہر از ہما نجا کا دہ انچہ سے رود ہر از سرکہ سیلہا سے تیز رود ہر درقن ما جان عشق آمیز رود ہر المعنی کسف بالفتح چھپ جانا ستارہ وغیرہ کا اور بد حال ہونا عشق تاریکی اول شب و تاریکی سخت آہنج بالکسر و باے موحده مفتوح انگشت دست یا پا اصبعین جبر بدہ مخففت بودہ جفا با مد غاشاک سیل و چرک زرد و نقرہ صبغہ بالکسر رنگ و ملت و دین سیہ آہ وہ جگہ جہان پانی خراب ہر رنگ بدو جھج ہو تینے نور غالب خدا تاملے کا جبکہ سارے نور مغلوب ہیں کسف و غشق سے جیسا کہ آفتاب کو ہر سال اور ہر روز عارض ہوتا ہے فارغ اور نہایت ہر اور اسکی انگلیوں یعنی نور حق کے مشت میں ہر اسنے اس نور کو مٹھیاں بھر کر کے عاشقوں کی جانوں پر نثار کیا نثار کتنے سے نہایت تو قیر عاشقوں کی ظاہر کی ہر پس جو قبل تھے انھوں نے دامن بھر بھر بٹولا اور جس خوش قسمت کو یہ نور نصیب ہوا اسنے غیر خدا سے منہ پھیر لیا کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا موانق مصرع رخ آنکس کہ تر بایف جان را چہ کند ہر اور جبکہ پاس دامن عشق کا نہ تھا وہ اس نثار سے بے نصیب رہا جتنے جزو ہیں سب کا رخ کل کی طرف ہر مثلاً ایک جزو گل ہر جسکی عاشق بلبل اسکا رخ بھی اُدھر ہی ہر آہستہ جو گاہے بیل ہیں آنکا صرف رنگ ظاہری دیکھ اور جو مرد ہیں آنکا رنگ باطنی خواہ سرخ خواہ زرد و موندھ اس واسطے کہ جو اچھے رنگ ہیں وہ غم صفا سے ہیں یعنی انکی اصل و نژاد اچھی ہے اور رنگ بد سیہ آہ جفا سے یعنی ایسے جیسے میلہ پانی بدو خراب کمین جھج ہوتا ہے انکی مرشت اس سے ہر بس یہ رنگ جو لطیف ہے اسکا نام صبغۃ اللہ ہے رنگ خدا و دین خدا ہے کہ وہ مومن ہیں اور جو رنگ کثیف ہے اسکی بدلو ہر لغتۃ اللہ ہے کہ وہ بدلو کفر و فسوق کی ہے دیکھو دریا کا پانی دریا ہی کو جاتا ہے جہان سے آتا ہے وہیں کو لوٹتا ہے یعنی اگر رنگ لطیف ہے ہر لطیف جگہ خود کرتا ہے اور اگر کثیف کثیف جگہ جاتا ہے جیسے سرکہ سے اسلچہ تیز رو بہتے ہیں ہمارے تن میں جان عشق آمیز روان ہے اختلاف پہلے شعر میں یکاے آمین کے اپنے بیرون کی جگہ ہر وزن اور یکاے درقن ما ورتن ما غلا ہر

آگ بھڑکانا پادشاہ کا اور برابر آگ کے بت قائم کرنا کہ جو اسکو مسجد کر گیا وہ آگے بچا رہیگا

قولہ آن بہودسک بہ جن چہ را سے کر دہ پہلوے آتش ہے برپا سے کر دہ کا کہ این بت را بخود آہود بہت ہر

ورتیار و در دل آتش نشست چون سزاے این بت نفس او نداده از بخت پیش بت دیگر نرود و ما در تبتا بت
 نفس شماست باز آنکه آن بت مار و این بت اثر و با ست و آهین و سنگ ست نفس و بت شرار و آن شرار
 از آب میگیر و قرار و سنگ و آهین ز آب کے ساکن شود و آدمی با این و و کے امین شود و سنگ و آهین در
 درون دارند تا بآب را بر نارشان بنود گذار و ز آب جو نار برودن کشته شود و و درون سنگ و آهین کے رود و
 آهین و سنگ ست اصل نار و و و فعل کفر هر دو ترسا و جهود و بت سیاه است در کوزه نهان و نفس مرآب سیاه چشمه و آن
 آن بت منحوت چون سیل سیاه و نفس بتگر چشمه بر شاہراہ بت درون کوزه چون آب کدر و نفس شومت چشمه آن
 ای مصر و المعنی آب سیاه آب عمیق و آب بدرنگ منحوت ترا شمشیدہ کدر کبر و ال تیرہ اور گا دمصر اصرار کستندہ
 یعنی دیکھو اس جهود سنگ کی بد صلی اسے یہ فکر کی کہ آگ بھڑکائی اور آگ کے برابر ایک بت قائم کیا اور کہا کہ جو اس
 بت کو سجدہ کرے گا وہ تو خلاص ہوگا اور جو نہیں کرے گا آگ میں ڈالا جائیگا اور یہ خرابی اس سبب سے پیدا ہوئی کہ اسے
 اپنے نفس کے بت کو سزا نہیں دی لہذا اس سے یہ دوسرا بت پیدا ہوا تب بتوں کی مان یہ بت نفس ہو جس سے
 بت پیدا ہوتے ہیں اس واسطے کہ یہ جو پیدا ہوتے ہیں یہ مار ہیں اور بت نفس اثر و با ہر نفس تو مثل آہین و سنگ یعنی
 چقاق کے ہو اور بت اس چقاق کے شرار پھر فرماتے ہیں کہ شرار تو پانی سے دب جاتے ہیں لیکن چقاق پانی سے کب
 ساکن ہوتی ہو اس سے تو شرار نکلتے ہی رہتے ہیں پھر آدمی ان دو میں کیسے بخت جوئے سنگ و آہین کے تو درون
 میں آگ بھری ہو انکی آگ پر پانی کا کیسے گذر ہو ظاہر ہو کہ آگ سے آگ ظاہر کی بجائی ہو اور جو سنگ و آہین کے درون
 میں ہو وہ کیسے کچھ جلے آہین و سنگ کی اصل نار و و و ہر اور یہ نار و و و فعل کفر انھیں ترسا و جهود کا ہو یعنی نار
 و و و و فعل کفر میں ایسا اتحاد ہو بت تو ایسا ہر جیسے ایک بھرا پانی کہ کوزے میں چھپا ہوا ہوتا ہو اور نفس کو آب سیاہ کا چشمہ
 جان یہ پانی اسی سے نکلتا ہو وہ بت جو ترا شمشیدہ ہر ایک سخت سیاہ اہلہ ہر اور یہ نفس بتگر اسکی شاہراہ کا چشمہ بت ایسا
 جیسے کوزہ کے اندر گرد لاپانی اور نفس شوم تیرا اس گدے پانی کا چشمہ اور بتجو اس چٹنے اور گردے پانی پر کیسا
 اصرار ہو اختلاف بحر العلوم میں پہلے شعر کے دوسرے مصرع میں بجائے تارے کے آئے لکھا ہو را رہی ہو ایسے
 ہی چون سزاے ان اس شعر میں بجائے این کے آن اور بت نفس کی جگہ بتے اور نفس کے بجائے نفسے اور سچا
 آب را بر نار ابرا بر فعل کفر کی جگہ فعل ہر دو کفر غلط لکھا ہو قولہ صد سبوز آتش کند یک بارہ سنگ و آب چشمہ
 می را ندبے درنگ و آب خم و کوزہ گرانی شود و آب و چشمہ تازہ و باقی بود و بت شگستن سہل باشد نیک سہل و
 سہل دیدن نفس را جہل بہت جہل و صورت نفس را بگوئی اسے لیسر و قصہ و وزن بخوان با ہفت در و ہر نفس
 مکرے دہر مکرانان و غرق صد فرعون با فرعونیاں و در خدا ہے موسی و موسے اگر نہ و آب ایمان را ز فرعون
 مریر و دست را اندر احد و احد بنزل و ای ہر اور دارہ از بوجہل حق و المعنی زمین ابلتا اور نہکست سببے اویم

جو بت کو کوزہ کہا ہو کہ مثل آب کدر و کوزہ کہے ہو اسی کی توضیح میں فرماتے ہیں کہ کوزہ کیا چیز ہو سیکڑون سبوا یک چہر سے توڑ سکتا ہو لیکن چشمہ کا پانی تو برابر ابل رہا ہو اسکا کیا علاج اور چشمہ نفس ختم میں یا کوزے میں اگر پانی بھرا ہو تو وہ نہڑ جاتا ہو مگر چشمہ کا پانی تو ہر دم تازہ اور باقی ہو بت کا توڑ ڈالنا تو سہل اور بہت ہی آسان ہو لیکن نفس کو سہل دیکھنا بالکل جہل ہی جہل ہو اگر تو چاہتا ہو کہ تجھ کو صورت نفس کی بتاؤں تو تو قصہ دوزخ کا مع ہفت درکے جیسا کہ فرمایا **و ان جہنم موعدهم اجمعین** الباقی پھر حد سے یہی صورت نفس کی ہے لینے کل دوزخ مع ساتون بابون کے نفس ہو ہر دم اسکا ایک مکہ ہو اور مگر بھی وہ جسے سیکڑون فرعون و فرعون ذبلوئے تجھ کو لازم ہو کہ موسیٰ کے خد ۱۱ اور موسیٰ کی طرف بھاگ اور پناہ لے اور ایمان کی رونق و اکبر و سرخون اپنے سے مت کھو جو کہ موسیٰ کی طرف بھاگنے میں نوع کج فہمون کے واسطے ہدایت دین موسیٰ کا شبیہ تھا لہذا اس شعر سے اسکو دفع فرمایا کہ تو تسک اصدا و راحہ پر کرتا دستا ویزجات کی قیرے باطلہ آئے اور اس ابو جہل تن سے آپکو چھڑا اور بچائے رہا یہی جیکو **تن پروری جانتا ہو یہی نفس پروری ہو**

لانا بادشاہ جہود کا ایک عورت کو مع بچہ کے اور ڈال دینا بچہ کو آگ میں اور باتین کرنا بچہ کا آگ میں سے

قرآن یک ٹٹی باطل اور دین جہود پیش آن بت و آتش اندر شعلہ بود گفت ای زن پیش این بت سجدہ کن ۱۲ ورنہ در آتش بسوزی بے سخن ۱۳ بود آن زن پاک دین و مومنہ ۱۴ سجدہ آن بت نکرد آن موقعہ ۱۵ طفل از دست در آتش ورنہ کند ۱۶ زن تبر سید و دل از ایمان بکند ۱۷ خواست اوتا سجدہ ۱۸ و پیش بت ۱۹ بانگ زد آن طفل کافی لم امت ۲۰ اندر آباد کہ من انجا خوشم ۲۱ گرچہ در صورت میان آتش ۲۲ چشم پندست آتش از بہر حجب ۲۳ رحمت ست ابن سر بر آوردہ ۲۴ حجب ۲۵ اندر آما در بین برہان حق ۲۶ تا بہ بی عشرت خاصان حق ۲۷ اندر آو آب بین آتش مثال ۲۸ از جہانے کائنات ست آتش مثال ۲۹ اندر آ اسرار ابراہیم بین ۳۰ کو در آتش یافت و ردو یا سین ۳۱ مرگ سیدیم کہ زادن ز تو بہ سخت خرم بود افتادن ز تو ۳۲ چون بزدوم رسم زندان تنگ ۳۳ در جہانے خوش سراے خوب رنگ المعنی مومنہ ایمان والی مومنہ یقین والی اتی اہنت لینے بیشک میں نہیں مرا ہوں عجیب اما عجیب مثال کبر مشبیہ و تصویر و نظیر اور عالم مثال کہ وہ ایک عالم ہو فرد و تر عالم ارواح سے کہ جو چھکاس جہان میں ہو سب آسمین موجود ہو در دغلاب ایک عورت بچہ والی کو وہ جہود ہی بادشاہ اس بت کے سامنے کہ آگ جہان بھڑکائی تھی لایا اور آگ اسوقت نہایت ہی شعلہ زن تھی اور کہا کہ اس بت کے سامنے سجدہ کر ۱۲ **تولا کلام** آسمین جلالتی جائے گی کوئی بات اسکے سوا نہیں ہو وہ عورت پاک دین اور ایمان و یقین والی تھی آسمنے بت کو سجدہ نہ کیا جہود نے بچے کو آتش سے چھین کے آگ میں ڈال دیا اس حال سے عورت پروری

اور دل اسکا اکان سے کھڑا چاہا کہ بت کو سجدہ کرے ناگمان بچے لے آگ میں سے آواز دی کہ میں نہیں مر رہا ہوں
 امی مادر تو بھی اس میں گھس پڑ کہ میں یہاں بہت ہی خوش ہوں اگرچہ بظاہر آگ میں ہوں یہ آگ نہیں ہے ایک
 چشم بند و نظر بند ہے کجا بکھو اسطے یہ تو رحمت ہے سرگرمیاں سے لکائے ہوئے امی مادر اس آگ میں گھس آ
 اور برہان حق کی لینے جو کتاب اللہ سے سنا کرتی تھی اسکو آنکھوں سے دیکھ لے کہ حق تعالیٰ نے اپنے خاصوں
 کو کیسی عشرت اور خوش عیشی عطا کی ہے تو اس آگ میں بیدار ہو کر چلی آ یہ پانی پر شبیہ آگ کے اور یہ اس جہان کی آگ ہے
 جہان آگ مثل پانی کے ہے کہ وہ عالم مثال ہے یعنی خواب میں دیکھا کہ آگ میں گر گئے اور جل گئے تو کچھ افسوس کا نہیں ہوا
 دنیا خواب خیال ہے اور پیدا ہونا علم باقی کا اصلی جو مثل بیداری و خواب کے ہے اگرچہ مادر تو آسین و نخل تو ہو پھر بھید ابراہیم
 کے دیکھ کہ یہی آگ انہر گلاب اور حبیبی کے پھول ہو گئی تھی جن جو بچے سے پیدا ہوا تھا تو ہر وقت جگنوخت اور کھٹکا درگ
 کا تھا کاغذ سا کھٹکا رہتا تھا میرے حق میں بچے سے جدا ہو کے اس آگ میں پڑنا بہت ہی خوب ہوا اس واسطے کہ اب میں
 اس عالم میں پیدا ہوا جو ایک جہان خوش اور رکان خوش رنگ ہے نہ وہ جہان کہ ایک زندان تیرہ و تنگ تھا خدا نے
 اس سے مجھکو چھڑایا تو کہ این جہانم چون رحم دیدم کمون بہ چون درین آتش بدیدم این سکون بہ اندرین آتش بدیدم
 عالمی بہ ذرہ ذرہ اندر و عیسے دے بہ یک جہانی نیست شکل و ہست ذات بہ دین جہانے ہست و شکل و بی ثبات
 اندر آ مادر بحق مادری نہ بین کہ این آذر نادر و آذری بہ اندر آ مادر کہ اقبال آمدست بہ اندر آ مادر مدد دولت ز دست بہ
 قدرت آن سگ بدیدی اندر آ تا بہ بینی قدرت فضل خدا بہ من ز رحمت میکشایم پاسے تو بہ کو خطب خود میستم پر و اسے تو بہ
 اندر آ و دیگران را ہم بخوان بہ کادر آتش شاہ بہادست خوان بہ المعنی رحم بکسر و نفع کا بچہ و ان عورت اندر آ آتش
 اس جہان کو میں نے ایسا جانا جیسے رحم کہ ایک زمان موعود تک وہاں کار بہنا ہے پس این جہان اشارہ دنیا سے
 اور اس آگ کو میں نے محل سکون پایا امی قرار گاہ اور اس آگ میں میں نے ایسا ایک عالم دیکھا جہاں ذرہ ذرہ عیسے ہم
 ہے جو یہاں آیا وہ زندہ ہو گیا یہ جہان نیست شکل اور ہست ذات بہ نیست شکل اس سبب سے کہ دنیا میں یہاں کے
 آنے والے کو نیست جانتے ہیں حال آنکہ جو یہاں آیا بد تک ہست ہو اور دنیا ایک ہست شکل تو یہی مگر محض بے ثبات
 کچھ قیام نہیں کان لم یلتئم الا ساعۃ من النہار امی مادر میں تجھکو سمجھاتا ہوں اور مادری کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو چلی آ
 دیکھ تو اس آگ میں آگ بن ہی نہیں ہے امی مادر سو مت فیرا اقبال تیرے سامنے ہے ہرگز اسکو ہاتھ سے مت کھو
 امی مادر آئی ہوئی دولت کو کون پھر دیتا ہے تو نے اس جو دوسگ کی تو قدرت دیکھ لی اب آسین آ اور قدرت فضل خدا
 کی دیکھ تجھکو تیرے حال پر رحمت ہے اسلئے کتا ہوں کہ قدم بڑھا دو رہ میں تو ایسا عیش و طرب میں ہوں کہ مجھکو تیری
 پر داک ہے پس تو بھی آ اور آرون کو بھی بلا لا کہ باو شاہ جنتی نے آگ میں خوان نعمت لگایا ہے الخلاف شرح
 بحر العلوم میں پہلے شعر میں بجا سے بدیدم ندیدم از نیست شکل باضافت ایسے ہی ہست شکل باضافت

غلط ہو تو کہ اندر آئید ای ہمہ پر دانہ وارہ اندرین آتش کہ دارد صد ہمارہ اندر آئید ای مسلمانان ہمہ ہر غیر غلبہ دین عذاب
 است از ہمہ ہر اندر آئید و ہر بیند این چنین ہر سرگشتہ آتش گرم نہیں ہر اندر آئید ای ہمہ مست و خراب ہر اندر آئید
 ای ہمہ عین عذاب ہر اندر آئید اندرین بحر عمیق ہر تاکہ گرد و روح صافی و رستیق ہر مادرش انداخت خود را اندر و
 دست او گرفت طفل ہر خو ہر اندر آمد مادر آن طفل خرد و ہر اندر آتش گوے دولت را برد ہر مادرش ہم زبان نسبی
 گفتن گرفت ہر در وصف لطف حق سفتن گرفت ہر بانگ میزد در میان آن گروہ ہر ہمیشہ جان خلقان از شکوہ ہر
 نعرہ میزد خلق را کاسہ مروان ہر اندر آتش بنگرید این بوستان ہر المعنی عذاب بالفتح شیرین متین بزرگتر رقیق نرم
 و ملائم جازا اگر دافت و محبت آب خطاب عام اس بچہ کا ہر کہ ای لوگو پر دانہ کی طرح بے تامل اس آگ میں گھس پڑو
 جس میں سیکڑوں قسم کی بہار ہو اور ای مسلمانو جتنے ہو سب اس آگ میں داخل ہو جاؤ اور دین کی شیرینی جو کچھ چکے ہو
 اس سے پھیکے مت ہو اس عذاب کے سوا جو کچھ ہر سب سے عذاب و وبال دیکھو گئے داخل ہو اس آگ میں اور دیکھو
 یہ ایسی بڑی آگ کیسی سرد و خشک ہو ای ہمہ مست و خراب لوگو اس آگ میں گھسوا اور ای بالکل عین عذاب اس سے
 ملٹ ڈرو ہر عذاب و عتاب سے بھڑک جاؤ گے یہ دریا عمیق ہو آگ نہیں ہو بھر تامل کیا ہر بے تکلف آہن کو دھڑو
 تار و تھاری شست و شو پاک کے صاف اور نرم و لطیف ہو جاے پس یہ باتیں سنکے اسکی مان نے آپ کو اس
 آگ میں ڈال دیا فوراً اس بچہ نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا اور دونوں ٹانگے دیکھو کیسے آگ میں گر کے گیند دولت کی بے گئے
 اور اس بچے کی طرح یہ بھی کہنے لگی اور گوہر وصف لطف حق کے پرونے لگی اس آگ میں ایسی چلاتی تھی کہ اس گروہ
 میں جو مخلوق جمع تھی انکی جان شان و فکرو سے بھری جاتی تھی نورے مار مار کے کہتی تھی ای لوگو آؤ اور اس آگ میں
 دیکھو جو بوستان کھل رہا ہو

گر نالو گون کا از خود آگ میں از روے ذوق کے

قولہ خلق خود را بہانہ ان بے خوشیتیں ہر میٹکند نہ اندر آتش مردوزن ہر بے موکل بے کشش از عشق دوست ہر
 زانکہ شیرین کردن ہر تلخ از دوست ہر تا چنان شدگان عوانان خلق را ہر منہ میگردند کہ آتش در میا ہر آن یہودی شدہ یہودی
 نخل ہر شدہ پشیمان زین سبب پیار دل ہر کا نہ آتش خلق عاشق تر شدند ہر در فناے جسم صادق تر شدند ہر مکر شیطان
 ہم دو دو چپید مکر ہر دیوار ہم خود سیر زد و دید مکر ہر انہ میا لید بر روے کسان ہر جمع شد و ہر ہرہ ان ناکان ہر
 المعنی عوانان جمع عوانان بے تشدد و سخت گیر نظام و زجر کنندہ و سرہنگ ناکس نالائق سینے جب مخلوق بے کیفیت
 اس طفل و مادر کی دیکھی تھی تو تمام مردوزن بے اختیار آپ کو اس آگ میں ڈالتے گئے نہ ان پر کوئی موکل تھا نہ ان کو
 کچھ بچہ بچہ تھی خدا کے عشق سے از خود آہن گرستے تھے اسواسلے کہ کڑوے کا چٹھا کر دیتا یہی کی قدرت ہو دیکھو
 آگ کو کیا عزیز کہ پاپ بیان تک نوبت پہنچی کہ وہ ظالم سخت گیر خود منہ کرتے تھے کہ آگ میں مت آؤ پس وہ یہودی

اس سبب سے کیا سیر و دور شرمندہ ہوا اور وہ بیمار دل کیسا بی نشان تھا تجارتی بار دل اسوجہ سے کہا کہ خدا تیرے لئے
کافروں کی نسبت فرمایا کہ فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا حیران تھا کہ اس آگ میں کیا ہو جو لوگ ایسے عاشق ہو گئے ہیں
اور اس قدر فنا سے جسم میں صادق ہیں جو آپ کو بخوشی مٹائے دیتے ہیں ایسا بڑا عشق و صدق ان کو کیوں ہو گیا اب امید
دونوں شرم تو لات مولانا م سے ہیں فرماتے ہیں ذرا غور تو کرو مگر شیطان نے کیا اپنا مکر اس معاملہ میں پیدا
چھپایا تھا کہ ان یہودیوں کو سجدہ بت کا کرانے پر آمادہ کیا اور خدا نے بموجب واللہ خیر الما کرین کے یہ کیا کہ مکر اسکا
نہ چلا بلکہ خود مکر نے شیطان ہی کا منہ کالا دکھا اور پشیمان پایا جو کچھ اسے یہودیوں کے دل میں جمایا تھا اور سجدہ بت
سے انکی روسیا ہی سمجھے تھے وہ سب انھیں ناکسوں یعنی یہودیوں کی صورت میں حج ہوئی اور اور لوگ اس
روسیا ہی سے بچ گئے بلکہ مغفور مبرور ہوئے اور یہ سب ظالم اور مقہور الخلاف تشریح بحر العلوم مکر شیطان ہم درود
میں پیچیدہ شکر لکھا ہے اگر اسکو شکر بالفتح کہیں یا شکر بالضم تو معنی درست نہیں ہوتے اسلیے کہ شکر بسکون کا عربی
فرج کے معنی میں ہے اور شکر بعینین یعنی شیرینی ہو نہیں سکتا نہ شکر بعینین و کا فارسی جو لمبی بھونرے کے ہر نہ
شکر بالضم یعنی سپاس کوئی لفظ معنی وہ نہیں ایسے ہی دوسرے مصرع میں اور متن مطبوعہ میں بھی شکر ہی پایا گیا
میں نے تو خدا کا نام لیکر مکر لکھ دیا ہے میں بہت غلطیان دیکھتا چلا آتا ہوں اور وہ کو اختیار ہے اگر شکر میں کوئی اسچھ
معنی پیدا کریں تو خوب سوچ سمجھ کے بنا دیں

طیر معارہ جانا منہ اس شخص کا جس نے نام نمبر کا نسخہ سے لیا

قولہ آنکہ میدرید جامہ خلق چیست ہ شد و ریدہ آن اوز لیثان درست ہ آن دہن کتر کہ دواشخربچہ اند ہ نام احمد را
دہانش کتر باند ہ باز آمد کا سے محمد عفوکن ہ اسے ترا لطافت حلم من لدن ہ من ترا فسوس می کردم ز جہل ہ من بدم
افسوس را فسوس اہل ہ چون خدا خواہد کہ پردہ کس در ہ میلش اندر طعنہ پاکان برد ہ در خدا خواہد کہ پوشد عیب
کس ہ کم ز نذر عیب میوبان نفس ہ چون خدا خواہد کہ مان یاری کند ہ میل مارا جانب زاری کند ہ المعنی تسخر
بالفتح استخر و تسخر من لدن اشارہ ہر آیہ کریمہ و ہب نکامین لکنک رکتہ سے لیے بخش تو اپنے پاس سے رحمت افسوس
بالفتح و بالضم طرز بازی تو خود و رنج اہل لائق و سزاوار مولانا فرماتے ہیں وہ شخص کہ جامہ مخلوق کا چیست احر یجد بجان تھا
لیے بخلات انکی صن و خوبی کے عیب و برائیاں لگاتا تھا جیسے یہ یہود کہ راہ راست را ان کو گمراہ جانتا تھا اور خوار و
رسوا کرنا چاہتا تھا آخر کار وہ جامہ دریدہ لینے رسوائی اور قہضیت کاری تو اسکی ملک سے ہوئی اور دستہ اسنے ملک
مین آئی ایک شخص نے تسخر سے منہ طیرھا کر کے نام احمد کا لیا منہ اسکا ہی طیرھا رہ گیا جب یہ کیفیت ہوئی تو بلا آبا اور
کہا کہ اے محمد معاف کر دو اور اے محمد اللہ تعالیٰ نے تم کو لطافت حلم من لدن کا دیا ہر محکمہ لطفت و رحمت کر دین تمہارا
تسخر اپنی نادانی سے کرتا تھا درحقیقت تسخر کے لائق میں خود تھا اور مجھی کو تسخر سے نسبت تھی کسی حماقت مجھ سے

ہوئی ہر آب مقلات مولانا رکے ہیں کہ جب خدا چاہتا ہے کہ کسی کا پردہ بھاڑے اور سوا کرے تو اسکو رغبت نیکون کے طعنہ کی دلاتا ہے انعام کار نیک ہی ہیں انکا کچھ نہیں بگڑتا یہی فضیلت ہوتا ہے سب کہتے ہیں یہ بہت بُرا آدمی ہے جو اچھون کو طعن شیع کرتا ہے اور اگر یہ چاہتا ہے کہ کسی کی عیب پوچھی کروں تو اسکو ایسی ہدایت کرتا ہے کہ وہ میوہ بون کا بھی عیب نہیں کرتا اور جب وہ ہماری یاری و مدد گاری کرنا چاہتا ہے تو ہم کو عجز و ناری کی طرف جھکاتا ہے قولہ اور خنک چشمیکہ او گریان اوست ہا یون دل کہ او بریان اوست ہا زپے ہر گریہ آخر خندہ الیست ہا مردا حسرت بین مبارک بندہ الیست ہا ہر کجا آب روان سبزہ بود ہا ہر کجا اشک روان رحمت شود ہا باش چون دولاب نالان شیم ترہ تاز صحن جانست برودید خضر ہا رحمت فرمود سید عفو کرد ہا چون زہر است تو بہ کرد آن روعے زرد ہا رحم خواہی رحم کن بر اشکبار ہا رحم خواہی بر ضعیفان رحمت آر ہا المعنی خضر بنفحاتین سبزہ رسید سردار مراد آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روعے زرد مردود فرماتے ہیں امر مخاطب کیسی کھنڈک میں وہ آنکھیں ہیں کہ اُسکے خوف و شوق میں گریان ہیں اور کیسا مبارک وہ دل ہے کہ اُسکے عشق میں بریان ہو رہا ہے وہ گریہ ہو چکے پیچھے خندہ لگا ہوا ہے یعنی وہ اُس مقام پر خندان ہو گا جہاں اوروں کے رونے کی جگہ ہے پس مرد آخر میں کیسا مبارک بندہ ہے جس کو دور کی سوجھتی ہر ظاہر ہے جہاں آب روان ہوتا ہے وہیں سبزہ چھتا ہے اور جبکہ اشک روان ہوتے ہیں وہی سستی رحمت کا ہوتا ہے پس تو دولاب کے مثل نالان اور شیم ترہ جیسے اُسکی آنکھیں پر آب و ترہیں گویا وہی دونوں ڈول وغیرہ اُسکی آنکھیں ہیں تو پھر بھی صحن جان سے سبزہ جھے اور تو سر خود و سر سبز ہوے بعد کے شعر میں پھر رجوع طرف ذکر آن حضرت کے ہے کہ جب اُس زرد رونے اپنی جرات و گستاخی سے توبہ کی تو آپ نے رحمت فرمائی اور قصور اسکا معاف کر دیا آخر آنکھیں کا تو قول ہے اگر محو اتر محو اچھر کیون نہ عفو و رحم ہوا اور اسی حدیث کا فحوی یہ شعر ہے کہ رحم چاہتا ہے کہ اشکبار پر رحم کر اور ضعیفان پر رحمت

عقاب کرنا جو دو کا آگ پر کہ کیون نہیں جلاتی ہے اور جواب اُس کا

قولہ رو بائش کر دشت کاے تند خو ہا آنجہاں سوز طبعی خوت کو ہا چون غمی سوزی چہ شد خاصیت ہا یا ز بخت ما و گر شد بُبیت ۔ سے نہ بختانی تو ہر آتش پرست ہا آنکہ ہر تند تر چون او برست ہا ہر گز ای آتش تو صابر نیستی ہا چون نسوزی چیست قادر نیستی ہا چشم بندست او عجب یا ہوش بند ہا چون نسوز اند جہنم شعلہ سپند ہا جادو سے کردت کسے یا سیمیا ست ہا بر خلاف طبع تو از بخت ماست ہا المعنی رو پیچھے کر دن متوجہ او صحر ہونا سیمیا نمود ہے و جو د پھر رجوع فرمایا اسل قصہ کی طرف آئی وہ جو دیرا ہ عقاب آتش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا ای تند خو میری وہ تند خوئی اور بھانوسوزی جو طبعی و فطری تھی کیا ہوئی کیون نہیں انکو جلاتی میری خاصیت کیا ہوئی یا ہماری قسمت بگڑ گئی کہ تو ابھی بنیاد سے ہلکی جو تیرا پیش کو نہیں آتا تو تو ہم نہیں کرتی اور جو پیش نہیں کرتے انکو کیسے چھوڑ دیتی ہو تو جلا دیئے پھر تو ہرگز صابر نہیں ہو

اب جو جلائی نہیں تو کیا سبب ہی آیا قادیان میں ہر مین حیران ہوں کہ نہ جلانا تیرا کوئی چشم بند ہی یا ہوش بند کہ ایسے لنبے لنبے تیرے
شعلے اور کسی کو جلا نہیں کیا کسی نے تجھ جادو کر دیا یا تو سمیا ہو یعنی خود سے وجود کہ برخلات تیری طبیعت کے کیوں
تجھ سے ظہور میں آتا ہی یا ہمارے نصیب کی خوبی قولہ گفت آتش من ہا نم آتشم ہ اندر آتا تو بیانی تا بشم ہ طبع من
دیگر نہ گشت و عنصر ہ تیغ حقم ہم بدستور سے برم ہ برور خرگہ سگان و ترکان ہ چا پلوسی کر دیش میمان ہ و بر خرگہ گزند
بیگانہ رو ہ حملہ بیند از سگان شیرانہ او ہ من ز سگ کم میتم در بندگی ہ کم ز ترکی نیست حق در زندگی ہ آتشے طبیعت اگر
تعلیمین کند ہ سوزش از امر ملک دین کند ہ آتشے طبیعت اگر شادی دہہ ہ اندر و شادی ملک دین نہد ہ چونکہ غم بچی
تو استفاد کن ہ غم با مر قاق آمد کار کن ہ چون بخوابد عین غم شادی شود ہ عین بند پائے آزادی شود ہ الممن
تا بشم او تا بش من خرگہ بکشمیم بزرگ ملک مالک و پادشاہ ترکان ایک قوم ہی ترکون سے بقول بعضے ترکون سے کٹر ہیں
اسی واسطے ان کو ترکان کہتے ہیں ای ما فند ترک یعنی پادشاہ جو دے کہ جواب میں آگ نے کہا کہ میں تو وہی آگ ہوں
تو ذرا گھس تو دیکھ تو مجھ میں تاب ہی یا نہیں میری طبیعت بدلی ہے نہ میرا عنصر وہی ننگی شمشیر ہوں حق کی مگر کاشی جب
ہی ہوں جب اجازت پاتی ہوں دیکھ تو تیرے خیمہ کے دروازے پر کتے اور ترکان رہتے ہیں یا نہیں جو ہمانوں کی
خاطر خوشامد کرتے ہیں اور اگر کوئی بیگانہ صورت خیمہ کی طرف گزرتا ہے تو کیسے حملہ شیرانہ ان کے دیکھتا ہے تو میں کیا ان
کتوں سے بھی گھٹ سکے ہوں اپنے مالک کی بندگی میں اور ان ترکون سے بھی اہیٹی ہوں رعایت حق شناسی
میں دیکھ ایک آگ تودہ ہے جو میں جلائے سے تیری طبیعت تعلیم ہوتی ہے مگر یہ سمجھ لے کہ سوز اسکا بکلم مالک یوم الدین
کے ہے اور ایک آگ وہ ہے کہ تجھ کو رحمت و شادی بخشی ہے جیسے ایام سرا برف کے ملکوں میں کہ آسمین بھی منہ رحمت
اسی مالک کی رکھی ہوئی ہے پس جب تو غم دیکھے تو خدا سے مغفرت کا خواستگار ہو کہ وہ غم عالم قاق کا ایک کارکن
اور کارندہ ہے اور وہ خالق کہ اگر چاہے تو عین غم کو شادی کر دے اور خاص زنجیر و پٹری کو آزادی بنا دے
الخلافت شرح بحر العلوم اور متن مطبوعہ دونوں میں سگان ترکان باصاف لکھا ہے میری دانست میں بجائے
اصاف وادعاطفہ ہوا اس واسطے کہ من ز سگ کم الخ اس شعر میں سگ اور ترک دونوں کو جدا جدا بیان کیا ہے
اور اس شعر و بر خرگہ الخ دونوں مصرعوں کے آخر میں ہر بلکہ آخر مصرع میں او ہونا ضرور ہے اور مرج اسکا بیگانہ اور
آتش طبیعت دونوں شعر میں باصاف لکھا ہے محض محل بمعنی بلکہ آتش میں یا ہونا چاہیے اصاف بالکل لغو ہے
اچھی نین اور اچھی شرح مع من ترا حاجی کیویم تو مرا حاجی بگو ہ قولہ باد و خاک و آب و آتش بندہ اند ہ با من و
تو مردہ با حق زندہ اند ہ پیش حق آتش ہمیشہ در قیام ہ بچو عاشق مرد و شب بجان مدام ہ سنگ بر آہن ز نے
آتش جہد ہ ہم با حق قدم بیرون نہد ہ آہن و سنگ تتم بہر مزن ہ کین دومی زایند ہ چون مرد و زن ہ سنگ
و آہن خود سبب آمد و نیک ہ تو بیا لاترنگ را یہ مرد نیک ہ کاین سبب را آن سبب اور پیش ہونی سبب

کہ شد سبب ہرگز بخوبی : این سبب را آن سبب عامل کند : باز گاہے بے پروا عاقل کند : وان سببها کانبیا را بہر
 سبب : آن سببها زین سببها برترست : این سبب را محرم آمد عقل ما : وان سببها راست محرم انبیا : المعنی
 عاقل بیکار محرم واقفکار و درازدار اب مقولات مولانا رحمہ کے ہیں یعنی باد و خاک اور آب آتش سبب اسکے بندے تابع
 فرمان ہیں میرے تیرے ساتھ تو مردہ اور حتی کے ساتھ زندہ ہیں یہ آگ ہمیشہ خدا کے سامنے قیام میں ہے جیسے قیام نمازی
 کا باد بکہ سوائے مقرر جگہ کے کسی طرف آنکھ نہیں بدل سکتا اور قیام اسکا یہی کہ چاہے کیسا ہی نیچے جھکاؤ جھکتی نہیں
 سیدھی ہی ہوتی ہے اور عاشق کی طرح رات دن مردہ اور بجان اگر رکھ میں دبا دہنی پڑی رہے گی یا جیسے پتھر میں
 رات دن دبی رہتی ہے ہمیشہ ہاں اگر پتھر پر لوہا مارے گا تو ضرور آگ نکلے گی اسوقت بھی خدا کے حکم سے قدم باہر
 رکھے گی تو آہن جو قیرا دل ہے اور سنگ ستم کو مست لڑا کہ ان دونوں سے آگ پیدا ہوتی ہے جیسے مردوزن کے ہم
 ہونے سے بچہ کہ وہ آگ دوزخ ہے جو ستم کو لازم بقول سعدی ع کہ ظالم بدوزخ رود بے سخن : پتھر فرماتے
 ہیں یہ جو ہم نے سنگ و آہن کہا ہے یہ بھی ایک سبب ہیں تو ایمر دینک انکا عقیدت ہو اور بلند نظری کر اور اونچی
 فکر رکھ تو بکھے سو بچے کہ اس سبب کا بھی پیش لانے والا دوسرا سبب ہے ورنہ بے سبب کے آپ سے کوئی سبب
 کب ہو سکتا ہے تو سبب حقیقی کی طرف غور کر لیں وہی سبب ان سببوں کو عامل کر دیتا ہے جب چاہتا ہے اور جب چاہتا
 ہے بے پروا عاقل کر دیتا ہے جملہ کائنات ان و قیام اسی سبب سے ہے اور بجائے سبب سبب کتنا کمال مبالغہ ہے مثل
 زید عدل کے اب فرماتے ہیں یہ سبب تو عام طور پر کہے گئے اور وہ سبب خاص جو انبیا کے رہبر ہیں وہ سبب
 ان سببوں سے بڑھ کر ہیں ان سببوں کی تو محرم ہماری عقل ہے اور ان سببوں کے محرم انبیا ہی ہیں وہی خوب جانتے ہیں
 الخلاف پتھر شمع اور متن دونوں میں باز گاہے کی جگہ باز گاہے لکھا ہے شاید کاتب کی غلطی ہو : قولہ بن سبب
 چہ بود تجازی کو رسن : اندرین چہ این رسن آمد لطف : گردش چہ این رسن را علت است : چرخ گردان مانند بدن
 زلت است : این رسنماے سبب را در جہان : مان و بان و بان زین چرخ سر گردان : مان : تاننا فی صغر و سر گردان
 جو سپر بن : تان سوزی تو ز بیمغزی جو مرغ : باد و آتش می شوند ازام حق : ہر دوسرست آمدند از خمر حق :
 آب حلم و آتش خشم ای سپر : ہم ز حق بینی جو بکشانے نظر : گرنودی واقف از حق جان باد : فرق چون کروی
 میان قوم عاد : المعنی سبب بختین رسن لطف و تخفیف لون ہمز و او کشتی و تمشید حال و گونہ و نوع ہر چیز
 قیج با نفع چوب آتش زنہ : ای حقیق عاد قوم ہو کہ طوفان باد سے ہلاک ہوئی : اوپر جو کسا : این سبب را
 محرم آمد الخ اسی کی یہ تمثیل و توضیح ہے کہ سبب عربی میں رسی کو کہتے ہیں اور چاہے مراد دنیا سے اور سبب
 اسم جنس ہو قلیل کثیر سبب کو شامل لینے سارے سبب کہ وہ بمنزلہ رسن کے ہیں ہر گونہ اور ہر نوع سے اس چاہ
 دنیا میں آنے ہیں اور علت اسکے آنے کی گردش چرخ ہے جیسے چاہ ظاہری میں گردش چرخ چاہ سے ہی

چاہ میں جاتی ہو اور اس سے پانی لگلا جاتا ہو ایسے ہی اس سی پر بھی تلیج مترتب ہوتے ہیں خواہ نیک خواہ بد اور یہ گردش چرخ کی بارادہ الہی ہو نہ خود بخود پس اس صدور اسباب میں چرخ گردان کی گردش کو نہ دیکھتا اور اپنی ذات کو سمجھتا کہ فلان سبب سے نیکی کے نوافل نتیجہ پیدا ہوا یہ ایک نفرت اور طر گنے کی بات ہو کس واسطے کہ گردش غلکی خود مشیت ایزدی ہو اور نیز ان رسیوں کو سبب کی جو جہان میں ہیں خبردار خبردار خاص الخاص چرخ گردان سے بھی مت جان کہ یہ بھی باطل ہو اکثر ملک نے ایسا ہی سمجھا ہو اور فرقہ ضالہ سے کھڑے ہیں اگر چرخ سے نیکی کا تو چرخ ہی کی طرح صفر بنے گا اور خالی اور سرگردان رہے گا اور چوب چوق کی طرح ہمنغزی سے آتش ووزن میں ہلیگا سرگردانی چرخ کی ظاہر اور خالی ہونا اسکا بھی اسکے جوت سے واضح باد آتش جو جہان میں ہیں خدا ہی کے حکم سے ہیں اور اسی کے مطیع فرمان اور اسی کی شراب محبت و طاعت میں سر مست علم جو مثل آب کے ہو اور خشم مثل آتش کے ہو پس اگر تو آنکھ کھول کے دیکھے گا تو اسی سے سمجھے گا خیال تو کہ قوم عاد کے مومن و کافر اور نیک و بد میں کیسا فرق کیا پھر کیسے کہا جائے کہ جان باد کی واقف حق سے نہیں ہو اختلاف شرح بحر العلوم اور متن مطبوعہ دونوں میں چرخ گردان لکھا ہو میری دانست میں گردان ہو گا غلطی کا تب کی ہو اور شرح میں تانمانی کے

بجائے تانمانی بھی غلط ہو

قصہ ہلاک کرنا ہوا کا قوم ہود علیہ السلام کو

قولہ ہود کہ مومنان خطہ کشیدہ نرم بشد باد کا بجا میر سید ہر کہ بیرون بود زان خط جملہ را ہ پارہ می شکست اندر ہوا ہ ہچنین شبیان را غی میکشیدہ گرد بر گرد مرہ خطہ پدید ہ چون بعبہ میشد وقت نماز ہ تانیا رو گرگ آجا ترکاز ہ بیج گرگے در زرنے اندران ہ گو سپندے ہم نکشے زان نشان ہ باد حرص گرگ و حرص گو سپند ہ دائرہ مرد خدا را بود بند ہ المعنی شبیان نام ایک عارت باللہ کا ہو کہ شبانی کرتے تھے را غی شبان ترکنا ز ہندی دو طر جھپٹ حضرت ہود نے جو قوم عاد میں پیغمبر تھے جب ان لوگوں پر طوفان باد کا آیا تو مومنوں کے گرد خط کھینچ دیا تھا جو وقت ہوا وہاں پہونچتی تھی نرم و طام ہوجاتی تھی اور قبضے اس خط سے باہر تھے سب کو ہوا یعنی جوف فلک میں لپکا کے توڑتی تھی ایسے ہی حضرت شبیان کہ چر داہے تھے اپنی بکریوں کے گٹے کے گرد ایک خط کھینچ دینے تھے اور شتر کو جمع کی نماز کو اسطے طے جاتے تھے تا بچڑیے کی ترکنا سے محفوظ رہیں پس نہ کوئی بچڑیا اس دائرے کے اندر جاسکتا تھا نہ کوئی بکری اس نشان سے بچر سکتی تھی یہ دائرہ اس مرد خدا کا باد حرص گرگ اور گو سپند دونوں کے واسطے بند اور قید تھا اختلاف شرح بحر العلوم میں می شکست ہوا لکھا ہو قولہ ہچنین باد اہل باعارفان ہ نرم و خوش ہچون نسیم بوستان ہ آتش ابراہیم را دندان نزد ہ چون گزیدہ حق بود چونش گرد ہ آتش شہوت نسوز و اہل دین ہ باغبان را بر دنا قہر زمین ہ مون و دریا ہ چون با مر حق بتاخت ہ اہل موسی را ز قبلی و شناخت ہ خاک قارون را چو فرمان در رسید ہ باز دوش بقہر خود کشید ہ آب و گل چون از دم صیے چرید ہ

بال و پر یکشا دم سے شہرید ہوا اندھانت چون برآمد حق پاد مرع جنت سازوش رب اطلق پادہست تسبیحست بجاسے
 آب و گل پاد مرع جنت شدنغ صدق دل پاد کوہ طور از نور موسے شد برقص پاد صوفی کامل شد درست اور نقص پاد چہ
 عجب گر کوہ صوفی شد عزیز با جسم موسے از کلونی بو ذنیر پاد المعنی گزیدہ چہا ہوا قمر حدائق ہر شہر قبط نام قوم فرعون تجرید
 امر دید جیسا کہ چریدن دار و بختی دیدن دارد کے ہر خلق لغتیں سپیدہ صبح صادق نقص بالفتح کمی فرماتے ہیں جیسے ہوا
 طوفان کی قوم عاد کے مومنوں سے نرمی کرتی تھی ایسے ہی با دجل کی جان عارفوں کے واسطے نرم و خوش نسل نسیم بوستان
 کے ہو جاتی ہی آتش نے حضرت ابراہیم کو دانت نہ لگا یا گوار جو کچھ سامنے پڑتا ہوا درگزر نہیں کرتی اس واسطے کہ وہ گزندہ
 حق کے مجھے چہر گزیدہ کو کیسے گزیدہ کر سکے تو اہل دین ہیں انکو آتش شہوت کی نہیں جلا سکتی اور جو باغی ہیں انکو قہر زمین
 میں لجاتی ہر جان دوزخ ہو موت و ریائے نیل جو حکم حق کی تعمیل میں شتابان ہونی کیسا اہل موسے کو قبطیوں سے پھان کیا
 کہ وہ فحش گئے یہ غرق ہوئے خاک کو جو حکم حق کا قارون کے خست کا پہونچا جیسا کہ مسرما یا فحشقا بہ و بدارہ الارض
 لیکن دھنسا دیا ہم نے اسکو اسکے گھر سمیت زمین میں کیسے سج زوسیم کے اسکو اپنے قہر میں لیگی اور اس مرع نے جو حضرت
 عیسیٰ سے آب و گل دیکھا اپنے آب و گل سے انھوں نے اسکو بتایا کہ وہ چکا درخت تھا جیسا کہ ستر آن مجید میں ہر از خلق
 من اطلین کہیتہ الطیر با ذنی فتنغ فیہ فیکون طیرا با ذنی سینے امر عیسیٰ جسوقت بنایا تو نے مٹی سے مثل صورت پرورد کے
 موافق میرے حکم کے پھر پھونکتا تھا تو اسمین دم پس وہ طائر پرندہ ہو گیا میرے حکم سے حکم خدا سے طائر ہوا اور اٹنے لگا
 ایسا ان کے دم کو اثر بخشا تھا جسوقت تیرے منہ سے حمد حق نکلتی ہر پروردگار سپیدی صبح کا اسکو ایک مرع جنت کا بناتا ہوا
 حضرت عیسیٰ نے تو آب و گل سے بنا کر دم پھونکا تھا کہ وہ اڑ گیا اس مرع کی جو قہر میری حمد سے بنتا ہر تیری تسبیح اسکے بجائے
 آب و گل کے ہوا اور صدق دل سے پڑھنا بجائے دم کے ہوا اور مرع عیسیٰ کو مار کے خدا قانی نے دوسرا مرع اسی شان کا
 اپنی قدرت سے پیدا کیا اور تیرے بنائے ہوئے تو بدستور سب زندہ اور بشمار کوہ طور کو تو دیکھ نور موسے سے کہ یہ مجاز فرمایا
 ہوا اس وجہ سے کہ آخر تھا تو وہ انھیں کی استدعا سے قص میں آکر کیسا صوفی کامل ہوا اور نقص سے چھوٹ گیا لوگوں کی
 آنکھ کا سرمہ بنا صوفی بنظر اسکے وجہ و قص اور باعتبار اسکے کہ اکثر بہاؤ دن پر گھاس لپیٹی ہوتی ہر جیسے صوفی صوفت
 میں لپٹا ہوتا ہوا اور کہتے ہیں کیا تعجب جو کوہ صوفی ایسا عزیز ہوا کہ آنکھوں کا سرمہ بن گیا حالانکہ ایک جہاد تھا حضرت موسیٰ کا
 جسم بھی تو کلورخ سے تھا کما قال عروجل خلق الانسان من صلصال کافخر ایسے پیدا کیا اسنے انسان کو جو عرواد آدم علیہ
 السلام سے ہر خشک مٹی بولتی کھٹکتی سے کہ وہ بھی جہاد بھی

طرز و انکار کرتا یا پادشاہ جہود کا اور نصیحت ناصحوں کی

قولہ این عجائب دید آن شاہ جہود با جزکہ طرز و انکارش نبود بنامہا گفتند از حد مگذران و مرکب استیزہ را
 چندین مران و بگذران ز کشتن مکن این فعل بد با بعد ازین آتش مرز و رجان خود با تا صحن را دست بست و بند کرد

نظم را پیوند در پیوند کرد و بانگ آمد کار چون اینجا رسید و پادشاه را سگ کہ قہر مار سید و لمعنی تجر کہ مین و دون کاف زائدہ
ہن پادشاه کی ہندی ہر کھڑا رہ فرماتے ہن کہ اُس شاہ جہود نے یہ عجائبات سب دیکھے تا ہم سوسے طنز و انکار کے
کوئی بات نہ کی تاحیچ لوگوں نے تجھ یا کہ یہ فعل تیرا حد سے بڑھ گیا اب زیادہ تیزی مت کر اور اس قدر گھوڑا خصوصت کا
تیز مت ہانک یہ فعل بدھوڑ کیوں مخلوق کو مارے ڈالتا ہے اور اپنی جان میں آگ لگاتا ہے نہ شش بلکہ ان کے ہاتھ بانہ سے
اور قید کیا اور نظم کو پیوند در پیوند بنایا جب یہ نوبت پہنچی تو آواز اُن کی کہ کھڑا رہ اے گتے اب قہر ہمارا آیا الخلاف شرح
بحر العلوم میں بعد اسکے سرخی لکھی ہے اور سرخی میں لکھا ہے کہ جہنم آتش چل کبر بجائے چل گز اور نسخہ متن میں سرخی
منہن ہے اگرچہ یہ غلطی اور مثل اسکے کاتبوں کی ہے لیکن ہر جگہ صحت کا وثوق بھی تو نہیں ہو سکتا اسی سبب سے بنائیں
دلیری کی جاتی ہے قولہ بعد از ان آتش چل گز برفروخت و حلقہ گشت و آن جہودان را بسوخت و اصل ایشان بود آتش
ز ابتدا و سوسے اصل خویش رفتند انتہا و ہم ز آتش زاوہ بودند آن فریق و جزو ہا را سوسے کل باشند طسریق و
ہم ز آتش زاوہ بودند آنخسان و حرف میرا نند از نار و دخان و آتشی بودند مومن سوز بس و سوخت خود را آتش
ایشان جو خس و آنکہ او بوست ام الماویہ و ہادیہ آمد اور زاوہ و ہادیہ فرزند جو یان و ولایت و اصل ہمارا فرما را
در پیست و آب اندر حوض گزندا نیست و باد نشفش میکند کان کانیت و میر ہاند میر و تاملد نش و اندک اندک
تا بہ بنی بردنش و دین نفس جانہما مارا پھان و اندک اندک و زود از جس جہان و لمعنی بعد اُس بانگ کے
چالیس گز اونچی آگ بھڑکی اور حلقہ کر کے اُن جہودوں کو جلا دیا جو کہ اصل میں ابتدا اُن کی آگ سے بھی لا جوم اپنی اصل کی طرف
گئے لہذا انتہا بھی اُن کی آگ ہی پہنچی بعد کا شعر مکرر ہے اوپر ہو چکا یہ شخص ناچیز سب آتش زاوہ تھے اسی سبب سے تودود
و آتش کی باتیں کرتے تھے اسی کا نتیجہ تھا جو آگ بھڑکائی تھی یہ ایک آگ مومن سوز تھی اُن کی آگ نے خود نصین کو مثل
خس کے جلا یا کسوڑے کے جو شخص کہ ام الماویہ یعنی مان اُن کی ہادیہ کہ اُس سے پیدا ہوا جیسا کہ فرمایا قاصد ہادیہ اسکا زاوہ
بھی ہادیہ ہی ہو گا یعنی گوشہ قبر جیسے مان اپنے فرزند کی جو یان ہوتی ہے اور تمامی اعلین اپنی فرعون کی در پر ہوتی
ہن دیکھو پانی حوض کا اگرچہ زندانی ہے لیکن ہوا اسکو جذب کرتی اور پھینچتی ہے کس واسطے کہ کافی ہے بس اسکو اس فیست
بھڑاتی ہے اور اس کے معدن تک پہنچاتی ہے اور تھوڑا تھوڑا کر کے اُس کے بجائے کو کوئی نہ دیکھے جیسا کہ کہا ہے کل شے
یرجج اے اصلہ ایسے ہی جیسے ہوا پانی کو بجاتی ہے ہماری سانس بھی ہماری جان کو تھوڑا تھوڑا قید جہان سے بھڑاتی
پھڑاتی ہے ایسے کہ سالسون ہی کا شمار ہے جتنی یہ کم ہوتی ہن اتنا ہی یہ رہائی سے قریب ہوتا جاتا ہے الخلاف
شرح بحر العلوم میں ہم ز آتش زاوہ بجائے زاوہ اور بجائے میکند کان کانیت کا کافی غلط لکھا ہے ایسے ہی بجائے
جس جس شرح متن و دون مین قولہ ما لہ یصعد اُطیان الکلم و صاعد ہشتا الی حیث علم و ترقی انفاشا بالانفا و
متصفا منی الی دار بقا و تم یا یثنا مکافات المقاتل و صفت ذاک رحمۃ مین ذی الجلال و کرم یسینا اے اٹھانا

کے خیال انہیں تانا نا + ہذا قرع و نثر و انا + ذال زالت علیہ قائما + المعنی ترجمہ پہلے شعر کا حرف اُسکے صدور کرتے ہیں پاکیزہ گلے در انحالیکہ صدور کرنے والے ہیں جسے طرف جگہ معلوم کے دوسرے کا ترجمہ اوپر جاتے ہیں انھیں ہماری باقی و پرہیزگاری سے اُس حال میں کہ تنہا بکھجے ہیں جسے طرف دار آخرت کے میسرے شعر کا پھر آتا ہی ہمارے واسطے بدلا ہماری باتوں کا دونوں کہ یہ رحمت ذوالجلال سے ہر چوتھے شعر کا بکھر مضطر کرتا ہی ہر کو طرف امثال اُس انھیں اس کے تاپہوچے بندہ اُس چیز کو کہ پہونچا تھا اس سے پہلے اسکو پانچویں شعر کا ایسے ہی عود کرتے ہیں اور نزول کرتے ہیں انھیں ہمیشہ یہ ہر جو کما گیا بس ہمیشہ انھیں اس پر قائم ہیں خلاصہ ان اشعار عربہ کا یہ ہر کہ پہلے شعر میں اقتباس ہی آیت کریمہ الیہ یصلحکم الطیب و الحسب اصلح یرفعہ سے معنی یہ کہ طرف اُسکے صدور کرتے ہیں گلے طیب اور عمل صالح بلند ہی پکڑتے ہیں لیکن جو گلے کہ طیب و پاکیزہ ہیں وہ ہم سے صدور کرتے ہیں مکان معلوم اسطے کی طرف اور ہماری پاکیزگی و پرہیزگاری سے وہ ترقی کرتے ہیں جسقدر وہ پاکیزگی ہو اُسی قدر علو ہو اور ہماری جانب سے تنہا دار آخرت کا بننے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان کلمات کا دونوں بدلا اپنی رحمت سے ہر دیتا ہی اور ہر کو انکی امثال کی طرف جیسے وہ طیب و پاکیزہ تھے مضطر کرتا ہی تاہم اُسی بدلے کو پہونچیں جو پہلے ہیں پس اسطرح عود و نزول امر اتا جڑھا و کلمات کا ہر جو طیب ہیں خود انکی نسبت فرمایا کلمۃ طیبۃ کثرۃ طیبۃ اصلح ثابت و فرما نے السما لیغنی لکے طیب مثل درخت طیب کے ہیں اصل اُسکی ثابت اور شامین اُسکی آسمان میں ہیں اور کلمات خبیثہ کی جانب ارشاد کیا کلمۃ خبیثۃ کثرۃ خبیثۃ ان اجتمعت من فوق الارض ما لما من قرار لیغنی کلمات خبیثہ ایسے جیسے درخت خبیثہ کہ فوق زمین سے نہیں اگستا نہ اُسکے لیے قرار ہر قولہ پارس گوئیم یعنی این کشش + زبان طرف آمد کہ آمد این پیشش پانچیم ہر قولہ لبوس ماندہ است + کان طرف یکروز و دو وقتے ماندہ است + فوق جنس از جنس خود باشد یقین + ذوقی جزا کل خود باشد ہمیں + تا مگر آن قابل جسے بود + چون بدو پوست جنس او شود + ہر چون آب و نان کہ جنس ما بنور + گشت جنس ما و اندر ما فرو + نقش جنسیت ندارد آب و نان + ز اعتبار آخر اور جنس دان + در غیر جنس باشد ذوق ما + آن مگر ماند باشد جنس را + انکہ مانند است باشد عاریت + عاریت باقی مانند عاقبت + مرغ را گرد ذوق آید اصغر + چونکہ جنس خود دنیا بد شد نفیر + تشنہ را گرد ذوق آید از شراب + چون رسد دروے گریز جوید آب + مفلسان گریز خوش شوند از زرقب + لیک آن رسوا شود در دار ضرب + تا زرا ندوید از زرقب + تا زرا چہ نکلند + تا زرا چہ نکلند + از کلیلہ باز خوان این قصہ را + و ندران قصہ طلب کن حصہ را + المعنی پیش حاصل مصدر حشیدن سے آخر آب و دانہ قلب ہندی کھونٹا دار ضرب ٹکسال فرماتے ہیں کہ یہ جو ہم نے عربی میں کہا ہر ٹم بلجینا الی آخرہ اب اسکو ہم پاری میں کہتے ہیں کہ یہ کشش کلمات طیبہ کی طرف اسی سبب سے ہر کو ہوتی ہر کہ وہ چکی دوئے بدلے کی مننے پانی ہو لہذا اُسی طرف سے یہ کشش آتی ہر تمول ہر کہ اگر کوئی قوم کسی دن کسی طرف ذوق رانی کرتی ہو اور ضرور اٹھاتی ہو اسکی آنکھیں اچھری کو لگی رہتی ہیں کہ پھر وہی مڑا اٹھاؤن ظاہر ہر کہ جنس کو مڑا

اپنی جنس سے ملتا ہو اور ہر جز کو ذوق اپنے کل کا ہوتا ہو کہ اس میں جا ملون اس واسطے جو کمالات طبیات ہم سے صادر ہوتے ہیں سب اُدھر ہی کو اپنی جنس کی طرف صعود کرتے ہیں یا غیر جنس مگر وہ غیر جنس قابل کی جنس کے ہو اور لیاقت جنسیت کی رکھتا ہو تو وہ بھی جب کسی جنس سے ملتا ہو اُسی جنس سے ہو جاتا ہو جیسے آب و نان کہ یہ ہماری جنس سے نہ تھا اب ہم میں جو افزون ہوا ہماری جنس سے ہو گیا ظاہر ہو کہ آب و نان میں نقش جنسیت کا نہیں ہوا البتہ غذا و خوراک کے اعتبار سے کہ یہ لیاقت جنس ہر جانے کی اس میں ہوا سیلے اس کو جنس جانتا چاہیے کہ مثل جنس کے ہو اسی سبب سے اب جو اس غیر جنس سے ہم نہ پاتے ہیں اور لطف اُٹھاتے ہیں تو اور کوئی بات نہیں مگر یہی کہ مانند جنس کے ہو لیکن جو چیز کہ مثل و مانند کسی چیز کے ہوتی ہو جز اُس کل کے وہ عاریتی ہوتی ہو اور عاریتی انجام کار باقی نہیں رہتی زائل ہو جاتی ہو جیسے مرغ صفر سے بلاتے ہیں اور وہ ذوق میں اپنے آکر لوٹنے لگتا ہو مگر جب جاننا ہو کہ میرے جنس کی یہ آواز نہیں پڑ تو نفرت کرتا ہو ایسے ہی پیاسے کو اگر وہ ذوق و فرہ شراب سے ملے مگر جب نوبت درد کی پہنچتی ہو جو خار کے وقت ہوتا ہو تو شراب سے بھگتا ہو اور پانی ہی ڈھونڈھتا ہو مخلص آدمی اگر جب زر قلب سے جو بظاہر مثل کھرے کے ہوتا ہو خوش ہو جاتا ہو لیکن جب ٹکسال میں جاتا ہو تو نصیحت ہوتا ہو یہ تینوں شعر مثال اور پکے کلام کے تھے کہ مانند عاریت ہوتا ہو اب موافق ذکر کھرے کھونٹے کے نصیحت فرماتے ہیں کہ خبردار تو زرا ندودی کر کے اپنی راہ مت بگاڑ لو اور ضرر و اربالات ج سے آپکو کنوین میں مت گراؤ اور اُسی پر حکایت آئندہ شیر کی ہو جو عکس کو دوسرا شیر سمجھ کے کنوین میں گرا تھا

نقل فرمائی رہو صند

قصہ پخیرون کا اور بیان توکل اور ترک ہمد کا

قولہ طائفہ پخیر در وادی خوش چہ بود شان با شیر دام گمشدہ بسکہ آن شیر از کین در سیر بود ہا آن چرا بر جملہ ناخوش گشتہ بود چہ جیلہ کردند آندہ ایشان بشر چہ کرد وظیفہ ماتر اور ایم سیر چہ جز وظیفہ در پے صیدے میا با تلخ تا بر مانگد و این گیا چہ المعنی پخیر شکار کرنا اور ہر چیز شکار کی بشیر میں با قرب کی ہوا و نزدیک شیر تھے ایک جنگل سرسبز و شاداب میں ایک گروہ پخیر کا تھا وہاں ایک شیر بھی رہتا تھا جس سے پخیر دام گمشدہ میں تھے اس سبب سے کہ شیر ناک گھات لگا کے ایک کو اُن میں سے اٹھایا تا تھا لہذا وہ چراگاہ اُن پر ناخوش ہو گیا تھا ناچار سب نے مل کے جیلہ کیا اور شیر کے پاس آئے کہ ہم تجکو تیرا رات روز رہو پیائے جائینگے بھونکا نہیں رکھیں گے بس سو اُس رات ب کے پھر کسی شکار کے پیچھے نہ آؤ تا یہ گیا وہ سبزہ ہم پر ناگوار نہو بغیر اُغت حیرین اور طلیح پھیرین

جواب شیر کا پخیر کو اور بیان صفت ہمد

قولہ گفت آری گروہ ایم نہ کر چہ مکر بس دیدہ ام از زید و دیگر ہا من ہا کب قول فعل مردم ہا من گزیدہ زخم مار و کز زخم ہا نفس ہر دم از زخم مردم تہر و کز کین ہا کوش من لایلدع المؤمن شنید ہا قول بغیر بجان ہا دل گزیدہ

المعنی لا یلدغ المؤمن سے اشارہ طرف حدیث لا یلدغ المؤمن من جحر زمین یعنی مرد مومن عاقل ایک سو رخن سے دودھ نہ کر دینے کا نہیں اٹھاتا پہلی ہی دفعہ میں ہوسٹیا ہو جاتا ہے اگر فرض شیر نے کہا اچھا بشرطے کہ تم اس بات کو پورا کرو نہ کرو ورنہ بے تین نے لوگوں کے داؤچ بہت دیکھے ہیں میں تو لوگوں کے قول و فعل کا مارا ہوا ہوں اور بہت سنا ہے بچہ کو دن کا لٹا ہوا اور دالم کشیدہ محنت و سختی دیدہ میرا اپنا نفس جو میرے درون میں ہر ہر وقت تاک لگائے مجھے ہر اور مکر و کینہ میں سب سے بہترین نے حدیث لا یلدغ المؤمن سنی ہے اور قول بخیبر کا بجان و دل مانا ہے اور اختصار کیا

پھر ترجیح دینا پختہ شیر کا توکل کو جہد پر

قولہ جملہ گفتہ امیر حکیم باختر: الخذر دغ لیس یعنی غن قدر: در خذر شور بدن شور و شریست: در توکل کن توکل بہتر است: یا قضا پنج مزن: او تند و خیر: تا نگیرد ہم قضا: تا ستیز: مرد باید بود پیش حکم حق: تا نایا ید رحمت از رب العلق: المعنی دوسرا مصرع علیج: ہر کلام پاک سے یعنی خذر جو پختہ کسی چیز سے ہے اسکو چھڑک دیکہ حکم الہی سے بے پروا نہیں کر سکتا اور بجا نہیں سکتا: بجا و کرتا تو شورین: لانا شور و شر کا: یعنی شور و شر پیدا کرتا: توکل کر کہ توکل سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے اور توکل نہ کرنا گویا قضا سے بچہ تند و تیز کرتا ہے اور جب اسپر بچہ تیز کر دیا تو وہ بھی بچہ سے لڑی بھر تجھ میں مجال اُسکے ساتھ لڑنے کی کہاں ہے تو تو مرد بن کے حکم حق کے سامنے آ اور بجا لاجو کچھ گرم و سرد پیش آ دے اسکو چھیل تو بھلو زحمت پر در دگار صبح سے نہ ہو بچے

پھر ترجیح دینا شیر کا جہد کو توکل و تسلیم پر

قولہ گفت اے کر توکل رہبر است: این سبب ہم سنت پختہ است: گفت پختہ یا و از یلدغ: یا توکل زانو اشتہ بہ بند: رفرا کا سبب حبیب اللہ شنو: از توکل و سبب کامل مشو: در توکل کن تو با کسب غمو: جہدی کن کسب می کن مویو: جہد کن جلدی نانا دار ہی: در تواز جہدش بانی املی: المعنی توکل خدا کے حوالہ کرو دینا اور اسباب بنیاد سے دل اٹھانا دوسرے شعر کے دوسرے مصرع سے اشارہ اس حدیث کی طرف ہے: اعقلنا و توکل: سئلہ اللہ پانچویں مصرع میں بھی تلخ جہدیت شریعت ہے چنانچہ کہا انکا سبب جنیب اللہ پہلی حدیث کا ترجمہ پانچون باندھنا اسکا اور اللہ پر بھروسہ کرنا توکل ہے ایک اورابی اپنے اونٹ کو ویسے ہی چھوڑ دیتا تھا تو کلت علی اللہ آنحضرت نے فرمایا اعقلنا و توکل علی اللہ جہد بالغم و بالغم طاقت و کوشش و روح و مشقت غمو اگر ہی و خوری کسب بالغم بخت ماصل کرنا مجاز آیتہ و ہنر خلاصہ سب کا یہ کہ شیر نے کہا سچ ہے لیکن اگر توکل رہبر ہو تو سبب بھی سنت پختہ کی ہے جیسا کہ فرمایا انکسب سنتہ کیسا با واد بلند بر ملا فرمایا ہے کہ باؤکن اوٹ کا باندھ پھر خدا پر بھروسہ کرنا باندھا ہوا نہیں گم ہو سکتا اور انکا سبب حبیب اللہ کے رمز سے واقف ہونا چاہیے پس نہ توکل اختیار کر کے سبب میں کسستی نہیں کرنا چاہیے

کہ کابل سبب کا گویا عدو اللہ پر پتیس جاتوکل کسب کے ساتھ کربلا اس کے گمراہی اور انجام ہر کسب کا توکل ہو پس
بال بھر جہد و کسب میں فرو گزاشت نہ کر مثلاً کھیت جو تنا بونا اور سامان اس کے درست کرنا کسب و جہد ہو جتنا و اندہ ہونا
یہ توکل ہر آدمی کے اختیار سے خارج ہر پتھر تا کیداً بتلکار فرمایا کہ جہد و جہد کہ تو تیغ و تکلیف سے خلاص پائیگا اگر تو
جہد نہیں کریگا اور توکل کے جیلہ سے جہد چھوڑ دگا تو تجھسا احمق کون ہو

پھر ترجیح دینا توکل کا پتھر کی جانب سے کسب و جہد پر

تو قولہ قوم گفتند شیخ کہ کسب از ضعف خلق ہے لقمہ تزدیر و ان بر قدر خلق ہے پس بدانکہ کسبہا از ضعف است و در
توکل تکیہ بر غیرے خطاست ہے نیست کہ از توکل خود تر ہے چیت از تسلیم خود محبوب تر ہے بس گر پند از بلا سوی بلا
پس جہد از مار سوسے اژدہا ہے جیلہ کرد انسان و جیلہ اش دامن بودہ آنکہ جان پنداشت خون آشام بودہ و رہبست
دشمن اندر خانہ بودہ جیلہ فرعون زین افساد بودہ صدر ہزاران طفل گشت آن کینہ کش و دانا کو نیجست اندر خانہ اش ہے
دیدہ ما چون بسطت دروست ہے و فنا کن دید خود در دید دوست ہے دید مار اید و نعم العوض جو بہست اندر دیدار و کلی
غرض ہے طفل تا گیر و تاپو یا نبودہ مرکب جز گردن بابا نبودہ چون فضولی کرد و دست دیا نبودہ در غنا افتاد و در کور و کبود
جانہماے خلق پیش از دست و پا چہ می پر بند از وفا سوسے صفا چہ چون باہر اہبوطا ہندی شدند جس خشم و حرص و
خرسندی شدند ما عیال حضرتیم و شیر خواہ گفتہ خلق عیال لالہ ہے آنکہ اوزا آسمان باران دہد ہم توانو کہ ہر جنت نان
دہد المعنی اہبوطا سے اقتباس اس آیت کا ہے قلنا اہبوطا بعضکم لبعض عدو یہ قول اللہ تعالیٰ کا اس وقت صادر ہوا ہے
جو آدم و حوا وغیرہم کو آسمان سے زمین پر بھیجا ہے یعنی اتر جاؤ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوا و عیال لالہ یہ مقتبس
ہے حدیث شریف الخلق عیال اللہ فاحب الخلق اسے اللہ من احسن اسے عیال سے یعنی خلوق اللہ کی عیال میں پس بڑا
دوست اللہ کا وہ ہے جو اس کی عیال سے احسان کرے خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ قوم نے جو مراد پتھر سے ہے کہ انہما کہ کسب سے خلوق
کے ضعف سے ہے کہ یہ متعل توکل کی نبوی اور کسب لقمہ کبر و فریب کا ہے اس واسطے کہ اندازہ خلق سے زیادہ ہے کافی ہے وہی ہے
جو بقدر خلق کے ہے اور وہ ضرور ملیگا پس جان کہ کسب ضعف سے پیدا ہوا اس واسطے کہ توکل میں غیر پر بھروسہ کرنا خطا ہے
اور ایسا صبر کسی کو نہیں کوئی کسب توکل سے خوب نہیں ہے بھلا بتا تو تسلیم سے بڑھ کے اور کو کسی چیز محبوب تر ہوگی اکثر
ایسے ہیں کہ بلا سے بلا کی طرف بھاگتے ہیں یعنی فتاحی سے توکل چھوڑ کے کسب کی طرف بھاگتے ہیں کہ یہ دوسری بلا ہے
گویا مار سے ڈر دبا کی جانب جانا دیکھ انسان جیلہ کرتا ہے وہ جیلہ اس کے حق میں دام ہو جاتا ہے یہ جسکو جان جانتا ہے وہ اسکا
خون پینے والا ہو جاتا ہے شعرا بعد اسکی تفسیر ہے کہ دروازہ تو بند کیا اور دشمن اپنے گھر میں تھا اسی قسم کا تو قصہ فرعون
کا تھا کہ اسکے اولاد قحطی یہ جیلہ کیا کہ حضرت موسیٰ کو فرزند اپنا بناؤں وہ اسکے حق میں دام ہوے اور خون آشام کیسا
اس جیلہ سے دلم میں لے گئے پھنسا اور غرق ہوا لاکھوں بچے لوگوں کے مارے اور جس بچے سے ڈرتا تھا اور جسکو

تو صوفی تھا تھا وہ خود اسکے پاس موجود یعنی حضرت موسیٰ کو واسطے کہ کابنون نے اس کو خبر دی تھی کہ نبی اسرائیل سے ایک لڑکا ہوگا وہ تجھ کو مار لے گا ایسے یہ نبی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا لڑکیوں کو چھوڑتا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے
 یَذْرُؤُنَ اَبْنَاءَهُمْ وِیْتِیْنِیْ نِسَاءً لِّمَنْ لِّیْکِنْ جِبْ اَنْکِیْ مَا نَحْلُمُ مِنْ قُدْرَتِ خُذَّاسِے اَوَّلُ تُوُوْهُ حَلْ جِیْبَا رِبَا جِبْ یَهْیْدَا جِبْ
 اُنکی ماں نے ایک تابوت میں رکھ کے رود نیل میں بہا دیا فرعون نے نکلوایا اور حسب استدعا حضرت اُیہ کے جو اسکی زوجہ تھیں فرزند ہی میں اختیار کیا اسی کو حضرت مولانا رحم نے فرمایا ہوا بچہ اور عیسیٰ علیہ السلام وجہ استدلال نچر کی یہ کہ فرعون کے جیلوں کے سببوں سے کیا نتیجہ نکلا جو ہونا تھا وہ ہوا ہماری آنکھ جہن بہت سی علت اور سبب تھے ہوئے
 ہین کہ اس سبب سے یہ نفع ہوگا اُس سے یہ ضرر تو جاو اور اس دید کو دید دست میں فنا کر اور مٹا دے سوا اُس کے کسی علت کو دیکھ نہ کسی سبب کو دوست کی رضا پر راضی ہو ہمارے دید کے عوض میں جو اسکی دید مل جائے تو اس کو نعم العوض یعنی بہت ہی اچھا عوض جان کہ ساری غرضیں اس سے حاصل ہوتی ہیں اور سب مقصود اسی میں ہیں دیکھ تو بچہ
 جب تک گیرا ہو یا جو مراد چلنے پھرنے اور گرفت و گیر سے ہر چیز کو پکڑ کے کھڑا ہو جاتا ہو اور چلتا ہی نہ تھا تب تک گردن بابا کی اُسکا مرکب تھا اُسکی کندھیا چڑھتا رہا جب فضولی کی اور ہاتھ پاؤں اپنے ظاہر کیے کیسا سچ اور کور و کبودین
 پڑا ایسیا ہی وقار کی مین کہ عبارت خرابی سے ہو اور مخلوق کی جانیں جب عالم ارواح میں تھیں اور دست و پا کہ مراد جسم سے ہو نہ تھے کیسی وفادار صفائیں اُڑتی پھرتی تھیں یعنی اکالیش جسمانی سے پاک اور عنایت ربی ہر فرحناک
 جب جسم ہلکا اشارت جسم آدم سے ہو جو سب سے سابق ہو اور بندی بندہ ہلوا کے ہوئے یعنی وہ بات کی جو سزاوار حکم ہلوا کے ہوئے جسکی بنیاد گیمون کھانا حضرت آدم کا ہو تو کیسے قید خشم و حرص و غر سندی میں پڑے
 عالم ارواح میں کیسے نچت تھے ہکو پرواہی کیا ہمتو بمنزلہ عیال کے ہیں اور عیال بھی حضرت مقدس باری غلامہ کے اور شیر خواہ پھر کیسے وہ ہماری پرورش نہ کر لے گا خیال تو کر جو آسمان سے نیچہ برساتا ہو کیا اپنی رحمت سے روٹی
 نہیں دیکھتا کونسی دشوار اور محال بات ہو اختلاف شرح بحر العلوم میں در بہت کی جگہ بدست غلطی کا تب کی
 ہا ایسے ہی کیا جس خشم کے جس خشم

پھر ترجیح دینا شیر کا جس کو توکل پر

تو کہ گفت شیر آری ولے رب العبادہ نزد ہائے پیش پاسے ماندا وہ پایہ پایہ رفت باید سوے بام بہت جبری
 بودن اینجا طبع خام و پائیزی چون کنی خود را تو لنگ و دست دادی چون کنی نہان تو چنگ و خواجہ چون بلی بدست
 بندہ دادہ و بیزبان معلوم شد اور امرا و دست پرچون بیل اشارتہاے اوست و آخر اندیشی عمارتہاے اوست
 چون اشارتہاے رابر جان نہی و در وفاے آن اشارت جان دہی و بس اشارتہاے شہسار برت دہی
 یار برادر تو کارت دہی و طاعی نمود گردان ترا و قابل مقبول گردان ترا و قابل مقبول گردان ترا و قابل مقبول گردان ترا

وصل جوئے بعد از ان واصل شوی بہ سہی شکر نعمت قدرت بود بہ جبر تو انکار آن نعمت بود بہ شکر نعمت نعمت استندون
 کند بہ کفر نعمت از کفست بیرون کند بہ جبر تو خفتن بود و درہ خفتن بہ تانہ بینی اندر و در گہ خفتن بہ بان خفتن ای جبر
 بے اعتبار بہ جز بیزیر آن وخت میوہ دار بہ تاکر شاخ افشان کند بہ خط باد بہ بر سر خفتہ بریز و نقل و زاد بہ جبر
 خفتن در میان رہزنان بہ مرغ بے ہنگام کے یاد مان بہ وراثت تماش را بینی زنی بہ مرد پنداری و چون بینی زنی
 آنقدر عقلے کداری گم شود بہ سرکہ عقل ازو بہ پیر دم شود بہ زانکہ بے شکری بود شوم و شنار بہ میسر دے شکر را و در قعر
 نار بہ گرتو کل جی کنی در کار کن بہ کسب کن پس تکیہ بر جبار کن بہ المعنی بیل بیا بہ مجہول ہندی پھاوڑہ حامل برادر اندہ چیز
 بر خود قجول بار برداشتہ شدہ جبر بالفتح بزور کسی پر کوئی کام رکھنا جبری وہ فرقہ جو کہتے ہیں بندہ کو کام میں اختیار نہیں
 ہوا ایسے ہی جبرہ نقل بالضم گزک شراب زادو شدہ شاربکسر دل شوم و نامبارک و تنگ و خرابی شیرے کما یہ تو سب
 سہی ہننے مانا لیکن رب العباد نے ایک سیر می ہاے سامنے لگا دی اگر بام پر جانا مقصود ہو تو اسی سیر می کے پایہ پایہ
 ہو کر جو اسباب علو سے ہیں جانا چاہیے ویسے کیونکر جاسکتے ہیں پھر بھی تو نہیں اگر ہوں تو وہ بھی اسباب سے
 ہیں پس اس جگہ جبری ہونا اور سیر می کے پایہ پایہ کو بچا کر ناخام طبعی ہر چنگی سے خارج یہ ایسا ہی جیسے پائون تو موجود
 ہیں زبردستی لنگوے بنے جاتے ہیں ہاتھ خدا نے دیے ہیں خواہی خواہی چنگل چھپاے لیتے ہیں مثلاً ایک بچہ اچھے
 جو بیل اپنے بندہ کے ہاتھ میں دیا تو بے زبان اور بے کسے اس سے معلوم ہوا کہ کسی ریاضت اور کسی کام کو واسطے
 دیا نہ بیکار دے فائدہ پس تجھ کو جو ہاتھ بصورت بیل کے دیے کہ چپے بازو ٹک بیل کی صورت میں یہ اسی بات کا اشارے
 ہیں کہ یہ بیکار نہیں ہیں اور ان سے آخر اندیشی کرنا یہی انکا بیان ہو اسی بات کو جھٹاتے ہیں کہ اپنے امور دینی و دنیوی نے
 سنبھال اور جب ان اشاروں کو اسکی جان پر رکھے گا نیچے بھیگا اور پورا پورا وفا بھی کرے گا اور اسی میں مر جائیگا تب ان
 اشاروں کا بیدار عتبے میں تجھ کو کھلیگا کہ اس کسب و اسباب سے جو کچھ خیر تجھ کو حاصل ہوگی وہ تیری بار بردار نیکی اور تجھ کو
 کام دیگی مثلث مثلاً قربانی ہو کہ آج تو نے اپنے کسب خیر سے کل کی کوراہ حشر و راہ صراط میں تیری سواری بینائی اور علی ہذا
 جملہ کسب خیر کا فائدہ تجھ کو معلوم ہوگا اور یہ جو فرمایا کہ لَا تَقْلِبْ وَجْهَكَ لِتَحْتَبَطَ لَكَ یا لَا تَقْلِبْ وَجْهَكَ لِتَحْتَبَطَ لَكَ کو
 نفع دے جبکہ انھوں نے اپنے باس کو دیکھ لیا بقول مفسرین باس مراد اعمال نیک و بد سے ہو جو اچھی برسی صورت
 خوشنک و خفاک بنکر نزع کے وقت سامنے آتے ہیں اور گنہگار سے کہتے ہیں کہ دنیا میں تو ہم پر سوار ہا اب ہم تجھ پر
 سوار ہونگے اور نیک سے کہتے ہیں کہ دنیا میں ہم تجھ پر سوار رہے اب تو ہم پر سوار ہو بارام تمام ہم تجھ کو میدان قیامت اور
 راہ پل صراط کی جاکر آئیے اسی کے مطابق شعور با بعد ہو کہ آج تو حامل ہو کل کو قبول بنجائیگا اور آج تو قابل لیختہ امر حق کا
 قبول کر خدایا ہو کل کو مقبول ہو جائیگا ظاہر ہو جب تو اسکے حکم کا قبول کرنے والا ہو تو ضرور قابل اور لائق ہوگا اور یہی حکم
 قبول کرنا طالب اسکے وصل کا ہونا ہی پھر کیسے حاصل ہوگا بقول سعدی رحم شعور متری و مقبول فرمان مست بہ ترک فرمان

دلیل حریان ست بہ فرماتے ہیں کسب خیر میں کوشش کرنا یہی شکر نعمت قدرت کا ہے جو اسے تجھ کو دی ہے اور جبر اختیار کرنا کہ ہلکے کچھ اختیار ہی نہیں یہی کفر نعمت ہے اور تیرا انکار نعمت قدرت سے جو اسکی عطیہ ہے پس اگر شکر نعمت کا کر لیا نعمت تیری بڑھے گی اور کفر نعمت سے نعمت تیرے ہاتھ سے کھلیا بیگی کما جاد فی القرآن العظیم لمن شکرتم لازینکم ولن کفرتم ان عذابا لشدید جیسا کہ قرآن عظیم میں آیا ہے اگر تم شکر نعمت کرو گے تمھاری نعمت بڑھ بیگی اور اگر کفر ان نعمت کرو گے تو میرا عذاب نہایت سخت ہے پس جبر تیرا ایسا ہی جیسے راو کا سونا سونہیں سونا چاہیے اور جنت تک راہ میں کوئی مکان محفوظ مامون یکے لے ہرگز مت سولے اب فرماتے ہیں بتا کیلکہ کہ اسے جزی بے اعتبار خبردار ہرگز راہ میں مت سوا اور جب سولے تو اس نعمت کے سایہ میں سو جو میوہ دار ہو کہ وہ کسب ہے تا جو وقت کہ ہوا شاخ کو ہلائے تو اس حققتہ کے سر پر میوے اور تو شے راہ کو بٹوٹے یعنی جب وقت خواب مرگ سے جاگے میوے اور تو شے سب سامان سفر آخرت کے موجود پائے جبر والا کہ ایسا ہو جیسے راہزنوں میں سوراہے اور ایک مرغ بے ہنگام ہو کہ کب تک اپنی خیر منائیگا اور جو اسکے اشاروں سے یعنی زنی یعنی انکار کر لیا تو تو آج کو اپنے گمان میں کیسا ہی حرو جانے اگر غور کر لیا تو زن ہی پائیگا اور جو کچھ تیری عقل ہے سب گم ہو جائیگی اور جب عقل سے آؤ گی تو وہ سر کا ہے کوہی دم ہے اس سبب سے کہ بے شکری بڑی بداور محسوس ہے بے شکر کو قدر و نفع میں پہنچاتی ہے جیسے کہ ان عذابا لشدید اکی شان میں نازل ہے پس اصل کار یہی ہے کہ اگر تو کل کرتا ہے تو کام میں کوئی پھل پہلے کسب کر پھر بھروسہ جبار پر کر کسب کیا تو کل سے خالی ہے

پھر ترجیح دینا پھر کا جبر پر توکل کو

قول جملہ باوے بانگما برداشتندہ کان حریصان کین سببہا کا شتندہ صد ہزار اندر ہزار ان مردوزن ہا پس چرا خروم ماندند از من صد ہزار ان قرن زانغا ز جہان چہ بچہ آتور با کشاود صدر بان چہ مکر با کردن آن داناکر وہ چہ کہ ز بن برکنند شدن ان مکر وہ چہ کردہ مکر و جیلہ آن قوم خبیث چہ وزر با با ورننداری این حدیث چہ کردہ وصف مکر شانرا ذوا بحلال چہ لتزل منہ اقلال بحیال چہ جز کہ ان قسمت کہ رفت اندر ازل چہ روے نمود از شکل و از عل چہ جملہ افتادند از تند ہیر کار چہ فاندہ کار و حکماے کردگار چہ کسب جز نامی مدان ای نامدار چہ جند جزو ہی چند را لعیار چہ لتزل منہ انم اس سے تلیم ہے اس آیت کریمہ کی وقد کرؤا مکرثم و عند المکر ہم و امکان مکر ہم لتزل منہ بحیال یعنی تحقیق مکر کیا انھوں نے اور اللہ کے سامنے ہو مکر انکا ہر چند ایسا مکر تھا جس سے پہاڑ ڈگمگا جاتے ہیں شکل بکسر دست و پانے بند اسپ و شتر و مکر و جیلہ عیار بکسر ہندی کھرا لے بچر و سننے گشتگوی شیر کے سب پھر اسپر چلا اٹھے کہ وہ حریص جنھوں نے بیابان کے بچ بولے لاکھوں ہزاروں مردوزن میں انکو دیکھتا نہیں کیسے زمانہ سے خروم ہوے جو اسباب پیدا کیے تھے سب رہاتے ہیں چھین لیے اور یہیں رہ گئے جب سے جہان کی ابتداء ہو جسکو لاکھوں صدیاں تیر ہوئیں سب اڑ رہے ہیں طح سیکڑن تر بائیں کھولے رہے کتے ہیں اڑ رہے کے بہت زبانیں ہوتی ہیں ایک جھانکوکا جھانکوکا

اسکے منہ میں ہوتا ہو سانپ کے تو دو ہی زبانیں ہوتی ہیں آویہ بڑے بڑے دانا گروہ ہوئے جنہوں نے ایسے مکرو
 حیلے کیے کہ پہاڑ بیچ بن سے گرا دیئے اگر انکے مکرو حیلوں کو بیان کروں تو جگہ یقین نہ ہوگا لے چھ سے ان خبیثوں
 کے مکر کی یہ بات سن لے کہ تاور ذوالجلال نے خود انکے مکر کا وصف کیا ہے اور توفل مذاہبال منہ مایا پس سوا
 اس معد کے کہ جو کچھ روز ازل میں انکا مقرر ہوا تھا کوئی بات مکرو حیلہ اور کار و عمل سے زیادہ طور میں نہیں آئی
 سب تدبیریں انکی بیکار و خراب ہوئیں رہا وہی جو فعل و حکم کرو گار کا تھا جسکی صفت ہے فَعَالٌ لَّیَالٍ یُّرِیدُ آبَ تَوَسُّبِ
 کو ایسا جان لے کہ براے نام ہو دراصل کچھ نہیں اور جس ایک وہم ہی وہم ہے اگر کھرا ورجید ہے تو اس
 بات کو خوب معتبر اور صحیح سمجھ لے آئندہ جو مشال ہو مود سادہ اور غرائیل کی ہے وہ انھیں باتوں کی نظیر ہو

استدلال مخیر کا شیر کے ساتھ اس حکایت مود سادہ اور غرائیل پر

قولہ سادہ مود چاشتگا ہی غیر سیدہ در سر اعدل سلیمانی دودیدہ رویش از غم زرد و ہر دلب کبود پس سلیمان
 گفت ایخوابہ چہ بودہ گفت غرائیل در سن انچہین چہ یک نظر انداخت پر از خشم و کین گفت ہن اکنون
 حسبہ میخوابی بخوابہ گفت فرما باد را یجان پناہ نامہ از اینجا بندستان بروہ بوکہ بندہ کا لظرف شد جان بروہ
 نمک ز درویشی گریز اند خلق و لقمہ حرص و امل را اند خلق و ترس درویشی مشال آن ہر اس و حرص و
 کوشش را تو ہندستان شناس المعنی سادہ مود اتم و نادان سرا عدل مقلوب ہو اعدل سرا بہن کلہ ز جہنم
 بو مخفف بود بمعنی شاید ایک مود سادہ و دودیدہ کے اندر عدل سرا حضرت سلیمان بن بھاگ کے گیا
 اس حال میں کہ منہ اسکا خوف کے مارے نہ رہا تھا اور دونوں ہونٹھ نیلے حضرت سلیمان نے پوچھا او خواہ کیا تھا
 کیون ایسا از ان ترسان ہو کہا جگہ بڑی طرح کی نظر خشم و کین سے غرائیل نے دیکھا ہے جس سے میں نہایت ہی رہا ہوں
 کہ آنخوابہ ہو اب تو کیا چاہتا ہو چاہ کہا یجان پناہ آپ ہو ا کو حکم دین تو جگہ یہاں سے ہندوستان لیجائے
 شاید وہاں جانے سے میری جان بچ جائے اب بعد کے دونوں شعر توضیح مقصود میں ہیں کہ مخلوق کا معمول
 ہے محتاجی مفلسی سے گریزان ہوتی ہے اور لقمہ حرص و امل کا ہنتی ہے مطلب یہ کہ خوف درویشی کا تو ایسا ہی جیسے اس
 مود سادہ کو ہر اس جان کا غرائیل سے اور حرص و کوشش ایسی جیسے ہندوستان کہ اُسے اپنی جان کی امان
 وہاں سمجھی تھی قولہ یاد را فرمود تا اور اشتاب ہر دوسوے خاک ہندستان برآب روز دیگر وقت دیوان تھا
 شہ سلیمان گفت غرائیل را چہ کان مسلمان را بخت از چہ سبب بگریزی باز گوی پیک رب ہا و عجب این
 کردہ باشی بہر کن چہ تا شود آوازہ آواز خان دمان و گفتش ای شاہ جہان بیروال فہم کہ گرو و نمود اور انخیال
 کہ مرا فرمود حق کا موز بان جان اور تو ہندوستان شان و دیدہ مش اینجا و بس چہ ان شدم و در تفکر فتنہ سرگردان
 شدم از عجب گفت کہ گرو را صد پرست ہر و ہندوستان شدم و در اندر دست چہ چون با مرتضی ہندوستان شدم

دیدمش آنجا و جانش بستدم و تو ہم کار جهان را چنبن و کن قیاس و چشم بکشا و بین و از کہ بگزیم از حق این وبال و تقابنی ملاقات بر آب ای بر کنار سمندر انقضی حضرت سلیمان نے ہوا کہ حکم دیا تو وہ جلد ہی سے مرد سادہ کو ہندوستان سمندر کنارہ لے گئی دوسرے دن وقت پکری ملاقات کے شاہ سلیمان نے غزرائیل سے پوچھا کہ اس مسلمان کو ایسا چشم غضب سے تھے کیون دیکھا تھا ای پیک رب کے بتاؤ تو تعجب آتا ہی کیا اس سبب سے یہ نظر چشم کی تھی کہ وہ اپنے خان و مان سے آوارہ ہو جاے غزرائیل نے کہا ای پادشاہ جہاں بیروزاں کے اسکی سچہ کثر تھی اور اسکے خیال میں دوسری بات جی کسواسطے کہ تجھ کو ایزد تعالیٰ نے حکم دیا کہ آج اسکی جان ہندوستان میں لے اور وہ یہاں تھا جب میں نے اسکو یہاں دیکھا حیران ہوا اور فکر میں سرگرداں ہوا اور تعجب ہو کے کہا کہ اگر اسکے سو پر ہو جا میں جب بھی تو اسے ہندوستان کا جانا دیر ہوئے کیسے وہاں پہنچے گا غرض موافق حکم حق کے میں جو ہندوستان گیا تو اسکو وہاں دیکھا اور جان اسکی لے لی اب تو جہاں کے سارے کاموں کو اسی پر قیاس کر لے اور آنکھیں کھول کے دیکھ اس شخص نے اپنی جان بچانے کا جیلہ اور سبب پیدا کیا لیکن حکم الہی کے آگے مطلق نہ چل سکا چنانچہ مولانا تارہ نظر اپنی بے بسی اور غلبیت حکم الہی پر کر کے فرماتے ہیں کہ بتاؤ تو ہم کس سے بھاگین حق سے سوئے خال اور جب یہ وبال مرگ کا ہاے سر پر حق کی طرف سے ہو تو کس تدبیر سے ہم اسکو اپنے اوپر سے ٹال دین لا خلاہ فی بصرنا ہونا بہتر ہے اخلاص شرح بحر العلوم اور متن مطبوعہ دونوں میں اذکہ بگزیم از خود لکھا ہو میری دانست میں دونوں مصرعون میں از حق بہتر ہو و لک انجا و

پھر ترجیح دینا شیر کا جہد کو تو کل پر اور فوائد جہد کے

قولہ شیر گفت آری ولیکن ہم بہین و جہد باے انبیا و مرسلین و سنی ابراہ و جہاد مومنان و تابدین ساعت ز آغا جہان حق تعالیٰ جہد شانرا راست کرد و آنچہ دیدند از جہاد گرم سرد و حیلما شان جہاد حل آمد لطیف و کل شی من طریق ہو طریق و اما شان مرغ گردو نے گرفت و نقصا شان جہاد زونی گرفت و جہد میکن تا توانی ایو کیا و در طریق انبیا و اولیا و باقضا پنجہ زون نبو جہاد و زانکہ این را ہم قضا برانہا و کا فر من گزبان کردست کس و درہ ایمان و طاعت میکنفس و سر شکستہ نیست این سرا مہند و یکدور روزے جہد کن باقی بخند و المعنی ابراہ بالفتح نیکو کاران میکن امر استمراری ہو گیا بکسر اول پہلوان و خداوند و پاکیزہ چہر شیر نے کہا کہ جتنے یہ بات تمھاری مانی لیکن تم یہ بھی تو خیال کرو کہ انبیا و مرسلین نے کیسی کیسی کوششیں کی ہیں اور انکے بعد اور ابراہ و مومنین نے ابتدا سے جہان سے اسوقت تک تو اصلاح اس جہان کی ہوئی ہو اور کیسی کیسی جفا کاٹنا ہنہار کی انھوں نے سہی ہو اور کیسے کیسے گرم و سرد کاٹھائے ہیں اور حق تعالیٰ نے بھی انکی جہد کوشش کو راست کیا ہو اسواسطے کہ ان کے جتنے چلے تھے سب پاکیزہ تھے ظاہر ہو چو شو کسی پاکیزہ سے ہوتی ہو پاکیزہ ہی ہوتی ہے انکے جالوں نے بالکل مرغ گردونی پھانے سے جھوٹک کہہ غور سے آسمان پر اڑتے تھے انکو یہ کیا جیسے فرعون غرور و غیر ہم کہ دعویٰ سندائی کا کرنے تھے

اور بڑی بڑی توہین رکھتے تھے جنکے سامنے یہ لوگ بیٹے ابراہیم و انبیاء بالکل نقص دہی تھے کیسی انکی کمی نے بیشی پکڑی اور انکی بیشی نے کمی پس او پاکیزہ جہان تک لیکن ہوا انکی راہ میں جہد و سعی کرتا رہ کہ انبیاء اولیاء سے زیادہ برگزیدہ کون ہو شعرا بعد گویا جواب ہو حال خدا کا کہ اگر تم کو اسباب پیدا کرنا قضا سے بچ کرنا ہی نہیں ہو اس سبب سے اسباب بھی تو قضا ہی نے ہم پر لگا دیے ہیں یہ بھی کہتی نہیں ہوتا کہ کسی نے راہ طاعت و دین میں دم بھر بھی کوشش کی ہو اور اسکو نقصان پہونچا ہو میں تقسیم کتاب دین پس اگر جہد و کوشش نہ ہو تو ہوتی تو مجاہدین دنیا و عقبی سے متمتع کیوں ہوتے تھے راہ اول و دو حال ہو کہ ستر و صحیح سالم ہو اور سرکشستون کی طرح سر باندھ کے پڑ رہے یہ دنیا عالم اسباب ہو اور ایک روز میان قیام امین جہد و کوشش کرنے پھر فرے سے ٹھٹھے مارا کر ابھی پڑ رہے کا وقت نہیں ہو قولہ بدخالی جست کو دنیا بخت ہو نیک حالی جست کو عقبی بخت ہو مگر بار در کسب دنیا بار دست ہو مگر بار ترک دنیا وار دست ہو مگر آن باشد کہ زندان حفرہ کردہ آنکہ حفرہ نیست آن مگر نیست سر وہ انجیمان زندان و ما زندانیاں وہ حفرہ کن زندان و خود را وارہان ہو چہیت دنیا از خدا غافل بدن ہو نے قماش و فقرہ و زہد و زین ہو مال را اگر ہر دین باشی حمل ہو نعم مال و صلاح گفتہ رسول ہو آب در کشتی ہلاک کشتی ست ہو آب در بیرون کشتی پستی ست ہو چونکہ مال و ملک از دل برانہ زندان سلیمان خوش جز مسکین نخواندہ کو زہد سرستہ اندر آب رفت ہو از دل پر باد فوق آب رفت ہو باد و رویشی چو در باطن بودہ بر سر آب جہان ساکن بودہ آب تواند مرا و را غوطہ دادہ کشت دل از فقرہ آئی گشت شادہ گرچہ این جملہ جہان ملک و نیست ہو ملک در چشم دل اولاشو ست ہو پس وہان دول بہ بند و مہر کن ہو پرتش از باد گیر من لدن جہد حقست و دو حقت و در وہ مشکندر نفی جہدش جہد کردہ کسب کن سیعے نما و جہد کن ہو تا بدانی تر علم من لدن ہو گرچہ جملہ انجیمان پر جہد شدہ جہد کے در کام چاہل شہد شدہ زین خط بسیار برہان گفت شیر ہو کہ جواب آن جہر بیان گشتند سیرہ المعنی حال بفتح جائے جمع محل حل زمان موجود حفرہ بالضم سوراخ و مفاک قماشش بالضم مستاع حناء نعم المال اشارہ ہو اس حدیث سے نعم المال الصالح للرجل الصالح با دیگر دریچہ اور روزن جو ہوا لینے کو مکان میں بناتے ہیں اور وہ مکان چہین چاروں طرف با دیگر دیون من لدن اقتباس ہو آید کہ یہ من لدن کونک رحمۃ وہی لہما من امر تار شدہ سے شیر کتا ہو ہان اتنی بات کسب و جہد میں ضرور ہو کہ بڑی جگہ نہ ڈھونڈے کہ وہ دینا ہی جسے دینا کو ڈھونڈنا جاری جگہ ڈھونڈی اور جسے عقبی کو ڈھونڈنا آئے نیک حالی ڈھونڈی اس واسطے کہ جو مکر دنیا کے معاملات میں ہیں سر و تا خوش ہیں اور ترک دنیا کے معاملات میں تو خود را وہی ہیں مکر وہی ہے کہ اس زندان دنیا میں جسکو سچن انگوٹھیں کہا ہو خفیہ اندر ہی اندر سرنگ لگایا اور اس سے لٹکایا اور جسے انکو کسی زحمت اور سوزن کو بند کیا لینے کسی شکست کو درست کیا یہ مکر مکر وہی ہے مکر وہی ہے سہمی رہنے کہنا ہو رع چون برت نہشتہ چو سرمانوش ہو آب یہ تشریح اشعار مذکور کی فرماتے ہیں کہ یہ جہان زندان ہو اور ہم اس کے

زندانی پس چاہیے کہ اس میں سوراخ کرے اور آپکو اسکی قید سے چھڑائے یہ شعر اسکی تفسیر میں ہے کہ دنیا کیا چیز ہے
 فرماتے ہیں خدا سے غافل ہونا نہ متاع خانہ نہ نقرہ نہ زین نہ فرزند اگر یہ اسباب مذکورہ کچھ نہیں ہیں اور خدا سے غافل
 ہو دنیا دار ہو اور شعر اگر مال و جاہ ست ذریعہ تجارت ہو چودل با خدا نیست خلوت نشینی جو مال کو اگر دین کے
 واسطے جمع کیا ہو اور معرفت اس کامعاملات دین میں تو اس مال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نعم الممال
 الصالح فرمایا ہے اور مال واسلے کو نعم الرجل الصالح یعنی اچھا مال صالح ہے اور اچھا رجل صالح شعر بعد نظیر کشتی میں پانی
 ہونے سے کشتی ڈوب جاتی ہے اور کشتی سے باہر ہو تو کشتی کی مدد اور پشتی ہو مطلب یہ اگر مال کی جگہ مال واسلے
 کے دل میں ہو تو اس کے ڈوبنے کے چھن ہیں اور اگر باہر دل کے تو دین و دنیا میں کار آمد جیسے حضرت سلیمان نے کہ
 ملک و مال کو اپنے دل سے نکال دیا تھا اسی سبب سے آپ کو مسکین کہتے تھے کہ جبکہ پاس ایک وقت کے لینے
 کا نہ ہو ورنہ ان کے سے اسباب کسی کے کب ہوے اشعار آئندہ دو سری تفسیر میں فرماتے ہیں مثلاً کوزہ سربستہ پانی
 میں گیا اور اس میں جو ہوا بھری ہوتی ہے اس سبب سے پانی کے اوپر رہتا ہے پانی ڈبو نہیں سکتا ایسے ہی بس کے
 دل میں ہو اور دلش کی بھری ہے وہ بھی اس جہان کے پانی پر ساکن رہتا ہے اور آب جہان خود جہان باضافت
 بیانی اسکو کیا مقدور ہے اب جہان کا جو غوطہ دے سکے اس سبب سے کہ اسکا دل تو نفوذ الہی سے شاد و آباد ہو رہا
 ہے وہ اس جہان کو کیا کرتا ہے اور حقیقت ہے کہ یہ جہاں اسی کا ملک ہے مگر اسکی چشم دل میں یہ ملک لا شہ ہو اور
 کچھ چیز نہیں سمجھتا پس وہاں دل کو بند کر کے حیر لگائے پھر دیکھ یاد گیر من لدن یعنی رحمت الہی کی کھڑکی سے کیسا
 دل پر باد ہوتا ہے پھر شیر کتا ہے کہ درد بھی حق ہے کہ ضرر اصل دنیا سے ہے اور دوا بھی اور جہد بھی اور جو مست کرے وہ جہد کی
 نفی میں جہد کرتا ہے اور جہد سے انکار رکھتا ہے بس کسب کر اور کوشش دکھا اور جہد بجا لا تب تجکو بھیس علم
 من لدن کا ظاہر ہو گا دیکھے گا کیسی رحمت اسکی طرف سے نزول کرتی ہے پھر شیر کی طرف سے مندرمایا کہ
 یہ سارا جہان اگرچہ جہد سے بھرا ہوا ہے اور وہ شہد ہو رہی ہے مگر جاہل کا منہ تلخ ہے وہ شیون کام نہیں ہوتا الغرض
 اسی قسم کی بہت حجت و برہان شیر نے ایسی پیش کیں کہ وہ پتھر جہری ان سے سیر ہو گئے پھر کچھ بن نہ آیا

قرار پانا ترنج جسد کا توکل پر

قولہ روہ و فرغوش و آہو و شغال و جبرائیل و شند و قیل و قال و عبد ہار و ذبا شیر و ثیان و کاندہرین بیعت
 یہ شند و زریان و قسم ہر ورزش بیاید بے ضرر و حاجتش نمود تقاضا و گرہ عبد چون بستند رقصند آن زمان سے
 مرے امین ان شیر و ثیان و جرجہ بستند یکجا آن و جوش و اوفتادہ در میان جسد جوش و ہر کسے تدریج و
 راسے تیزوی و ہر کسے دنوں ہر یک میشدی و عاقبت شد اتفاق جلد رشان و تابا یذ قرعہ اندر میان و
 قرعہ ہر کوزہ و طعمہ است و بے سخن شیر و ثیان را القہ است و ہمہرین کہند آن بخلہ قرار و قرعہ آمد سبب لہذا اختیار و

قرعہ برہر کو فتادے روز روزہ سوے آن شیرا و دودیدی ہچو یوزہ المعنی نریا آن بکسر خشتناک قسم بالکسر ہرہ و بخش
بیعت عہد کرنا یعنی رو بہ و خرگوش اور آہوا و رخفال سب نے جبر چھوڑا اور قیل و قال سے منہ موڑا اور شیر
ثریان سے عہد کیے کہ ہم جیسے سب مرید و تابع ہو سہا اب اس بیعت میں کچھ نقصان و زیان نہ پڑے گا حصہ اسکا
ہر روز بے ضرر اسکو پہونچے وہ بارہ طلب تقاضا کی حاجت نہ پڑے جب یہ عہد سب نے آپس میں کر لیا تو پھر
اپنی چراگاہ کی طرف شیر سے نچنت ہو کے چلے گئے اور سب منشی جمع ہو کے ایک جگہ بیٹھے اور اب انہیں جو
پڑا ہر ایک تدبیر و تجویز کرتے تھے اور ہر ایک ایک دوسرے کے خون میں پڑتا تھا وہ کہتا تھا تو جایہ کہتا تھا تو جا آخر سب
اتفاق قرعہ پر ہوا کہ قرعہ پڑ جایا کرے یعنی جسے قرعہ پڑ وہی اسکا طعمہ بنے اور بے حجت و کلام اسکا لقمہ ٹھہرے
سب نے اسی بات کو ٹھہرایا اور اسی کو اختیار کیا پس اب ہر روز جسے قرعہ پڑتا تھا وہ شیر کے پاس چھتہ کی
طرح دوڑتا بھاگتا جلتا تھا تشبیہ چھتہ سے دوڑنے بھاگنے میں ہر کسی کی دوڑ چھتہ مشہور ہوا اخلاف شریعہ بجا معلوم
بجائے درزیان کے در زمان اور چنچ شستنی نیشستنی غلط لکھا ہے

جواب خرگوش کا دیگر محسوس کو

قولہ چون بحر گوش آمد این ساغر بدوہ بانگ و خرگوش کا خرچہ چورہ قوم گفتند شش کہ چندین گاہ ماہ جان
فدا کردیم در عہد وفا تو جو بدنامی ماہ عنودہ تازہ بند شیر رو تو زود و زودہ گفت اے یاران مرا حمت و ہیرہ تا بکرم
از بلا میں شویدہ تا امان یا بذر مکرم جان تانہ ما ندان میراث فرزندان تانہ ہر میراث تان را در جان ہر بچہ تان
غلمی بچہ اند شان کہ نہ فلک راہ بردن سودیرہ بودہ و در نظر چون مردک پیچیدہ بودہ مردش چون مردک ید نہ خردہ
در بزرگی مردک کس رہ نہوہ المعنی عنود و خلاف حق کام کرنے والا بیرون سو ہندی اس پار یعنی اول تو یہ دو خوب
چلتا رہا جب نوبت خرگوش کے ساغر کی آئی تو یہ چلا اٹھا کہ بظلم کب تک رہیگا آخر کچا سکی حد بھی ہو تو م نے کہا کہ ہم تھے
دونوں سے عہد و وفا میں جان فدا کرتے رہے ہیں تو ہماری بدنامی کے درپڑ ہے اگر نفاق کو جس جلدی جا جلدی
ایسا نہو شیر خفا ہو جائے خرگوش نے کہا اے یار و جگہ حمت دو تو میرے مکر کے طفیل تم اس بلا سے بے غم ہو جاؤ اور
ایسے بے غم کہ میرے مکر سے تمہاری جان کی بھی امان ہو اور یہ جنگل تمہاری اولاد کے لیے بھی میراث ہو جائے ہر میراث میں
کی جان میں دعوت کرتے تھے اور انکو راہ نجات و غلمی کی طرف بلاتے تھے میں بھی تمکو اس بلا سے چھڑانا چاہتا ہوں
کسو اسے کہ پیروں پر فلک سے راہ اس پار کی کھلی ہوئی تھی اور انکی نظر میں مردک کی طرح لپٹی ہوئی لیسن لوگوں
نے مردک کی طرح انکو خرد جانا اور اصل بزرگی میں مردک کے نظر کی جہن زمین آسمان چھاڑ پھاؤ چھا نہ سوج
سب سما جاتے ہیں میں بھی تمہاری نظر میں خرد و مقرب ہوں اور آسمان سے جو راہ چھپر کھلی ہو تم اس سے واقف نہیں
اخلاف شریعہ بجا معلوم دین مطہرہ دونوں میں بردن شو بجائے بردن سو کے غلط ہے

اعترافِ نخبہ کا خرگوش پر اور جوابِ خرگوش کا

قولہ قوم گفتندش کہ ای خرگوش داروہ خویش را اندازہ خرگوش داروہ ہین چہ لاف ست این کہ توار مہتران بہ دریا و رت
 اندر خاطران چہ نتیجے یا خود قضا اور بیت چہ ورنہ اندم لائق چو تو کیست چہ گفت ای یاران حقیم الام دادوہ مرضیعی
 را قوی راے خدا چہ ایچہ حق آموخت مرزبور را چہ آن نہا شد شیر را گو را چہ خواہا سازد بر از خلوا تر چہ حق بر نعام
 را بکشود و چہ ایچہ حق آموخت کرم پیلہ را چہ پیچے و اندر آنگون جیلہ را چہ آدم خلایک زحق آموخت علم چہ تا بہ غم آسمان
 افروخت علم چہ نام و ناموس ملک را در شکست چہ کوری آنکس کہ باحق در شکست چہ المعنی سبب خوش آمدہ اور عجیب
 و خود می بین پرٹنے والا دم بمی دعویٰ گوش داشتن سننا و کینا اللہام خبر غیب مرزبور را سے اشارت ہی اس کی یہ کہ یہ
 داوتی رہک اے النحل ان اتحدے من الجبال بیوتا و من البحر دمایع شون یعنی وحی کی تیرے پروردگار نے طرفت پر
 عسل کے کہ اختیار کر تو بہاروں سے گہر اور درختوں سے جو چھتری دارین اور زحق آموخت علم سے ایسا اس آیت سے
 و علم آدم الا ساء کلہا اور سکھاے آدم کو نام ہر شے کے یعنی قوم نے خرگوش سے کہا کہ ای گدھے ہم جو کہتے ہیں سکون
 لگا کے سن کہ جیسا تو خرگوش ہی ویسا ہی خرگوش رہ اپنے اندازہ سے باہر مت نکلا جا بنوراد یہ کسی شیخی ہی کہ تجھ
 ناہیز کرے کہان تو کہان یہ شیخی بڑے بڑے مترون کی خاطر میں تو آتی ہی نہیں تو بڑا خود میں ہی یا ہماری قضا ہی
 جو خرگوش بنے ہائے پیچھے پڑا ہو ورنہ یہ دعویٰ تجھ سے حقیر کے لائق کب ہی کہا ای یارو حق فی خلوا اللہام کیا ہو اور
 نخبہ سے ضعیف کو ایک راے قوی سوچھائی ہو نہ کہ کیا نہیں معلوم کہ حق تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو کیا کچھ سکھایا جو شیر و
 گور نہیں جانتے کیسے خانے شہد تر کے بھرے ہوئے بناتی ہو اور اللہ تعالیٰ نے کیا اس علم کا دروازہ اسی پر کھول دیا ہو
 اور دیکھ کرم پیلہ کو کیا کچھ سکھایا بتاؤ تو کوئی باتھی بھی ایسا ریشم بنا سکنا ہی آدم خلایک کو خیال کرو کہ اسنے خدا تعالیٰ اسی
 علم سکھا اور فلک ہفتہ تک جو متنی اعمال و افعال ظانی ہو ایسا علم روشن کیا کہ نام ناموس فرشتوں کا بگاڑ واپس
 ساری کوری و بے بھری اُسکو ہو جو خدا تعالیٰ کی قدرت میں شک کرتا ہو ان مثالوں سے مطلب خرگوش کا یہی ہے
 کہ تم جو ضعیف سمجھے ہو دیکھو ان ضعیفوں کو حق تعالیٰ نے کیا کیا سکھایا کہ قوی جسم طبع عاجز و عروم ہیں اختلاف
 شرح بحر العلوم میں لکھا ہے کہ کورے آنکس راست کہ باحق در جنگست پس قافیہ بیت درست شد در شکست بمعنی جنگ
 بجا تو در شکست کے معنی جنگ کے کہیں نہیں ملے اگر یوں کہیں کہ در شکست تو کیا معنی نہونگے نہ قافیہ ہو گا قولہ
 ز اہد شمسد ہزاران سالہ را چہ پوز بندی ساخت آن گوسالہ را چہ تا نہا شد شیر عالم ان کیشدہ تا نگرد و گرد آن قصر میشدہ
 علماے اہل حس شد پوز بندہ تا نگرد شیر زان علم بلندہ قطرہ مل رایکے گوہر فتادہ کان بگردہ نہا و دریا باناد چہ چند
 صورت آخر ای صورت پرست چہ جان بے حیست انصورت نہ رست چہ گر بصورت آدمی انسان پرست چہ
 احمد و بوجہل خود یکسان پرست چہ المعنی میشد کچ کرودہ شد و حکم و استوار گوسالہ ہندی پچھرا یعنی ز اہد شمسد ہزار سالہ کو

کہ مراد شیطان سے ہے جس نے چار انگل زمین سجدہ سے نہیں چھوڑی اور معلّم الملکوت تھا اور اسی کو گویا سالہ بھی کہا ہے
 بمطرحاقت کہ پورا بیل بھی نہ تھا بچہ تھا اس واسطے کہ حضرت آدم کے سجدہ کے وقت خدا تعالیٰ سے حجت کر کے
 مافرمائی کی اور ان اخیر منہ ظلعنی من نار و خلقہ من طین گنا یعنی مین آدم سے بہتر مہون تو نے بجگواگ سے پیدا کیا
 اور اسکو مٹی سے ایک پوز بند بنایا اور پوز بند کی ہندی منیرہ کہ گویا سالہ وغیرہ کے منہ پر باندھ دینے سے وہ وہ نہیں
 بی سکتا ہوا اور شیطان کا منیرہ شہاب ثاقب ہو کہ آسمان پر جا کے فرشتوں سے خدا تعالیٰ کا علم پڑا تھا
 جیسا کہ فرمایا فاسترق السمع فابتعد شہاب ثاقب یعنی پڑا تھا وہ سنا ہوا فرشتوں کا سوا اسکے چیخے شہاب ثاقب
 لگایا تا اس منیرہ کے سبب سے یہ بچہ و شیر اسکے علم کا ذبیحے اور اسکے قصر مشیر کے پاس نہ پھٹکنے پائے
 ایسے ہی جواہل حس ہیں جنکا علم حواس ظاہری سے ہوا انکے واسطے علم حسی انکا پوز بند ہوتا اسکے علم بلند سے شیر
 نہ پاسکین ایک قطرہ اسکے علم کا صدف دل میں پڑا اور وہ گوہر ہوا کہ نہ ایسا گوہر آسمانوں کو دیا نہ دریاؤں کو گویا آسمانوں
 پر بے شمار گوہر ہیں اور نیز دریاؤں میں اب فرماتے ہیں کہ اسی صورت پرست تو اور صورت پرستی یہ کتب تک
 رہے گی تیری جان بے معنی اس صورت سے نچھوٹے صورت سے انسان نہیں ہوتا اگر ایسا ہوتا تو خطاب
 احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو جہل ایک ہوتے آخر صورت میں تو کیسا ہی تھے اختلاف شیخ بجا معلوم ہیں
 دریا بانہاد بجائے دریا بانہاد غلط لکھا ہے قولہ احمد ابو جہل درتجانہ رفت و زین شدن تا آن شدن فرقی ست
 رفت و این در آید سرشدان راجتان و دان در آید سرشد چوں امتان و نقش بردیوار مشل آدم ست و بنگرار
 صورت و چیز اور اکم ست و جان کم ست آن صورت بتیاب را و روجو آن گوہر نایاب را و شد سرشیران عالم
 جلیست و چون سگ اصحاب را و اندوشت و و ریانتش اذان نقش نفور و چونکہ جانش غرق شد در بحر نور و
 وصف صورت نیست اندر جہا جہا عالم و عادل بود در نامہا و عالم و عادل ہمہ معنیست پس و کش نیابی در مکان
 و پیش و پس و نیز نہ برتن ز سوسہ لامکان و فی نگینہ در فلک نور شید جان و این سخن پایاں نہارد گوش دار و
 گوشش سوے قصہ خرگوشش دار و گوش خرگوشش و دیگر گوشش خرگوشین سخن را و نہا بد گوشش خرگوش
 ز رفت بالفتح سطر و حکم نفور بفتح گریزہ در مندرہ یعنی احمد ابو جہل دونوں بتجانہ مین گئے لیکن احمر کے جانے
 اور ابو جہل کے جانے سے بڑا موٹا فرق ہوا احمد بتجانہ مین آئے تبون نے ان کو سجدہ کیا ابو جہل آیا اُس نے بت کے
 سامنے آمیتوں کی طرح سر رکھا تصویر جو دیوار پر آدمی کی ہوئی ہو مثل آدمی کے ہوئی ہو دیکھ تو اس میں صورت ہے
 کونسی چیز کم ہوا البتہ جان اس میں نہیں ہوا ایسے ہی جو بے معنی ہو کہ معنی معرفت الہی جو وہ بھی بیجان ہے پس تو اپنا
 کام کر اور اُس گوہر نایاب معنی کو ڈھونڈ دیکھ تو اصحاب کہف کو وہ قوت دی جس کے مقابل میں جہان کے
 شیروں کے ہر چنگھے کے اب بتا اسکو اسی صورت بد سے جسکو دیکھ کے لوگ بھاگین کیا نقصان ہوا اس محال میں

کہ جان اسکی دریا سے نورین ڈوبی ہوئی ہو یہ کپڑے اچھے اچھے پہن لیے اور اچھے معلوم ہونے لگے یہ کچھ وصف نہیں ہے وصف وہ ہے جو کتابوں میں عالم عادل کر کے لکھے جائیں بس یہ عالم و عادل ہونا معنی ہے جسکو کسی مکان میں رکھا جائیگا نہ اپنے آگے پیچھے پائیکا البتہ باطن میں پائیکا کہ یہ صفت وہی ہے کسی یہ وصف تو لامکان کی طرف سے تن پر ہو چکا ہے جسکے عظمت و نور سے نور شد جان کا فلک میں نہیں تھا اب بطریق حصر فرماتے ہیں کہ خوب کان لگا کے سن لے ان باتوں کی تو کچھ انتہا نہیں پھر قصہ خرگوش کا سن مگر گوش خر کے توجہ دال اور دوسرے گوش خر یہ اسلئے کہ اس بات کو گوش خر نہیں پاسکتے اختلاف شرح بحر العلوم و متن دونوں میں نیز نہ برتن لکھا ہے مگر جن مناسبات کے ساتھ زدن متعل ہوتا ہے وہ شعر میں کوئی معلوم نہیں ہوتے لہذا میں نے تو اسکو میر سے بنادیا و لکھ اختیار

ذکر دانش خرگوش اور بیان فضیلت منافع کا

قولہ نور بہ بازی خرگوش میں ہے مگر و شیر اندازی خرگوش میں ہے خاتم ملک سلیمان ست علم و جملہ عالم صورت و جان ست علم آدمی رازین ہر بیچارہ گشت و خلق دریا با و خلق کوہ و درشت و زو پلنگ و شیر ترسان ہرچہ ہوش و زوشدہ نہمان برشت دکہ و خوش و زو پری و دیو سا حلما گرفت و ہر یکے درجائے نہمان جا گرفت آدمی را دشمن نہمان بے ست و آدمی با خدر عاقل کسے ست و المعنی رتو بہ بازی مکاری و نیلہ گری علم عربی دانش کی ہو آدمی را اسین راقا تم مقام اضافت کے ہے حذر بفتح تین احتیاط و پرہیز فرماتے ہیں اب چل اور رو بہ بازی خرگوش کی اور اسکا مکر و کید کیسی شیر اندازی کی اور ایسے بڑے چافور کو گرا دیا سب خوبی علم کی تھی کہ علم خاتم ملک سلیمان ہے تمام عالم صورت ہوا و ر علم جان ہوا اسی علم کی مدولت ساری مخلوق دریا کون اور پہاڑوں کے آدمی سے بے بس اور بیچارہ ہوئی ہوا وہ پلنگ و شیر اس سے ایسے ترسان جیسے موشل در اسی سے پہاڑ و جنگل میں چھپے ہیں و تو و پری نے جو کتا سے سمندر کے اختیار کیے ہیں اور پوشیدہ جگہوں میں سکھ کھرائے ہیں وہ بھی اسی کا سبب ہوا اب فرماتے ہیں کہ آدمی کے چھپے دشمن بہت ہیں پس جو آدمی کہ با خدر اور احتیاط والا ہو بڑا عاقل شخص ہو قولہ خلق خوب درشت ہست ازمانہاں میں نہ بدول بہر دم کو ب شان و بہر غسل و رو روی و در جو ہر بار بہر تہا و سیبے زندہ آب خار و گرچہ نہمان خار و در آبست بست و چونکہ در تو میخلد وانی کہ ہست و خار خار حساد و سو بہ و از ہر امان کس بود نے یک کسہ و باش تا حسد سے تو مبدل شود و تا بہ بینی شان و مشکل حل شود و ما سخنا سے کسان رو کردہ و تا کسان را سرور و خود کردہ و المعنی آد پر جو کما ہے کہ آدمی کے چھپے دشمن بہت ہیں اسی کی توضیح میں فرمایا کہ بہت مخلوق اچھی بُری جیسے چھپی ہوئی ہے جسے دل پر ہر دم ایک چوٹ لگتی ہے مثلاً اگر نہر میں نہالے کو گھسے تو اس میں اکثر کتا چھپا ہوتا ہے وہ جب کہ صدمہ پہونچتا ہے اگرچہ خار ایک پست چیز پانی میں

چھپا ہوا ہے جب تیرے پیچھے جاتا ہے تب تو جانتا ہے کہ ہر اور سو اس کے وہ خارجہ جو خارجہ ہوں اور سو سو ہوں کے ہیں کہ وہ ہزار ہوں آدمیوں سے ہوتے ہیں نہ ایک انہی سے یہ سب بھی چھپے دشمن ہیں اب تو ٹھہرا رہے تھیں تیری بلجائیں پھر تو ان دشمنوں کو دیکھے اور تیری مشکلاشتی ہوئے تو نے تو جو رفیق شفیق ہیں انکی باتوں کو روکیا ہے اور ناکسوں کو جو وہ ہی نفس اور سو سے وغیرہ ہیں اپنا سر طار بنایا ہے اور انھیں کے کہنے میں چلتا ہے یہ سب شعاری بھی مناسب قصہ خرگوش کے ہیں قتال اختلاف شرح بوالعلوم اور متن مطبوعہ دونوں میں اخیر شعر کے دونوں مصرعون میں کسان اور ناکسان کو کیا ان اور ناکیان غلط لکھا ہے

دریافت کرنا پتھر کا اُس اندیشہ کو جو خرگوش نے سوچا تھا

قولہ بعد ازان گفتند کہ خرگوش چیست؟ در میان نہ انچه در ادراک تست؟ ایک یا شیرے تو در پیچیدہ بازگو راے کہ اندیشہ؟ مشورت ادراک و ہشیاری دہد؟ عقلماء عقل رایاری دہد؟ گفت پیغمبر بکن اسے راے زن؟ مشورت کا مستشار مومن؟ قول پیغمبر بجان باید شنود؟ باز گوتا چیست مقصود تو زود؟ المعنی راے زن تجویز کنندہ بعد اس گفتگو کے پتھر نے پوچھا کہ ای خرگوش جلدی بتا کہ تیرے ادراک میں کیا ہے اور تو نے کیا سوچا ہے تو جو شیرے پتھر تیری فکر و اندیشہ میں کیا گذرا ہے کیا مضائقہ ہے جو مجھے بھی مشورہ کرنے کے مشورے سے ادراک و ہشیاری حاصل ہوتی ہے اور ایک عقل کو بہت سی عقلوں سے خوب مدد ملتی ہے حضرت پیغمبر نے بھی تو فرمایا ہے کہ اگر کسی کام میں کوئی تجویز کرے تو مشورہ ضرور کرے مگر چہیں سے مشورہ چاہیے وہ امانت دار ہو جیسا کہ فرمایا ائستشار متومن پس تجکو بھی قول پیغمبر کا بجان و دل سننا ماننا چاہیے لہذا جلد بتا کہ مقصود تیرا کیا ہے؟

چھپانا خرگوش کا بھید کو پتھر سے

قولہ گفت ہر انے نشاید باز گفت؟ جفت طاق آید گے کہ طاق جفت؟ از صفا کردم زرنے با آئنے؟ تیرہ گرد و زود با آئنے؟ در بیان این سہ کم جنباں بست؟ از ذباب و از ذہب و ز نر بہت؟ کین سہ را خصم بسیار عدد؟ در کمینت ایستد چون داند او؟ و ریزانے با کیے گواہ و اداع؟ کل ستر جا و زالا شین شاع؟ گرد و سہ پرندہ را بندے ہم؟ بر زمین مانند خمبوس از الم؟ مشورت دارند سر پوشیدہ خوب؟ در کمینت با غلط افکن شوب؟ مشورت کو دی پیغمبر بستہ سر؟ گفتہ ایشانش جواب و بیخبر؟ در مشائے بستہ گفتی راے را؟ تا نذر اند خصم سر از پاس را؟ و جواب خویش بگرفتہ از او؟ و ز سواشسے ہر دی غیر پو؟ این سخن پایان ندارد باز گرد؟ سوے خرگوش دلاور تا پھر کرد؟ المعنی ذباب بالفتح رفتن و گذارشتن ذہب بفتحین در کل سہ را پتھر یعنی جو بھید و دوسے گذرا پس بھیدلا بستہ سر؟ یعنی خرگوش نے کہا کہ ہر از کو ظاہر کرنا نہیں چاہیے نہ معلوم

کیا ہوا اکثر طاق جفت کھیلنے والے جفت چاہتے ہیں طاق نکلتا ہو اور طاق چاہتے ہیں جفت آتا ہو کیسے ہی صفا کے ساتھ آئینہ سے دم مارنے مگر وہ تیرہ ہو جاتا ہو پس دم زنی اچھی نہیں ہوتی اور نیز ان مین چیزوں کے حق میں آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ذباب و ذہب اور مذہب کو چھپائے گا فال استر ذباب و ذہب کے مذہب کے ذہاب ہے مراد سفر ہو اور قصد کہیں جانے کا اس واسطے کہ ان تین کے ضمن بہت ہیں ایسا نہ کوئی سن پائے اور تاک گھات میں کھڑا ہو رہے اور اگر کسی ایک کو اپنا دوست جانے کیلئے تو یہ مت جان کہ وہ اسی تک ۔ ہا بلکہ پھیل گیا اور آئینہ مراد و لب سے ہیں ان دونوں شعروں میں احتیاط دوسرے امر کی ہی فرماتے ہیں کہ اگر دو تین پرندوں کو جو ہوا کو رہنے والے ہیں مجبوس کی طرح رکھ کے ایک ساتھ زمین پر ڈال دے تو وہ آپس میں سر پوشیدہ مشورت خوب رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کی بات خوب جانتے ہیں مگر اور لوگ نہین سمجھتے پس ہی تو اشاروں کنایوں کی باتوں میں غلط افکن سے آمیزش مت کر کہ تو کچھ کے وہ کچھ سمجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مشورت کرتے تھے وہ بھی سرستہ ہوتے تھے ایسا اشارہ و کنایہ اور مشیوں کو جواب بھی ایسا ہی دیتے جس سے کوئی خبر نہواپنی رائے کو کسی مثال و مثل میں باندھ کے کہتے تھے تا دشمن اس کے سر پانوں سے واقف نہ ہوئے پائے اور وہ جواب اپنا آنے لیتا تھا کہ اس کے سوال سے غیر بوجہی نہیں پاسکتا تھا اب شعر بعد کا متضمن کچھ کہ اس بات کا کچھ پایا نہیں ہی اب اس طرف سے لوٹ اور یہ بتا کہ اُس خرگوش دلاور نے کیا کیا اخلاص شیع بحر العلوم میں بجاے این سہ کم کے کس اور بجائے و برائے بائیکے کے برائے غلط لکھا ہے

قصہ مکر کرنے خرگوش کا شیر سے اور لبیر لہجہ انا

قولہ حاصل اُن خرگوش رائے خود گفت ہو مکر اندیشہ با خود طاق و جفت ہو با و خوش از نیک و بد کشاد را زہ سز خود با جان خود میراند بازہ ساعے مکر اندیشہ کردن ہو بعد اذان شد پیش شیر پنج زن ہو زن سب کا نیک شدن و اماند ویرہ خاک را میکند و میگوید شیرہ گفت میگفت کہ عہد انخان ہو خام باشد خام و زشت و نارسان ہو و درمہ ایشان مر از خرگندہ چند بفریب مرا این دہر چند المعنی و درمہ مکر و حیلہ از خر افکندن کسی کو مارڈالنا فرماتے ہیں حاصل یہ کہ اُس خرگوش نے رائے اپنی نہ بتائی اور اس کھیل کو آپ ہی کھیلتا تھا اگر طاق تھا تو آپ تھا اور جفت تھا تو آپ تھا و حیلوں مین سے کسی سے نیک بد اس بھید کا ٹکھا اپنا بھید اپنی جان ہی کہتا تھا ایک ساعت شیر کے پاس جانے میں قصد اذیر کی پھر اُس فیہ زن کے پاس گیا شیر اس سبب سے کہ اسکے جانے میں دیر ہوئی تھی نہایت ہی خاک اڑا رہا تھا اور غوغا مکر تھا کہ مین تو جانتا تھا کہ یہ ناچیز ہیں ابھکا عہد خام و زشت و نارسا ہوا انکے فریب نے تو بھگوارا اور ابھکا کیا فریب ہو زمانہ کا ہو وہی جو چاہتا ہے سو کرتا ہو قولہ سخت در ماند ابر سست ریش ہو چون نہ پس بنید نہ پیش از تحقیقش ہو راہ ہوا رست و زیش از اجاست

تخط معنی در میان نامہاست بہ لفظہا و نامہا چون دامنہاست بہ لفظ شیرین ریگ آب عمر است بہ عمر چون نسبت
وقت اور اچو جو بہ خلق باطل ریگ جو بہ عمر تو بہ آن یکے ریگے کہ جو شد آب ازہ بہ سخت کیا نسبت روا نزا کہو
منع حکمت شود حکمت طلب بہ فارغ آمد اور تحصیل سبب بہ نسبت آن ریگ ای پسر مرد خدا کہو بحق پیوست و از
نمود شد خدا بہ آب عذب دین ہی جو شد ازہ طالبان راز و حیات و نمودہ غیر مرد حق جو ریگ خشک دان
کتاب عمرت رانورد و ہر زمان بہ طالب حکمت شوازمرد حکیم بہ تازو گردی تو بنیاد علیم المعنی نسبت ریش
احق نمونہ عیش و تشدید برضا و تحفیف نیز آب یہاں سے مقولات مولانا رے کے مین حبال مقام یعنی وہ بادشاہ
و حاکم الحق از بس عاجز و در ماندہ ہو گا جو انہی حماقت سے آگے نیچھے نہ دیکھے اور ہوشیاری نہ کرے اکثر ایسا ہو کہ
راہ ہموار و برابر ہو اور اسکے نیچے چال ہو اور کیا عجب اس واسطے کہ نامونہ ہی مین قحط معنی کا ہوتا ہی یعنی نامور
تو بہت کہ فلان بڑے مشائخ ہین اور معنی بالکل نادر و بلکہ مکر کا جال خوب جان کے کہ لفظ یعنی باتین اور نام
و نمود ایسے ہین جیسے دامن اور باتین شیرین جوان دامن والوں کی ہین یہ ہمارے آب عمر کے واسطے ریت ہین کہ اسکو
جذب کرتی ہو اور یہ مفت برباد ہوتی ہو عمر تو تیری مثل آب کے ہے اور وقت مثل جو کے کہ یہ دونوں خود روان
اور گزران ہین اسپر طرہ اکا خلق باطل کہ تیری جو بہ عمر کا ریت بنا جو اسکو پائے دیتا ہے پھر تفسیع عمر ہین کسی
کسر باقی رہی اور وہ ریت جو ایک قسم کا ہر جس سے پانی اُبلتا ہو وہ نہایت ہی کیا اب اور یہ ریت جو پانی جذب
کرنے والا ہو جو مراد مکاروں سے ہر ایک کے پیچھے کے پیچھے تو جا اس ریت کو دھوڑھ کہ وہ ریت چشمہ حکمت الہی
کا ہر کسی سے حکمت طلب کر اسواسطے کہ وہ تحصیل سبب سے فارغ ہو عطایا سے الہی سے ہے سو وہ ریگ
ای پسر مرد خدا کے ہین جو خدا سے پیوستہ او آپ سے جدا ہین اور آب شیرین دین کا اُٹنے بلبل رہا ہی
جس سے طالبون کو حیات و نمود حاصل ہو آہ جو سو او غیران مردان حق کے ہین انکو ایسا جان جیسے ریگ خشک
کہ تیرے آب عمر کو ہر وقت گھاڑ باہر تو طالب حکمت کا مرد حکیم سے ہو تو بنیاد علیم ہو جائیگا اور ان سے تو
جیسا تھا ویسا ہی نابینا و جاہل رہیگا اختلاف مشحون بحرا العلوم اور متن مطبوعہ دونوں مین بجائے خلق باطل
خلق باطن اور تحصیل و سبب بعطفت اور بجائے آمد آمد غلط ہو قولہ لوح حافظ لوح محفوظی شود روح اواز
روح محفوظی شود چون معلوم ہو غفلت زابتدا بعد ازان شد عقل شگردی درابہ عقل چون جبریل گوید احمد
گر کیے گاہے نرم سوز مرا تو مرا بگزار زین پس پیش دان و جہنم این بودا و سلطان جان ہر کہ مانا نہ کمالی ہے
شکر و صبر و امید اند کہ گیر دپاے جبر ہر کہ جبر آورد خود رنجور گرد و تاہم رنجور ریش و گور گردہ گفت پیغمبر
کہ رنجوری بلاغ و رنج آرد تا ہمیر چون چرخ و المعنی روح بالضم جان و بالفتح بوسے خوش پا اگر فتن قیام
کر تا جبر آپکو بے اختیار جانا تلغ ہزل و ظرافت و خوش طبعی او پیر ہو گناہے حکمت کا طالب مرد حکیم سے ہو

تو لوح تیرے حافظ کی لوح محفوظ ہو جائے یعنی سارے اسرار لوح محفوظ کے حفظ ہو جائیں اور روح اس کی روح سے
بڑا حصہ پائے ضمیر و راجع بسوے حافظ جو پہلے سے عقل اس کی معلّم تھی اس واسطے کہ جمیع حواس تابع عقل کے ہیں یہ
سبکی افسر و ابی عقل ایک ادنیٰ شاگرد اس کی ہو کے اس میں بھی غیر شین راجع بحافظ اور مثل جبریل کے کردہ بھی عقل
اول کملا تے ہیں کیسکی کرا احمد یعنی محمود تراب میرا آگے گز نہیں ہو اگر ایک قدم آگے بڑھاؤں تو تجلیات الہی سے
جلجاؤں پس تو جگلاؤ سلطان جان یمن چھوڑ دے اور خود آگے جا میرا گزرا آگے نہیں ہو غرض یہ رتبہ اسکو
حاصل ہوگا جو عقل وہ ہم سے بڑھ کے ہو لیکن جو لوگ کابل ہیں اور کابل سے بے صبر و شکر رہے وہ پانوں جبر کا پکڑتے ہیں
اور جبر پر قیام کرتے ہیں کہ ہمارا کچھ اختیار نہیں خدا چاہے تو کچھ ہوا و سختی پر صبر اور اسکی نعمتوں کا شکر کہ سب سامان
آنے درست کر دیا ہو زمین کرتے یہی جان لیا کہ جسے کچھ نہیں ہو سکتا ہم بے اختیار ہیں ناحق کے بیمار نہ ہوتی جنگلے
جیسے بیمار نہیں ہوتا بس اسی بیماری سے گورین گھس جاتے ہیں چنانچہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو
کہ جو کوئی بیمار نہ بردستی بیہودگی سے بنیگا وہ بیمار ہی ہو جائیگا تھے کہ رفتہ رفتہ چراغ کی طرح بجھ جائے اختلاف
شرح بحر العلوم میں پہلے شعر کے دونوں مصرعوں میں محفوظی اور ہر کہ ماندا لہذا اس شعر کے پہلے مصرع میں بے صبر و شکر لکھا
بجائے بے شکر و صبر کے یہ نجانا چہر کے ساتھ اسکا قافیہ باختلاف حرکت حرف تا قبل حرف روی کیسے ہوگا قولہ جبر
چہ بود بستن اشکستہ را یا بیستون رگ بگستہ را چون درین رہ پائے خود بشکستہ و برکہ میخندی چو پارا
بستہ و دانکہ پایش در رہ کوشش شکستہ و در سید اور ابراق و برشتہ و حامل دین بود و مقبول شد
قابل فرمان بید و مقبول شد تا کنون فرمان پذیر تھی و شاہ و بعد از ان فرمان رساند ہر سپاہ و تا کنون اختر اثر کردی و
بعد از ان باشد امیر اختر او کہ ترا اشکال آید در نظر پس تو شک داری و ان شق القمر تازہ کن ایمان نہ گرفت
نہ بان و اے ہوا را تازہ کردہ در تھان و تا ہوا تازہ است ایمان تازہ نیست و چون ہوا جز فضل آن دروازہ نیست
کردہ تاویل حرف بکرا و خویش را تاویل کن نے فکر را و المعنی برشتہ او سوار شد شق القمر مجرّد اختر کہ مشہور
معروف ہو کہتے ہیں ای جبری تو اصل سنی جبر کے جانتا ہو تیری ٹوٹی اور رگ ٹوٹی جوڑنا اور تو نے اس راہ میں اپنا
پانوں آپ توڑا ہو پھر کسی پر کیوں ہنستا ہو جب خود پابستہ بنا ہو اور کیسا جبری ہو کہ اس شکستہ کو نہیں جوڑتا آخر
احق کہ کا پانوں اس کوشش میں نوتا یعنی صبر و جبر کوشش بکالا یا اسکے لیے بلاق آیا اور وہ اسپر سوار ہوا وہ دین
کا حامل تھا ای بجالانے والا محمول ہوا اور قابل اسکے حکم کا تھا مقبول ہوا ایک تو وہ فرمان پذیر شاہ کا تھا اب اس کے
سپاہ کا فرمانروا ہوا ایک تو ساروں کی تاثیر اس میں اثر کرتی تھی اب وہ سب ستاروں کا امیر بناتیری نظر میں جب تک
اور اشکال سمائے رہینگے تب تک تجکو مجرّد شق القمر میں شک رہیگا جب وہ بر طرف ہو جائیگے تب تو اس پر
ایمان لائیگا تو اپنے ایمان کو تازہ کر دل سے دزدان سے اس نہ بانی ایمان سے کیا نتیجہ در حالیکہ باطن میں تیرے

ہوا و عرض تازہ ہو رہی ہو خوب سمجھ لے جب تک ہوا تازہ ہو لینے قسم قسم کی مرض علی آتی ہو ایمان تازہ نہیں ہو سیکے کہ سوا ہوا کے اور کوئی فضل اس دروازہ کا نہیں تو نے تاویل حرف بکرین کی ہو اور حرف بکرہ جو کسی کا کہا ہوا نمونہ کی کہ سکے کہ وہ قرآن مجید ہو تو اپنی تاویل کر لینے اپنے حال کو بدل ڈال نہ ذکر کو وہ تو جو ہو وہی صحیح ہے اختلاف شرح بحر العلوم کے دوسرے شعر میں لفظ خود قبل بشکستہ کے نہیں لکھا نہ بشکستہ کے ہا اور مرکز کا ت اور جو تھے شعر میں بدو بجائے بدو بر سپاہ کی جگہ در سپاہ اور بجائے شق القوا شق القوا لکھا ہے

زیادت تاویل ریکیک گس کا

قولہ ہو تاویل قرآن میکتی چہ پست و کثر شد از تو منعی سنی ہو ماندا احوالت بان طرفہ مگس ہو کو بہین پنداشت نو در اسست کس ہو از خودی سرست گشتہ بے شراب ہو در خود در غمزدہ آفتاب ہو وصف بازان را شنیدہ و زمان چہ گفت من عنقاے و قہم بیگان چہ آن گس بر برگ کاہ و بول خرم ہو چو کشتیبان ہی انراشت منہ گفت من کشتی دریا را ندہ ام ہو مدتے در فکر آن نے ماندا ام ہو انیک این دریا و این کشتی و دن ہو در کشتیبان و اہل راسے و دن ہو بر سر دریا ہیراندا و عہد ہو منو دوش انیقدر بیرون ز حد ہو و وحید ان ہمین نسبت بدوہ ان نظر کو بدینا اور اسست کو ہو عالمش چندان بود کشن بنشست چہ چشم چندین بھر ہم چندیشست ہو صاحب تاویل باطل چون گس ہو وہم و بول خرم تصویر خس ہو گر گس تاویل گرداندر اسے ہو آن گس را بخت گرداندر ہماے ہو آن گس نبود کش این غیرت بود ہو روح ادنے در خور صورت بود ہو المعنی تاویل کسی چیز سے پھر ناہور تعبیر خواب اور پھیر دنیا کلام کو ظاہر سے کسی اور طرف کہ اسکا احتمال ہو سنی روشن ہمین نفع پیشاب پانہ فرمانے ہن ای جبری تو تو خواہش نفس ہو تاویل قرآن کی کرتا ہو اور حسب مرضی معنی اسکے پھیر لیتا ہو تیری تاویل ہن کیسے معنی روشن دسنی پست و کچ ہوئے ہن حیرادہ حال ہو جیسے ایک کبھی غیب کا حال تھا کہ وہ بھی انکو کس سمجھتی تھی کہ میں بھی کوئی ہوں کیسی خودی کی شراب میں سست بے شراب ہو اور ہر چند وہ بھی مگر انکو آفتاب گنتی تھی وصف بازون کا جو سنا فوراً بول اٹھی میں عنقاے وقت ہوں جسے عنقا نہ کیا ہو مجھے دیکھے بس ہی کبھی جب گھاس کے تنکے پر جو بول خرمین بیٹھی تھی تو کشتیبان کی طرح اپنا فود بدبہ جتا تھی کہ میں جہاز سے پھرتی ہوں اور یہ کہا کہ میں نے کشتی دریا میں چلائی ہو اور ایک مدت اس فکر میں رہی ہوں دیکھو یہ دریا ہی اور کشتی اور میں مرد کشتیبان عقل و ہنروائی غرض وہ آستے پیشاب اور اس تنکے سے سمندر میں جہاز چلاتی تھی اور وہ پیشاب اسکو حد سے باہر معلوم ہوتا تھا یعنی وہ پیشاب نسبت اسکے پیر تھا جیسے مثل مشہور ہو کہ چوڑی کو موت پیر تا ہو اور وہ نظر اسکی کمان تھی کہ جس سے اسکو ٹھیک ٹھیک دیکھتی رہے ہی عالم دنیا کا حال ہو جتنی جس کی بیشن ہو اتنا ہی اسکو معلوم ہوتا ہو کہ سوا سے کہ جتنی سکی آنکھ ہو اتنا ہی اسکی آنکھ میں دیا ہو خلاصہ یہ کہ اہل

معرفت کی آنکھ نہایت وسیع ہو انکی نظر میں یہ عالم بھوسے قلم متاع الدنیا قلیل کے بہت ہی قلیل و خفیف ہے اور اہل دنیا کی آنکھ تنگ بقول سعدی بصر گفت چشم تنگ دنیا دار راہ آنکی آنکھ میں نہایت وسیع و فیض شریعت میں تو فیض اس مشکل کی ہے کہ صاحب تاویل باطل مثل گس کے ہے اور اس کا وہم ایسا جیسے بول خزاں صورت خاص اب یکس اگر انبی راسے میں تاویل کرے اور بدل ڈالے تو ضرور ہے کہ ہوا ہو جائے اور اس کا نصیب یہ صفت اس کو بخشے اب فرماتے ہیں اگرچہ ہم نے اس کو گس کہا ہے مگر جس کو یہ غیرت ہو اور اس غیرت سے وہ آپ کو بدل ڈالے تو وہ گس نہیں ہے روح اسکی اور ہی کچھ ہے جو اس صورت کے لائق نہیں ہے اخلاص شرح بحر العلوم اور متن مطبوعہ نین کشتی دریا خواندہ ام لکھا ہے میں نے اس کو راندہ ام لکھا کہ خواندگی کی کوئی شے معلوم نہیں ہوتی اور شرح میں بجائے جبین چین اور راست گو بجائے راست کو اور تاویل باطل کو چاہا بطل گس و نون میں لکھا ہے حالانکہ باطل صفت تاویل کی ہونا چاہیے

رنجیدہ ہونا شیر کا خرگوش کے دیر میں آنے سے

قولہ بھوآن خرگوش کو بر شیر زندہ روح او کے بود اندر خود قد شیر میگفت از سر تیزی چشم بزدگو چشم عدد و بر بست چشم بکر باے جبر یا تم بست کردہ تیغ جو بین شان تنم راختہ کردہ زین سپس من نشوم آن و در مدہ یا نگ دیوان ست و غولان آنمہ بردان ایدل تو ایشا نرما یست و پوست شان بر کن کہ شان جز پوست نیست و المعنی زندہ اسے حلقہ در غول ایک قسم جن سے ہے ہر طرح کی صورت بنا سکتا ہے اور ایزادینے کے سوا آدمی کو بہکا تا بھٹکا تا بھی ہے جو بین میں حرف مدہ ہے ہذا فکب ضافت جائز فرماتے ہیں اور جو ہم نے کہا ہے کہ بعض روح لائق صورت کے نہیں ہوتی انکی تصدیق ظاہر کہ خرگوش نے جو شیر پر چڑھ کیا روح اسکی کب لائق اس کے قدر کے بھی جیسا اسکا ارادہ بڑا تھا ویسے ہی اسکی روح بڑی تھی یہاں شیر کہتا تھا بڑی تندی و غصہ سے کہ دشمن نے کان کی راہ سے میری آنکھیں بند کر دیں یعنی مکر فریب کی باتیں سنا کے عاقبت مہنی سے باز رکھا انکی تیغ جو بین نے میرے تن کو چور چور کیا ان جبر یون کے مکر میں بندہ کے بندست و پا ہو گیا نیز جو ہوا وہ ہوا اب اس کے بعد مکر و جلا نکا ہرگز نہ سونگا کہ وہ سب آواز دیو اور غولوں کی ہے جو اپنی آواز سے آدمی کو بہکا بھٹکا دیتے ہیں اور خود غول بس آدمی کے قوت کی بات نہیں ہوا ان سب کو بھٹا و پیر ڈال اور انکا پوست او پیر کہ جلد پوست ہی پوست ہیں قولہ پوست پر بود گفتماے رنگ رنگ و چون درہ بر آب کش ہو و در گاہ و این سخن چون پوست سے سخن آن و این سخن چون نقش سے بچو جان و پوست باشد مغر بردا عیب پوش و سوزنیکو از غیرت غیب پوش و چون قلم از باد بد و فر دآب و ہرچہ بولسی فنا کردہ شباب و نقش آب ست از فنا خواہی باقیان و باد گرد می دستا بہ خود گزان و المعنی دست گردید انفسوس و حیرت کہا افراتے ہیں کچھ جانتا ہے کہ پوست کیا ہے باقیان رنگین ہر کھلتے ہیں کہ چرب و نرم نہ ہائی سے لوگوں کو بھٹاتی ہیں یا غلط زبان سے

ذکر حق کرتی ہیں سو یہ ایسا ہی جیسے پانی پڑ رہا ہو جسکو دنگ نہیں ہوا سے موج پیدا ہوئی ہو گئی ورنہ کچھ نہیں اصل
یہ ہر کہ سن مثل پوست کے ہر معنی اسکا منہ اور سخن ایک صورت ہو معنی اس میں ہر جان بس جو سخن جملہ مغز و بھان ہو
محض بے اصل ہر جان یہ ضرور ہر کہ جس پوست میں مغز بدرجہ اپنے اصل اسکی بدرجہ یہ پوست جو ہاتھیں رنگ پرنگ
پر تکلت میں اسکی بدرجہ چھپائے ہوئے ہر لوگ اسکی باتوں پر لٹ کر کے اچھا جانتے ہیں اور جس پوست میں
منہ نیک ہو اور صاحب معنی اسکا بسبب غیرت کے غیب پوش ہر اپنے غیب بسبب غیرت کے چھپائے ہوئے ہر
کہ کسی پر ظاہر ہو گیا اہل قاتل کو انکا حال چھپائے ہوئے ہر اور اہل حال کو خدا تعالیٰ کی غیرت لیکن ہر یہ کہ جب قلم
باز کا ہوا اور دفتر بانی کا اسپر ہو گئی گامی فنا ہو جائیگا مطلب یہ ہر کہ اگر باد ہوائی بائیں اپنی آبرو کے واسطے
بے ایٹک دو بزرگزامدار نہ ہو گئی ہلے کہ وہ سب نقش بانی پر بنائے ہیں پھر نقش بر آب سے جو فادہ صوفیہ
جائزہ گزراں کیا پائیگا آخر تا یہ ہی کاٹا اور افسوس کرتا تو نیک گاہ دنیا میں چل بھی جائے اختلاف شرح ہر معلوم میں
بجائے غیب پوش کے غیب پوش کو بھی درست رکھا ہر بھلا فانیہ کیسے ہو گا اور بجائے نقش آہستہ کے نقل غلط
فلکھارے قولہ باد و مردم ہوا و آرزو ست ہر چون ہوا بگذاشتی پیغام ہوست ہر خوش بود میا ہماے کردگارے کو ز سر
آپاے باشد پاندار ہر خطبہ شاہان برگردان کیا ہر کیا ہر خطبہ ہاے انبیا ہر نہ انکہ پوش بادشاہان از ہوا ست
باز نامہ انبیا باکبر یا ست ہر از در مہا نام شاہان برگزیدہ نام احمد تا قیامت میز تندہ نام احمد نام جلا انبیا ست
چونکہ صد آمد نہ دہم پیش ماست ہر امین سخن پایاں نداد و ای سپر ہر قصہ خبر گوش گو و شیر نرہ المعنی ہوا اسم ذات
خدا تعالیٰ جسکے معنی ہیں وہی ہر کیا یکسر پہلوان و خداوند و پاکیزہ پوش بالفتح کرد و خود نمائی باز نامہ ہر اے مجھ
اسباب و تخیل و منیت و ہر اسے حملہ خیز فرماتے ہیں تو نے جانا باد مردم میں کیا ہر ہوا و از در ہر جب یہ جاتی رہی تو پیغام
ہو کا ہر یعنی وہی وہ ہر وہی اسی کے پیغام خوش تیرے ساتھ اب خیال تو کر پیغام کردگار کے کیسے خوش ہوتے ہیں
انبیاء ان کے سوا اور کسی پاس بھی آئے اور معجزا سے پاک ہر ہمیشہ اور پاندار بیزوال و بے انتقال اور ہی کیا
وہ لوگ جنکو پیغام ہو سے آتے ہیں خطبہ بادشاہوں کا ہوتے ہیں عہد کے بادشاہ لوگ اپنے خطبوں میں آپ کو
پر مواتے ہیں سوائے پاکیزہ خطبوں انبیا کے کہ انبیا تو خطبوں میں پڑھے ہی جاتے ہیں انکا ذکر بھی کرتے ہیں
مثل انبیا کے اسواسطے کہ وہ فر بادشاہوں کا ہوا سے ہر اور انبیا کا اسباب و تخیل جو یعنی جناب کبریا سے کیا بیزد
اور مستدام ہر پادشاہوں کے نام تو مردم اور سکے لگائے جاتے ہیں ایسے کہ آج کوئی ہر کل کوئی اور نام دشمن
احمد کا قیامت تک لگاتے رہینگے کہ ایسا نہ کوئی ہوا نہ کوئی بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر نام احمد کا نام جملہ
انبیا کا ہر ایچھوئے جمیع صفات انبیا یعنی وہ صفیں جو فر و فرادہ ہیا میں تھیں مثلاً خلافت آدم و آدم و شکر نوح اور
صبر ایوب و غیر ذلک سب انکی ذات واحد میں جمع تھیں جیسے صدر کہ اس میں نو ہر بھی موجود ہر گویا ذلت آنحضرت

کی صد پر جبکہ بعد کوئی عدد نہیں اور انبیا نو کہ احاد نام میں مثل عقود کے ہیں اور عقود نو دسے بڑھ کے نہیں پس ایک تو ذات واحد احد کی ہو اور صد آپ کی در میان میں جو عقود مثلت کے ہیں وہی انبیا ہیں کہ وقتاً فوقتاً گزرتے ہیں سب اس صد میں جمع ہیں شعر بعد میں پھر گریز ہو کہ او پس اس سخن کی انتہا نہیں ہوا سکو جانے سے شیر خرگوش کا قصہ کہ اختلاف شیعہ بجا علوم اور متن مطبوعہ دونوں میں جو کیا در خطبہ اسے انج بوظیف لکھا ہو بجا بوظیف کے معنی کا کچھ پتا نہیں لگا لہذا میں نے کیا کو صفت مقدم خطبہ کی ٹھہرایا ہوا ایسے ہی صلیح میں بجائے بوش کے پوش اور حضرت شائع نے باتیں تو بہت سی لکھی ہیں لیکن صد اور نو کی کچھ تشریح نہیں لکھی پھر درمی تھی

بیان مکر خرگوش اور اسکے دیر کر کے جانے میں

قولہ در شدن خرگوش بس تاخیر کردہ مکر ابانویشتن تقریر کردہ در رہ آمد بعد تاخیر در ازجہ تلگوش شیر گویہ ورا نہ تاچہ عالمہا ست در سوداے عقل نہ تاچہ با پینا ست این دریاے عقل نہ بحربے پایاں بود عقل بشرہ بجز انخواص باید او پسہ صورت ما اندرین بحر عذاب چہ میدود چون کا سہا پر روے آب نہ تا نشد پر بر سر دریا چو طشت نہ چونکہ پر شد طشت دروے غرق گشت نہ عقل نہاں ست و ظاہر عالمے نہ صورت ماموج یا ازوے نئے نہ ہرچہ صورت بے ویلت سازدش نہ زان ویلت بجز در اندازدش نہ تانہ بنید دل نہ ہندہ راز را نہ تانہ بنید نیز دور انداز را نہ المعنی انخواص عوط زن عذاب بفتح عذوبت و گواراے و سزاے عقل بدویلت وسیلہ فرماتے ہیں کہ خرگوش نے جانے میں بہت دیر کی اور ایک کرا اپنے دل میں قرار دیا پھر بعد تاخیر دراز کے چل دیا تا دمیک بھید شیر کا کان میں کہ تو جانے کیسے کیسے عالم بیضے حال کی کیفیتیں سودا می عقل میں ہیں اور کیسا چوٹے پاٹ والا دریا عقل کا ہی جس سے اُسے اسکو چاہ میں ڈبو یا او پس عقل بشر کی ایک بحربے پایاں جو مکر اس بحر کا خواص ہو تو گوہر مقصود حاصل کرے حال یہ کہ صورتیں ہماری اس بحر خوشگوار ہیں ایسی ترقی ہیں جیسے پیالے روے آب پر جب تک صورت معنی سے نہیں بھرتی تب تک ایسی ہی جیسے طشت بر سر دریا اور جب طشت کی طرح بھر گئی تو اسی میں غرق ہو گئی اور معنی ہی معنی ہو گئی عقل پوشیدہ ہو اور عالم ظاہر ہو اور صورت ہماری اسی کے دریا سے منع ہو یا نام ہی جیسی جسکی حیثیت ہو کم و بیشی میں اب یہ صورت اگر ہو وسیلہ عقل کے اپنی طرف سے کوئی بات پیدا کر کے اسکو وسیلہ اپنا ٹھہرائے جیسے بد مذہبوں نے اپنے اپنے طریقے نکالے ہیں تو اس بد وسیلہ کے سبب سے بحر عقل کا اسکو اپنے بیچ میں سے دور نکال کے پھینک دیتا ہو جیسے اور دریا پانی کے اکثر اشیا باہر نکال کے ڈال دیتے ہیں اور اسکا کاسہ صورت اب عقل سے خالی رہتا ہو تا یہ دل و ہندہ یعنی زلیفہ اس بات کا جو بے وسیلہ عقل کے نکالی ہو راز عقل کے نہ دیکھنے پائے اور دور اندازہ کہ جو بحر عقل ہی نیزہ دیکھنے پائے مطلب یہ کہ عقل سے محض بے بہرہ رہے اختلاف شیعہ بجا علوم و متن مطبوعہ دونوں میں بجائے نیز کے شیر لکھا ہو نہ کچھ معنی دیتا ہو نہ کوئی رعایت

معلوم ہوتی ہو قولہ اسپ خود پایا و داندہ در ستیزہ میدواند اسپ خود را نیز تیرہ اسپ خود را یا وہ داندان جواد و اسپ
 اور خود کشان کردہ چو بادہ و رفغان و جستجو آن خیرہ سرخ ہر طرف پرسان و جویان در برہ کا مکہ و زوید اسپ مارا
 گو کہ کیست ہا ایکہ زیران تست ایجا و جہیت ہا آسے این اسپ ست لیک آن اسپ کردہ بانودا و شہسوار
 جوہ و صفہار استمع گوید برانہ تاشنا سدر اسپ خویش بازہ المعنی یا وہ گم و نا پدید و بیودہ جواد بفتح و تخفیف و او
 بسا جود و نام خدا تہائے و اسپ تیز رفتار باد تیز و تند خیرہ سر بیودہ گرد و پریشان و کیش متیز جنگ خصوصت و خشم و
 ناسا نگاری تیتے جیب بحر عقل کا آپ مین سے کسی کو نکال کے پھینک دیتا ہو تو اس شخص کی وہ مثل ہتی ہو کہ کوئی
 شخص اپنے گھوڑے پر او سوار ہو اور اسکو تیز و دربار ہو اور جانتا ہو کہ میرا گھوڑا گم گیا اور نا پدید ہو گیا اور اس سبب ہر کسی
 جنگ خصوصت مین پڑا ہو پھر کہتے ہین کہ یہ تو اسپ کو یا وہ جانتا ہو اور حال یہ کہ اسپا سکو مثل ہوا کے کھینچے لیجئے
 اور تیز رفتار ہو تہ شور و فغان اور جستجو مین اسکی پریشان اور سرگردان ہو رہا ہو اور ہر طرف پوچھتا اور درہ و درہ و درہ
 پھرتا ہو اور کہتا ہو کہ جسے میرا گھوڑا پڑا یا بتاؤ وہ کہاں ہو اور کون ہو اور جسکو سوار دیکھتا ہو اس سے پوچھتا ہو کہ ایجا و
 یہ جو تیری ران کے نیچے ہو یہ کیا ہو کیا گھوڑا ہو اور کچہ وہ کتا ہو کہ ہاں ہو تو گھوڑا ہی لیکن وہ گھوڑا نہیں ہو اسی شہسوار
 اسپ جسکو تو ڈھونڈتا ہو اور وہ اس سننے والے کے سامنے و صف گھوڑے کے آہستہ آہستہ کہتا ہو تو شخص
 اپنے گھوڑے کو بچان لے غرض وہ بحر عقل کا نکلا ہوا ایسا مہبوت و دیوانہ ہو جاتا ہو کہ کوئی بات اسکی ٹھیک ٹھکانہ
 کی نہیں ہوتی ایسا مرد و العقل ہوتا ہو اختلاف شرح بحر العلوم مین خیر و کی (۱) نہیں لکھی ہو اور بجائے زوید اسپ کے
 زوید است غلط لکھا ہو قولہ مرد و خود بین و اور و راچہ تا بہ پنی سرخ و سبز و در و را جان زہید الی و زوید کی ست کہ
 چون شکم پراب و لب خشکی جو خم و کے بہ پنی سرخ و سبز و در و را تا بہ پنی پیش ازان ہر سہ ضیاہ لیک چون رنگ
 گم شد ہوش تو شد زور آن رنگار و پوشش توہ چونکہ شب آن رنگا مستور بود پس ہیری وید رنگ زور بود ہست
 وید رنگ بے وید ہرون و بچین رنگ خیال اندرون ہا این ہرون از آفتاب و از سہاست ہوان ہرون از
 عکس انوار است ہا نور چشم الوار دست ہا نور چشم از نور دہما حاصل است ہا نور نور دل نور خدا است ہا نور نور عقل
 و ص پاک و جداست ہا المعنی سہا بالغم ایک ستارہ باریک ہو متصل دوسرے ستارہ نہات انش کے
 منجم مین ستارون کے علا یغم و فتح تیز رنگی و پندی فرماتے ہین اے طالب تو اپنے باطن مین درد عشق کا پڑھا
 تب تجکو مزہ و سبز و زرد کی کیفیت معلوم ہوئے تا کیفیت ہمار و خزان عالم کی تجکو معلوم ہو غور تو کر جان تیری کیسی
 ظاہر تزدیک ہو اور گم ہو سوجہتی نہیں جیسے خم کہ پیٹ تو پانی سے بھرا ہو اور لب خشک ہین پیٹ خم کا پانی سے بھرا
 ہوتا ظاہر و لب خشک ہر نیو جب کہ پانی اسکا کام سے نہیں اٹھلا جاتا جو لب تر ہون اور ہر گاہ ایسی طہا ہر تزدیک
 چیز کو نہیں دیکھ سکتا تو مزہ و سبز و زرد کو کب دیکھ سکتا ہو جب تک کہ ان تینوں کے یکے سے قبل ضیا و روشنی

نہ دیکھ لے اور نہ پائے لیکن وہ نور و ضیاء کجک حاصل کیسے ہو تیرے نور رنگ ہی میں پوش باخت ہو گئے اور گم گئے پس
 یہی رنگ اس نور کے رو پوش ہوئے یعنی جب تو ظاہر کا گرفتار ہو گیا تو نور جو معنی ہے اور رنگ ظاہر کی اس سے رونق وہ کیسے
 آنجگو سو جیسے شعر مابعد بطور نظیر کے ہر نینے دیکھ تو جب رات تھی تو سب رنگ تجھ سے چھپے ہوئے تھے پھر جو تو نے دیکھا
 تو یہ دید تیرے نور سے ہوئی جو دن ہو پس معلوم ہوا کہ جب دید رنگ ظاہر کی ہے دید ظاہر کے نہیں ہے تو ایسے ہی رنگ
 خیال انور و فی کلام کہ اسکی دید بھی ہے دید ورون کے نہیں اور یہ دید ظاہر کی تو آفتاب دستار وں سے ہے جسکو سہا کہا ہے
 موافق ذکر خاص و ارادہ عام کے اور باطن کے انوار بلند و بزرگی سے کہ وہ انوار ذات خدا تعالیٰ کے ہیں
 جل جلالہ دیکھو یہ نور جو نور چشم کا ہے خود نور دل کا ہے کہ دل کے نور سے یہ نور حاصل ہوتا ہے اور نور دل کا نور خدا کا ہے جو نور جس و
 عقل سے پاک و جدا ہے جس و عقل کو اس میں کچھ دخل نہیں بخلاف نور ظاہر کے انکشاف ایک کتابت علیٰ سینہ جو تھے
 مصرع میں شک پر آپ لکھا ہے اور شرح بحر العلوم میں بجائے شک کے شود کہ غلط معلوم ہوتا ہے اور بچا ہے دید رنگ از نور کے نور
 قولہ شب بند نورے عیدے رنگا پس بضدان نور پیدا شد ترا شب نریدے رنگ کا ان سے نور بود و رنگ پر
 بود مہرہ کور و کبود کہ نظر پر نور بد اگر برنگ و ضد بضد پیدا ہو چون روم و رنگ و دیدن نورست انگر دید رنگ و دیدن
 بضد نور دانی بید رنگ و پس بضد نور دانستی تو نور و ضد ضد را بنیاد در ضد و رنج و غم راسخ فی ان افرید و تاہرین
 ضد خوشدلی آید پرید پس نہایت بضد پیدا شود و چونکہ حق را نیست ضد نہان بود و نور حق را نیست ضدے در وجودہ
 تا بضد اور آوان پیدا نمود و لا جرم البصار ملا تر کہ و ہویدر کہ بین تو از موسے و کہ بہ المعنی مہرہ ہندی نہ نکا کبود
 نیلگون کہ باطنم مخفت کوہ ادراک بالک معلوم کرنا اشیا و غیر محسوس کا مولانا نے پھر فرماتے ہیں رات
 میں نور تھتا تب تو نے رنگ نہ دیکھ لیے جب اسکی ضد ظاہر ہوئی یعنی دن تو اس ضد سے وہ نور تجھ پر ظاہر ہوا رات
 میں جو تو نے رنگ نہیں دیکھا ہے سب تھا کہ وہ ہے نور تجھ اس واسطے کہ رنگ خالی کیا ہے ایک مہرہ کور کبود ہے بے نور
 سو کس کام کا اور جبکہ شب میں نور نہ تھا تو تیری نظر نور پر بھی پھر رنگ پر کہ نور ہو تو رنگ نظر آئے اس واسطے کہ ضد سے
 ضد ظاہر ہوتی ہے جیسے روم و رنگ کہ باہم متضاد ہیں اسی سبب سے اول دیکھنا نور کا ہے پھر دیکھنا رنگ کا اور
 ہنس رنگ کہ نور کی ضد سے بے تامل جان لیتا ہے پس ظاہر ہوا کہ ضد نور سے تو نور کو جانتا ہے اور ضد کو خدا اپنے
 صدور و تصور میں ظاہر کرتی ہے جیسے کہ کہا ہے کلشہ یوف باضداد و مثلاً رنج و غم کو خدا تعالیٰ نے اس واسطے پیدا کیا
 ہے کہ اسکی ضد خوشدلی ہے وہ ظاہر ہوئے اور جانی جائے یہ سب اشیا بطور تمہید و تمثیل کے تھے اب نتیجہ اس کا
 یہ کہ پوشیدہ چیزیں تو ظاہر ہو جاتی ہیں مگر ذات خدا تعالیٰ کی کہ اسکی ضد نہیں اس سبب سے یہ پوشیدہ
 کیسی کہ عقل اسکی ظاہر نہیں کر سکتی اور کیسے ظاہر کر سکے کہ اس کے نور کے عالم وجود میں کوئی ضد ہی نہیں ہے
 لا جرم ہادی بنایا ان اسکی سبب اسکتین جیسے کہ خود ملا تر کہ البصار میں اسکتین اسکو بنایا ان

اور خود ہی فرمایا وہو یدرک الالبصار اور وہ لے لیتا ہر البصار کو یعنی البصائر میں مقابل اُسکے نور کے ایسی قوت ہی
 نعین رہتی کہ اُس نور کے سامنے قائم رہے اور ٹھہرے جو دیکھ سکے جیسا کہ حال حضرت موسیٰ اور کوہ طور کا ہوا قوت
 صدور تجلی تقدس نور پاک کے کہ انکی البصار تاب نہ لائی آخر بیوش ہو کر گر پڑے جیسا کہ فرمایا وخر موسیٰ صعقل یعنی
 موسیٰ بیوش ہو کر گر پڑا نہ کوہ طور تجلی ہوا اور مستقر ہا جس سے اشارہ ہر جملہ دکا یعنی کیا اُسکو تجلی نے پاش پاش
 پھر چشم حسی کسی کی کیسے اُسکو پاسکے البتہ چشم دل کو اسنے یہ قوت بخش دی بس یہ سب شعرا اسی دعویٰ کی دلیل
 ہیں جو اوپر شعرا اخیر میں فرمایا ہر کہ نور خدا کا حس و عقل سے پاک ہر ان میں اُسکی گنجائش نہیں اختلاف شیعہ بجا علوم
 میں پہلے ہی شعر میں نور باضافت بدون یا لکھا ہر اس اضافت کا کمان ٹھکانا ہوا اور اخیر شعر میں البصار نا لکھا ہوا اور
 ایک علمی کتاب میں البصار ماہر گو معنی دونوں کے واحد ہیں لیکن البصار نا سے شبہ ہوتا ہوا کہ یہ کبھی جزائیت کا ہوا
 جو لا تذکرہ اشارہ فرمائی ہوا ہو لیس یہذا پس البصار ما موافق ترکیب فارسی کے صحیح معلوم ہوتا ہوا قولہ صورت از
 معنی چو شیراز ہمیشہ دان + یا چو آواز سخن ز اندیشہ دان + این سخن را ز آواز اندیشہ خاست + تو ندانی بجز اندیشہ
 کجاست + ایک پہن معنی سخن دیدی لطیف + بجز آن دانی کہ ہم با شہ نیرین + چون ز دانش موج اندیشہ بجا
 از سخن و آواز و صورت بساخت + از سخن صورت بزد و باز مرد + موج خود را باز اندر بحر برد + صورت از بے
 صورتی آمد بردن + باز شد کا نا لید را چون + بس ترا ہر لحظہ مرگ + در جنت ست + مصطفیٰ فرمود دنیا ساقی
 فکر یا تیرے ست از ہور ہوا + در ہوا کے پایا آید تا خدا + ہر نفس نوشود دنیا و ما + بجز از نوشدن اندر بقا + ہر چون
 جو سے نو نویر سر + مستری بنیاد در جسد + آن ز تیزی مستمر شکل آمدست + چون شد کش تیز جنبانی بدست + شیان
 آتش را بجنبانی بسازد + در نظر آتش نماید بس دراز + این درازی آمد از تیزی صنع + بنیاد سرعت انگیزی صفت +
 طالبان سر اگر علامہ است + نک حسام الدین کہ سامی نامہ است + وصف او از شرح مستغنی بود + روحانیت
 کن کہ بیگہ میشود + المعنی تیر ہوائی وہ تیر جو آسمان کی طرف چھوڑین مستمر استوار و روان و پیوستہ و دائم نک
 تخففت انیک فرماتے ہیں صورت اور معنی دونوں ایسے ہیں جیسے شیر اور بیشہ کہ شیر ہمیشہ سے ہی یا ایسا جان جیسے
 آواز و سخن کہ اندیشہ سے پیدا ہوتا ہی یعنی جو اندیشہ دل میں گذر تا ہی اسی کی صورت یہ سخن ہر کہ آواز سے صورت نکلتا ہی
 بس اس سخن کو جو آواز و اندیشہ سے پیدا ہوا اُسکو تو نے جان لیا اور یہ بخانا کہ دریا اس اندیشہ کا کمان
 ہر جس سے یہ پیدا ہوا لیکن یہ تو دیکھتا ہی کہ موج سخن کی کسی لطیف ہر بس اس کے ہر کو بھی جان لے کہ نہایت ہی
 شریف ہوگا اب اُسکا بیان فرماتے ہیں کہ چہر جب اُسکی ذوات سے موج اندیشہ کی دھڑکی یعنی تو سخن اور
 آواز سے اسے صورت بنائی موج اندیشہ مراد کلام نفسی سے ہے جو اس سخن اور آواز سے کلام لفظی میں آیا پھر اس
 سخن سے ایک صورت پیدا ہوئی اور مرگئی اور وہ موج جو انھی تھی پھر اسی بحر میں چلی گئی پھر ایک صورت

اُس بے صورتی سے ظاہر ہوئی اور اُسی مرجع کو لوٹ گئی پس تجکو ہر لحظہ موت درجستہ ہی لیغے مرنا و لوٹنا اسی وجہ سے آنحضرت نے فرمایا ہے کہ دنیا سافۃ لیغے دینا ایک ساعت ہی حسین ہر لحظہ مرنا جینا ہے اگر اُس بے صورتی سے دوسری صورت پیدا نہ تو پھر کیا ہے اب فکر انسان کی کیا چیز ہو جو اُسکی قدرت میں دم مار سکے کیسا بات بات پر مرنا جینا رکھا ہے اگر کوئی تیر فکر کا چھوڑے تو وہ ہوائی ہے اُسکی ذات ہو ہی وہاں فکر کا گزرب ہو غیر وہ غیر بدائی اُسکا اُسی صاحب تیر ربوٹ کے آتا ہے وہاں تو ٹھہری نہیں سکتا دیکھو دینا ہر دم نو ہوتی ہے اور ہم اسکے بقا میں ایسے بحر ہیں کہ اس نو ہونے کی ہکو کچھ خبر نہیں ہکو عمر مثل ہر کے حسین ہر وقت نیا پانی آتا جاتا ہی ملتی ہے اور ہکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمر ہماری ہمارے جسم میں دائم اور پوستہ ہے لیکن یستر ہونا سکا تیزی کے سبب سے ہر کہ موت درجستہ میں اصلا تمیز و فرق نہیں ہو سکتا لہذا ستر شکل معلوم ہوتی ہے جیسے شہر کہ اگر اُسکو ہاتھ میں لیکو خوب تیر ہلاؤ تو اُسکا چٹنا لٹنا تیزی کے سبب سے معلوم نہیں ہوتا ایک شکل ہو جاتی ہے پھر فرماتے ہیں نمشلا کہ اگر آگ کی لکٹی ہاتھ میں لو اور خوب تیزی کے ساتھ ہلاؤ تو نظر میں کیسی یعنی دور از معلوم ہوتی چلوں یہ درازی تیزی صنع اتنی سے ہے جو عمر کی معلوم ہوتی ہے وہی یعنی صنع اتنی اپنی سرعت الگ تری دکھا رہی ہے اب فرماتے ہیں کہ طالب اس مہید کا اگر کوئی علامہ ہے تو حسام النور ہے جسکو مولانا نامہ کہتے ہیں کہ یہ سہلے ایک سہلی نامہ ہے کہ جبکا وصف شہر و بیان سے مستغنی ہے پھر ایسی مستغنی شومین مت پڑے اسکو چھوڑ کے اُسی حکایت کو جو شروع کی تھی بیان کر کہ بے وقت ہو اجا پیا ہے انخلا و شرح بحر العلوم دوسرے شومین تاثرانی اور قلمی متن میں تو ثرائی شرح میں چون زدنش لکھا ہے میری پچھین داس ہے اور جو ہے نو نو بجائے نو نو اور بدست کی جگہ نداشت اور درازی آمد کے ٹھکانے درازی مدت غلط ہے

پہونچنا خرگوش کا شیر کے پاس اور غصہ پہونا شیر کا

قول شیر اند آتش و درخشم و شور و دیر کان خرگوش سے آید ز دور و مید و دے دہشت و گستاخ او و خشکین
و تند ویز و ترش رو و کز خشک تن آمد نمک بود و ز دلیری سنج هر ریت بود و چون رسید او پیشتر نزد یک
صفت و بانگ بر زد شیر بان ای تا خلف و من که گادان رازیم بریدہ ام و من کہ گوش شیر نر مالیدہ ام و
نیم خرگوشے چہ باشد کہ چنین و امر مار افکنند اندر من و ترک خواب و غفلت خرگوش کن و غش این شیر
ای خرگوش کن و المعنی ریت بالغ شک و شبہ بان کلمہ زجر و تنبیہ گوش کردن کے معنی سنناد کیمناد و نون ہیں
میں شیر تو آگ میں پیرا ہوا درخشم و شور میں تھا ہی جیسا اور سے دیکھا کہ خرگوش آتا ہی اور اس حال سے کہ بے دہشت
اور گستاخ اور خشکین اور تند ویز و ترش رو و زور و تاجلا آتا ہی اور وجہ ان صفات سے آنے کی خود مولانا رحم نے
بیان فرمائی کہ شکستہ آنا دلیل ہوا کہ من نمک پیر جو دوسرے شیر بہ لگاٹیکار اور دلیری سے بے رشک کا ہو گیا کہ
کیا کس دلاور و دیر سخن بے گناہ و انقضائے غیور کے جب نزدیک صفت کے ہو گیا تو شیر نے

وٹونک کے کہا کہ خبردار ہو یا خلف میں وہ ہوں کہ میں نے کاسے پیل بھاڑے ہیں اور شیر نرون کے کان اسٹھے ہیں تجھسا نیم خرگوش ناچیز کہ پورا بھی نہیں ہو کیا شہر جو میرے امر کو خاک میں ملائے اور کچھ چیز نہ کچھ شعرا بعد متقول مولانا رد کاہر کہ تو بھی اس شیر کی غرش کو دیکھ اور عبرت پکڑ کیسا اپنے امر میں سستی و دیر ہونے سے بگڑا اور خشکی ہوا تو اپنے مالک کی نافرمانی میں ختم و عتاب سے کیسے بچ رہیگا پس غفلت چھوڑ اور خواب خرگوش فراموش کر اور آخر غرش شیر کو دیکھ اختلاف شرح بحر العلوم میں بیاض گاوان را زہم ازہم اور نیم خرگوشی بدون یا باضافت غلط لکھا ہے

عذر کرنا شیر سے خرگوش کا بسبب تاخیر کے اور نہ شام کرنا

تو کہ گفت خرگوش الامان عذریم بہت + گردہ غفور خداوندیست + باز گویم چون تو دستوری دہی - تو خداوندی و شاہ و من رہی - گفت چہ عذر قصور سے اہلمان + این زمان آید در پیش شہان + مرغ ہو قتی سرت باید برید عذر احمق را نے باید شنید + عزرا تم بدتر از جرمش بود + عذر نادان زہر دانا کش شود + عذرت اسے خرگوش از دانش تہی - من خرگوشم کہ در گوشم نہی + گفت از شہ ناکسے را کس شمار + عذر استم دیدگان را گوش دار + خاص از بہر زکوۃ جاہ خود + گم رہی را تو مران از راہ خود + بحر کو آبے بہر جو میدہر + ہر خے را بر سر دروے نہد + کم نخو اہد گشت در یارین کرم + از کرم دیا نگرد و بیش و کم المعنی دوست دادن و شگیری کرنا استم بکسرم خرگوش گئے کہا میں امان چاہتا ہوں جھکو ایک عذر ہے اگر عفو تیری خداوندی کی میری مددگار ہو تو کہ لون تو ہا را خدا وند و شاہ ہے اور میں جدہ و غلام اگر اجازت پاؤں تو ظاہر کروں شیر نے کہ کہ قصور احمقوں کے کہ جسکے بیان میں شعرا یندہ ہیں اب ہم سے بادشاہ ہوں کے سامنے آؤ اور کہ کیا عذر ہیں تو مرغ بے وقت کاہر تیرا سر کاٹنا چاہیے اور عذر احمق کا نہ سننا چاہیے اس معنی سے بیان قصور اہلمان کاہر عذر احمق کا بدتر اس کے جرم سے ہوتا ہے اور عذر نادان کا ایک زہر دانا کش ہے خرگوش تیرے عذر از دانش تہی ہیں میں خرگوش نہیں ہوں جو اپنے کان میں اس کو جگہ دون اور مان لون گماری بادشاہ میں ایک ناچیز و ناکس ہوں تو جھکو اس وقت کس جان لے اور بادشاہ عذر تم دیدون کا سنتے ہیں تو میرا عذر سن لے کہ میں بھی مستدیرہ ہوں اور علی الخصوص اپنے جاہ و صلال کی نکتہ ہی سمجھ کے میرا عذر سن لے تو جانو بختہ جاہ کی زکوۃ دیدی اور میں بہکا بھٹکا ہوا ہوں تو اپنی راہ سے جھکومت نکالے دیکھ تو دریائے کیسا فیض جاری ہے اور کیسا نہرون کو پانی دیتا ہے اور حس و خاشاک کو بھی اپنے سرو رو پر رکھ لیتا ہے اگر عذر میرا سن لیگا تو دریائے کرم کم نہو جائیگا اس واسطے دریائے کرم سے بیش و کم نہیں ہوتا یعنی کرم نہ کرنے سے بڑھ نہیں جاتا اور کرم سے گھٹ نہیں جاتا قولہ گفت دارم من کرم بر جاے او + جاہ ہر کس برم بالاے او + گفت بیشو گر نہا شد جاے لطف + سر نہا دم پیش اثر دہاے عطف + من بو قمت چاشت از راہ آدم + بار فیق خود سوے شاہ آدم + با من از بہر تو خرگوشے دگر + جفت و ہر کردہ بود دگر

در دروغست این سزاے تود ہم اندر آن چون قلاؤزے پیش تا برد اور ابوسے دام خویشیں سوی چاہش
 کونشانش کردہ بود چاہ من را دام جانش کردہ بود میشدہ آن ہر دو تا نزدیک چاہ ہایت خرگوشی چاہ زیر کاہ
 آب کا ہی را ز با مون میبرد آب کو ہی را عجب چون میبرد دام مکر او کمند شیر بود طرف خرگوشی کہ شیر سے را
 بود موسیٰ و فرعون را تا رود نیل میکشد بالشر و جے نقیل پشہ و فرود را با نی پرہ بیشکا فدیہ مجا با مغز سر
 المعنی پیش رو پیشوا قلاؤزی بفتح ہر ہی تیغ بفتح عینی یعنی بدستماع بیان خرگوش کے شیر نے کہا ہم ایش
 آہم سے ساتھ اور جگو بتا وہ کہان ہو تیرے آگے آگے چل اگر تو سچا ہو تودیکھ اسکو اور اس جیسے دو سو کو کیسی سزا
 دیتا ہوں اور اگر جھوٹا ہو تو یہ سزا تجکو دو گلابیں خرگوش رہبر کی طرح آگے ہوتا اسکو اپنے جال کی طرف لیجاے
 یعنی وہ کنواں جسکو تاک رکھا تھا اور اس چاہ عمیق کو اس کے جال بنایا تھا غرض وہ دونوں قریب چاہ کے
 چلے جاتے تھے دوسرا مصرع مقولہ مولانا تاج کا ہے کہ عجب خرگوش چاہ زیر کاہ تھا یعنی دھوکہ آب جنگل سے کاہ کو
 بہا لیجا تا یہ عجب آب ہو کیسا پہاڑ کو بہاے لیے جاتا ہے جال اس کے مکر کا کمند شیر کا بنایا کیسا طرف خرگوش ہے کہ شیر کو
 لیگیا ورنہ عادت تو یہ تھی کہ خرگوش کو شیر لیجا تا تھا کس خوبی سے اس مضمون کو ادا فرمایا ہو گیا وہ کیفیت ہے جیسے موسیٰ
 فرعون سے غالب مغرور کو جو دعویٰ خدائی کا کرتا تھا اس لشکر اور جماعت گران کے رود نیل کو کھینچ لیگئے اور ڈوبو یا تیر
 نیم پرا و غرور کہ یہ بھی مدعی خدائی کا تھا سر مغرور کا پھاڑ رہا ہے تا اسکا مغز سر کھا جائے یہ سب شعرا مقولات مولانا تاج
 سے ہیں اختلاف شرح بحر العلوم میں موسیٰ و فرعون اور پشہ و فرود دونوں میں داد و عطف کا نہیں ہی تن قلمی میں تھا
 شرح مذکور میں لکھا ہے کہ موسیٰ و فرعون اس شعر میں انتقال طرف و غلط دین کے ہے حضرت موسیٰ کی پیش میں خرگوش
 کے ساتھ تا سورادب نہوے انتہی میری دانست میں تو کچھ سورادب نہیں ہوا سوا سٹے کہ تشبیہ کی تعریف یہی تو
 ہوا مشترک امر لاہ نے منقہ نہیں یہاں تشبیہ صرف حضرت موسیٰ کی اور اس کے کھینچ لیجانے میں ہے نہ جملہ باتوں میں
 یعنی صورت و جسم وغیرہ ورنہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مثلاً شمس الفجی بدرا لہجے یا جیسے سعدی نے
 دیوار است کا پشیمان کہا ہے سب میں سورادب ہے کہ ایسی ذات پاک کو حادثات سے ٹھہرایا اور اس سے آگے جرم کے
 آیہ اللہ نور السموات والارض کو دیکھو کیسی کیسی تشبیہیں کن کن چیزوں سے موجود ہیں قولہ حالی آن کو قول دشمن را شنود
 میں جبرائے آنکہ شد یا رسودہ حال فرعون کی ہا مان را شنودہ حال مغرور کی کہ شیطان را شنودہ دشمن ارچہ دوستا نہ
 گوید تا دام دان گرچہ ز داغ گوید مگر ترا قندے و ہر آن ز ہر دان مگر قبول طغی کنڈان تہر دان نہ چون قضا آید نہ بینی
 غیر پوست و دشمنان را باز ششاسی رودست چون چنین شد اتمان آغاز کن نالہ و سچ روزہ نماز کن ہذا لہ
 میکن کا سے تو علام الغیوب نہیر رنگ مکرید مارا مکراب یا کہیم العفو تا العیوب ہذا مقام از ماکش امر و نوب ہا پچہ در
 کونست را شیا دا پچہ ہست و امانا جانز ابہر حالت کہ ہست مگر سے گردیم ای شیر آفرین شیرزا نگار ہر مازین کہین

آب خوش را صورت آتش برده اندر آتش صورت آبی منہ از شراب قہر چون تہی دہی ہنستہ را صورت ہستی دہی ہنستہ
چہست مستی بند چشم از دید چشم ہنما بد سنگ گوہر چشم چشم چہست مستی حسہا بیدل شدن چہرہ گز اندر نظر مندل شدن
المعنی اتمہال بالکسر لظہر و زاری شہم سے از سنگ قیمتی گز جگہ فارسی بندی درخت جھاو یعنی حل اسکا جس نے
دشمن کی بات سنی اور عاصد کو بار پناہ بنا یا دیکھا کیسا بدلا یا یا بظلمت کے فرعون اور نروود کا حال ہو کہ فرعون نے ہامان کی
بات سنی اور نروود نے شیطان کی آواز کا کیا حال ہوا جھکو تو چاہیے کہ اگر دشمن و دستا نہ کیجے کہے اور بالفرض دانہ بنائے
تو اسکو دام جان اور برخلاف اس کے سچ اگر جھکو فرو دے دہر جان اور جو لطف کرے قہر سچہ آسے کہ جب قہر آتی آتا ہو
جیسے فرعون و نروود پر آیا تو سلاے دوست کے کسی دوست سے کچھ ظاہر نہیں ہوتا یعنی کوئی شریک و مددگار نہیں ہو سکتا
اسوقت تو پیہر نے لاکہ یہ دشمن تھے جنہوں نے جھکو بہکا یا دوست نہ تھے پس جب یہ حال ہو کہ دوست دشمن کا حال خاص
ایسے وقت پر نکلتا ہو کہ تدارک اسکا ناممکن تو ضرور ہو کہ مجر و زاری شروع کر اور نالہ و تسبیح ہر روزہ درست کر اور
نالان ہو کہ کہہ اے علام الغیوب تو غیب چیزوں کا جاننے والا ہو ہر ایک کی بڑائی بھلائی سے واقف ہو کہو مگر بد کے پتھر
تے جسکو ہم نہیں جانتے مت کچل اور اے کریم الغیوب چھپانے والے تھے ہمارے گناہوں کا بدلا مت لے آسے
کرم سے معاف کر دے کہ ہم گناہ و ثواب سے بخوبی واقف نہیں ہیں ظاہر ہو جو اشیاء عالم کون میں ہیں اور وہ چیز
جو ان میں ہیں یعنی اشیاء میں نیک و بد سے وہ ویسے ہی ہو کہ اسی حالت پر دکھا اور جاری جان سے چھپائے مت اگر چاہو
شیر آفرین پہنے تو اپنی سگی میں کوتاہی نہیں کی مگر تو اپنے شیر کو کسی گھات سے ہمہ گیرین مت کہ گھات سے وہی مطلب ہو
کہ ہم اسکو اور حالت سے جانے ہوے ہیں اور اس میں شیر چھپا ہوا ہو مثلاً ہم ایک شیر کو آب خوش جانے ہوے ہیں تو
اسکو آگ کی صورت مت دے اور آگ میں صورت آب کی مت رکھ فی نفسہ جو کچھ ہو وہ ہو کہو دکھا تو شراب قہر سے جو کسی کو
مست کرتا ہو تو جو نیست ہیں انکو صورت ہستی کی دیتا ہو یعنی پانی آگ نہیں ہو تو اسکو آگ بنا سکتا ہو آب فرماتے ہیں
کہ وہ جو پہنے مستی کہا ہو وہ تہی کیا ہو بند چشم ہو دید چشم سے یعنی آنکھ کو اسکی دید سے بند کر دینا کہ اسکو اصل کیفیت
کی نہیں سوجھتی اور سنگ کو گوہر شہم بناتی ہو مگر ایشیم کی بنا بر تائید کے ہو پھر فرماتے ہیں کہ مستی سے حواس تنہر ہو جاتے
ہیں قائم نہیں رہتے ایسے کہ ادنی لکری کو جھاؤ کی مندل جانا ہو غرض یہ جو مستی قہری شراب قہر سے ہو اسکی کیفیت
ہو کہ وہ مست ہر بری شے کو اچھا جانتا ہو اور جو مستی قہری ہو اسکا کیا کہنا کہ مقصود دینی ہو اللہم زد فرم و زدو اختلاف
شرح بحر العلوم اور متن قلمی دونوں میں بیچ دروزہ بواو عطف لکھا ہو اور میں بے عطف صحیح سمجھتا ہوں اور روزہ پہنے
روزہ روا سو اسے کہ وہ روزہ جو صوم کا ترجمہ ہو بیان غیر مناسب اور بے عمل ہو اور اخیر کے شعر میں کچھ مستی ہستی بند
چشم مگر قلمی میں تہی ہو ایسے ہی ایک شعر اور اس کے بعد قلمی میں ہو ع چہست مستی حسہا اتم شرح میں نہیں ہو اور کہن بھی
صاف مستی لکھا ہو آب شہم مستی ہستی کو ایک سمجھیں تو ناچار ہی ہو

قصہ سلیمان علیہ السلام وہد ہد کا اور اسکا بیان کہ جب حکم الہی آتا ہے آنکھیں پر محبتی بین
 قولہ چون سلیمان راسرا پردہ زدند + جملہ مرغانش بخدمت آمدند + ہزبان و محرم خود یا گفتند + پیش او یک یک بجان
 ایشافتند + جلد مرغان ترک کردہ چیک چیک + با سلیمان گشت افسح من انجیک + ہزبانی خویشی و پیوندیست + مرد ہانوتا
 چون بندیت + اسے بسا ہندو ترکی ہزبان + او بسا دو ترک چون بیگانگان + پس زبانی غری خود دیگرست +
 ہمدلی از ہزبانی بہترست + غیر نطق و غیر ایما و سئل + صد ہزاران ترجمان نیز دزدل + جملہ مرغان ہر یک
 ز اسرا خود + از ہر وزدانش داز کار خود + با سلیمان یک بیک وامی نمود + از بر اسے عرضہ خود را سے ستود + از تکبیر نے
 داز ہستی خویش + بہر آن تار و دبا اورا ہمیش + چون بباہر بردہ را خواجہ + عرضہ داز ہندیہ + چو نگہ دارد
 از خریداریش ننگ + خود کند بیار و شل و کر و لنگ + المعنی اسرا پر خیمہ چیک چیک + آواز مرغان کل بکسرتین چک یا امر
 و قبلار و حکماء قاضی غرضہ بالغیم پیش آوردہ + پیش کشیدہ شل گنجاکر بہر جب سلیمان کا خیمہ کھڑا کیا سب پرندان کی
 خدمت میں حاضر ہوے اور اس سبب کہ انکو اپنا ہزبان و محرم پایا ایک ایک جان و دل سے اُنکے پاس آیا سب
 بہرند اپنی اپنی آوازیں چھوڑ کے اُنکے ساتھ خوش بیان ہوے ایسے جیسے اپنے بھائی کے ساتھ شہر یا بعد مقولہ مولانا
 کا ہے کہ ہزبانی بڑی خوشی و پیوندی ہوا سوا سٹے کہ آدمی جب نامحرموں میں ہوتا ہو تو ایسا ہوتا ہو جیسے کوئی قیدی کہ
 نہ یہ کسی سے کچھ کہہ سکتا ہو نہ کوئی اس سے اتنی خاطر کرا لیا بھی ہوتا ہو کہ ہندو اور ترکی ہزبان ہوتے ہیں اور امر
 مخا طب و ترکی ہزبان مثل بیگانوں کے ہوتے ہیں نس زبانی محرم ایک دوسرے کے ہو مگر ہمدلی ہزبانی
 سے بہتر ہو جہن غیر نطق و ایما و سئل کے ہزاروں ترجمان اپنے دل سے پیدا ہوتے ہیں اسکی حاجت نہیں ہوتی کہ ایک
 دوسرے سے نطق یا ایما یا تحریر کے ساتھ کچھ کہے خود بخود دل سے نکلتے ہیں چنانچہ یہی ہمدلی تھی جسکے سبب سے جملہ
 پرندوں نے اپنے اپنے اسرار حضرت سلیمان سے بیان کیے جو جسکو اپنے ہنر اور علم اور صنعت سے دسترس تھی
 اور یہ بیان کرنا اُنکا سلیمان کے سامنے بنظر عرضہ کے تھا گویا تدریس و پیشکش کہ جدا جدا ظاہر کرتا تھا اور اپنی ستائش
 کرتا تھا گویا تکرار اپنی ہستی سے کہ ہم بھی ایسے ہیں بلکہ اس خیال سے کہ ہکو اُنکے سامنے دخل ملے اور مقبولان نگاہ
 ہو جائیں آئندہ پھر مقولات مولانا سے ہیں تمثیلاً کہ معمول ہو جس بردہ کو خواہش اس بات کی ہوتی ہو کہ میرا کوئی
 خواجہ بنے تو اپنے ہنر خوب بنا سنوار کے اُنکے سامنے عرضہ کرتا ہو تا منظور نظر اسکا ہو جاؤں اور جب کسی کی خریداری
 سے اُسکو ننگ و ناگواری ہوتی ہو تو آپ کو تیار اور لولا لنگر ہل ظاہر کرتا ہو تا خلافت شہر بحر العلوم میں ترک
 ہزبان باضافت بدون ایسے ہی زبان غری باضافت بجائے زبانی بیابے معروف اور بجائے چون بسبب
 بیابیر غلط لکھا ہو قولہ نوبت ہد ہد رسید پیشکش ہواں بیان صنعت و اندیشہ اشش + گفت اسے شہ یک ہزبان
 کمترست + باز گویم گفت کوہ بہترست + گفت برگو تا کہ راستان ہنر + گفت من آنکہ کہ باشم + اوج پر +

دونوں تین لاف و روغنیں و حال صاف لکھا ہی میں نے اسکو در عین محال سمجھا ہوا و یہی اپنی شہج میں لکھا

جواب ہر بدکار سیلمان سے اس طعنہ میں

تھو کہ گفت ای شہ بر من عوز گدا + قول دشمن مشنوا زہر خدا + اگر یہ بطلان ست دعویٰ کردم + نک نہ دم سر ہزار
 اگر دهم + نراغ کو حکم خدا را منکر ست + اگر نیران عقل دارد کا فرست + در تو نا کافی بود از کا فرمان + بٹے کید و شہوتی
 یہی کا کاف ران + امن پنہم دام را اندر ہوا + اگر پنہم چشم عقل را قضا + چون قضا آید شود دانش بخواب + مرسیہ گردد
 بکیر و آفتاب + از قضا این تبعید کے نادہ ست + از قضا دان کو قضا را منکر ست + المعنی عوز بختین یافت و درویش
 شدن کاف ران کنایہ از فرج تبعید نہان کردن + پوشیدن و انداستہ کردن اور کوئی چیز بتانا جسین کچھ غرابت ہو
 بہر ہنسے جواب دیا ای بادشاہ واسطہ خدا کے مجھ محتاج فقیر پر دشمن کی بات مستہن اگر میرا دعویٰ جھوٹا ہو یہ لے
 میں راضی ہوں میرا سر گردن سے کاٹ ڈال اور نراغ کہ حکم خدا کا منکر ہو یعنی جال میں پھنستا نہ پھنستا حکم خدا سے
 ہو اگر ہزاروں عقلیں رکھتا ہو کس کام کا آخر کا فریشتہ آئندہ مقولہ سولانا کہ ہو کہ جب تک تجھ میں کاف کا فرمان سے ہو
 تب تک تو مثل کاف ران کے جاگ کید و شہوت کی ہر بد ہر کستا ہو میں تو جان کو ہوا میں دیکھ لوں اگر قضا میری
 چشم عقل کو نہ پیچ لے لیکن جب قضا آتی ہو تو دانش سو جاتی ہو مرسیہ ہو جاتا ہو اور آفتاب بھی گرفتہ ہوتا ہو یعنی
 دونوں گہن سے تاریک ہو جاتے ہیں ایسی بڑی مخلوق ہیں قضا سے کچھ بھی بس جلتا ہو قضا سے یہ پوشش اور چھپاؤ
 دام کا کب نادر ہو ای سیلمان تم پوشش دام کی قضا سے جانو اور نراغ تو منکر قضا کا ہو الخلاف شرح بحر العلوم میں
 عوز بصورت غور کے لکھا ہو اور قلمی متن میں بھی اور بجائے عقل را قضا ہو اعطی لکھا ہو

قصہ آدم علیہ السلام کہ قضا نے انکی آنکھیں بند کر دیں جو رعایت نہی صریح کی نہیں کی
 اور ترک نہی کا کیا اور اسکی تاویل

قولہ بوالبشر کو علم الاسما بک ست + صد ہزار انکس اندر ہر گ ست + اسم ہر چیزے چنان کان چیز ہست + تا
 بیایان جان اور ادا و دست + ہر لقب کو ادا ان بیدل نشدہ + ہر کچھ پیش خواند او کا مل نشد + ہر کرا و مقبل و آزاد
 خواند + او غیر و خرم و دشا و ماندہ ہر کہ آخر میں ست اول برید + ہر کہ آخر کا فر اور اشد پدید + ہر کہ آخر میں بودا و منست +
 ہر کہ آخر میں بشد او بیدست + اسم ہر چیزے تو از دانا نشنو + مرزد سر علم الاسما نشنو + اسم ہر چیزے ہر با ظاہر شس +
 اسم ہر چیزے ہر خالق سرش مرزد موسے نام چویش بر عصا + نزد خالق بودنا شس اردو + بدعمرانام اینجا ست
 پرست + لیکن موس بودنا مش دراست + المعنی بک بکرو کا فارسی تحفہ بیگ بمعنی امیر بیدن تحفہ
 بنیدین علم الاسما بک مقلوب ہو ای بک علم الاسما یعنی ابوالبشر جو حضرت آدم میں امیر علم الاسما کے جنگی رگ رگ میں
 لاکھوں علم بھرے ہیں علم الاسما اقتباس ہو آیت کریمہ و علم آدم الاسما کلہا تا آخر آیت یعنی سکھائے آدم کو نام

ہر شے کے مختصر حال یہ ہو گا اللہ تعالیٰ نے بطور اسکے کہ انکا فضل و فرشتوں پر ظاہر ہو جو غریبی و فساد کو ان سے نسبت کرتے تھے ہر چیز کے نام انکو سکھائے کہ فرشتوں سے پوچھو فرشتے انکے بتانے میں حیران رہے اور عجب سے کہہ سکا لا علم لنا الا ما علمتنا ہم کچھ نہیں جانتے مگر جو کچھ تو نے سکھایا ہر چیز کا نام جیسی کہ وہ چیز ہی یعنی جو اس سے ظہور میں آیا ظلالاً ہی ویسایا تا وجود اور پایاں جان اُس چیز کے کہ قیامت تک ہر شے کی حق سے اس تعلیم میں انکو حاصل ہوا جسکا جو لقب انھوں نے کیا وہ اس سے مبدل نہوا جسکا انھوں نے چست کہا وہ سست نہیں نکلا جسکو مقبل و آزاد کہا ہمیشہ غریزہ و فساد رہا جسکا خاکہ ایمان پر ہوا اور مومن ہوا انھوں نے اسکو پہلے ہی دیکھ لیا اور جسکا انجام کفر پر اور کافروہ بھی اپنے ظاہر ہو گیا اور علامت مومن و بیدین کی دنیا میں یہی کہ مومن آخر میں ہوتا ہوا اپنے حسن انجام پر نظر رکھتا ہوا اور بیدین آخر میں اپنے خور و نوش کا حرص و مویغ غافل از خدا بس پہلا آخر یکسر ظاہر ہو دوسرا آخر بغیر غافل یعنی غفلت و جاے غفلت خوردن اسپان ہندی تھا ان اور دونوں میں صنعت و نجس تمام پس ہر چیز کے نام میں راز و بھید ہوا اسکو دانا سے سن تا جگہ علم الہام کے راز منکشف ہوں کہ خدا تعالیٰ کی تعلیم کیے ہوئے نام تھے جو ہر شے کی حقیقت سے واقع ہمارے نزدیک تو نام ہر چیز کا اس کے ظاہر پر ہوا اور اس کے خالق کے نزدیک نام اسکا اس پر ہوا جو سرخنی نہیں ہر مثلاً موتی کے نزدیک انکی چھڑی کا نام عصا تھا اور خالق کے نزدیک اسکا نام تھا اژدہا کہ راز اژدہائی کا آئین چھپا تھا ایسے ہی حضرت عمر کا نام بیان تو بت پرست تھا اور راست میں مومن و خدا پرست راست کا اشارہ ہوا راست ہر کلمہ کا لوابے سے کہ بروز میثاق اللہ تعالیٰ نے ارواحوں سے اقربا اپنی پروردگار ہی کا کرایا تھا اختلاف شرح ہر معلوم میں مقبل و آزاد کی جگہ آزاد غلط لکھا ہوا قولہ کہ نزدیک مانا بیش منی + بیش حق این نقش بد کہ باطنی صورتے بد این منی اندر عدم + بیش حق موجود نے بیش و کم + حاصل آمد آن حقیقت نام مانا بیش حضرت کان بود انجام ما + مردار بر عاقبت نامے نمند رہنے بران کان عاریت نامی نہند + چشم آدم کو نور پاک دید + جان و سر نامہا گشتش پر پر چون ملک انوار حق دروے بیافت + در مجود افتاد و در خدمت شتافت + چون ملا یک نور حق دیدند + جسد افتادند و سجود برد + ملج این آدم کہ نامش میر ہو قاصر مگر قیامت بشمر + انہر دانست چون آمد قضا + دانش یک نمی شد بروے غطا + المعنی غطا بکسر پردہ حجاب مولا نارح فرماتے ہیں وہ قطرہ کہ جسکا نام ہمارے سامنے منی تھا اور تھا اس سبب سے کہ اسکی وقت میں ہم اسکو منی کہیں گے کہ اسکو وہ حق تھا نے جانتا تھا اس قطرہ کا سامنے اس کے نقش مانسی تھا جیسا کہ فرمایا اللہ حکم اللہ تھا اسے ساتھ ہوا اور یہ منی زمان عدم میں ایک صورت تھی حق تعالیٰ کے سامنے موجود ہے بیش و کم جیسا کہ جو کوئی اس سے پہچان لایا تھا جیسا کہ منی کو دخل نہ تھا اسی حقیقت کا حاصل جو حق تعالیٰ پر ظاہر تھی ہمارا نام ہوا اسکی بارگاہ عالی میں اور اسی نام پر ہمارا انجام ہو گا پس قضا و قدر ہر مردینے انسان کا اس کے انجام پر نام رکھتے ہیں نہ یہ جو عاریتی نام رکھتے ہیں

مثلاً کسی کا عبداللہ نام رکھا اگر اُس کو اللہ نے اپنا بندہ نہیں ٹھہرایا تو کیا فائدہ بلکہ یہ نام اُس سے عاریت ہو جسکو
اُس نے عبداللہ ٹھہرایا جو موافق اس صفت و حقیقت کے آدم کی چشم نے جو نور پاک کی طرف دیکھا تھا اس
سبب سے جان اور بھید سب ناموں کے اُن پر کھل گئے تھے اور فرشتوں نے جو ان میں انوار حق کے پائے
تو وہ بھی ان کے سجدہ میں گر گئے اور ان کی راہ اطاعت میں چلے جیسا کہ کہا ہے فقوالہ ساجدین یعنی گرے فرشتے آدم کو
سجدہ کرتے ہوئے پھر تو ضیاع فرمایا کہ فرشتوں نے جو نور حق کا آدم سے دیکھا تو منہ کے بھل اُن کے آگے سجدہ میں
گرے اب بعد اس تمہید و توضیح کے اُس بدہد کی طرف سے فرماتے ہیں یہی آدم جنکا میں نام لے رہا ہوں وہ عالیٰ مرتبہ
بلند پایہ ہیں کہ اگر قیامت تک ان کی بیج کروں تو تھوڑی ہی ہوگی اور قاصر ہی ٹھہروں گا انھوں نے یہ سب کچھ تو
جانا جو مذکور ہوا راز و اسرار سے اسرار کے لیکن جب حکم الہی آیا ایک نبی کے علم پر پردہ ٹیگا وہ نہ سوچی کما قال اللہ
تعالیٰ ولا تقر بائذہ الشجرۃ ہرگز اس درخت کے نزدیک مت جائو جس سے ایک مدت عذاب میں رہے
الخلافت شرح بحر العلوم میں بروئے بتافت بجائے دروئے یافت غلط لکھا ہے اور نیز خطا بجائے غطا جو قلمی میں
ہو خطا معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ شد بردی اس کے اوپر ہر قولہ کا یہی عجیب نبی از پے تحریم بودہ یا بتامیے بدو تو ہم
بودہ در دلش تاویل چون ترجیح یافت و طبع در حیرت سوئے گندم شتافت و باغبان را خار چون در پاسے
رفت و دزد فرصت یافت کالا برد و تفت و چونکہ حیرت رفت باز آمد براہ و دیدہ بردہ دزد درخت از کار گاہ و
ربنا انا ظلمنا گفت و آہ و ہینے آمد ظلمت و گم گشت راہ و این قصا بر سے بود غور شدید پوش و شیر و اثر در پاس شود
ز ہجو موش و من اگر دل سے نہ بنیم گاہ حکم و من نہ تنہا جاہم در راہ حکم و ای خشک آنگو نو کاری کند و زور را بگذارد
وزاری کند و گر قصا پوشد یہ چون شبت و ہم قصا دست بگیرد ماقبت و گر قصا صد بار قصد جان کند و ہم قصا
جانت و در مان کند و این قصا صد بار اگر راہت زندہ بر فراز چرخ ترکاہت زندہ از کرم دان اینکہ
میرساندت و تا بلکہ ایمنی بنشاندت و چون ترساند ترا گشتوی و ورنہ ترساند ترا گرہ شوی و این سخن پایاں ندارد
گشت ویرہ گوش کن تو قصہ خرگوش و شیر و المعنی خرگاہ خیمہ بزرگ تفت بالفتح گرم و سوختہ و غضبناک ہما زنا مفلس
فرماتے ہیں ای مخاطب تعجب آمین کہ یہ نبی تحریم کے واسطے تھی یا کسی تاویل و توہم کے ساتھ جیسے شیطان نے اُن کے سامنے
کی اور ان کو وہم میں ڈالا کہ مانسما رکبما عن ہذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدين نہیں باز رکھانم کو
متھامتے پروردگار نے اس درخت سے گرا سوا سطلے کہ تم فرشتے ہو یا و با جنت کے ہمیشہ رہنے والوں سے میں اس
تاویل نے شیطان کی جب آدم کے دل میں ترجیح پائی طبیعت تو ان کی حیرت میں بھی یہی تھی بے انتہا گندم کی طرف دوڑ گئی
یہ وہ مثل جونی کہ باغبان کے پائوں میں کانٹا چھتا وہ اپنے دروین آلودہ ہوا چور کو فرصت ملی سارا اسباب گری
و تیزی کے ساتھ لے گیا اور بنگا چھوڑ گیا اور واقعی آدم ننگے رہ بھی گئے تھے جب وہ حیرت گئی اور پھر راہ پر آئے تو دیکھا

کہ چور ہمارے کارخانے سے سارا اسباب لے گیا تب رہنا انا ظلمنا کے ساتھ مناجات وزارتی کرنے لگے اور آمین مارنے لگے کہ ایسی غفلت ہر پڑھی کہ ہم اپنی راہ بھول گئے اب خیال کرو یہ حکم الہی ایک ابرو خورشید پوش ہے جس کے سامنے شیر وازدہا مثل موش کے بین بس ہر بد کننا ہو کہ بین اگر جال کو نہ کیوں حکم الہی کے وقت تو بین حکم الہی بین اکیلا ہی جاہل نہیں ہوں جبکہ قصا ایسی غالب چیز ہو جس وہ شخص بہت اچھا ہوا ورنہ بڑے آرام میں کہ نکو کاری کرے اور زور چھوڑے بغیر وزارتی بجالائے مگر درحقیقت یہ بھی یہ کہ اگر قصا جھوکو ایسا سید پوش کر دے جیسے شب یعنی نہایت ہی ماتم و غم میں ڈالے تو گھبرائے مت آخر یہی قصا تیری دشگیری بھی کرے گی جیسا کہ فرمایا ان مع العسر یسر اور اگر قصا سو بار قصد تیری جان کا کرے پھر یہی قصا جھوکو جان بخشیگی اور تیرا در مان کرے گی اور اگر سو بار یہ تیری راہ مارے اور تیرا معاملہ خراب کرے پھر یہی جھوکو ایسے تیرے کو پہنچائیگی کہ تیرا خیمہ آسمان پر نصب ہوگا تو اس کے خلاف کو خلاف مت جان بلکہ اپنے مالک اکرم سمجھ کہ وہ جھوکو ڈراتا ہے تو جھوکو ملک اپنی بین بٹھا دے جہاں کوئی اندیشہ اور غم نہیں ظاہر ہو کہ جب وہ جھوکو ڈرائے گا تو تو آگاہ و واقف اُس سے ہوگا اور جو ڈرائے تو تو گمراہ ہو جائے شعر مابعد گریز ہو کہ اس سخن کی تو مد و ضلیت نہیں ہے اور دیر ہوئی جاتی ہے اب تو قصہ خرگوش و شیر کا سن الخلاف شرح بحر العلوم میں چون زحیرت رفت لکھا ہے میری دانست میں چون کہ بہتر ہے اور بجائے زور روز غلط ہے

رگنا خرگوش کا شیر سے وقت نزدیکی چاہ کے

قولہ شیر با خرگوش چون ہمراہ شدہ پر غضب برکینہ بدخواہ شدہ بود پیشا پیش خرگوش دلیرہ ناگمان پارا کشید از پیش شیر چونکہ نزد چاہ آمد شیر دیدہ کز رہ آن خرگوش ماند و پاکشیدہ گفت پا واپس کشید ہی تو چرا پاے را واپس مکش پیش اندر آہ گفت کو پایم کہ دست و پاے رفت و جانمن لبر زید و دل از جاے رفت و رنگ رویم را نمی بینی چو ز رہ زاندر و ن خود میدہد رنگم خبر حق چو سہارا معرفت خواندہ است و چشم عارف سوی سہا ماندہ است و رنگ و بو غماز آمد چون جرس و از فرس آگہ کند بانگ فرس و بانگ ہر چیزے رساند ز خبر تابدانی بانگ خرازا بانگ و کہ گفت پیغمبر بر تیز کنسان و مرکز شخصی لدی طے اللسان و رنگ و راز حال من دارد نشان و رحمت کن ہر من در دل نشان و رنگ روے سرخ دارد بانگ شکر و رنگ روے زرد دارد صبر و نکر المعنی سہا بالکسر علامت و نشان ہما از پیشا معرفت پہنچانے والا طے لسان مرا و خموشی سے نکر بضم و ضمین ناسپاسی و ناخوشی مجازا عذاب ہوا نامہ فرماتے ہیں کہ شیر جب خرگوش کے ہمراہ ہوا تو بڑے غضب سے کینہ خواہی دشمن پرستعد ہوا آگے آگے اسکے خرگوش دلیرہ جلا جاتا پھر دفعہ خرگوش نے شیر کے آگے چلنے سے اپنا پانوں روکا اور وہ دلیری جو اچھلتا کودتا جاتا تھا نہ ہی جب چاہ کے نزدیک آئے شیر نے دیکھا کہ خرگوش چلتے چلتے رگ گیا تو چھا کہ تو نے پانوں اپنا کیوں سہا یا اور کیوں رگ گیا رگ کے مت میرے آگے آجوتا اسکے پانوں میرے توتا تھا پانوں سب بیکار ہو گئے میری جان کا ہنسی ہو دل ٹھکانے نہیں تیرے رنگ روک نہیں دیکھتا

کہ زمر کی طرح کیسا زرد ہو رہا ہے جو میرے درون سے خبر دیتا ہے تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے پیشانی کو معرفت کہا ہے کہ ہر شخص کو پہچنوا دیتی ہے جو کچھ اُسکے باطن میں ہوتا ہے اسی سبب سے عارف کی نظر سیارہ ہوتی ہے وہ سیما کو دیکھتا ہے جیسا کہ فرمایا فلنعرّفہم بسیمائہم ولنعرّفہم فی لحن القول سو ہر آئینہ پہچنوائیں گے ہم اُن کو لحن کے سیمائے اور پہچنوائیں گے باتون کی الحان سے رنگ و بود و نون غمازین مثل گھنٹہ کے جیسے آواز گھوڑے کی کہ گھوڑے کو بتاتی ہے ایسے ہی آواز ہر چیز کی اُس چیز سے خبر دیتی ہے جیسے آواز خرخر سے اور آواز درد سے اور حضرت پیغمبر نے بھی فرمایا ہے لوگوں کے تمیز کرنے میں آدمی چھپا ہے وقت خموشی کے یعنی جب تک اُس کی زبان کچھ آواز نہیں کرتی حال نہیں کھلتا میرا رنگ رومیرے حال سے پتہ دیتا ہے اب تو رحمت کرا اور میری مہر و محبت دل میں جا اور مجھ سے کچھ مت کہ اس لیے کہ جس کا رنگ رومسوخ ہے جان لے کہ بخوبی عیش آرام میں ہے اور وہ رنگ سرخ اُس کی شکر گزاری کر رہا ہے اور جس کا رنگ زرد ہے سمجھ لے کہ کسی آفت میں مبتلا ہے جب تو رنگ زرد اُس کا تلخی و ناخوشی بتا رہا ہے الخلاف شرح بحر العلوم میں بجائے برکینہ کے پرکینہ اور بجائے کو پایم گو پایم بکاف عجی بانگ در کو بانگ در اور رنگ رواز حال کو رنگ زرد از حال غلط لکھا ہے قولہ در من آمد او کہ دست و پا پر وہ رنگ رومو قوت سیارہ پر وہ در من آمد آنکہ دروے گشت مات و آدمی و جانور ہا مہنات و آنکہ در ہرچہ در آید بشکند ہر درخت از بیخ بن او بر کند و این خود اجزا ایند کلیات از وہ زرد کردہ رنگ و فاسد کردہ بوہ تا جہان کہ صابرست و گہ شکو رہے بوستان کہ حلقہ پوشد گاہ عورہ آفتابی کو بر آید نارگون و ساعتی دیگر شود او سرنگون و انتران تافتہ بر چار طاق و لحظہ خط مبتلا سے احتراق و ماہ کو افزود ز اختر در حال و شد ز برج دق او چہون ہلال و این زمین با سکون و با ادب و اندر آرد زلزلش در لرزہ تپ و ای بسا کہ زمین بللے مردہ ریگ و گشتہ است اندر جہان او خورده ریگ و این ہو با روح آمد مقترن و چہون قضا سرزد و با گشت و معن و آب خوش کو روح را ہمشیرہ شدہ و در غدیرے زرد و تلخ و تیرہ و شاد آتشے کو باد دارد در برت و ہم کی بادی برو خواند موت و خاک کو شد مایہ کل در بہارہ ناگان بادی بر آرد و دماغ حال دریا ز اضطراب و جوش او و فہم کن تبدیلیاے ہوش او و چرخ سرگردان کہ اندر جستجوست و حال او چہون حال فرزندان اوست و المعنی چار طاق ہندی را وئی احتراق نہان ہونا کسی ستارہ کا سوائے قمر کے شعلہ آفتاب میں کسی بیج و اجد میں مردہ ریگ بالضم ویلے بچول و کاف فارسی ناچیز و فرومایہ و واماندہ از مردہ ای میرا سرزدن ظاہر ہونا عفن بفتح عین و کسر فابدو و گندہ غدیر بفتح ویاے معروف تالاب بآد بروت غرور و غرگوش کہتا ہے اب مجھ میں وہ سمایا جو ہاتھ پاؤں بیکا کر دیتا ہے اور چہرہ کا رنگ اڑا دیتا ہے اور پیشانی کی قوت کھودیتا ہے کہ پیشانی اُس کی مثل سنو کی سیکڑوں طرح سکڑتی رہتی ہے اور اس نے مجھ میں عمل کیا کہ آدمی اور جانور اور جامد و نبات سب نے جس سے مات کھایا ہے اور ہارے ہیں اگرچہ جانور اور جامد و نبات سے موالید ثلاثہ مراد ہیں اور آدمی پرستی

حیوانات میں داخل لیکن تخصیص اس کی نظر شرافت و شعور کے ہوا اور وہ کہ جس میں داخل ہوا اسکو تو مچھوٹے خراب
 کر دے مثلاً اگر درخت میں کسے تو مخ و بن سے اُکھیر ڈالے غرض یہ سب اجزا میں کلیات کا حال اس سے یہی
 کہ زرد رنگ میں اور بوفاسد کردہ یعنی بگڑی ہوئی جس میں یہ سرایت کرے آئندہ اُن کا بیان ہوا اسی سبب سے
 جہان کبھی تلخ و صابر ہوا کبھی خوش اور شکر بوستان کبھی لباس بہشتی پہنتا ہوا کبھی سبز اور کبھی شگاہوتا ہوا دیکھو
 آفتاب کیسا صبح کو سرخ آگ کی طرح ڈھڈھاتا نکلتا ہوا اور پھر ایک ساعت ایسی ہوتی ہے کہ سرنگون ہو جاتا ہے کہ وہ
 ساعت زوال ہے ایسے ہی ستارے جو اس راوی فلک پر چمکتے ہیں لحظہ لحظہ احتراق و سوختگی میں مبتلا ہو کے
 نور سے ماری ہو جاتے ہیں ان میں سب سے بڑے کے ماہتاب ہے کیسا تپ دق سے گھل گھل کے لاغر و نحیف مثل ہلال
 کے ہو جاتا ہے وہ نور کچھ نہیں رہتا زمین کیسی بسکون و ادب بیٹھی ہے جو چاہو اس پر کہ و جنبش نہیں کرتی اسکو بھی زلزلہ
 تپ و لرزہ میں ڈالتا ہے آخر مخاطب بہت پہاڑ اس بل سے ناپیزو زبون جہان میں ہوئے ہیں ایسے کہ ٹوٹ پھوٹ کے
 چور چور ریت کی طرح ہو گئے ہوا کو خیال کرو جو روح کے مقترن ہے اور مدحیات و مفرح ذات جب حکم الہی ہوتا ہے
 یہی ہوا باد و متغفن ہو جاتی ہے آنکھوں کے روح کا مشیرہ ہے جیسے کہ آتش سے زندگی ہے حق تعالیٰ نے اس کی نسبت بھی
 فرمایا ہے و جلنا من النار کل شیء حی یہی پانی تالاب میں پڑ کے کیسا زرد و تلخ و مکدر ہو جاتا ہے آگ کیسی باد و روت و
 سرکشی رکھتی ہے آسپر بھی ایک ہوا موت پڑھ دیتی ہے اور مار ڈالتی ہے خاک کو غور کرو کہ بہار میں کیسی مایہ کل ہو جاتی ہے
 ناگمان ایک ہوا اُس کو ہلاک کرتی ہے کہ وہ باد خزان ہے جس سے نہ گل رہے نہ کوئی برگ و شاخ سبز چنانچہ زمین مردہ
 ایسی ہی زمین کو کہتے ہیں زمین سبز نہ ہو دیر پاکی طرف نظر کرو کہ اُس کا جوش و اضطراب بھی تبدیلیوں سے سمجھا جاتا ہے
 کہ ایک وقت میں ساکن ہوتا ہے پھر جب تبدیل پیدا ہوتا ہے تو جوش و اضطراب ہو جاتا ہے چرخ کیسا سرگردان اور
 اس کی جستجو میں ہے لیکن اس کا حال بھی اس کے فرزندوں کا سا ہے جو ستارے و فہرہ ہیں اور مواہید فلانہ اس واسطے
 کہ آسمانوں کو آہلے علوئی کہتے ہیں اختلاف شرح بحر العلوم میں قوت و سیما بظن لکھا ہے میری سمجھ میں باضاف
 چلیے اور افروز و اختر بکامے افروز و اختر سکون و باادب میں دا و نہیں لکھا اور زلزلہ اش بسا کہ
 کے بجائے بسا کہ غدیر سی کو غدیری غلط لکھا ہے قول کہ حنیض و گہ مینا نہ گاہ اوج و اندرون از سعد و نحس فوجی ہے
 کہ شرف کا ہے صعود و گہ فوج و گہ وبال و گہ بہبوط و گہ طرح و از خود ای جزو سے بگھنا مختلط و فہم ممکن معنی
 ہر منبسط و چون نصیب متران در دست و رنج و کتران را کے تواند بود و گنج و چونکہ کلیات و راجحت و در و جزو و متران
 چون تبا شد رو سے زرد و خاصہ جزوی کو زائد دست جمع و ز آب و خاک و آتش و باد دست جمع و این عجیب نمود
 کہ پیش از گرگ جست و این عجب کہ میش دل در گرگ بست و زندگانی آشتی ضد ہاست و مرگ آن کا ندر میان
 شان جنگ خاست و صلح اضداد دست این عمر جان و جنگ اضداد دست عمر جاودان و زندگانی آشتی دشمنان و

مرگ وارفتن باصل خویش دان و صلح دشمن وار باشد عاریت و دل بسوسے جنگ تاز و عاقبت و روز کے چند از
برائے مصلحت و باہمند اندر وفا و مرحمت و عاقبت ہر یک بجوہر باز گشت و ہر یکے باجنس خود انہا باز گشت و
لطف باری این پلنگ و رنگ راہ الف داد و بردار ایشان جنگ را و لطف حق این شیر را و گور را و الف داد دست
این دو ضد را در وفا و چون جهان رنجور و زندانی بود و چہ عجب رنجور اگر فانی بود و المعنی ترحم فتح اول و کسرتانی
پستی و اندوہ منبسط کشادہ شونہ و گسترہ شونہ رنگ بزرگوہی و گاودشتی الف ہا کسر خور ہونا اور دوستی یعنی ہی
فرزند فلک کے جو ستارے ہیں کبھی کسی کو حنیض و پستی ہو اور کبھی میانہ اور وسط اور کبھی اوج و بلند می اور
معجزا یکسان نہیں نخست سعادت سے بھری ہوئی کوئی سعد کوئی نحس اور کبھی شرف اور کبھی صعود و کبھی فوج کبھی
و بال کبھی بہبوط کبھی ترحم اور اندوہ و پستی آب تو بھی ای مخاطب انھیں کلیات کا ایک جزو ہے اپنی ذات سے ہر منبسط
کے معنی سمجھا رہے ہیں جب مترون کو جو آسان و زمین اور مرد و ماہ و غیر ہم ہیں کہ او پر مذکور ہوے در و درخ نصیب ہو
تو مترون کو گنج کیسے ملے گا کہ او قبول لیجا اور جب کلیات کو درخ و دروہر توان کے جزو و زور و کیوں نہ گئے مثلاً جب
زمین آسان جو کلیات ہیں نہیں چھوٹے تو مافیہا جو جزئیات ہیں کیسے چھوٹیں گے خصوصاً وہ جزو جن میں اصدا و جمع ہیں
یعنی آب و خاک و آتش و باد کہ باہم متضاد ہیں شعرا بعد کا تمثیل ہے کہ پیش اگر گرگ کے ہاتھ سے نکل جائے تو کچھ تعجب
نہیں لیکن یہ تعجب ہے کہ پیش نے گرگ سے دل کیسے لگایا جیسا کہ پیش تن اس عناصر کے گرگ سے دل لگائے ہوے
ہے کہ جدا جدا ان سے گرگ پیش درندہ ہے بلحاظ اپنے تضاد کے کس واسطے کہ زندگانی صندوق کی آشتی پر جو عناصر ہیں منحصر ہے
اور جب ان میں جنگ پیدا ہوئی وہی مرگ ہے پھر اسی کی تائید میں فرمایا کہ اصدا دین بیشک صلح ہے اور اعتدال و سویت
یہی اس جہان کی عمر ہے اور جنگ اصدا کی عمر جاودان اور غم بالغ نہایت ہی چھپا لینا پانی کا کسی کو جس سے مقصود
ڈوب جانا ہے اور مر جانا بس آشتی و دشمنوں کی زندگانی ہے اور مرگ اپنی اصل کی طرف جانا لیکن یہ صلح جو دشمنوں کی سی
ان میں ہے جیسے کسی وقت میں دشمن باخود ہا مصلحت صلح کر لیتے ہیں عاریت ہے ایسی صلح میں دل جنگ کی طرف آخروڑتا ہی
رہتا ہے بس ہمت ہی تھوڑے دنوں کو نظر مصلحت باہم وفا و مرحمت کر رہے ہیں انجام کار ہر ایک اپنی اصل کی طرف
لوٹتے ہیں اور ہر ایک اپنی جنس میں مل جاتے ہیں خاک میں خاک ہوا میں ہوا ایسے ہی آب و آتش یہ الفت و پیوند تو
ان میں حضرت باری کے لطف نے کر رکھا ہے اور ان پلنگ و رنگ کو باہم جمع کر کے ان سے خلاف و جنگ کو دور کر دیا ہے
اور اسی کے لطف نے شیر و گور کو اکٹھا کر کے ان دو ضد کو وفا الفت میں یک رنگ کیا ہے جس معلوم ہوا کہ یہ جہان رنجور
و زندانی ہے اور اگر رنجور فانی ہو تو تعجب ہی کیا ہے انھیں عناصر کے رنج و بلا میں مبتلا اور انھیں میں گرفتار اختلاف
شرح بحر العلوم میں از خود ای جزو کسبائے ای جزوی بکلیا بدون یا منافات اور خاست کو خواست اور عز و جاودان کو
عمر دشمن وار کو دشمن دار اور یکاے دو ضد را در وفا و مند و در غلط لکھا ہے

تطر کرنا شیر کا چاہ مین اور کرنا چاہ مین اپنا اور خرگوش کا عکس دیکھ کر

قولہ خواندہ شیر اور زین رویندہ کہ گفت من پس ماندہ ام زین بندہ شیر گفتش تو ز اسباب مرض بہ این سبب کو خاص کا نیم غرض بہ پایے را واپس کشیدی تو چرا میدہی بازیکچہ کو اسی را کہ گفت آن شیر اندرین چہ سالکست بہ اندرین قلعہ ز آفات ایمن ست بہ یار من بستہ ز من در چاہ بردہ برگرفتش از رہ ویراہ بردہ قعر چہ بگزید ہر کو عاقلست بہ زانکہ در خلوت صفایے دست و ظلمت چہ بہ ظلمتہائے خلق بہ سر نہر دامنس کہ گیر دپایے خلق بہ گفت پیش از خیمہ اورا قاہر ست بہ تو بین کان شیر در چہ حاضر ست بہ گفت من سوزیدہ ام زان کشتہ تو مگر اندر بر خویشم کشی بہ تا بہ پشتی تو ایکان کرم بہ چشم بکشایم بچہ در بگرم بہ من بہ پشتی تو تا نام آمدن بہ کہ نگہدارم دران چہ بیرسن بہ چونکہ شیر اندر بر خویش کشیدہ و رہنما شیر تا چہ مید ویدہ چونکہ در چہ بگریزد نداند راکب و اندر آب از شیر و او در تافت تاب بہ شیر عکس خویش دید از آب گفت بہ شکل شیر و در برش خرگوش زفت بہ چونکہ خیمہ خویش را در آب دیدہ مر در ابگذاشت اندر چہ دویدہ در قتا و اندر چہ کو کندہ بودہ زانکہ ظلمش بر سرش آیندہ بودہ اطمینانی گفت بالفتح گرم و سوزنہ زقت فر بہ وسط بازیکچہ کھلونا حاصل خرگوش نے اس قسم کی نصیحتیں شعر با انقلاب و حوادث زمانہ شیر کے سامنے بہت سے کیلے کہا کہ مین انھیں قید و ن کے سبب سے پیچھے رہ گیا ہوں اور قدم نہیں بڑھاتا شیر نے کہا کہ تو اپنے اسباب مرض سے وہ سبب مجھے کہہ جو خاص ہو کہ میری یہ غرض ہے تو کیوں تجھے رہ گیا ہو اور یہ باتیں کہہ یوں کا سا کھلونا مین بچو سن کے کیوں بھلاتا ہو کہا وہ شیر جس کو مین نے تجھ سے کہا ہے اسی چاہ مین رہتا ہو اور اس قلعہ مین ہر آفات سے نجات ہو میرے یار کو مجھے چھین کے اسی چاہ مین لے گیا اور راہ سے لیکر بے راہ لے گیا بعد کا شعر مقولہ مولانا رہ کا کہ جو عاقل مین وہ ایسا ہی قعر چاہ اختیار کرتے مین اس واسطے کہ خلوت مین صفائیان دل کی مین پھر کہتے مین بتاؤ تو ظلمت چاہ کی اچھی یا ظلمت مخلوق کی وہ تو صرف ظلمت ہی ہو اور مخلوق کی ظلمت مین تو ہزاروں آفتیں مین اور ایسا شخص جو مخلوق کا پائون پکڑتا ہو وہ اپنا سر نہیں بچا سکتا پھر شیر نے کہا میرے سامنے آمیر از خیمہ اس کے حق مین بڑا غالب ہو تو دوسے مت دیکھ تو وہ چاہ مین موجود ہے کہا وہ بڑا آتش ہے مین اس کا جلایا ہوا ہوں تو بچو اپنی بغل مین دہلے تو اسے کان کرم تیری مدد سے مین چاہ مین دیکھوں مین تیری مدد سے آسکتا ہوں تو بچو اس چاہ میرسن سے چلے گا چاہ میرسن بلحاظ نہایت دور ہونے عمق کے کہا ہے جب شیر نے اس کو اپنی بغل مین کر لیا تو شیر کی پناہ سے چاہ تک دوڑتا گیا جب چاہ مین پانی کے اندر دیکھا تو شیر اور خرگوش دونوں سے پانی مین چک اورتاب معلوم ہوئی اور دونوں پانی مین چکے شیر نے اس آب گرم سے عکس اپنا اس ہیئت سے دیکھا کہ ایک شیر ہو اور اس کی بغل مین ایک مونا خرگوش ہو اور اس کے کہ اپنے دشمن کو پانی مین دیکھا خرگوش کو چھوڑ کے پانی مین دوڑ پڑا اور اس کنوین مین گرا جو اپنے واسطے کھو دیکھا تھا اس لیے کہ جو ظلم اس نے کیے تھے اس کے سامنے آنے والے تھے اختلاف پہلے شعر کے دونوں مصرعون مین شان بحر العلوم نے پند ہا لکھا ہے

بلکہ دوسرے مصرع میں بندھا ہے اور سبب کی جگہ سرزد اور سوزید کے بعد لفظ ام نہیں جس سے مصرع ناموزون ہے اور طرفہ یہ کہ اس کے بعد سرخی لکھی ہے نظر کر دن شیر در چاہ و دیدن عکس خود را و عکس خرگوش را انتہی یہ باتیں تو اوپر کے اشعار میں سب ہو چکیں اور بعد کے اشعار بند و موعظت میں ہیں پھر یہ سرخی کیسے صحیح ہوگی چنانچہ متن قلمی میں بھی نہیں ہے لہذا میں نے بھی چھوڑ دی اور مطابق متن قلمی کے لکھ دی قولہ چاہ منظم گشت ظلم ظالمان ہے لہذا میں نے گفتہ جملہ عالمان ہے کہ ظالم تر چش با ہول ترہ عدل فرمودست بدتر را بترہ ایک تو از ظلم چاہے میسبانی ہے از براے خویش دانی می تنی ہے بر ضعیفان گر تو ظلمے میسبانی ہے و انکہ اندر قعر چاہے ہے نہی ہے کہ در خود چون کرم پیلہ بر تن ہے بہر خود چہ میسبانی اندازہ کن ہے بر ضعیفان را تو بے خصی مدان ہے از بنی اذہا ہر نصرا لہ بخوان ہے کہ تپیلے ختم تو از تو رسیدہ تک جزا طیرا با بیلست رسیدہ کہ ضعیفی در زمین خواہد امان ہے غفل افتد در سپاہ آسمان ہے گردن دانش گزی پر خون کنی ہے در و دندانست بگیرد چون کنی ہے شیر خود را دید در چہ در غلو ہے خویش را شناخت آندم از مدوہ عکس خود را او عدوے خویش دیدہ لاجرم بر خویش شمشیری کشیدہ المعنی مظلم بالضم تاریک و بالفتح جلے تاریک تھمی دشمنی نبی بضم اول ویاے معروف قرآن مجید و کہسرتین نیز قلوبہ بضمین ہجوم اور حد سے گذرنا یعنی ظلم ظالمون کا خود ایک چاہ سپاہ ہے تمام علما اس پر متفق ہیں جیسا کہ فرمایا ہے الظلم ظلمات اے یوم القیامۃ ظلم اند میرا یان بین قیامت کے دن تک جو شخص جتنا ظالم ہوگا اتنا ہی اُس کا کنواں پر ہول ہوگا اسی واسطے عدل نے حکم دیا ہے کہ ہر ترکے لیے بتر ہونا چاہیے اگر مخاطب اگر تو ظلم کا کنواں کھودتا ہے تو اپنے ہی لیے ایک جال پورتا ہے اور ضعیفوں پر ظلم کرتا ہے تو جان لے کہ قعر چاہ میں قدم رکھتا ہے کرم پیلہ کی طرح گرد اپنے مت پور جو مراد غرور اور خود آرائی سے ہے کہ یہ غرور اپنے لیے کنواں کھودتا ہے خوب قیاس کر لے آج جو لوگ تیرے سہنے ضعیف ہیں اور ان کی خصی و دشمنی سے توبے فکر ہوا یا ست جان قرآن شریف میں اذہا ہر نصرا لہ جو آیا ہے پس جسوقت یہ خدا سے مدد پائیں گے تو ان کی خصی دیکھے گا اگر تو بیل ہے اور بالفرض تیری ہیہبت و شوکت سے دشمن تیرا جاگ گیا تو سمجھے رہا بھی طیرا با بیل کا بدلا نکلا ملا جو ابرہہ کو ملا سخا جس کا قصہ سورہ الم تر کین میں ہے اور مشہور اگر کوئی ضعیف عاجز ہو کے زمین پر امان مانگتا ہے تو جان لے کہ سپاہ آسمان میں شور مچاتا ہے جو وقت تیاری و آمادگی کے ہوتا ہے اور سپاہ آسمان خواہ فرشتے خواہ حوادث اگر تو اُس کو دانتوں سے کاٹے گا تو یہ بتا کہ جب تو دانتوں کے درمیں مبتلا ہوگا تو کیا کرے گا ایسا حال ہوگا جیسے شیر نے آپ کو کنوین میں دیکھا اور ایسا حد سے گذر ہوا تھا کہ آپ کو اور دشمن کو نہ پہچان اپنے ہی عکس کو اپنا دشمن دیکھ کر اپنے ہی اوپر آپ تلوار کھینچی الخلاف شرح بحر العلوم میں قعر چاہ ہے کی جگہ قعر چاہ بدو ن یا غلط لکھا ہے قولہ اے بساط علی کہ بیٹی از کسان ہے غوی تو باشد در ایشان امی فلان ہے اندر ایشان تا قصہ ہستی توہ از فغان و ظلم بدستی توہ آن توئی و اھ حرم بخود میرنی ہے بخود آندم تا رعنست می تنی ہے در خود ان بد را نمی بینی میان ہے ورنہ دشمن بودہ خود را بجان ہے ملک بر خود میسبانی ایسا مدوہ

ہم جو آن شیر کچہ بخود حملہ کردہ چون بقعر خوی خود اندر رسی بہ پس بدانی کرتو بود آن ناکسی بہ شیر را در قعر پیدا شد کہ بودہ
نقش او آن کش و گر کس مینمودہ ہر کہ دندان صنیعہ میکند بہ کار آن شیر غلط بین میکند بہ ای بدیدہ خال بدہ بروی غم بہ
عکس حال تست آن از غم مرہ بہ مومنان آئینہ ہمہ گیر اندہ این خبر را انہی سیر آوردند پیش چہمت داشتی شیشہ کبود بہ
زان سبب عالم کبود مینمودہ کہ نکوری این کبودی دان ز خویش بہ خویش را بد کہ وزن کس را تو نیش بہ المعنی سادہ
مرد احمق تھے ای مخاطب اکثر ظلم جو لوگوں سے تو دیکھتا ہو وہ تیری ہی توان میں گھسی ہوئی ہوتی تیری ہی ہستی میں
جو نفاق و ظلم و ہستی تھی وہ ان ظالموں میں دوڑ گئی ہر اب وہ ظالم اور نہیں ہیں خود تو ہی ہر اور اپنے او پر
آپ زخم مار رہا ہو اور تار لعنت کا اپنے او پر پور ہا ہر سبب ظلم و نفاق کے خدا تعالیٰ تیرے نفاق و عداوت کا بدلہ
اس صورت میں خود تجھے تجھی کو دلا رہا ہو تو اپنے آپ میں اس بدی کو ظاہر نہیں دیکھتا اور وہ ظالم جانتا ہو اگر غور
کرے تو جانے کہ میں بکان و دل پہنا دشمن خود آپ ہی ہوں آوری مرد سادہ احمق شیر کی طرح آپ ہی حملہ اپنے او پر
کرتا ہو جیسے اُس شیر نے کیا کہ ظلم اس کے اسی کی صورت میں چکے ہاں اگر اپنی عادت کے قعر کو پہنچے گات جانے گا کہ
ساری ناکسی میری ہی تھی جیسے شیر کو قعر میں ظاہر ہوا کہ نقش اُس کا وہ تھا جس کو دوسرا شخص دکھا رہا تھا جو کوئی دانت
کسی ضعیف کا اُکھڑتا ہو یعنی اُڑا دیتا ہو وہ اُس شیر غلط بین کا کام کرتا ہو جس ای مخاطب جب غم تیرے سامنے آئے
اور حال بد اُس کے چہرے کا تو دیکھے تو جان لے کہ یہ عکس میرے ہی چہرہ کا ہو پھر غم سے کیوں بھل گئے مومن آپس میں
آئینہ ایک دوسرے کے ہیں کہ ازالہ عیب ایک دوسرے کا کرتے ہیں اور یہ حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ لا تَنْتَظِرُوا
مَرَاتِ الْمَوْتِ تَوْنِ ابْنِ آئِنَہ کے آگے ایک نیلا شیشہ کفر کا رکھ لیا ہو جس سے چھکوتا مہمان سیاہ معلوم ہوتا ہو پھر تو
مومن کو کیسے جانے اور تیرے عیبوں کا ازالہ کون کرے اگر تو اندھان نہیں ہو اور تیری چشم بصیرت کھلی ہیں تو
اس سیاہی کو اپنے آپ سے پہچان اور آپ ہی کو برا کہہ دوسرے کے ڈنک بُرائی کلامت مار غرض یہ کہ تیری سیکاری
چٹکواہنی بدکاری سے واقف نہیں ہونے دیتی الخلاف شرح بحر العلوم میں غالب بدیر رو سے غم بھلے غم کے
لکھا ہے و نون مصرعون میں قولہ مومن از نظر نور اللہ نبودہ عیب مومن را برہنہ چون نمودہ چونکہ تو نظر بنا را استد
بدی بہ نیکوی را دانمیدی از بدی بہ اندک اندک آب بر آتش یزن بہ تا شود دناز تو نورایو الحزن بہ تو یزن یا رہنا
آب طور بہ تا شود این نار عالم جملہ نور بہ کوہ و دریا جملہ در فرمان تست بہ آب و آتش اسے خدا وندان تست بہ
گر تو خواہی آتش آب خوش شود بہ درختوہی آب ہم آتش شود بہ طلب تو این طلب مان دادہ بہ بیشمار و عطا
بنیادہ بہ با طلب چون مذہبی اوحی و دودہ کہ تو آمد ملکلی بچود و وجودہ در عدم کے یو و ما را خود طلب بہ بی سبب
کردی عطا ہے عجب بہ جان و نان دادی عمر جاودان بہ سار نعمت کہ تا بد در بیان بہ این طلب و را ہم از یکا و
تست بہ رستن از پیدا یا رب داد تست ہے بے طلب ہم میدہی گنج ننان بہ رایگان بخشیدہ ہاں جہان بہ

ہنگو انیم لے دایہ السلام ہا بالنبی المصطفیٰ خیر الانام ہا المعنی خزن بختین اندوہ وبالضم نیز بواخرن ای پر حزن
 طور پاک عد بفتح وشد بد شردن فرماتے ہیں کیا دوسرے مصداق اس حدیث کا نہ تھا پھر تو نے عیب اس کو کیسے کھولا
 اور ڈرا نہیں اس کی فراست سے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے جس کا نمونہ جنت ہے اور اس کے سامنے عیب
 چھپا نہیں رہتا چنانچہ حدیث شریف یہ ہے ائتوا فراسدا اہم فاکہ فیظربوا اللہ مگر اس سبب سے کہ تو فیظربنا زائد ہے
 جو جزو دفع کی ہو نیکی کو بدی سے نہیں دیکھتا تو مادہ ہی ماری ہے تو آب تو تھوڑا تھوڑا پانی اس آگ پر چھڑک تب ہی پھولتا
 یہ نار تیری نور ہو جائے پھر کہتے ہیں کہ اگر پروردگار ہمارے اور کیا چیز ہو تو ہی آب طور اس نار پر مار تو تمام جہان
 کی نار نور ہو جائے یعنی برائیاں بھلائیوں سے بدل جائیں اس سبب سے کہ وہ دریا سب تیرے حکم میں ہیں اور
 آب و آتش سب کا تو مالک ہے اگر تو چاہے آگ آب خوش ہو جائے اور جو چاہے آب بھی آتش ہو جائے تو نے
 بے مانگے ہکو یہ طلب کی چیزیں دی ہیں اور بے سبب یہ عطیات عجیب بخشے ہیں جو شمار اور گنتی سے باہر ہیں اب جو ہم
 مانگتے ہیں تو پھر کیسے نہ دے گا اچھی و دو دو جگہ جو دو دو دیکھتے ہیں سے ہیں جی زندہ و دو دو دوست دارندہ جب ہم عدم میں تھے
 تو ہکو طلب کب تھی تو نے بے سبب یہ عطائیں ہم پر کین جان دی نان دی عمر جاودان دی اور ساری نعمتیں
 جو بیان سے باہر ہیں دین خود یہ طلب بھی ہم میں تو ہی نے پیدا کی ہے پھر کیسے خیال نہ کرے گا اور ظلم و بیداد سے بچنا یہ بھی
 تیری داد ہے یعنی دی ہوئی تو وہ کریم ہے کہ بے مانگے گنج نمان بخشا ہے اور تمام جہان کو مفت جان ہی شہ بخشی ہے اس لیے ہی
 ہمہ دار السلام تک انعام و احسان کیے باطنی نبی مصطفیٰ خیر الانام کے اختلاف شرح بحر العلوم میں آب و
 دریا اور متن قلمی میں کوہ و دریا کہ یہی اچھا معلوم ہوتا ہے اور در عدم کی جگہ در عدد و غلط ہے

مژدہ لے جانا خرگوش کا پیچیر وں کے پاس کہ شیر جاہد میں گر گیا

قولہ چونکہ خرگوش از رہائی شاد گشت ہ سو ہے پیچیران روان شد تا پشت ہ شیر را چون دید محو ظلم خویش ہ سوے
 قوم خود و دید از پیش پیش ہ شیر را چون دید کشتہ ظلم خود ہ مید ویدا و شادمان و بار شد ہ شیر را چون دید در چہ
 گشتہ زار ہ چرخ میزد شادمان تا مرغزار ہ دست میزد چون رسید از دست مرگ ہ سبز و رقاص در ہول چون شاخ و برگ ہ
 شاخ و برگ از جبین خاک آزا شد ہ سر بر آورد و حریف باد شد ہ برگہا چون شاخ را بشکاقتند تا ببالے و رخت
 اشتاقتند ہ باز بان شطآہ شکر خدا فی سراید ہ ہر دہرگے ہاد ہ بے زبان ہر بار و برگ و شاخ ہاد ہے سراید ذکر و تسبیح خدا ہ
 کہ پیرو واصل مارا ذوالعطا ہ تا درخت استغلاظ آمد فاستوی ہ جانہا بے بستہ اندر آب و گل ہ چون رہند از آب و
 گھما شاد دل ہ در ہوا بے عشق حق رقصان شدند ہ ہجو قرض بدر بے نقصان شدند ہ جسم شان در رقص و جاہنا
 خود میس ہ و انکہ گرد و دھان از انہا خود میس ہ المعنی رشد بالضم و بختین راہ پر ہوتا اور راہ راست پانا فرماتے
 ہیں جب خرگوش رہائی سے شاد ہو تو پیچیر کی طرف جہانک حد جنگل کی تھی گیا شیر کو جو دیکھا کہ میرے ظلم سے شکا

تو جیسا پہلے دوڑا کرتا تھا اُس سے بہت زیادہ اپنی قوم کی طرف دوڑا اور دوڑ کر گوش کی مشہور ہر چہرے کہ شیر کو جو کشتہ اپنے ظلم کا پایا تو بڑی خوشی و رشک کے ساتھ دوڑتا پھرتا تھا اور شیر کو چاہ مین کشتہ و زار دیکھ کر کیسا خوشی سے مرغزار مین ناچتا تھا اور تالیان بجاتا تھا کہ مرگ سے چھوٹ گیا اور شاخ و برگ کی طرح ہوا مین سبز و تازہ اور نقصان تھا اب بننا سبب ذکر شاخ و برگ کے فرماتے ہیں دیکھو شاخ و برگ کو کہ جب قید خاک سے آزاد ہو جاتی ہیں کہ آخر خاک ہی سے پیدا ہوتی ہیں تو کیسا سر اٹھاتی ہیں اور سر فرازی پاتی ہیں اور حریت باد کی بنجانی مین جو بالابی بالابتی ہو اور پتے جو شاخ کو پھاڑ کے نکلتے ہیں کیسے درخت کی پھنگی تک دوڑ جاتے ہیں اور علو پاتے ہیں اور زبان شطاہ کے ساتھ شکر خدا کا ہر برگ و بار بجالاتا ہے شطام سے اشارہ اس کا ہر کثرع اخراج شطاہ اپنے مثل اُس کیفیت کے کہ جس نے اول شاخ اپنی نکالی اور پیرانی کی زبان سے ہر بار و برگ و شاخ ذکر خدا اور اُس کی تسبیح ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری اصل کو اُس نے جو وہ العطا ہی کیسا پرورش کیا کہ وہ درخت استغلاظ اور استوے ہوا استغلاظ اور استوے یہ بھی دونوں مکٹھے آیت مذکور کے ہیں بس قوی کیا اُس شاخ ضعیف کو اور مونا کیا کہ اپنی ساق پر قائم ہوا شعر بعد اس تمہید کا نتیجہ کہ جو جان مین آب و گل مین مقید ہیں وہ آب و گل اپنے اجسام سے شاد ہو کے کیسے رہائی پائیں اور جو اس سے رہا ہوئے وہ ہواے عشق حق مین البتہ شاخ و برگ کی طرح نقصان ہوئے اور مانند قرص ہر کے بے نقصان جیسا کہ حالت بد ریت مین ہوتا ہے جسم اُن کا جوہر سے رقص مین ہی اور جانوں کی کیفیت کچھ مت پوچھ اور جو بالکل جان ہی جان ہو گئے اُن کا پھر کیا بیان الخلاف شرح بحر العلوم مین خاتما بجائے جاہنا کے غلط ہے قولہ شیر را خرگوش در زندان نشانہ تنگ شیرے کو خرگوشی بماندہ در چین تنگے وانگہا معجب ہے فخر دین خواہی کہ گویند ت لقب ہا ہی تو شیری در تنگ این چاہ فردہ نفس تو خرگوشی تو نیست و سخت خوردہ نفس خرگوشی تو بھرا در چراہ تو بقرا مین چہ چون و چراہ سوے پنجران دوید آن شیر گیرہ کا بشر و یا قوم ان جائز البشیرہ فردہ فردہ اسے گر وہ پیش سازہ کان سگ دونخ بد و زخ رفت بازہ فردہ فردہ کان مد و جانناہ کند قمر خالفش دمانناہ فردہ فردہ کز قضا ظالم کچاہہ اوفتا د از عدل و لطف بادشاہہ آنگہ از پنجرہ بے سرا بکوفتہ ہر چو خس جاوب گردش ہم بروفتہ آنگہ جز فلش دگر کارے نبودہ آہ مظلومش گرفت و کوفت زودہ گردش بشکست و مغزش بروفتہ جان ما از قید محنت و اسیدہ المعنی فردہ فردہ سب جگہ واسطے مزید مبالغہ کے ہے دیکھو شیر کو خرگوش نے کیسا زندان مین بٹھایا اب تنگ شیر کی کیا ہونی کہ ادنی خرگوش سے عاجز ہوا یہی تیرا حال ہے کہ تو بھی اس قسم کے تنگ مین ہے اے عاجز خرگوش نفس کا پس تعجب ہے کہ ایسا تو تنگ مین آلودہ اور چاہتا ہے کہ فخر دین میرا لقب ہو فخر دین سے خواہ معنی لفظی مقصود ہوں خواہ امام فخر الدین رازی اے قفلان تو شیر ہے کہ تنہا اس چاہ کی تو مین پڑا ہوا ہے اور نفس خرگوش نے تیرا خون بہایا اور تجھ کو کھا لیا ایسے ہی شیر ہوتے ہیں نفس خرگوش تو مزہ سے کھلے بندوں جگل مین چرتا پھرتا ہے۔

تو شیر ہو کے اس چاہ چون و چرا کے قعر میں پڑا ہوا آب پھر ذکرِ خرگوش کا کہ وہ شیر گہرِ تنخیر و ن کی طرف دوڑتا گیا اور کہا
بشارت ہو تجھ کو ای قوم کہ بشارت دینے والا آیا دوسرے مصرع میں تلخ جو اُس ذکر سے کہ بشیر نامی پیراہن حضرت
یوسف کا لایا تھا اور حضرت یعقوب کے منہ پر ڈالنے سے آنکھیں ان کی دوبارہ روشن ہو گئی تھیں ایسے ہی یہ بھی آپ کا شیر
بتا تا کہ اب تھاری آنکھیں روشن ہوں تو تجھ کو مردہ پر مردہ ہوا گر وہ عیاش کہ وہ دوزخ کا کتا ٹوٹ کے پھر دوزخ کو گیا
اور مردہ پر مردہ ہو کہ اُس دشمن جانوں کے قہر خدا نے دانت اٹھیر ڈالے پھر مردہ پر مردہ ہو کہ وہ عالم اتفاقا لطف و
نعل بادشاہ حقیقی سے کنوین مین گراجس نے کہ اپنے پنجہ سے بہت سر کچلے تھے اسکو جا رہا وہ مرگ نے خس کی طرح جہاڑ کے
پسینک دیا اور وہ جس کا کام سوائے ظلم کے نہ تھا مظلوموں کی آہ نے اُس کو کپڑا اور خوب کچلا گردن اُس کی توڑی معز اُس کا

نخال ڈالا اور ہاری جان کو قیدِ محنت سے چھوڑا دیا
جمع ہونا پنجیر و ن کا خرگوش کے پاس اور مدح و ثنا کرنا خرگوش کی

قولہ جمع گشتند آزمان جملہ وحوش و شاد و خندان از طرب در ذوق و جوش و حلقہ گردند اوچو سمنی در میان ہا سجدہ
گردنش ہمہ صحرائیان و تو فرشتہ آسمانی یا پری و یا تو عزرائیل شیران نری و ہر چہ ہستی جان ما قربان تست و
دست بردوست و بازویت درست و راند حق این آب را در جوئے توہ آفرین بردست و ہر بازوئے توہ بازو تاقصہ
درماننا شودہ بازگو تا مرہم جاننا شودہ بازگو تا چون سگاییدی بکہہ آن عوان را چون ہالیدی بکہہ بازگو کہ ظلم آن استر
نماہ صد ہزاران زخم دارد جان ماہ بازگو آن قصہ کان شادی فراست و روح ما را قوت و دلہا را عذاست و گفت
تا بید خدا بدای ممان و در نہ خرگوشے چہ باشد در جہان و تو تم تشید و دل را نور دادہ نور دل مردست و ہارا زور دادہ
المعتی عوان بفتح سخت گیرندہ و ظالم ہر ہنگ سلطان افاضل خرگوش کا مردہ تنگے سب وحشی جنگل کے جمع ہوئے
اور بڑے شاد و خندان اور بڑے ذوق و جوش میں آئے سب نے گرد اُس کے حلقہ کیا وہ مثل شمع کے پچ پچ بین
تھا اور سارے صحرائیوں نے سجدہ کیا اور کہا کہ تو فرشتہ آسمانی ہو یا پری ہو یا عزرائیل شیر زون کا غرض جو کچھ ہو ہاری
جان تجھ قربان ہو اور تیرے دست و بازو کی دستبرد و غلبہ سب درست ہو خدا تعالیٰ نے یہ پانی تیرے ہی جسم یا جو اس
کے نہر میں جاری کیا ہو آفرین تجھ اور تیرے دست و بازو پر چہرے اس قصے کو ہمارے سامنے کہ کہ ہمارے درد کا درمان ہو
اور ہاری جانوں کے زخم کا مرہم بنے پھر کہتے ہیں کہ بتا تو وہ کونسے کبرتے جو تو نے سوچے تھے جنہے ایسے سخت گیر کو پھر
کی طرح مل ڈالا تو ہر کھو بتا تو کہ اُس ظالم سے لاکھوں زخم ہاری جان نے کھائے ہیں یہاں کر اُس قصہ کو کہ وہ شادی فرا
ہو جب سین گے شادی بڑے گی اور روح کو قوت ہوگی دل غذا پائے گا خرگوش نے کہا سب خدا کی تائید تھی وہ خرگوش
بھی جہان میں بھلا کچھ چیز ہو اسی نے ہر کھو قوت بخشی اور میرے دل کو نور دیا اور نور دل نے ہر کھو جانوں کو

زور دیا و

نصیحت کرنا خرگوش کا بچہ کو کہ مرگ دشمن پر شاد مت ہو

قولہ از برحق میرسد تفضیل ماہ بانہم از حق رود تبدیل ماہ متحق بدور و نوبت این تاکید راہ بیناید اہل ظن و دید راہ بین
بلکہ نوبتی شادی کن کہ اے توبستہ نوبت آزادی کن کہ آنکہ ملکش برتر از نوبت تمنندہ بر تو از ہفت انجمن نوبت
زمنندہ برتر از نوبت ملک باقیندہ و دور داکم روحا را سا قیندہ چون نوبت میدہند این دولت کہ از چہ شد
پر باد آخر بہت کہ ترک آن شرب ارگونی یکدور و زہ ترکی اندر شراب غلبہ پوز یکدور و زہی چہ کہ دنیا ساعیت
کہ ترکش کرد اندر راحتیت ہمعنی التکر راحت گوش کن کہ بعد از ان جام بقا را نوش کن کہ با سگان بکند این
مردار راہ خور و بشکن شیشہ پندار راہ المعنی پوزینی چارہ پایان پندار تکہ وغرور خرگوش کتاہر جتنی تفضیلتین اور
زیادیتان بین جو ایک کو دوسرے پر ہو جاتی ہیں سب خدا تعالیٰ سے پہنچتی ہیں اور اسی سے پھر ان میں تبدیل
جاری ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہ بدور و نوبت یعنی باری اور زمانہ کے ساتھ یہ تبدیل اہل ظن و دید کو دکھاتا ہے کہ اپنے
اپنے وقت اور اپنی اپنی باری سے ایک دوسرے کو ملتا ہے جو سب ارباب شک و یقین دیکھتے ہیں اب خبردار
تو اس ملک نوبتی پر جو آج تیرے پاس ہے اور کل کو نوبت دوسرے کی شادی مت کر کہ سوا سٹے کہ تو بھی نوبتی ہو اور
اس قید میں مقید پھر چلو آزادی کمان سے ملگئی اور وہ لوگ کہ جن کا ملک نوبت سے علیحدہ پورے ہیں یعنی آراستہ
کرتے ہیں ان کی نوبت ہفت انجم سے اوپر بچاتے ہیں وہ ایسے عالی رتبہ ہیں اور وہ بادشاہ ملک باقی کے میں نوبت
و باری سے پاک اور وہ دور داکم جو روحون کا ہے اس کے ساتھی ہیں اور تجوہ باری کے ساتھ یہ دولت ملتی ہے تو تیری
موجھوں میں ہو کیون بھر گئی اور کس بات کا غرور ہو گیا آخر اور کی نوبت نہو گی ہاں اگر ایک دور و زکے واسطے شرب
اس شراب عیش کا ترک کرے تو شراب غلبہ میں ناک تک ڈوب جائے اور غلبہ سے مراد خواہ پیشگی خواہ ہشت
پھر کہتے ہیں ایک دور و زکیسے دنیا تو ایک ساعت ہے جس نے اس کو ترک کیا بہت ہی بڑے آرام میں ہے خواہ مخی التکر
راحت کے سن جو حدیث شریف ہے الدنیا ساعۃ و ترکہا راحت پھر بعد ترک اس کے جام بقا کا نوش کر کہ تیرے ہی
واسطے ہے بہتر یہی ہے کہ اس دنیا مردار کو اس کے کتون پر چھوڑ دے اور شیشہ پندار و گمان کو چور چور کر کے توڑ ڈال یا تاک
ایقین کے رتبے کو پہنچے الخلاف شرح بحر العلوم میں ملک و نوبتی کا واسطہ ہے اور بجائے برتر کے بر تو تمنند
ایسے ہی ملک و باقیندہ کا واسطہ ہے اور روحا را کی جگہ روحا با شیشہ پندار کی جگہ دیدہ پندار کہ مناسب خود بشکن کے نہیں

اس حدیث کی تفسیر میں رجنا من الجہاد الاصلی الجہاد الاکبر یعنی لوٹے ہم چھوٹے

قولہ ای شمشا کثیم ما خیم برون ہا ناند خیمے زمان برادر برون ہا کثین این کار محض و ہوش نیست ہا شیرا ملن

سخرہ خرگوش نیست ہا دوزخ بہت این نفس و دوزخ اثر داست ہا کو ہدایا نہ گرد کم و کاست ہا

ہفت ہزار آسمان ہنوز کہ کم نگر دسوزش آخلق سوزہ سنگما و کافران سنگدل ہا اندر آئند اندر و غوار و خجل ہا ہم
نگر دوساکن از چندین غذا تا زحق آید ماورایین مذاہ میر گشتی سیر گویدے ہنوزہ اینت آتش اینت تابش اینت سوزہ
عالمی را لقمہ کرد و در کشیدہ سجدہ اش نعرہ زنان ہل من فریاد حق قدم ہرے بند از لامکان ہا آنگہ اوساکن شود
از کن نکان ہا بمعنی یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت فرمائی ہوا کہ جبوقت غزوات سے فارغ ہوکر مدینہ
منورہ کی طرف مراجعت کی ہو کہ یہ جہاد اصغر بھٹاب ہم جہاد اکبر کی طرف جہاد نفس ہو کوئے شہا بین اللہ متکلم کا ہر واسطے
کہ اگر حرف مذاکا تو موجود ہی ہر قیضہ ای بادشاہ ہمارے بنے دشمن برونی کو تو مار لیا گردشمن درونی جو اس دشمن برونی
سے بدرجہا بدتر ہو جیسا کہ اہمادی عدوک نفس کا لقی بین جنہیک بنے سب دشمنوں میں ہر کے دشمن تیر نفس ہر
جو تیرے دونوں پہلو میں ہر بس ایسے دشمن کا مارنا ہا مگر اس دشمن کا مارنا کام عقل و ہوش کا نہیں ہر کس واسطے کہ
نفس شیراز اور عقل و ہوش خرگوش شیر بھی کہیں بیگاری خرگوش کے بنے بین یہ نفس ایک دوزخ ہوا اور دوزخ وہ آڑہا
کہ دیاؤن سے کم و کاست نہویہ دوزخ ہفت دریا کو پی جائے اور سوزش خلق سوزاس کی ویسی ہی رہے دریا بھی نہ گھٹے
قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پہلے تھرون اور کافرون سنگدل کو اس میں جھونک دیگا اور یہ سب خواہ خجل آئین بھر دیے جائیں گے
لیکن یہ اتنی خدا سے بھی ساکن نہوگی اسوقت حق تعالیٰ سے یہ مذا ہوگی کہ تو سیر ہوئی تیرا بیٹ بھرا وہ کہے کی نہیں ابھی ہی
آتش وہی تابش وہی سوز ہر حال آنگہ ایک مالہ کو لقمہ کر لیا اور نکل بیٹھی اور مددہ وہی ال من مزید پکارے ہا جیسا کہ
قرآن مجید میں ہر یوم لقول لجنہم ہل استلکات و تقول ہل من مزید یعنی قیامت کے دن ہم دوزخ سے کہیں گے کیا تو سیر
ہوئی وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہر اسوقت اللہ تعالیٰ لامکان سے قدم اسپر رکھے گاتب وہ ساکن ہوگی الخلاف شرح بحر العلوم
اور متن قلی دونوں میں شہان بجائے شہا فاط لکھا ہر قولہ چونکہ جزو دوزخ ست این نفس ہا طبع کل دار ہمیشہ
جزو ہا ہا این قدم اور ابو دکر را کشیدہ غیر حق خود کہ کمان او کشیدہ در کمان تہند الاتیر راست ہا این کمان را بازگون
کرا تیر راست ہا راست شو چون تیر و وارہ از کمان ہا کز کمان ہر راست بچھدیگان ہا چونکہ واگشتم ز پیکار برون ہا
روے آورد ہم ہر پیکار درون ہا قدر جہنا من جہاد الاصغر ہا ہا تہ اندر جہاد اکبر ہم ہا قوتے خواہم زحق دریا شگاف ہا
تا بسوزن برکتہ این کوہ قاف ہا سہل شیرے دان کہ صفا بشکند شیر آنت آنگہ خود را بشکند تا شو شیر خدا ز خون
او ہا دار ہر از نفس و از فرعون او ہا بمعنی کمان کسے کشیدن عمدہ ہر کسی سے ہونا اور ہم آور د کسی کا ہونا ہونا
فرماتے ہیں کہ جب ہر نفس ہمارا جزو دوزخ کا ہوا اور دوزخ بدون قدم خدا تعالیٰ کے ساکن نہوگی تو یہ کیسے ساکن ہو
کس واسطے کہ جملہ اجزا کی طبیعت اپنے کل کی موتی ہر یہ قدم خدا ہی کا ہو کہ اس کو بچھائے اور سوا اس کے اس کمان
کو کون کھینچ سکتا ہر کمان میں جب تیر نہ تھیں سیدھا ہی رکھے ہیں سب کی یہی عادت ہر کمان اس نفس کی کمان کے جو تیر
ہیں کہ مراد خدا انسان ہے ہر سب لے اور تیرے ہیں جو اسکے قبضہ میں ہیں تو سیدھا تیر سا ہو جا اور اس کمان سے نکل جا

کہ بیشک راست ہی پر نکلے گا آب کہتے ہیں اسے بار خدا یا ہم باہر کی لڑائی سے تو پٹ گئے درونی لڑائی پر متوجہ ہیں حضرت نے جو فرمایا ہے قدرت جہاں والا صغر خاص یہی حال ہمارا ہو گیا ہم خود بنفسہ ہی ہیں اور ایک بڑے بت کے ساتھ چھا داکہ کر رہے ہیں تو ہکو حضرت موسیٰ کی سی قوت دریا شگاف دے کہ دریا کا پھاڑنا محال تھا تو تیری قوت پاکے ہم بھی ایک ادنیٰ سوزن سے کوہ قاف کو اکھیر ڈالیں اے مخاطب اس شیر عونی کو جو صفین پھاڑ دیتا اور بھگا دیتا اسل و سرسری سمجھ شیعہ وہ جو اپنی خودی کو توٹے تو خدا کی مدد سے ایسا شخص شیر خدا کا ہوتا ہے اور نفس اور اس کے فرعون سے جو نفس مار دے دونوں سے چھوٹ جاتا ہے اختلاف شرح بحر العلوم میں بازگون کی جگہ بازگون اور بجائے باقی اندر باقی اور بجائے دریا شگاف تو فیک لاف غلط لکھا ہے

آما قاصد قیصر روم کا پاس عرضی الشد عنہ کے

قولہ در بیان این شذو یک قصہ ہے تا بری از سر گفتم حصہ ہے معمر را آما قاصد قیصر رسول ہے در مدینہ از بیابان نقول ہے گفت کہ قیصر خلیفہ امی چشم ہے تا من اسب و دخت خود آما کاشم ہے قوم گفتندش کہ اورا قیصر نیست ہے معمر را قیصر جان روشنی ست ہے گرچہ از میری در آوازہ ایست ہے بچو درویشان مرا ورا کا نہ ایست ہے امی برادر چون بیٹنی قیصر ہے چونکہ در چشم دلت نیست مویہ چشم دل از موسیٰ علت پاک وادہ وانگمان دیدار قیصرش چشم دارہ ہر کراہست از ہوسا جان پاک ہے زو دیند حضرت دیوان پاک ہے چون محمد پاک شد از نار و دودہ ہر کجا رو کر دوجہ اندر بودہ چون رفیقے و سوسہ بدخواہ راہ کے بر مینی نم وجہ الشد راہ ہر کراہ شد ز سینہ فتح باب ہے اور ہر ذرہ بریند آفتاب ہے حق پدیدست از میان دیگران ہے چچو ماہ اندر میان اختران ہے دوسرا نگشت برد و چشم نہ ہے پہنچ مینی از جہان انصاف دودہ و نہ مینی این جہان معدوم نیست ہے غیب جز انگشت نفس شوم نیست ہے تو ز چشم انگشت را بردارین و وانگمانی ہرچہ بخواہی برین ہے المعنی نقول بضمتین دور و بعید کا نہ بکاف عونی ہندی جھوڑے چشم داشتن امید و توقع کرنا یعنی اسی بیان نفس میں مجھے ایک قصہ سن تو میرے کلام کے بھیدے کچھ بہرہ پاکے حضرت عمرؓ کے پاس قیصر روم کا قاصد آیا مدینہ منورہ میں بیابان دور دراز سے پوچھا خلیفہ کا محل کونسا ہے امی خامو ہوتا کہ میں وہاں اپنا اسباب و گھوڑا لیاؤں قوم نے کہا کہ ان کا کوئی قیصر نہیں ہے انکا قیصر تو جان ہے جو از بس روشن ہے اگرچہ امیری میں ان کی شہرت ہو رہی ہے مگر فقیروں کا سا ان کا ایک جھوڑہ ہے آب مقولات مولانا رحمے ہیں کہ امی بھائی تو قیصر جان کو کیسے دیکھے کہ تیری چشم دل میں پر بال ہے اور ظاہر کہ پر بال دیکھنا کس کا آنکھ تو کھولنے ہی نہیں دیتا ہے تو چشم دل کو پر بال سے کہ وہ علت و اسباب دنیوی ہیں پاک صاف رکھ پھر دیدار قیصر جان کی امید کر خوب جان لے کہ جسکی جان ہو سون سے پاک ہے وہ جلدی اس کے حضرت ولایوان کو دیکھ لے گا سلیہ لاطیبات لاطیبتین فرمایا ہے دیکھ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ ان کی خلقت جو علت و اسباب سے پاک تھی اور بالکل نورانی نور تار و دودہ سے جدا جہدہ منہ کرتے تھے اللہ کی ذات ہی پیش دیدانے تھی تو تو رفیق و سوسہ بدخواہ یعنی خناس اور شیطان کا ہر قسم وجہ اللہ کو کب دیکھے تلج ہے آیت شریف آیتا تو لوافتم و ہا اللہ سے یعنی ہر متوجہ ہو گے اور حشرات خدا کی ہے

جس کا سینہ مثل دروازہ کشادہ کے کھلا ہوا ہو وہ ہر ذرے سے آفتاب دیکھتا ہو اللہ تعالیٰ مخلوق سے ایسا نظر ہو باہر تو جیسے ستاروں میں چاند ہوتا ہو تو اپنی دو انگلیوں کے پورے آگے پر رکھ لے پھر انصاف کر کے بتا تو کچھ نظر آتا ہو لیکن اگر تو نہ دیکھنے تو تیرے نہ دیکھنے سے کیا ہوتا ہو یہاں معدوم تو نہیں ہو گیا ایسے ہی خدا کی ذات موجود ہو مگر تجھ کو نہیں جو جستی یہ تیرے نفس شوم کی انگلیوں کا عیب تو اس کے سوا اور کچھ نہیں تو اس کی انگلیاں جو رکھے ہوئے ہر اپنی آنکھوں سے اٹھ کر پھر ہو چاہے وہ دیکھ اختلاف شرح بحر العلوم پہلے شعر میں پہلا مصرع تو لکھا ہر ع بر عمر آمد ز قیصر یک رسول ہے اور دوسرا مصرع ہر ع تا بری از سرگرم حصہ ہے پھر دوسرے شعر میں پہلا مصرع مذکور پہلے بے عمر آمد ز قیصر الخ اور دوسرا مصرع از مدینہ از الخ ولے بر کاتب و واسے بر مصرع عجب پیر نابالغ جمع ہوئے ہیں قولہ نوح را گفتند امت کو ثواب گفت اور انسوئی و استغشوا ثواب ہے رو دوسرے جہاں پیچیدہ ایچہ لاجرم با دیدہ و نا دیدہ ایدہ آدمی دیدت باقی پوست ہے دیدت آنکھ دید دوست ہے چونکہ دید دوست نبود کہ رہے دوست کو باقی بنا شد و رہے چون رسول روم این الفاظ تہذیب آفرین آورده شد مشتاق تہذیب دیدہ را بر جستن عمرے گماشت بہ رخت را واسپ را مصالح گذاشت بہ ہر طرف اندر پے آفر کا کا میشدی پر سان او دیوانہ وارہ کا پختی مردے بود اندر جہان بہ در جہان مانند جان باشد تہان بہ جست اور آتش چون بندہ بودہ لاجرم جو بندہ یا بندہ بودہا ملعنی حضرت نوح سے امت نے پوچھا ثواب کہاں ہے کہا اُس پارہ استغشوا ثواب سے اشارہ ہر طرف اس آیت کے وانی کلام دعوت تم تغفر لہم جہاں اصابعہم نے آذانہم و استغشوا ایشاہم واصر واد اسکبر و استکبار اور بیشک جب میں بلاتا ہوں اُن کو نہ بخش کرے تو واسطے اُن کے تو اپنے کانوں میں انگلیاں کر لیتے ہیں اور اُنہیں تہذیب پڑا جہاں چھپ جائیں اور اڑ جاتے ہیں اپنے کام میں اور تکرہ کرتے ہیں تکرہ کرنا مطلب یہ کہ تم جو پتے اڑو گے آپ کو مجھے چھپاتے ہو اور میری دعوت نہیں سنتے اس کے اُس پارہ ثواب ہے یعنی ان سے الگ ہو جانے میں شعر بعد اس کی تفسیر یعنی تم جو اپنا منہ اور سر جو کپڑوں میں لپیٹتے ہو بیشک اسی سبب سے اگرچہ انکھیاں ہوں لیکن اندھے ہو اس واسطے کہ آدمی میں اگر دید ہو تو آدمی ہو ورنہ پوست ہو اور دید وہی ہو جو دید دوست کی ہے اگر دید دوست کی نہ تو اندھا چھا اور دوست بھی اگر باقی نہ تو اُس سے دور چھا فانی کی دوستی کس کام کی تعرض جب رسول روم نے یہ الفاظ با آب و تاب سنے از بس مشتاقان کا ہوا آواز اپنی آنکھیں اُن کی جستجو پر تعین کیں گھوڑے اور اسباب کو بے محافظ چھوڑ دیا ہر طرف اُنکے سرخ میں وہ مرد کار دیوانہ کی طرح پوچھتا پھر تا متکا کہ ایسا شخص جہاں میں ہے کہ جہاں میں ہوا در اند جان کے چھا ہو اور اس خیال سے اُن کو ڈھونڈتا تھا کہ میں اُن کا بندہ ہوں آخر جو بندہ یا بندہ ہوتا ہوں کو پایا اختلاف شرح بحر العلوم میں پیچیدہ اند دیدہ اند بصح فاسب لکھے ہیں اور متن قلمی میں بصح حاضر مگر میں نے بصح حاضر اختیار کیے مناسب موقع کے کہ محل جواب و سوال ہے اور اس مصرع کا چونکہ دید دوست نبود الخ دوسرا مصرع قلمی میں یون عر

در سلیمان ست ازوے مور بہ

استوپا یا رسول قمیصر روم کا عمر رضی اللہ عنہ کو درخت خرما کے نیچے

قولہ دید اعرابے زنے اور ادخیل ہر گشت عمر اینک بزیر آن نخل ہر زرخیز با بن زلفان او جدا ہر زیر سایہ نغمہ بین سایہ خدا ہر آمد آنجا دند و دہر ایستاد ہر عمر را دید و در لرزہ فتاوہ پیستہ زان خفتہ آمد و در رسول ہر حالت خوش کرد ہر جانفش نزول ہر مہر و ہیبت ہست ضد یکدگر ہر این دو ضد را دید جمع اندر یکدگر گفت با خود من شان را دیدہ ام ہر پیش سلطانان خوش و بگزیدہ ام ہر از شہانم ہیبت و ترسہ بود ہر ہیبت این مرد ہوشم در بود ہر رفتہ ام در بیشہ شیر و پلنگ ہر روے من ز ایشان نگر و اندر رنگ ہر بس شدستم در مصاف و کارزار ہر چو شیر آندم کہ باشد در شکار ہر بسکہ خوردم بس ز دم زخم گران ہر دل قوی تر بودہ ام از دیگران ہر بے سلاح این مرد خفتہ بر زمین ہر من ہفت اندام لرزان ہیبت این ہر ہیبت حق ست این از خلق نیست ہر ہیبت این مرد صاحب دلق نیست ہر المعنی و خیل وہ جو کسی کام میں دخل رکھتا ہو اعراب بفتح عربان صحرائشین ہفت اندام بحسب ظاہر سر سپندہ پشت اور دو ہاتھ اور دو پا نوں اور بحسب باطن دماغ دل جگر سپر ز شمشیر دہرہ مقعدہ یا گردہ بقول بعض جہنم گوش زبان بطن فرج دست و پای یعنی ایک عورت اعرابی نے اُس رسول کو دیکھا اور دخیل جانا کہ عمر کے کام میں دخل رکھتا ہو کہا وہ دیکھ اُس درخت خرما کے نیچے عمر میں اور خرما کے سایہ میں تمام مخلوق سے جدا تھل سایہ خدا کے سوتے ہیں وہ رسول وہاں آیا اور اُن سے دور کھڑا ہوا اور دیکھتے ہی گلہنے لگا آنحضرت سے ایک ہیبت بھی اُسکو ہوئی اور ایک حالت خوش بھی اُس کی جان پر نازل ہوئی اور عجب معاملہ تھا کہ مہر و ہیبت دونوں ضد ایک دوسرے کی زمین اور ضد میں جمع نہیں ہوتی مگر اُس نے اپنے جگر میں دونوں کو جمع دیکھا اپنے دل میں کہا کہ میں نے بڑے بڑے پادشاہ و سلاطین دیکھے اور اُنکے سامنے خوش اور برگزیدہ رہا ہوں جھگو پادشاہوں سے کبھی خوف و ترس نہوا مگر اس شخص کی ہیبت نے میرے ہوش اڑا دیے میں شیر و پلنگ کے جھگڑوں میں گیا اور میرے رو کا رنگ کبھی تغیر نہوا اور لڑائیوں میں بھی اکثر ہار مگر اسوقت بھی ایسا رہا جیسے شکار کے وقت شیر غران اور دلیر ہوتا ہر زمین نے زخم کھائے بھی اور مانے بھی لیکن آپ کو اوروں سے زیادہ تر قوی دل پایا بے سلاح یہ شخص زمین پر سوراہا ہر اور بین ہفت اندام سے کانپ رہا ہوں یہ کیا بات ہر پس یہ ہیبت حق کی ہر خلق کی زمین ہر خناس مرد صاحب دلق کی اختلاف پہلے شعر کے دوسرے مصرع میں شرح بحر العلوم میں بجائے اینک کے نک لکھا ہر جس سے مصرع غیہ سوزون ہوتا ہر اور بس شدستم اس شعر کے دونوں مصرعون میں کارزار کہ محل قافیہ ہر اور بجائے این مردان مرد مغر آخر میں غلط ہر قولہ ہر کہ ترسید از حق و تقوی گزیدہ ترسہ از وے جن و انس و ہر کہ دیدہ اندرین فکر ت بخدمت دست بستہ بعد یک ساعت عمر از جاے جست ہر کہ در خدمت مرعرا و سلامہ گفت پیغمبر سلام انکہ کلام ہر پس علیک ش گفت و اورا پیش خواندہ ہر پیش کرد و نیز دعو و نشانہ ہر کہ ترسہ مرد را امن کنندہ ہر مرد دل ترسندہ را ساکن کنندہ لا اتخافوا است نزل خائفان ہر ہست و در غر ازیراے خائفان ہر آنکہ خوش نیست ہر چون گوی مترس ہر درس چہ وہی نیست او محتاج درس ہر

آئند از جا رفتہ را دلشا کردہ خاطر ویرانش را آبا کردہ بعد از ان گفتش سخنہای دقیقہ در صفات پاک حق
نعم الرفیق کہ در نواز شہائے حق ابدال را ہوتا ہذا مقام و حال را ہ حال چون جلوہ است زان زیبا عروس و بین
مقام آشکوت آمد با عروس کہ جلوہ بیند شاہ وغیرہ شاہ نیزہ وقت خلوت نیست جز شاہ عزیزہ جلوہ کردہ عام و خاصان
را عروس کہ خلوت اندر شاہ باشد با عروس کہ المعنی یعنی جو کوئی خدا سے دُرا اور اُس نے تقویٰ اختیار کیا
اُس سے جن و انس اور جو کوئی دیکھتا ہو دُرتا ہو چنانچہ حدیث شریف ہے من خاف العدا فافقطنے ومن خاف غیرہ
خوفہ عن کل شے یعنی جو خدا سے دُرتا ہو اُس سے ہر شے دُرتی ہو اور جو غیر اللہ سے دُرتا ہو اُس کو اللہ ہر شے سے دُرتا ہو
اُس رسول نے اسی فکر میں ہاتھ باندھے اور خدمت میں کھڑا رہا بعد ایک ساعت کے جب عرض اُٹھے آداب بجالایا
اور سلام کیا جیسا کہ حضرت نے فرمایا ہو السلام ثم السلام یعنی پہلے سلام ہو پھر کلام آپ نے اُس کو علیک کہا اور اپنے پاس
بلایا اور خوف سے اُس کو یہ خوف کر کے سامنے بٹھایا شعر بعد ایک معمولی بات کا بیان ہو کہ معمول ہو جو دُرتا ہو اُس کو
ایمن کرتے ہیں اور جو ترسندہ دل ہوتا ہو اُس کی تسکین کرتے ہیں لاشعافوا جو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہو یہ تحفہ در نیوالون
ہی کا تو ہو اور انھیں کے لائق تو ہو چنانچہ قرآن مجید میں ہو لاشعافوا ولا تخزنوا ولا بشروا بالجنۃ لکنتم تعدون یعنی
نہ ڈرو نہ غم کرو اور بشارت ہو جنت کی جس کا حکم وعدہ ہو ظاہر ہو جو دُرتا نہیں ہو اُس سے کیسے کہا جائے گا مت ڈرا کہ
کیا سبق پڑھاتا ہو جو سبق کا محتاج نہیں اُس کا دل جو ٹھکانے نہیں تھا شاہ دیکھا اور خاطر ویران کو جو حواس و قوی
سے آجاڑ ہو گئے تھے آبا دیکھا یعنی سب حواس اُس کے درست ہو گئے پھر اُس سے باتیں باریک دقیق صفات تھقلے
میں کہیں جو نہایت ہی اچھا رفیق ہو آوروہ نواز شہین جو اُس کو ابدال کے حق میں ہیں تا وہ مقام و حال سے واقف
ہو جائے فرمایا ہو کہ حال ایسا ہو جیسے جلوہ کسی زیبا عروس کا اور مقام ایسا جیسے خلوت با عروس کہ جلوہ کے وقت عروس
کو شاہ وغیرہ شاہ سب دیکھتے ہیں اور خلوت کے وقت سوائے شاہ عزیزہ کے کوئی نہیں ہوتا جلوہ عروس کا تو عام و
خاص سب کے واسطے ہوتا ہو اور خلوت میں پاؤ شاہ ہی عروس کے ساتھ ہوتا ہو الخلاف شرح بحر العلوم میں
لا شفاءا سے دلشا کردہ تین شعر مکر لکھے ہیں اور سرخی بھی گدہ بنو قلمی ہیں کہ میں شرح میں کہیں میں نے سرخی چھوڑ دی
ضروری نہ تھی دوسرے شعر میں بکلمے بخدمت بخدمت غلط ہو قول کہ ہست بسیار اہل حال از صوفیان کہ نادہست
اہل مقام اندر میان کہ از نماز اہلے بانس یا دادا وہ وز سفر اے روح دانش یا دادا وہ وز زمانہ کر زمانہ غالی بدست
وز مقام قدس اجللے شدست کہ وز ہوائے کاندرو سیخ روح ہمیش ازین دیدست پرواز و فتوح ہر کیے پروازش
از آفاق و فتنہ وز امید و ہمت و مشتاق پیش ہو چون غم غبار ز رو یا یافت جان و رابطہ اسرار یافت
شیخ کامل بود طالب شستی ہو مرد و چاک بود مرکب و در کئی میدان مرشد کہ او دادا کہ خدا شستہ پنجم پاک اندر زمین
پاک و شستہ بلعنی مرشد یک سر زمین ہدایت کنندہ و مرشد پنج شہین ہدایت کردہ شدہ یعنی بعد بیان حال و مقام

کے فرمایا کہ صوفیوں میں اہل حال بہت ہیں اور اہل مقام بہت کم اور نادر بعد اس کے منازل جان سے اُس کو یاد دلانی اور نیز سفرون روان سے اور اسوقت سے جو زمانہ سے خالی تھا اور روح اسوقت میں مقام قدس سے اجلائی ہوئی کہ عالم ارواح میں تھی کہ وہ عالم قدس ہی اور اسوقت کے منازل و مقام اور اُس سے جس میں سیمرغ روح نے اس عالم ہستی سے قبل پرواز و کشود پائی کہ ہر ایک پرواز اُس کا اس آفاق سے بہت زیادہ تھا کشود و مدت میں اور امید و قصد مشتاق سے نہایت بڑھ کے امین ایسی طولانی و درازی کمان جیسی اُن پروازوں میں تھی شعر بعد دفع و خل اس بات کا کہ حضرت عمرؓ نے یہ باتیں تصوف و معنی کی اُس سے کیوں کہ وہ تو رسول روم کا تھا مناسب اُس کے کرتے لہذا فرمایا کہ گو وہ اغیار روم تھا صورت آشنا نہ تھا مگر انھوں نے اُس کو یا پر پایا اور اُنکی جان کو طالب اسرار دیکھا کس واسطے کہ کاملین کی نظر سے یار و اغیار چھپا نہیں رہتا وہ شخص شیخ کامل تھا اور طالب اشتہا والا یعنی بھوکا اس راز و اسرار کا اور مردِ چست و چالاک اور مرکب در کئی یعنی بظاہر سپاہی اور گھوڑا کاہنوار یعنی جسم آنجور کا خواہان اب گریز ہر طرف بیان اُس شخص کے کہ جب اُس مرشد ارشاد یافتہ نے کہ اپنی زمین پاک میں تم پاک ادراک کا رکھنا تھا جو بدون حواس کے دریافت کرنا اشیا کا کہ وہ معنی ہی آپ کو ایسا دیکھائیے حضرت عمرؓ کو تو اُس نے بھی سوال کیا جو آئندہ ہر اختلاف شرح بحر العلوم میں یکے سفر ہاسے کے سفر ہا اور یکے ادراک داشت ارشاد و غلط ہر کس واسطے کہ قافیہ نہیں ہوتا قطع نظر معنی کے

سوال رسول روم کا عمر رضی اللہ عنہ سے

قولہ مرد گشت کا ہی امیر المومنین جان زبالا چون درآمد بر زمین و مرغ بے اندازہ چون شد در قفس و گفت حق بر جان فسون خواند و قصص و برعد ہما کان ندار و چشم و گوش چون فسون خواند ہمین آید و گوش و از فسون او عد ہما زود زود و خوش معلق میزند سوسے وجود و باز بر موجود افسونے چو خواند زود او را در عدم دوا سپہ راند و گفت با جسم آیتہ تا جان شدا و گفت با خورشید تار خشان شدا و باز در گوشش و مذکتہ خوف و در رخ خورشید افتد صد کسوف و گشت در گوش گل و خندانہ کرد و گفت بالعل خوش و تابانش کرد و تا گوش خاک حق چہ خواندہ است و گو مراقب گفت و خامش ماندہ است و تا گوش ابر آن گویا چہ خواندہ کو چو مشک از دیدہ خود آب راند و گفت ہا ز تا کہ شکر گشت او و گفت با آبی و گو ہر گشت او و در تردد ہر کہ او آشفندہ است و حق گوش او معافندہ است و المعنی فسون ہفتین متر جس میں کلمات کفر ہوں قصص و تختیم کسی کے پیچھے چلنا اور خبر و بنا دوا سپہ کنایہ جلد و شباب سے ہندی ڈاک ایسے ہی سہا سپہ یعنی اُس رسول نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ امیر المومنین جان ہر شہر کی آسمان سے زمین پر کیسے آئی اور اتنے بے انداز مرغ اس پنجرہ میں کیسے پھنس گئے آپ نے فرمایا کہ اُس کے فسون و قصص سے کہ وہ حکم کن ہر جس نے گھیر کے ان پنجرہ میں کر دیا اور ان کے پیچھے لگا دیا اور وہ فسون ایسا نہیں جسکے چشم و گوش سے

اس واسطے کہ عدم کے چشم و گوش نہیں جب فسوں یعنی وہی امر کن کہدیتا ہو وہ عدم ایسے جوش میں آجاتے ہیں کہ
 قلابازیان کھاتے اور لوٹ پوٹ ہوتے وہو دین آجاتے ہیں اور پھر موجود پر جو ایک افسوں پڑھا تو اس کو جلد و شباب
 عدم کو لے گیا جسم پر ایک ایسی آیت پڑدی کہ وہ جان ہو گیا اور کچھ خورشید سے کہدیا کہ وہ روشن ہو گیا پھر اسکے کان میں جب
 ایک نقطہ خوفناک پھونک دیا تو اس کی صورت میں سیکڑوں کسوف پڑ جائیں گے کہ وہ روز قیامت ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ہے
 اذا انشس کورت کچھ گوش گل میں کہ کے اسکو خندان کر دیا اور بل سے کہ کے اسکو تابان کر دیا آب نہیں معلوم خاک سے کیا
 کہدیا ہو جو ایسی مراقب و خاموش ہو رہی ہو اور ابر کے کان میں اس کو لینے کیا پڑ دیا کہ شک کی طرح آنکھوں سے ہانی
 بہاتا ہو آپسے ہی فریشتہ سے کیا کہا ہو کہ وہ شیرین اور شکر ہو گئی اور اس آب سے کیا کہا کہ بستہ اور بند ہو کے گوہر ہو گیا
 پس یہ کارخانہ جو اس نے جاری کیا ہو ظاہر اور جاری ہو آب اس میں جس کو تردد و تامل ہو جیسے فرق ضالہ اور ہلکا کہ وہ اس میں آشفستہ
 اور دیوانے ہو رہے ہیں ان کے کان میں ایک معما کہدیا ہو کہ وہ اس کے پیچ میں پڑے ہیں **الخلاف** شرح بحر العلوم میں کہلے
 دوا سپہ دہ اسپہ اور بکلی جان شد جان شادا و کوہو مشک کے جگہ کو چہ مشک غلط لکھا ہو مگر چہ مشک میں کوہو مشک
 ہی ٹھیک ہو قولہ تاکند محبوبش اندر دو کمان ہ آئنگم کو گفت یا خود صد آن ہ ہم زحق ترجیح یا بد بکطرف ہ زان
 دو یک را برگزیند زان کف ہ گر نخواہی در تردد ہوش جان ہ کم فشار این پیہ اندر گوش جان ہ پیہ و سواس بیرون
 کن ز گوش ہ تا بگوش آید از گردون خروش ہ تا کنی فہم آن معما ہاش راہ تا کنی اور اک رمز فاش راہ بس محل وحی
 گرد گوش جان ہ وحی چہ بود گفتن از حس نہان ہ گوش جان و چشم جان جز این جس ست ہ گوش عقل و چشم حس
 زان مغلس ست ہ المعنی کف بفتحیم جانب و کنارہ و پناہ اوہو کہا ہو کہ تردد و لے کے کان میں معما کہدیا ہو اس واسطے
 کہ اسکو دو کمان میں محبوبس کیا ہو اب وہ اس وہم میں گرفتار ہو کہ وہ گردون ہوئے کہا ہو یا اس کی صد گردون اسوقت میں
 بھی ترجیح ایک جانب کی اس سے پیدا ہوتی ہو کہ ان دونوں سے ایک جانب کو پناہ اپنی کرتا ہو تو اگر چاہتا ہو کہ میری
 جان کے ہوش میں تردد نہ واقع ہو تو یہ روئی تردد کی اپنے کان جان میں مت ٹھونسے اور اس پیہ و سواس کو کان
 سے محال ڈال تو گردون سے تیرے کان میں شور آوے اور اس شور کے ذریعہ سے ان معنوں کو سمجھ لے اور ان
 فاش رمزوں کو اور اک میں لائے بس تیرے کان محل وحی ہو جائیں کس واسطے کہ وحی کے معنی جس نہان سے کہنے
 کے ہیں پس گوش جان اور چشم جان جز اس جس کے ہیں اور گوش عقل و چشم حس کی اس سے مغلس مطلب یہ جس
 ظاہری کے نہ گوش کو اس سے بہرہ نہ چشم کو حصہ یہ دونوں اس سے کور و کرین **الخلاف** نسخہ تعلیمی میں پہلے شعر کا
 ہوسہر امصرع یون ہرجع کان کنہا این کنم ای مستعان ہ قولہ نظر جرم عشق دل بے مہر کردہ واکہ عاشق نیست
 جس جبرکہ دہلہ بن معیت با حق ست و جبر نیست ہ این تعلیمی نسخہ میں ابز نیست ہ ورنہ دین چہ جبر عام نیست ہ جبر کان
 ہدایت کی جنت ہ جبر ایمان شلا سدا ہو کہ غلبہ شاد و شادان ہ دل میں حب و حبیب و کائنات ہ ہدایت کی جنت ہ

ذکر ماضی پیش ایشان گشت لاش بہ اختیار و بہ ایشان دیگرست بہ قطر ہا اندر مد فغا گوہرست بہ ہست بیرون قطرہ
خورد و بزرگ بہ در صدف آن در خوردست و سترگ بہ طبع ناف آہوست انقوم راہ از بیرون خون و در و انشان
مشککہ تو گو کہین نافہ بیرون خون بودہ چون رود در ناف مشکہ چون بودہ تو گو کہین س برون بدستقرہ و در دل
اکسیر چون گشت ست زرہ اختیار و جہر در تو بد خیال و چون در ایشان رفت شد نور جلال بہ المعنی امارہ نگر کنندہ بہ ہی
خود کامہ خود مقصد لاش مخفف لاش یعنی جوہر کمال تا کند مجہوش اندر و کمان بہ اسکوئے عشق بلبلانگیا کسواسط
کہ اسیم نوسے بوجہر کی تھی اور آدمی کی بے اختیار ہی مترشح بس عشق نے بیتاب ہو کے کہا کہ عاشق کو کوئی جہر نہیں ہے
البتہ جو عاشق نہیں اُس کو جس جہر کی ہو بلکہ عاشق کو تو اسوقت میں معیت حق کے ساتھ ہے اور عین وصل ہے نہ جہر اور وہ
اس کو بجلی ماہ کی جانتا ہے نہ پردہ ابر کا جو ماہ کو چھپا لیتا ہے اور بجلی ماہ سے دور ڈالتا ہے اور بالفرض اگر جہر بھی ہے تو جہر عام
نہیں ہے جیسا کہ نفس امارہ آپ کو مجبور محض اور بے اختیار بنائے اپنا آرام اور اپنا مطلب تک لیتا ہے اور پھر عاشق
لوگ جہر کو خوب پہچانتے ہیں کہ خدا نے اُن کے دیدہ دل کے کھول دیے ہیں اور سوچتے ہو جہ کمال عطا کی ہے ایسی کہ جو
شی پوشیدہ ہے اور آئندہ سب ان پر ظاہر اور فاش ہے کوئی چھپی نہیں اظہر من الشمس اور امین من الامس پھر ذکر ماضی کا
جو گذشتہ ہے اُن کے سامنے لغو و لاشعور ہا حال و استقبال وہ سب منکشف و پیش نظر حاضران کا اختیار و جہر اور ہی ہے
اُن کے صدف دل میں جو قطرے ہیں سب گوہر ہیں غور کرو تو گوہر بظاہر سب خورد و بزرگ قطرے ہیں بطن صدف میں
جانے سے جملہ خورد و بزرگ درنا یا ب اور گوہر آب و تاب ہو جاتے ہیں دوسری نظیر طبیعت ان لوگوں کی ناف آہو ہے کہ
بظاہر جس کو خون دیکھتے ہیں وہ اُن کے درون میں مشک ہوتا ہے اب تو یہ بات مت کہ ظاہر تو خون ہو اور ناف میں
جا کر مشک ہو جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے یا ظاہر مس حقیر و ناچیز ہو پھر اکسیر کے دل میں زریسے ہو جائے گا اسواسطے کہ یہ
اختیار و جہر کا تو تجھ ہی میں خیال محتاج ان میں گیا نور جلال ہو گیا اختلاف بد در خیال اور محال دونوں نسخہ میں
قولہ نان چو در سفرہ است او ہا شد جامہ در تن مردم شود و روح شادہ در دل سفرہ نگر و دستیل بہ ستیلاش جان کند
از ساسبیل بہ قوت جانت این امر راست خوان بہ تاجہ باشد قوت آبخان جان بہ قوت تن نان ست لیکن در نگر بہ
تاجہ قوت جانش باشد ای پسرہ گوشت پارہ آدمی با عقل و جان بہ میٹکا فذ کوہ را با بحر و کان بہ زور جان کو بہن شوق
الحجرہ زوہ جان جان و در ان شوق القمرہ گر کشاید دل سرانجان رازہ جان بسوسے عرش ساز و ترکنا زہ گرزبان گوید ز
ہزار زبان بہ آتش افروز و ہنوز دہنجان بہ المعنی استیلا بالضم ایک مال سے دوسرے مال پر ہونے والا ساسبیل بالفتح
جام چشمہ ہشت اور چیز نرم و خوشگوار شوق الحجر صیارتا پھر کا شوق القمر بہت گیا چاند آہو کہا ہے نور جلال ہو جائیں گے یہ
اُس کی مثال ہے کہ روئی جو دسترخوان میں ہے ایک جامہ ہے بنجد و بستہ آدمی کے جسم میں جا کے کیسی روح خوش ہو جاتی ہے
دیکھو سفرہ کے دل میں ہی سخیل نہوئی جان اُس کو اپنی قوت سے سخیل کر کے نرم و خوشگوار کر دیتی ہے پس ای مطلب

جب روتی قوت جان کی ہو تو سچ بتا قوت اس کی جو جان جان ہر کس قدر ہوگی روتی تو قوت تن کی جو اب احوال پر دیکھ تو
قوت اس کی جان کا کیا ہوگا بظاہر آدمی ایک مضغہ گوشت ہو لیکن اپنی عقل و جان کی زور سے پہاڑ کو مسح دریا و
کان کے پھاڑ ڈالتا ہو جیسے کوہن کی جان کے زور سے پہاڑ کو پھاڑا اور جان جان کے زور سے قمر کو شق کیا جس اب
کہتے ہیں میرے انبان دل میں جو جو راز و اسرار بھرے ہیں اگر سرانجام کا کھولوں اور وہ راز ظاہر کروں تو جان
عرش کی طرف ترکنا کرے اور خواہان اپنے مقام کی ہو اور جو اسرار نہان مجھ پر منکشف ہیں اگر ان کو زبان پر
لاؤں تو ایسی آگ بھڑکے کہ سارا جہان جل جائے

نسبت کرنا آدم علیہ السلام کا زلت کو اپنی طرف کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا اور نسبت کرنا ابلیس کا
طرف حق تعالیٰ کے کہ رَبِّ بِنَا غَوَيْنَا

قولہ فعل حق و فعل ماہر و مبین و فعل ماہر است و ان پیداست این کہ گزنا باشد فعل خلق اندر بیان و پس گو
کس را چہ کردی چنان کہ خلق حق افعال را موجد است و فعل ماہر خلق ایزد است و زانکہ ناطق حرف میند یا عرض
کے شود دیکم محیط دو عرض و اگر معنی رفت شد غافل ز حرف و پیش و پس یک دم نہ میند هیچ طرف و آ زمان کہ
پیش میند آ زمان و تو پس خود کے برینی آن بدان و چون محیط حرف و معنی نیست جان و چون بود جان خالق
لین ہر دو آن و حق محیط جملہ آدمی پر سر و اندہ آرد کارش از کار و کہ گفت ایزد جان ما راست کرد و چون ندانان
کہ خود ہست کرد و المعنی موجد بالضم نو پیدا کرنے والا آثار افعال و اثر ہے طبیعت جیسے آگ کا اثر جلا دینا اور پانی
کا بجھو دینا حرف سخن و کنارہ و عیب عرض بختین قائم بغیر ضد جو ہر جیسے رنگ و کپڑہ عرض نشانہ مجازاً مطلب و مقصد
بالفتح چشم مولانا پھر مسئلہ جبر و اختیار کی طرف متوجہ ہوے فرماتے ہیں افعال مصدر و ہر فعل حق کو بھی دیکھے اور اپنے
فعل کو بھی کسو اسطے کہ اگر خاص اپنے ہی فعل کو دیکھے گا اختیار لازم کے گا اور اگر محض فعل حق کو جبر پیدا ہوگا و کلا باہال
اور فعل ہمارا ظاہر و موجود ہی کچھ پوشیدہ نہیں کسو اسطے کہ اگر فعل خلق کا اس میں واسطہ نہیں تو یہ کسی سے مت کہ کہ تو نے
ایسا کیوں کیا پھر اس کا کیا قصور ہو بلکہ یہ کہ حق تعالیٰ کی پیدائش ہمارے افعال کی موجد ہو خواہ نیک خواہ بد سب
اُسی کا لہجہ اور اُسی کی پیدائش کے سب آثار و نشان ہیں جیسے آفتاب کے آثار و نشان روشنی و شعلہ ہو اور
اہل آفتاب جس سے وہ شعلہ ہو لیکن ناطق یعنی اس بات کا کہنے والا کہ تو نے ایسا کیوں کیا وہ حرف و عرض
دیکھتا ہو معنی جو ہر نہیں دیکھتا بس اسی سبب سے کہ وہ ایک وقت میں محیط دونوں عرض پر نہیں ہوتا کہ حق و بعد
دونوں کو دیکھے کہتا ہو کہ تو نے ایسا کیوں کیا یا ان اگر معنی کی طرف وہ گیا تو اس وقت میں حرف سے غافل ہو جاتا ہو جیسے
ظاہر کو نہیں دیکھتا اس لیے کہ پیش و پس دونوں کو ایک وقت میں کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی پھر توضیح سابقہ زیلہ جہت
میں تو سہل ہے کہ متاخر اس وقت کہے کہ کب دیکھے گا تیس جب جان تیری محیط حرف معنی دونوں کی نہیں ہو تو ناطق میں دونوں

کی وہ کیسے ہو سکتی ہو لا جرم وہی خالق ہو اور پیش و پس سے مراد وہی حرف و معنی کہ حرف سامنے ہو اور معنی اُس کی
 آ زمین اور چھتے جو فعل حق اور فعل عہد پر ہر حال ایسی ہی حق تعلقے سب پر محیط ہو اور ہر شے کے کام سے دوسرا کام
 نکالتا ہو ہماری جان کو تو قول ایزہ نے ایسا مست کر دیا ہو کہ اب تک ہم اُسی مستی و نشہ میں چورین اور وہ قول الست
 برکیم ہو کیا میں تمہارا پیدا کرنے والا نہیں ہوں اور ہم نے جو اقرار ربوبیت کیا کیا عجب اس واسطے کہ جس نے جس کو پیدا کیا ہو
 وہ اُس کو کیسے بنانے اور پہچانے جیسا کہ سعدی رح نے فرمایا ہو شعر الست از ازل ہیچان شان گوشہ بفرا و قالوا
 بلے در خوش و اختلاف متن قلمی بین بجائے فعل حق و فعل مانکے کر حق اور کر دیا ہو قولہ گفت شیطان کہ بیا غوثی
 کر دفعل خود نہان دیو دنی ہو گفت آدم کہ ظلمنا نفسنا ہو اور فعل حق نہ بد غافل چوماہ در کنہ او از ادب پناش کر وہ
 زان کنی بر خود زدن اور بر خود ہو بعد تو بہ گفتش ای آدم نہ من ہو آفریم در تو ان جرم و محن ہونے کہ تقدیر و قضاے
 من بدان ہو چون بوقت عذر کردی آن نہان ہو گفت تر سیدم ادب نگذاشتم ہو گفت من ہم پاس آنت داشتم ہو
 ہر کہ آر و حرمت و حرمت بردہ ہر کہ آر و قند لوزینہ خوردہ طلیبات از ہر کہ لطیفین ہو یا رار خوش کن مر سجان و بین ہو
 المعنی آبا غوثی سے اشارہ اس آیت کا ہو جو شیطان نے بعد مہوم ہونے کے کہا فاما غوثی لاقعدن ام صراطک
 المستقیم یعنی قسم ہو اُس کی کہ تو نے مجھ کو ہکا یا ضرور میں ان کو تیری راہ مستقیم سے ہٹانے کو بیٹھو گا لا جرم اس دیو دنی نے
 اپنے فعل کو چھپایا اور بالکل حق ہی کے فعل کو دیکھا اور آدم نے کہا رہنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا و ترحمننا لنکون من
 الخاسرین اور آدم و حوٰئے یہ کہا کہ ای رب ہمارے جتنے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اگر تو نہ بخشے گا اور رحم نہیں کرے گا تو ہم
 زیارتکاروں سے ہو جائیں گے انھوں نے گو اپنے فعل کو دیکھا لیکن فعل حق سے ہماری طرح غافل نہ تھے اسکو بھی خوب
 سمجھتے تھے حالت گناہ میں آدم نے ادب سے اسکو چھپایا بس اس فعل یعنی گناہ اپنے اوپر لگا لینے سے کیسا پھل پایا کہ صافی اللہ
 و خلیفۃ اللہ ہوے پھر جب تو یہ ان کی قبول ہوئی حق تعلقے نے آدم سے پوچھا ای آدم یہ جرم و محن کیا میں نے
 تجھ میں پیدا نہیں کیا تھا اور میری تقدیر و قضا کیا اس پر نہ تھی جو تو نے عذر کے وقت اسکو چھپایا اور اپنی طرف نہایت
 کی کما میں ڈرا میں نے ادب بچھوڑا حق تعلقے نے فرمایا میں نے بھی اسی کا پاس لحاظ رکھا اور معاف کیا بس جو کوئی کسی کی
 حرمت بجالاتا ہو وہی حرمت پاتا ہو جو قند لجاتا ہو یعنی بیٹھی باتیں وہ لوزینہ کھاتا ہو تو سمجھ طلیبات لطیفین ہو ای پاکیزہ
 چیزیں مخصوص پاکیزہ لوگوں کے واسطے ہیں بس یا ر کو خوش رکھ رنجیدہ مت کر اور دیکھ پھر کیا ہوتا ہو اختلاف
 شرح بحر العلوم میں زدن کو بر خود زدن غلط لکھا ہو۔

تمشیل قولہ یک مثال سے دل پہ فرقتے یارہ تا بدانی حیران از اعتبارہ دست کو لرزان بود از ارتعاش ہو واکہ
 دستہ را بلرزانی ز ہاش ہو ہر دو جنبش آفریدہ حق شناس ہو لیکہ نتوان کرد این با آن قیاس ہو زمین پشیمانی کہ
 لرزاند زمین ہو زمین پشیمان نیست درو مرتعش ہو مرتعش رہے پشیمان حیران ہو زمین حیرت ہو ہر دو جنبش

بحث عقل است این چه عقل ای حیلہ گرد تا ضعیف رہد و آہنگامہ بحث عقل گرد و در میان بودہ آن و گریاشد کہ بحث جان بودہ بحث جان اندر مقام دیگرست و بادہ جائز اقوام دیگرست و المعنی آرتقاش کا پناہ مرتعش کانپنے والا قوام یکسر نظام اور اصل کسی چیز کی فراتے ہیں ای دل ایک مثال فرق کے واسطے اور بیان کرتے توجہ نے کہ چہ کیا ہو اختیار کیا ہو چنانچہ فرمایا کہ ایک جنبش ہاتھ کی تو وہ ہو جو عرشہ سے کانپتا ہو اور ایک وہ ہو جو خود تو اس کو اپنی جگہ سے ہلکے آور یہ دونوں جنبشیں خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں لیکن اس کو جو جنبش رخشہ کی ہو اس پر جو جنبش ارادی ہو قیاس نہیں کر سکتے اس جنبش سے کہ تو اس کو ہلاتا ہو پشیمان ہوتا ہو اور مرتعش پشیمان نہیں ہوتا اس کو پشیمانی نہیں ہو تو نے کبھی مرتعش کو پشیمان دیکھا ہو اگر نہیں دیکھا ہو تو ایسے جبر پر کیوں چکا ہوا ہو بس یہی جان لے کہ قہری جنبش اختیار ہی ہو پھر کیوں نہ پشیمان ہو اور اس کی جنبش بے اختیار اس کی پشیمانی کیا اب کہتے ہیں یہ بحث عقل کی ہو اور عقل کیا چیز ہو اسیلے بنانے والے یہ ایک نہایت ضعیف بھلا یہ وہاں کب راہ پاسکتی ہو بحث عقل کی بالفرض در و در جان ہی ہو ای نہایت پر آب و رنگ لیکن وہ اور ہی کچھ ہو جو بحث جان کی ہو بحث جان کا مقام ہی اور ہو جہاں عقل کو ہرگز رسائی نہیں اور اس شراب کا قوام ہی جدا اور اس کی اصل ہی علامہ الخلاف شرح بحر العلوم میں ہے ای حیلہ گرد آئندہ گرا اور مقام دیگر باضافت مقامی دیگر یا غلط ہو قولہ آزمان کہ بحث عقلی ساز بودہ این عمر با یوا حکم ہزار بودہ چون عمر از عقل آمد سوے جان و یو حکم پو جہل شد و بحث آن و سوے عقل و سوے حس او کاملست و گرچہ خود نسبت بجان او جاہلیت و بحث عقل جس اثر دان یا سبب و بحث جانی با عجب یا بوالعجب و ضوعے جان آمد نہ اند این مستضی و لازم و ملزوم نانے مقتضی و نہ زانکہ بینا را کہ نورش باز غشت و از عصا و از عصاکش فار غشت و المعنی بوا حکم زمان جاہلیت میں نام ابو جہل کا تھا کہ عرب میں یہ بڑا بیخ و عقیل تھا جب سے اس نے انکار بحث رسالت آنحضرت کا کیا تب سے اس کا لقب ابو جہل ہوا تصور روشنی آفتاب مستضیٰ روشنی گیرندہ و روشنی خواہندہ مقتضی تھا نہ کہ تہ نافی نیست کنندہ باز غشت روشن و طالع شوندہ فرماتے ہیں جسوقت میں کہ بحث عقل کا ساز و سامان تھا یہی عمر کہ جن کے ذکر میں منشاء ذکر ہو ابو حکم کے بڑے ہمارے تھے جب عمر عقل سے جان کی طرف رجوع ہوئے تو یہ رہ پیا اور ابو حکم اسی بحث عقل میں رہ کر ابو جہل ہوا اگرچہ کوئی شخص ایسا ہو کہ عقل اور حس میں نہایت ہی کامل ہو اور بذات خود بڑا عاقل لیکن نسبت بجان کے از حد جاہل ہو بحث عقل و حس کی اثر یا سبب سے ہوتی ہو ای اثر اور موثر اور علت و معلول اور بحث جانی با عجب اور بوالعجب یعنی عجیب بلکہ عجیب کی بھی باب جسوقت کہ روشنی آفتاب جان کی ہوتی ہو پھر نہ یہ مستضیٰ ہو اسی سے نور و صونہ صتی ہیں ای عقل و حس ہتی ہیں نہ لازم ملزوم نہ نافی مقتضی جو مثلنے والی اور پیدا کرنے والی ہیں کہ وہ بھی عقل و حس ہیں کہ اپنے دلائل سے کسی کو لازم نہ کہتی ہیں کسی کو ملزوم کسی کو کسی بات سے متعلق ہیں

کسی کو پیدا کرتی ہیں کچھ نہیں رہتی ظاہر ہو کہ وہ شخص کہ نور اُس کی چشم کا خوب روشن ہو اُس کو حاجت عصایا عکاش کی کب ہوتی ہے اب کہ جان خود مشاہدہ میں ہو اُس کو دلائل لازم و ملزوم ناقدی متقنی کی کیا حاجت اور کیا برا اختلاف شرح بحر العلوم میں یا سبب کی جگہ ماسبب اور بحث جانی کے بجائے بحث جہان اور این مستغنی کی جگہ آن

مستغنی ٹھیک نہیں ہے

تفسیر یہ وہو معکم ایما کنتم یعنی جہان کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے

قولہ بار دیگر باقصہ آدمیم ہا مازین قصہ برون خود کے شویم ہا کہ بھل آیم آن زندان اوست ہا و ربلم آیم آن ایوان اوست ہا کہ خوب آیم مستان و نیم ہا و رہ بیداری بدستان و نیم ہا و رہ بیدار بر رزق و نیم ہا و رہ نیم آیم آستان برق و نیم ہا کہ خوشم و جنگ عکس قمر اوست ہا و رصلح و عذر عکس مراوست ہا ماکہ ایم اندر جہان پیچ پیچ چون الف او خود چہ دا پیچ پیچ بہ چون الف کہ تو مجر و میثوی ہا اندرین رہ مرد مفرد میثوی ہا ہمدکن تا ترک غیر حق کنی ہا دل زین دنیائے فانی بر کنی ہا این سخن نا نیست پایاں ای پسر ہا از رسول روم برگوزر عذر المعنی زرق بالضم آہلے صاف جمع ازرق مجر و تنہا اور حکما کی اصطلاح میں وہ چیز کہ مادہ سے پاک ہو جیسے عتول و نفوس جن کو اہل شرع ملائکہ اور ارواح کہتے ہیں مفرد بالضم ہا اصطلاح بعض فارسیان بندہ فرمانبردار فرماتے ہیں کہ ہم پھر قصہ کی طرف آئے اور آگے کیا ہم اس قصہ سے الگ ہی کب ہوے اگر ہم جہل و نادانی میں پڑ جائیں تو اُسی کے زندانی ہیں اور اگر علم میں آئیں تو اُسی کے ایوانی اگر سو جائیں تو اُسی کی سستی و میثوشی میں ہیں اور جو بیداری میں ہوں تو اُسی کے داستان گو اگر روئیں تو آب صاف اُسی کے ہیں اور اگر بنسین تو اُسی کے برق اگر خشم و جنگ میں ہوں تو جانو اُسی کے قمر کا عکس ہو اور جو صلح اور عذر میں تو سمجھو اُسی کے ہر کار ہو تو ہو ہم اس جہان پیچ پیچ میں ایسے ہیں جیسے الف کہ جس کے پاس کچھ بھی نہیں نہ نقطہ نہ اعاب دونوں سے صاف اگر تو بھی الف کی طرح مجر و ہوتا ہو تو اس راہ میں مرد مفرد بن سکتا ہو بس کوشش کر کے ترک غیر حق کا کر اور بہو جب الصد معکم ایما کنتم کے اُسی کا ہو رہ کہ وہ خود تیرے ساتھ ہو اور دل جو اس دنیائے فانی کی محبت میں گسا ہوا ہو اس سے اُکھیرے شعر آئندہ گریز کو لکھی پسر اس بات کی حد و نہایت نہیں ہے اس کو جانے دے اور رسول روم اور عمر کا بیان کہ اختلاف شرح بحر العلوم میں ہکالے زرق کے زرق غلط لکھا ہے

سوال کردن رسول روم از امیر المومنین رضی

قولہ از عمر چون آن رسول این را شنیدہ روشنی در دلش آمد پدیدہ خوشہ پیشش سوال وہم جواب ہا گشت فلان غلام مخطا از صواب ہا اصل را دریافت بگذشت از فروغ ہا ہر حکمت کہ در ہر پیشش شروع ہا با عمر گفت او چہ حکمت بود و سوچہ جس ان صافی درین خاک کدر ہا آب صاف در گئے نہان شدہ ہا جان باقی بستہ ابدان شدہ ہا قائدہ فرما کہ این حکمت چہ بودہ مرغ را اندر نفس کردن چہ سودہ المعنی اُسی رسول نے جو عمر سے یہ سننا روشنی دل کی اُس کو

ظاہر ہوئی سب سوال و جواب بھول گیا اور خطا و صواب سے بے خبر ہو گیا کس واسطے کہ سوال و جواب کو خطا و صواب و دونوں عارض ہوتے ہیں اصل بات کو پایا فروغ سے درگزر اور واسطے حصول حکمت و استوار کاری کے پھر پرسش شروع کی اور عمر سے کہا کہ اس میں کیا حکمت تھی اور کیا مجید تھا کہ روح عیسیٰ صاف چیز کو اس خاک تیرہ میں جس کی انصافی میں مشارالہ اکی جان ہی جس کو اوپر کہا ہے جان نہ بالا چون درآمد بر زمین گویا آب صاف کو کچھ پھر میں چھپایا اور جان سی باقی چیز کو ابدان فانی سے متعلق کیا اس کا فائدہ فرمائیے کہ اس میں کیا حکمت تھی اور اس مرغ کو ایسے پتھر میں قید کرنے سے کیا فائدہ تھا اختلاف شرح بحر العلوم میں بجائے گشت فارس کے گشت فارس لکھا ہوا ہے اور با عمر گفت الخ یہ شعر سنیں ہر قولہ گفت تو بحث شکر نے میکنی و معنی را بندہ حرفے میکنی و جس کر دی معنی آزاد را بندہ حرفے کر دہ تو با دراہ از برائے فائدہ این کر دہ و تو کہ خود از فائدہ در پردہ و آنکہ ازوے فائدہ زائیدہ شدہ چون نہ بیند انچہ مارادیدہ شدہ صد ہزاران فائدہ است و ہر یکہ و صد ہزاران پیش آن یک اندکے و آندم نطقش کہ جان با شماست و چون بود غالی ز معنی کوے راست و آندم نطقش کہ جز و جزو باست و فائدہ شد کل و کل خالی چر است و تو کہ جزوے کار تو با فائدہ است و پس چرا در طعن کل آرمی تو دست و گفت را اگر فائدہ نہ بود گو و بود دہل اعتراض و شکر گو و شکر ہزاران طوق ہر گردن بود ہنہ جدال و روتش گردن بودہ گر ترش رو بودن آمد شکر و بس و چھو سر کہ شکر گوئی نیست کس و سر کہ را اگر راہ باید در جگہ کو برو سر گنگبین شوا از شکرہ معنی اندر شعر جزا ضبط نیست و چون فلاسٹیکست از اضطاب نیست و المعنی شکر ن بکسر اول عجیب و نادر دست در چینے آوردن کسی چہ نہیں ہاتھ و الناہل امر ہو بلیدن سے فلا سنگ بمعنی فلاخن و بیابان سر گنگبین کیجین کہ سر کہ اور شہد کی بنتے ہیں خطا نہیں عقل کی جنون سے سوال رسول کا یہ سخا روح کو خاک تیرہ جسم میں کیوں مقید کیا اس سے کیا فائدہ سمجھا حضرت عمر اُس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تو عجیب بحث کرتا ہو چنان تو کہ تو کیا کر رہا ہو تو بھی تو معنی کو جو روح ہو حرف و سخن میں قید کر رہا ہو اس واسطے کہ نفس ناطقہ بھی روح ہی ہو جس کو تو حرف و صوت میں لانا ہو پھر مقید ہی جسم سے عجیب کیا تو نے بھی تو معنی آزاد کو جس کیا اور ہوا کو بند حرف میں لایا یہ کیوں کیا غور تو کر آخر یہ بنظر کسی فائدہ کے کیا ہو خواہ مکلم خواہ ظہار حاجت اور خود اس فائدہ سے پردہ اور آڑ میں ہو کہ حصول اُس کا ممکن ہو یا غیر ممکن جس وہ کہ جس سے فائدہ پیدا ہوے کیسے نہ دیکھے جو کچھ ہو کو دکھائی مے بلکہ ہنہ کیا دیکھے جو کچھ اُس نے دیکھے کہ وہ لاکھوں ہیں اور ایسے جن کے ہر واحد کے مقابل لاکھوں بہت تھوڑے اور نہایت اندک تے اب تو ہی سچ سچ بتا کہ وہ افسون اُس کے نطق کا جو جان جانوں کا ہو اور ساری جانیں اُس سے غلو زمین آئین کیسے معنی سننے نکلے جو کہ جب تیرے نطق کا افسون کہ اُس کے اجزا کا ایک جز ہو فائدہ کل ہوا تو کل فائدہ سے خالی کیسے ہو اور ہر ایک جزو کا فائدہ تو کل کے حصے میں کیوں ہا تھوڑا تھا ہر ایک جزو کیوں طعن کرتا ہو اگر کلام میں

فائدہ نہیں ہی تو کلام مت کر اور اگر ہو تو اعتراض چھوڑا اور شکر اس فائدہ کا بجالا اس واسطے کہ شکر حق کا طوق ہر گردن کا ہو نہ لڑائی اور ترش روئی اُس کے کام میں کرنا کہ ایسا کیوں کیا اور ویسا کیوں کیا اور اگر لڑائی و ترش روئی کا نام شکر ہی بس اور کچھ نہیں تو سرکہ سے زیادہ کوئی شکر گو نہیں لیکن سرکہ بھی اگر پیاسے کہ چکو گو کون کے دل و جگر میں داخل ملے تو اُس سے کہہ دو کہ پہلے شکر سے مل کے سرنگین ہو جا پھر کسی کے جگر میں گھسنے کا خیال کچھ بابت فرمائیے کہ یہ جو میں نے معنی کو اشعار میں باندھا یہ ایک خط ہی سوائے خط کے کچھ نہیں کہان معنی کہان بندش اشعار وہ ایسے کب ہیں جو اشعار میں ضبط ہو جائیں کس لیے کہ مثل سنگ بیا بان کے لانتہا میں فلا سنگ مقلوب ہو اے سنگ فلا فلا بفتح زنیانا الخلف شرح بحر العلوم میں کو بشو سرنگین او ہو اور قلمی میں کو بر و سرنگین شو ہو مگر یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ اسطے

کہ پہلی صورت میں او صنیہ کا محض لاطال ہی

اس حدیث کا بیان مکن اَرَا اَنَیْ جَلِیْسَ مَعَ السَّیِّئِیْنَ جَلِیْسٌ مَعَ اَهْلِ النُّصُوْفِ جو کوئی پیاسے کہ
اللہ تعالیٰ کا جلیس ہو تو چاہیے کہ اہل نصوف کا جلیس ہو

قولہ آن رسول ابنجار سید و شاہ شد و والدہ اندر قدرت اللہ شد و آن رسول از خود بشد زین یکد و جام ہونے رسالت یا دماند و نے پیام و سیل چون آمد بدیریا محو گشت و ابر پیش تیغ شے منو گشت و چون تعلق یافت تان بوالبشر تان مردہ زندہ گشت و با خبر و موم ہیزم چون دلے تار شد و ذات ظلمانی او انوار شد و سنگ سرمہ چونکہ شد در دیدگان و گشت بینائی شد و بجا دیدہ بان و اے شک آفرودہ کرن خود رستہ شد و در وجود زندہ پیوستہ شد و اے آن زندہ کہ بامردہ نشست و مردہ گشت و زندگی از مے بخت و چوتو در قرآن حق بگوئی و باروان انبیا آیمتی و بہت قرآن حاملے انبیا و ماہیان بحر پاک کبریا المعنی و آلہ میغہ اسم فاعل کا ہو بروزن فاعل شیفہ و دیوانہ تنخوا بفتح وقت پاشت موم ہیزم وہ موم جو لکڑی میں نکلتا ہو بھونکے کا کہ سیاہ ہوتا ہو فرماتے ہیں کہ وہ شخص رسول شاہ کا تھا یہاں آکر خود شاہ بن گیا اور اس کی قدرت کا شیفہ اور والد ہو گیا اور ایک ہی دو جام میں ایسا نہ خود اور از خود رفتہ ہو گیا کہ نہ اُس کو رسالت یا دہی نہ پیام سب بھول گیا گویا ایک اہل تھا کہ دریا میں آکے محو ہو گیا اور آپ سے مٹ کے دریا میں مل گیا اور ایک ابر تھا کہ تیغ آفتاب سے منو ہو گیا اے وقت پاشت کہ مراد ہٹ جانے ابرا و ترقی آفتاب سے ہو یا مثل روٹی کے مقابل اس سے مردہ اور بے خبر جیسے روٹی حضرت آدم کے تعلق سے پہلے بجان اور انجان تھی جب ان سے تعلق پایا تب اُس نے جانا کہ میں جز روح کی ہوں اور سراپا ہلہ ہوش و حواس کی یا جیسے لکڑی کا موم کہ سیاہ و تاریک ہوتا ہو جب آگ پر فدا ہوتا ہو سراپا انوار و نورانی ہو جاتا ہو یا مثل سنگ سرمہ کے کہ سیاہ رنگ ہو جب آگ میں جاتا ہو جانی بن جاتا ہو اور آگ میں کا دیدہ بان ہوتا ہو اے محافظ آری مخاطب کیسا اچھا وہ مردہ ہو کہ اپنی خودی سے چھوٹ گیا

اور کسی زندہ کے وجود میں جو اہل اللہ میں پیوستہ ہو گیا اور افسوس اُس زندہ پر جو مردوں کا ہنشین ہوا کہ وہ اہل دنیا میں اور مردہ ہو گیا اور زندگی اُس سے کوہ کے الگ جا کھڑی ہوئی لچک چاہیے کہ قرآن حق کی طرف بھاگے اور اسی کو ہر حال میں اپنا ماں اور پناہ سمجھے تو اس حال میں بیشک روح تیری روح انیس سے آمیزش پائے گی اس واسطے کہ قرآن بالقلب الہی انھیں کی روح سے نکلا ہوا ہے قرآن سے مراد جمیع کتب سماوی ہیں اور ذکر قرآن کا بنظر زمان موجود کے آوریہ قرآن مجمع سال انبیا کا ہے یعنی وجد و ذوق یا خود حال اُن کا کہ وہ انبیا ماہی بحر پاک کبرا کے ہیں ہر وقت اسی کے شتا ورا الخلاف شرح بحر العلوم میں بجاے کشت میناے کے سنگ میناے غلط لکھا ہے اور مردہ کو خود کی جگہ مرد کو خود مرد غلط لکھا ہے کس واسطے کہ یہ مردہ مقابل زندہ کے ہے جو دوسرے مصع میں ہے قولہ گر بخوانی و نہ فرمان پذیرہ انبیا و اولیا را دیدہ گیرہ و پر پذیرائی چو برخوانی قصص و مرغ بابت تنگ آید زین قصص و مرغ کو اندر قصص زندانیست و می بخوید رستن از ناوانیست و روحلے کہ قصصا رستہ اندہ انبیا و رہبر شائستہ اندہ از ہر لون آواز شان آید برین و کہ رہ رستن ترانیست این و ماہدین رستیم زین تنگیں قصص و غیر این رہ نیست چارہ این قصص و خویش را برنجور سازد زار زار و تا ترا بیرون کنند از اشتہار و کاشتہا رخلق بند محکست و درہ این از بند آہن کے کم ست و یک حکایت بشنوائے زیبا رفیق و تابدانی شرط این بحر عقیق و المعنی قصص جمع قصہ زار ضعیف و نالان و خوار فرماتے ہیں اگر تو قرآن پڑھتا ہے اور بالفرض فرمان پذیر رہنیں ہے تو یہ سمجھے کہ مجھے انبیا و اولیا کی صحبت اور ملاقات ہی نصیب ہوئی اور جو تو فرمان پذیر ہے اور اُس کو پڑھتا ہے تو تیرا مرغ جان کا اس پتھر سے تنگ ہو کے رہائی کا خواہان ہو گا کہ یہ بھی ایک فوز عظیم ہے کس واسطے کہ جو مرغ نفس میں قیدی ہو رہا ہے اور وہ رہائی اپنی نہ ڈھونڈے تو اُس کی بڑی نادانی ہے اور ظاہر کہ مرغ ہر وقت پتھر میں پھرنے اور راہ نکلنے کی ڈھونڈتا رہتا ہے جو رہیں کہ نفس ابدان سے خلاص ہوئی ہیں وہ انبیا ہیں اور سوا انبیا کے اور رہبر شائستہ جو نائب انبیا کے ہیں اولیا وغیرہم ظاہر آواز اُن کی اسی پر آتی ہے کہ تیری رستگاری کی یہی راہ ہے یہی ہم اسی کی بدولت اس قصص تنگ سے نکلے ہیں سہو اس کے کوئی چارہ اس سے چھوٹے کا نہیں آپ کو رنجور اور زار و خوار بناتا ہے رنجوری و خواری لچک و شہرت و اشتہا یعنی بڑے پیر کمال سے محال ہے کس واسطے کہ یہ شہرت مخلوق کی ایک بڑی مضبوط بند ہے اور اس راہ میں تیرے پاؤں کی ٹیری جو مانع رفتار ہے شعر بعد پھر گزیرے کہ ای رفیق زیبا ایک حکایت اور مجھے اسی پر سن تا اس بحر عقیق میں جسے کی شرط لچک معلوم ہوئے الخلاف شرح بحر العلوم میں بجاے فرمان پذیر قرآن پذیر میری دانست میں غلط ہے قصص ہو و اگر کا کہ ہندوستان کو تجارت کے واسطے جاتا تھا اور طوطی جو اُس کے یہاں لچک تھی اُس نے پیغام طوطیان ہند کو بھیجا تھا

ہر غلام و ہر کنیزک راز بود کہ گفت ہر تو پہ آرم گوے زود و ہر یکے ازوے مرادے خواست کردہ جملہ را وعدہ بلاؤ آن
 نیک مرد کہ گفت طوطی را چہ خواہی از مغان کہ کار مت از خطہ ہندوستان کہ گفتش آن طوطی کہ آنجا طوطیان کہ
 چون بہ بینی کن ز حال من بیان کہ فلان طوطی کہ مشتاق شناسست کہ از قضاے آسمان در حبس ہاست کہ
 بر شا کردا و سلام و داد خواست کہ وز شا چارہ رہ و ارشاد خواست کہ گفت میشاید کہ من در اشتیاق بہ جان دہم
 اینجا بمرم در فراق کہ این روا باشد کہ من در بند سخت کہ گشتا بر سبزہ گاہے بر درخت کہ بہچین با شد و فاسے
 دوستان کہ من درین حبس و شاد و بوستان کہ یاد و اید اکر من ازین مرغ زار کہ یک صبحی در میان مرغزار کہ
 یاد و اید ان یار را میمون بود کہ خاصہ کان لیلی و این مجنون بود کہ المعنی خطہ بکسر پارہ زمین علیحدہ کردہ شدہ
 خواست کرد اکر خواہش کرد صبح و وہ شراب جو صبح کو پین مرغزار سبزہ زار مولانا فرماتے ہیں کہ ایک سوداگر تھا
 اور اُس کے پاس ایک طوطی تھی نہایت زیبا محبوب و در قفس جب وہ سوداگر ہندوستان کے سفر کو چلا اور سفر کا
 سامان کیا تو بمقتضائے جو دو کرم ہر غلام و کنیزت پوچھا کہ تمہارے واسطے کیا لاؤں سب نے اپنی اپنی خواہش ظاہر کی
 اُس نے سب سے وعدہ کیا پھر طوطی سے پوچھا کہ تیرے لیے ہندوستان سے کیا تحفہ لاؤں طوطی نے اُس سے کہا کہ وہاں
 بہت طوطیان تیرے دیکھنے میں آئیں گی جب اُن کو دیکھے تو میرا حال اُن سے بیان کرنا اور کہنا کہ فلان طوطی جو گردش فلکی
 سے ہمارے قید میں ہے وہ نہایت تمہاری مشتاق ہے تو گو اُس نے سلام کہا ہے اور اپنی فریاد تے چاہتی ہے اور اپنی چارہ جوئی
 تے کرتی ہے اور رہتائی کی خواہاں ہے اور کتنی ہے کہ یہ بات روا ہے کہ میں تمہارے اشتیاق و فراق میں جان و دہن و دھن
 اور میں اس قید سخت میں مقید رہوں اور تم کبھی سبزہ میں بیٹھو اور کبھی درخت پر اسی کا نام ہے وفاداری اور یہی دوستی
 دو ستون کی ہے کہ میں قید میں رہوں اور تم باغ و بوستان میں عیش کرو آخر بزرگو کبھی اس مرغ زار و نزار کو بھی تو یاد کرو
 اور مرغزار میں ایک صبحی سیری یا دہر بھی تو پیو کہ واسطے کہ یاد و ارون کی یار کے حق میں مبارک ہوتی ہے کہ اسکی غمخواری
 غمگساری کرتے ہیں خاص اس حال میں کہ وہ یاد لیلی ہوا و درین مجنون الخلفا شرح بحر العلوم میں تو پہلا مصرع
 یوں ہی ہے جیسا میں نے لکھا بر غایت اس کے کہ تیسرے مصرع میں بھی باز رگان ہے تا سحر میں اور قلمی میں ع تا جبریا بود
 گویا طوطے کہ اگرچہ تا جبر اور باز رگان متحد المعنی ہیں لیکن تیسرے مصرع کا تغائر لفظی اچھا نہیں معلوم ہوتا قولہ احریضان
 بابت موزون خودہ من قد ہما میخوڑم از خون خودہ یک قدح می نوش کن بر یاد من کہ گزیر خواہی کہ بدیہی واد من کہ
 نمایا دین قتادہ خاک بیزہ چو تو خوڑی جرعہ بر خاک بیزہ احرعجب آن عہد و آن سوگند کو کہ وعدہ ہے آن لب
 چون قند کو کہ گزیر فراق بندہ از بند گیسٹ کہ چو تو با بد بد کنی پس فرق ہیست کہ این بدی کہ تو کنی در ششم و چنگ کہ
 با طرب و از سلع نے و چنگ کہ اچھا تو ز راحت خو ترہ و اقام تو ز جان محبوب ترہ تا تو اینست نورت چون بودہ
 ماتم این تا خود کہ سورت چون بودہ از صلا و تہاکہ دارد جوڑوہ و لطافت کس نہاید غور توہ فی الشل جوڑو اگر عیانی شودہ

عالم اگر بیان ہو و خندان شود و یاد آور از محبت سے ماہ حق مجلسا و صحبت سے ماہ نالم و ترسم کہ او باور کند و وزیر جم جورا
کتر کند و عاشق بر قمر و بر لطفش بکشد و اعجب من عاشق این مرد و صند عشق من بر مصدر این مرد و شد چون
نباشد عشق کز او نیست بد و اسرار زین خار در بستان شوم و ہچو بلبل زین سبب نالان شوم و این عجب بلبل
کہ بکشاید ہاں و تا خورد او خار را با گلستان و این نہ بلبل این رنگ آفتابست و جملہ ناخوشاے عشق او را
نوشیست و عاشق گل هست و خود گل هست او و عاشق خویش ست و عشق خویش جوہ الملعنی سوراو و معروف
خوشی یہ بھی مقالات طوطی سے ہیں کہ آہ حریف و مختار تو وہ حال کہ اپنے معشوق موزون و سنجیدہ کے ساتھ خوش عیش ہو
اور میں پیالے کے پیالے اپنے خون کے پیوں ایک پیالہ تو میری یاد پر پیو یعنی ایک دفعہ تو مجھ کو یاد کرو اگر میری داد
دینا چاہتے ہو یا اگر خود نہ ہو تو مجھ خاک نیر کی یاد پر ایک جرہ خاک ہی پر ڈال دو بہر حال یاد تو ہو مجھ کو بڑا تعجب ہے کہ وہ
غمد و سوگند مختار سے کہاں گئے اور وہ وعدے جو لب چون قند سے فرمائے تھے کیا ہوئے اگر میں بد ہوں اور میری
بد بندگی کا نتیجہ یہ فراق ہے تو تو بد نہیں ہے پھر اگر بد کے ساتھ تو بدی کرے تو مجھ میں تجھ میں فرق ہی کیا ہے یہ شعرا و اشعار
آئندہ مجھ کو مقولات مولانا رحمہ سے معلوم ہوتے ہیں یہ بدی جو خشم و جنگ سے ہے جیسے کہ معشوق عاشقوں سے کہتے
ہیں تجھ سے ہوتی ہے مجھ کو سماع و جنگ سے طرب آور تر ہے تیری جفا راحت سے خوب تر ہے اور تیرا انتقام جان سے
محبوب تر اتمہ الصد جب نار تیری جو سوزندہ ہے ایسی خوب و پر لطف ہے تو اب دیکھو نور تیرا کیسا ہوگا نار و نور مراد قمر و مہر
سے اور ماتم میں ایسا مزہ ہے تو سور میں کیسا ہوگا جو لذت میں کہ تیرا ظلم رکھتا ہے ان کو دیکھ دیکھ کے تیرے لطف لطافت کو
کسی کے غور نہیں پاسکتے مثلاً کہتا ہوں کہ اگر جو تیرا عریان ہو یعنی کھجائے کہ کس وجہ اور کس غرض سے ہے تو روتا
جہاں ہنسنے لگے مجھ کو لازم ہے کہ وہ مجتہدین کہ مجھ کو تجھے ہیں ذرا ان کو یاد کرو اور نیز وہ حق مجلس و صحبت کے کہ جو کچھ قبل
زمان و جو د عالم جان میں تھے مجھ کو چاہیے کہ نالان و ترسان ہوؤں تو اُس کو یقین میری محبت و اخلاص کا ہوا و برحق تھا
ترحم ظلم کو کھٹا دے جو کہ اس شعر سے نوحے ہو کر بظلم کی آتی تھی لہذا اُس کی دفع میں فرمایا کہ میں اُس کے قہر و لطف
دونوں پر عاشق ہوں بجان و دل اور تعجب یہ کہ یہ دونوں صندین مجھ میں جمع ہوئی ہیں و نیز الصندان لایعجمتان کہا
ہے اور عشق میرا اسپر ہے جو مصدران دونوں کا ہے اور دونوں اُس سے بد نہیں معلوم ہوتین پھر عشق میرا اُس پر
کیسے نہوا و رقص کھاتا ہوں کہ جب اس خار جو رے جو الگ ہو کے بستان میں جاؤں تو اس کی علحدگی کے سبب سے
بلبل کی طرح نالان ہوں گویا گل سے علحدہ ہو کے خارستان میں پڑ گیا ہے جان میری عجب ایک بلبل ہے کہ جب مجھ کو لے
تو خار کو منع گلستان کے کھا جائے یہ بلبل نہیں ہے یہ ایک رنگ آتش ہے کہ جملہ ناخوش جو عشق میں ہونے میں
سب اُس کو خوش ہیں کسی سے ناگواری نہیں آور یہ بلبل ہے تو عاشق گل کی مگر خود بھی گل ہے اور خود ہی عاشق
لہذا نیز عاشق جو اور یہ وہ مقام ہے جس کی نسبت کسی نے کہا ہے شعر بلبل ہے وہی گل وہی گل از وی ہے

بحر طور وہی نور وہی نار وہی چہ اختلاف شرح بحر العلوم میں ہانگ چنگ بجائے نے وچنگ کے اور بجائے
راحت خوبر کے دولت اور بجائے غور تو کے کچھ بصورت غند تو اور ازین کے جگہ از اور گل ہست کے
بجائے است لکھا ہے

صفت اولے اجنہ طیور عقول الہی

قولہ قصہ طوطی جان زمینسان بودہ کوکسے کو محرم مرغان بودہ کو یکے مرغ ضعیف بے گناہ و اندرون اوسلیمان
باسپاہ چوں بنالذرا بیشکر و گلہ در زمین و چرخ افتد غلطہ ہر دمش صد نامہ صد پیک از خدا یار بے زد
شصت لبیک از خدا زلت اوہ زطاعت پیش حق ہر د کفرش جملہ ایماننا خلق ہر دے اور ایک معراج خاص ہ
بر سر و فرقت ہند حق تاج خاص ہ صورتش در خاک و جان در لامکان ہ لامکان فوق و ہم سالکان ہ لامکان
نے کہ در وہم آیت ہ ہر دے در دے چلے زادت ہ بل مکان و لامکان در حکم او ہ ہجو در حکم ہشتی
چار چوہ شرح این کو تہ کن و سخ زین بتاب ہ دم مزین و اندر علم بالصواب ہ باز میگردد ازین ایروستان ہ
سوس مرغ و تاجر ہندوستان ہ المعنی یارب معنی آہ لبیک حاضر ہون میں حاضر ہونا بعد حاضر ہونے کے
زلت لغزش خلق ہفتخین جامہ کتہ چار چوہ کو تر تسنیم سبیل زنجیل فرماتے ہیں طوطی جان کا قصہ بھی ایسا ہی ہر گھر
محرم کمان ہر چوہ اس سے واقف ہونا محرم کیا جانے کہ وہ ایک مرغ ضعیف پاک بے گناہ ہر جیسا کہ فسر مایا ہر
خلق الانسان ضعیف پیدا کیا گیا انسان ضعیف اور ہندی مثل بھی ہر چڑیا سی جان بظاہر تو یہ حال اس کا ہر اور باطن میں
یہی چڑیا ایک سیلان باسپاہ ہر بے وحوش و طیور اور جن و انس سب اس کے تابع فرمان ہیں یہ وہ ہر کہ ذوق محبت
حق سے خاص طور پر جو شکر و شکایت سے خالی ہونا کہ کرے تو زمین و آسمان میں شور مچ جائے اور ہر دم خدا
کی طرف سے سیکڑون تائے اوہ پیغام اُس کو آئین اور پاک آہ کے ساتھ ساتھ لبیک جو مراد کثرت سے ہر
خدا تعالیٰ کی جانب سے اُس کو پہنچیں ایسی قدر و تاز برداری اُس کی کی بلے لغزش اُس کی اور وں کی طاعت
سے بہتر ٹھہرے اور اُس کے کفر کے سمنے سارے ایمان پرانے کپڑے کے مثل ناپسند و بیقدیر ہو جائیں ہر دم اسکو ایک
معراج خاص حاصل ہو حق تعالیٰ خود اُس کے سر پر تاج رکھے ظاہر صورت اُس کی بیان ہو مگر جان لامکان میں
اور وہ لامکان جو سالکوں کے وہم سے بڑے ہر بے وہ لامکان نہیں جو تیرے وہم میں آجائے اور ہر دم اُس میں
تیرا ایک خیال پیدا ہو غرض وہم و خیال سے برتر بلکہ مکان و لامکان سب اُس کے حکم میں ہوں جیسے ہشتی
کے حکم میں چار وں نہرین ہشت کی کہ وہ کو تر و تسنیم اور سبیل و زنجیل میں آئندہ پھر گریز فرماتے ہیں
کہ اس کی شج کو تہا کر اور اس سے منہ پیر اس کے بیان کی طرف متوجہ مت ہو اور خاموش ہو جا اسکو اللہ ہی خوب جانتا
ہو لہذا کہتے ہیں کہ اب میں ایروستو اس کو چھوٹکے مرغ اور تاجر ہندوستان کی داستان کی طرف پھرتا اختلاف

شرح بحر العلوم میں زکات اوپر کی جگہ بد اور برسر فرقت کے بجائے برسر تاجش اور بازی گردم الخ بعد کی داستان کے اول میں لکھا ہے

دیکھنا خواجہ کا طوطیوں کو جنگل میں اور پیغام پہونچانا

قولہ مرد بازرگان پذیرفت آن پیام کہ کو رساند سوے جس ازوے سلام کہ چونکہ در اقصائے ہندوستان رسیدہ در میان طوطے چندین بدیدہ مرکب استانید و پس آواز داد کہ آن سلام و آن امانت باز دادہ طوطی از طوطیان لرزید و پس او فتاد و مرد و بگستش نفس کہ شد پشیمان خواجہ از گفت خبر کہ گفت رفتم در ہلاک جانورہ این مگر خویش ست با آن طوطیک کہ این گرد و جسم بود و روح یک کہ این چرا گردم چرا دام پیام کہ سو ختم بے چارہ را زمین گفت خام کہ این زبان چون سنگ و قم آہن و شستہ و وانچہ بچند از زبان چون آتش کہ سنگ و آہن را مزین بر ہم گزاف کہ گہ ز روے نقل کہ از روے لاف کہ زانکہ تاریک ست ہر سو پنہ زارہ در میان پنہ چون باشد شرارہ عالم آنقویکہ چشمان دوختند و ز سخنا عالمے را سوختند و عالمے را یک سخن ویران کنند و روبہان مردہ را شیران کنند جانہا در اصل خود عیسی و مندہ یک زمان زخمند و دیگر مرہند کہ حجاب از جانہا بر فلتستہ گفت ہرمانی مسیح آسانی کہ گر سخن خواہی کہ گوئی چون شکرہ صبر کن از حرص و این حلوا بخورہ صبر باشد مشتہائے زیرکان کہ ہست حلوا از برائے کو دکان چہ کہ صبر آورد و گردون بر رود کہ ہر کہ حلوا خورد واپس تر شود و المعنی طوطیک میں کات تصغیر و ترجمہ کا ہی قم دہن گراف بروزن غلاف بیہودہ و بے حساب و بچند مشتہا بالضم مرغوب و نیز آرزو تمام بمعنی خالص و بے اصل نیز انقصہ اس مرد سوداگر نے پیام طوطی کا قبول کیا اس واسطے کہ اس کی جنس کو سلام و پیغام پہونچائے جب اقصائے ہندوستان میں پہونچا تو ایک جگہ کچھ طوطیان جمع دیکھیں گھوڑا یا جو مرکب ہو کھڑا کیا اور با وازہ بکار کے سلام اور امانت پیام ظاہر کی ایک طوطی انھیں طوطیوں سے کانپ کے گر پڑی اور مر گئی اور تار اس کے نفس کا ٹوٹ گیا خواجہ یہ حال دیکھ کے اس خبر سنانے سے پشیمان ہوا اور کہا کہ افسوس میں نے ایک جان کو ہلاک کیا شاید یہ طوطی میری طوطی کی کوئی اپنی تھی اور ایسی اپنی کہ ایک جان دو قالب میں نے کیوں ایسا کیا اور یہ پیام کیوں سنایا میں نے اس بچاری کو ناحق ایک کچی بے اصل بات سے جلایا آگے مقولات مولانا کے ہیں کہ زبان آدمی کی سنگ اور دہن مثل آہن کے ہی اور جو اس سنگ و آہن سے ٹکٹا ہو وہ مثل آتش کے پس اس سنگ و آہن کو بیہودہ ایک دوسرے پر مت لگا کبھی نقل و حکایت میں اور کبھی شنی و لاف میں اس سبب سے کہ تاریک لوگ اس سیدہ دل مثل پنہ زار کے ہیں اور پنہ زار میں شرار کا کیسے گذارا ہو وہ عالم قوم جنہوں نے حق سے اکھین میچ لین اور اپنی باتوں سے ایک عالم کو پھونک دیا اور ویران کیا دیکھو ایک بات عالم کو ویران کرتی ہے اور مری مردہ رو باہون کو شیر بنا دیتی ہے یعنی کیسا ہی مہر و دار ہو مگر بات کا مارا جان دیدیتا ہو جانیں اپنی اصل میں

عسی دم بین جسے مروے زندہ ہوں مگر یہی جانین کبھی زخم ہو جاتی ہیں کبھی مرہم کہ یہ مقتضیات بشریت سے ہو اگر یہ حجاب مقتضیات اٹھ جاتا تو سب باتیں جان کی مثل میحاک کے جان بخش ہی ہوتیں اور مرہم نہ زخم اگر تو چاہتا ہو کہ میں ایسی بات کہوں جو شکر کی طرح شیون ہو تو حرص سے صبر کر کہ یہی تلقی و ترشی پیدا کرتی ہو جس جب اس سے صبر کرے گا حلوا کھائے گا معامو جو دہو آو اس صبر کو ایسا ویسا مت جان یہ مرغوب زیر کون کا ہو اور حلوا کون کے واسطے جس صبر کرنے سے فلک پر پہنچتا ہو اور حلوا کھانے والا نہایت پیچھے رہتا ہو اختلاف شرح بحر العلوم بین بجلے قم آہن کے چون آہن غلط ہو اس واسطے کہ اول تو چون اور روش دو حرف تشبیہ کے جمع ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ زبان ہی سنگ و آہن ٹھہرتی ہو اور غیر چیز ہونا چاہیے اور اس شعر میں صبر با شد الخ دوسرا مصرعہ ابراہیم کو دکان کی جگہ ابراہیم کے زیر کان لکھا ہے جس میں نہ معنی نہ قافیہ

تفسیر قول شیخ فرید الدین عطار کی شعر تو صاحب نفسی اے غافل میان خاک خون میخورد
کہ صاحب دل اگر زہرے خورد آن انگبین گردود

قولہ صاحب دل را ندان زبان کہ خورد آن زہر قاتل را عیان کہ زانکہ صحت یافت ازہر نیز رست ہ طالب مسکین میان تپ دست کہ گفت پیغمبر کہ ای طالب جری کہ ہاں مکن بر ہیج مطلوبی مری کہ در تو نمرد دست آتش در مرو کہ رفت خواہی اول ابراہیم شود چون نہ سبحانے دریائی کہ در میفکن خویش از خود را بی کہ از زعفر بحر گوہر آورد کہ از زیاننا سود بر سر آورد کہ کالے گر خاک گیر دزر شود کہ ناقص از زر برد خاکستر شود کہ چون قبول حق بود آن مرد راست کہ دست او در کار ہا دست خداست کہ دست ناقص دست شیطان ست و دیوہ زانکہ اندر دام تلبیس ست و ریوہ جمل آید پیش او دانش شود کہ جمل شد علمے کہ در ناقص رووہ ہرچہ گیر دلتے علت شود کہ کفر گیر د کالے ملت شود کہ ای مری کردہ پیادہ با سوار کہ سر سخا ہی بردا کنون پائدار کہ المعنی جری مرد دلیر مری کوشش کرتا اور برابر کی کرنا کسی سے مرتبہ میں اور ستیزہ سبل بفتح و تشدید با شتا و رہنے صاحب دل اگر زہر کھالے تو وہ اُس کو زبان نہیں کرتا کہ صبح زہر قاتل ہی کیون نہوا اس سبب سے کہ اُس نے جملہ علتوں سے صحت پائی اور پرین سے چھوٹ گیا اور طالب غریب ابھی تپ میں ہو اس کو ہر نیز واجب ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای طالب دلیر نہ در کسی مطلوب پر ستیزہ اور دوسرے کی برابری اور دیکھا دیکھی مت کر مثلاً منصور نے انا الحق کہا اب ہر کوئی کہنے لگے اس واسطے کہ جب تجھ میں مرو دی موجود ہو تو آگید میں مت گھس ہاں اگر گھسنا چاہتا ہو تو پہلے ابراہیم بن لے تو تو نہ پیرتا ہو نہ دریائی پھر خود را نی سے آپ کو دریائین کیون ڈالتا ہو آخر ڈوب جائے گا وہ تو قعر دیا سے موتی نکالتا ہو اور زبان اٹھا اٹھا کے سو د حاصل کرتا ہو تو یہ کیا کہاں ہو یہ بھی جانتا ہو کہ کالے اگر خاک اٹھا لے نہ ہو جائے اور ناقص کے ہتھ میں نہ رکھ دے

اسی لیے کہ وہ مرد راست احرار کامل مقبول خدا کا ہو جس جملہ کاموں میں اُس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہو اور ناقص کا ہاتھ شیطان اور دیو کا ہاتھ اس سبب سے وہ مکرو فریب کے جال میں پھنسا جو کمال کے سامنے اگر جیل آئیگی دانش ہو جائے گی اور ناقص کے پاس اگر علم جائے گا جمل ہو جائے گا قاعدہ ہو جاتی یعنی یہاں جو کچھ کمالیہ کا علت ہو جائے گا اور کامل اگر کفر اختیار کرے گا عین ملت و مذہب ہو گا اگر مخاطب خیال تو کر پیادہ اگر سواری کی برابری کرے گا تو کیسے اپنا سو بچا پائے گا اسکو چاہیے کہ اپنے موافق قدم رکھے اختلاف شرح بحر العلوم میں سبل کو سیاح لکھا ہے اور بجائے تلبیس کے تکلیف جو مناسب ریو کے نہیں

تعلیم کرنا ساحر و ن کا حضرت موسیٰ کو کہ پہلے تم عصا ڈالو گے یہ تم

قولہ ساحران در عهد فرعون لعین ہ چون مے گردن با موسیٰ بکین ہ لیک موسیٰ را مقدم داشتند ہ ساحران اور اکرم داشتند ہ زانکہ گفتندش کہ فرمان آن تست ہ گر تو میخوای عصا بفکن نخست ہ گفت نے اول شاہی ساحران ہ افکنید آن مکر ہا را در میان ہ ایتقدر تعظیم دین شاہرا خرید ہ وزمری آندست و ہا ہا شان برید ہ ساحران چون قدرانشناختند ہ دست و پا در جرم آن در باختند ہ لقمہ و نکتہ ست کامل را حلال ہ تو نہ کامل مخور میباش لال ہ تو جو گوشی اور زبان نے جنس تو ہ گوشہا را حق بفرمود انصتو ہ کو دک اول چون بزاہد شیر نوش ہ متے خاموش باشد جملہ گوش ہ دلی میباش لب دوختن ہ از سخن گویان سخن آموختن ہ تا نیا موز دنگوید صصکے ہ و ربگوید تشو گوید بیشکے ہ ورنہ باشد گوش تی تی میکند ہ خوشنشتن را گنگ گیتی میکند ہ کہ اصلی کش بنو د آغا ز گوش ہ لال باشد کہ کند در نطق جوش ہ زانکہ اول سمع باید نطق را ہ سوے منطق از رہ سمع اند را ہ المعنی مری کے معنی او پر گذرے انصتو ہ خاموش شوید لب دوختن خاموش رہنا تشو ہ بفتح بھرتی کہ بفتح بہرا یعنی ساحرون نے فرعون لعین کے وقت میں حضرت موسیٰ کی عداوت سے برابری کی لیکن اُن کو مقدم رکھا اور مکرم جانا اسی سبب سے کہا کہ حکم مختاری ملک ہی تم مالک حکم کے ہو اگر چاہو تو پہلے عصا اپنا ڈالو جیسا کہ قرآن میں ہو قالوایا موسیٰ اما ان تلقی و اما ان نکون سخن الملقین یعنی اے موسیٰ تم پہلے عصا اپنا ڈالو گے یا ہم ڈالیں موسیٰ نے کہا نہیں اے ساحر و اول تم اپنے مکر پھیلاؤ جو کچھ ہوں بس اتنی ہی تعظیم دین نے اُن کو خرید اور قبول کیا کہ حضرت موسیٰ کو اُن سے سجدہ کر لیا اور نیز قرآن ایمان خدا تعالیٰ اور موسیٰ اور ہارون کا کیا جارق فی القرآن واقعی السحرة ساجدین قالوا آسنا

برب العالمین رب موسیٰ و ہارون یعنی گرے ساحر سجدہ میں اور کہا ہم ایمان لائے رب العالمین اور رب موسیٰ اور ہارون پر مگر وہ جو برابری حضرت موسیٰ کی کیے تھے اُس کے پاداش میں خدا تعالیٰ نے فرعون سے ان کے ہاتھ پائون کٹوائے اس سبب سے کہ انھوں نے قدر موسیٰ نہ پہچانی اور اپنی قدر پر نظر کی جیسا کہ قرآن شریف میں ہو لا قطن ایدیکم وار جکم ہر آئینہ ضرور کاٹون گا میں ہاتھ پائون تمہارے لقمہ اور نکتہ کامل کو حلال ہو اسوجہ سے کہ اورون کا لقمہ حظ نفس ہو نفس کو مٹا کر تباہی اور ان کا لقمہ نور خدا کا کہ باطن کو روشن کرتا ہو کامل کا ہر نکتہ صیح اور ٹھکانے کا ہو اور ناقص کا غلط اور نقص بیجا پس ناقص کو چاہیے کہ کھلے اور گونگا بنارے اب فرماتے ہیں کہ تو تو گوش ہر سنے والا اور کامل زبان بچی کئے والا

تو اور وہ ایک جنس کب ہوے کہ جو وہ کے سو تو بھی کے دیکھ حق تعالیٰ نے بھی گوش کے حق میں انصاف فرمایا ہے یعنی خاموش ہو جاؤ پتہ جو پیدا ہوتا ہے تو اول میں شیر خوار ہوتا ہے اور ایک مدت خاموش رہتا ہے اور بالکل گوش ہو جاتا ہے اور مدت تک اُس کو ہونٹھ بند رکھنا چاہیے اور سخنورون سے سخن سیکھنا جب تک اورون سے نہیں سیکھ لیتا سو باتون میں ایک بھی نہیں کہہ سکتا اور اگر کہتا بھی ہے تو بھرتی اور تشوینے دینے اور جس کے کان ہی نہیں ہوتے فی ثانی کرتا ہے اور تمام دنیا میں گونگا مشہور ہوتا ہے جیسے بہرہ مادر زاد کہ ابتدا سے اُس کے کان نہیں ہوتے گونگا ہوتا ہے اور گوش نطق سے بے بہرہ کسو اسطے کہ نطق کو اول سمع کا ہونا ضرور ہے پس تو بھی اول خوب سامع بن لے پھر ناطق بن سمع کی راہ سے منطق میں داخل ہوا الخلاف شرح بحر العلوم میں مری کی جگہ مزی ہے شاید غلطی کا تب سے ہو قولہ دُخِلُوا الْاَلْبَيَاتِ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاطْلُبُوا الْاَزْوَاقَ مِنْ اَكْبَابِهَا نطق کان موقوف راہ سمع نیست ہرگز کہ نطق خالق بے طبع نیست چہ بعدت و تابع استاد ذہنہ مسند جملہ ورا استاد ذہنہ باقیان در حرف ہم ہم در مقال ہد تابع اسناد محتاج مثال ہد زین سخن گریستی بیگانہ ہد دلق و اشکے گیر جو ویرانہ زانکہ آدم زان عتاب از اشک رست ہد اشک تر باشد دم تو بہ پرست چہ بہر گریہ آدم آمد بر زمین ہد تا بود نالان و گریان و حزن ہد آدم از فردوس و از بالائے ہفت پہلے ماچان از برلے عذر رفت ہد گزشت آدمی و رصلب و ہد و رتلب میباش و ہم در تلب او ہد المعنی پائے ماچان وہ کہ کسی کو جو تیون کی جگہ ایک پاٹون سے کھڑا کر کے کان پکڑا وانا تلب بالضم گروہ و طائفہ بتائید سابق فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی ایک راہ ہے مثلاً گھر میں گھسنے کی راہ دروازے سے اور حصول رزق کی راہ اسباب سے یعنی دروازوں سے گھر میں گھسنا چاہیے اور اسباب سے جستجو رزق کی کرنا چاہیے ایسے ہی سمع کی راہ سے منطق میں آور وہ نطق جو موقوف راہ سمع پر نہیں ہے سولے نطق خالق بے نیاز کے نہیں ہے ایسی نطق اُسی کی ہو کہ وہ مبیع ہے یعنی نئی بات پیدا کرنے والا اور تابع کسی اسناد کا نہیں اور سب کا مسند ہے اسناد و نسبت سب کی اُسکی طرف اور اُس کی نسبت کسی کی طرف نہیں اور جو باقی مخلوق ہے سخن اور گفتگو میں سب اُسی کے تابع اور اُسی کے مثال یعنی حکم و فرمان جس سے گویا ہیں پس اگر تو اس بات سے آشنا ہو بیگانہ نہیں تو گدڑی آنسو اٹھالے اور کسی ویرانہ کو ڈھونڈتے جیسے کہتے ہیں بویا بدھنا اٹھاؤ اس سبب سے کہ اشک ایسی شہین جن سے آدم نے اس عتاب سے رہائی پائی اور تو بہر پرست کا بڑا فسون یہی اشک ہیں کہ خواہ مخواہ دل میں رحم ڈال دیتے ہیں آدم آسمان سے جو زمین پر آئے تو رونے ہی کو آئے چنانچہ مدتوں رونے اور نالان و گریان و حزن رہے تھے کہ رحسارے لیے باریک ہو گئے تھے کہ اُن سے دانت جھلکتے تھے پھر کہتے ہیں کہ آدم فردوس و ہفت آسمان سے دونوں ہاتھوں سے کان پکڑے اور ایک پاٹون سے کھڑے ہو کے اُس فوق و بلند می سے اس پستی پایہ میں عذر کرنے کو سامنے اپنے معبود کے گئے پس اگر تو آدم کی پشت اور اُن کے صلب سے ہے تو اُسی کی طلب اور اُسی کے گروہ میں رہا کر اور اپنے جدا مجاہد کے طریقہ پر چل الخلاف شرح بحر العلوم میں یہ مصرع باقیان در حرف ہم ہم درانہ باقیان ہم در حرف

ہم در لکھا ہے جو موزون نہیں اور تلب او کو بطلے مطبقہ لکھا ہے لیکن شرح میں صحیح لکھا ہے قولہ زائش دل و اب دیدہ
 نقل سازہ بوستان از ابرو خورشید ست نازہ تو چہ دانی ذوق آب ای شیشہ دل بہ زانکہ چہون خورشیدی تو پا بگل بہ
 تو چہ دانی ذوق آب دیدگان بہ عاشق نانی تو چہون نادیدگان بہ کہ تو لاین انبان زنان غالی کنی بہ پر زگو ہر ہاے اعلالی
 کنی بہ طفل جان از شیر شیطان باز کن بہ بعد زائش بالک انبا زکن بہ تا تو تار یک و ملول و تیرہ بہ و انکہ با دیو لعین
 ہمشیرہ بہ لقمہ کو نور افروز و کمال بہ آن بود آورده از کسب حلال بہ روغنی کا یہ چراغ ما کشدہ آب خواش
 چون چراغی را کشدہ علم و حکمت زائد از لقمہ حلال بہ عشق و رقت آید از لقمہ حلال بہ چون ز لقمہ تو صد یمنی دوام بہ
 جہل و غفلت زائد از نادان حرام بہ سیچ گندم کاری و جو بردہ دیدہ اسپہی کہ کہہ خردہ بہ لقمہ نخست و ہر شاندیشا بہ
 لقمہ بحر و گوہر شاندیشا بہ زائد از لقمہ حلال اندر دہان بہ میل خدمت عزم رفتن آنجان بہ زائد از لقمہ حلال ایہ حصہ
 در دل پاک تو دور دیدہ نور بہ این سخن پایان نداردے کیا بہ بحث بازگان و طولی کن بیا بہ المعنی کرہ بضم
 و تشدید پچہ اسپ و خرکیا بکسر ہلوان و خداوند پاکیزہ تاز نورستہ و درخت سرو و صنوبر و فخر تینے آتش دل اور
 آب دیدہ سے نقل بنا کسواسطے کہ بوستان ابرو خورشید ہی سے ناز ہوتا ہی یعنی نورستہ اور تازہ ہوتا ہی خورشید
 اس سبب سے کہ اسی کی حرارت سے بخار پیدا ہو کے ابر منعث ہوتا ہی اور ابر تو خود ظاہر تو آشیشہ دل ذوق آب کا
 کیا جانے تیرا دل تو مثل کلچ کے خشک و بے آب ہی اور آب آنسو اور تو تو مثل گدھے کے آب و گل میں اندھا ہوا ہی
 یعنی ہمہ تن تن پروری میں مصروف پھر کہتے ہیں تو مزہ ان آنسو وں کا کیا جانے تو تو نادید وں کے مثل عاشق
 روٹی کا ہو رہا ہی اگر اس انبان کو جو شکم ہی روٹی سے غالی کرے تو گوہر اعلالی سے بھر لے تیری جان کا طفل جو شیر
 شیطان کٹی رہا ہی یہ دودھ اس کا چھوڑا دے پھر اس کو فرشتوں کا شریک بنا دے ایسا پاکیزہ ہو جائے گا تو جب تک
 روٹی کے سبب سے جو انبان میں بھرتا ہی تار یک و ملول و تیرہ ہی کہ یہ سب کیفیتیں بہت کھانے سے ہوتی ہیں خوب جان لے
 کہ شیطان لعین کا ہمشیر ہی وہ لقمہ جو نور و کمال بڑھائے وہ کسب حلال کا پیدا کیا ہوا ہوتا ہی نہ حرام کا بس جو روغن
 کہ آئے اور ہمارے چراغ کو بجھا دے اُس کو روغن مت کہ وہ پانی ہی کہ چراغ کو بجھاتا ہی ایسا ہی لقمہ حرام کا حال ہی لقمہ
 حلال سے علم و حکمت پیدا ہوتے ہیں اور عشق و رقت اور ہر گاہ تو لقمہ سے ہمیشہ حسد ہی آپ میں دیکھئے اور
 جہل و غفلت اُس سے پائے اُس کو حرام جان ظاہر ہی کہ ایسا کبھی نہیں دیکھا ہو گا کہ تو گندم بوئے اور جو پائے یا گھوڑے
 سے گدھے کا کچھ پیدا ہو بس یہ صفت منعکسہ جو لقمہ سے پاتا ہی یہ صفت لقمہ حرام کی ہی شعر نظیر ہی لقمہ تخم جو اور اندیشے
 اور خیالات جو اُس سے پیدا ہوتے ہیں وہی اُس کے پھل ہیں اور لقمہ ایک دریا ہی اور اندیشے اُس کے گوہر لقمہ حلال سے
 جسوقت منہ میں جاتا ہی رغبت خدمت ای بندگی اور عزم اُس جہان کے چلنے کا پیدا ہوتا ہی اور اسی ماہ لقمہ حلال سے
 حضور پیدا ہوتا ہی جس سے ہر طاعت و بندگی میسر ہوتی ہی اور تیرے دل پاک و دیدہ میں نور و فروغ اُس سے

ہوتا ہو آگے گریز ہو کہ ای کیا اس سخن کی تو حد نہیں ہو لہذا آؤ دیکھتے سوداگر طوطی کی کہ اختلاف شرح بحر العلوم میں

پیشتر تو چو دانی ذوق آب الخ نہیں عرقی میں ہو

اگنا سوداگر کا طوطی سے جو کچھ کہنے اس طوطی سے دیکھا تھا

تو کہ کرد بازارگان تجارت را تمام ہوا باز آمد سو سے منزل شاد کام ہر غلامی را بیاورد ارغمان ہر کنیز کے انجشید اور نشان ہوا
گفت طوطی ارغمان بندہ کہہ انچہ دیدی انچہ گفتی باز گو ہوا گفت نے من خود پیشنام ازان ہوا دست خود نمایان و انگشتان گزان
کہ چرا پیغام نامی از گزان ہوا بروم از بیداشی و از نشاف ہوا گفت ای خواہر پیشانی نہایت ہوا چست آن کہین خشم و غم را
مقتضی ست ہوا گفت گفتم آن شکایت ہاے تو ہوا گر وہ طوطیان ہمتاے تو ہوا آن کی طوطی ز دردت بوسے برد ہوا زہرہ اش
برید و لرزید و برودہ من پیشان گشتم این گفتن چہ بود ہوا لیک چون گفتم پیشانی چہ سود ہوا کہتہ کان جست ناگہ از زبان ہوا چو
تیرے دان کہ جست آن از کان ہوا و انکو دوا زہرہ آن تیرا پسر ہوا بند باید کرد سیلے راز سر ہوا چون گذشت از سر جہانی را گرفت ہوا
گر جہان ویران کند نبود شکفت ہوا فعل را در غیب اثر ہوا زادنیت ہوا ان موالیدش حکم خلق نیست ہوا شہ شہ کی جملہ مخلوق ہوا
آن موالید از چہ نسبت شان ہواست ہوا المعنی نشان و فتح نون خبط و دیوانگی موالید بفتح فرزدان جمع مولود یعنی سوداگر
تجارت ختم کر کے خوش خوش اپنے گھر کی طرف لوٹا ہر کلام کے لیے تحفہ لایا اور ہر کنیز کو جو اس نے بتا دیا تھا وہ دیا طوطی بھی بول
اٹھی کہ بندہ کا تحفہ کمان ہو جو کچھ دیکھا ہوا اور جو کچھ کہا ہو تجھ سے کو کتا میں خود اس سے پیشان ہوں ہا متھ چاہتا ہوں انگلیان
کمان ہوں کیا میری عقل جاتی رہی تھی یا خطا ہو گیا تھا جو ایسا بے اہل بیوہ پیغام لے گیا تھا کتا ای خواہر پیشانی کس بات
سے ہو اور وہ کونسا امر ہو جو مقتضی اس خشم و غم کا ہو کتا میں نے تیری شکایتیں ایک کہ وہ طوطیوں میں جو تیری مثل و نظیر
تھیں کہیں ان میں ایک طوطی نے تیرے درد کی ایسی پوچھی کہ زہرہ اس کا پھٹ گیا اور کانپ کے مر گئی میں پیشان ہوا کہ یہ
کیسی بات تھی لیکن ہو کہ چکا تھا پھر پیشانی سے کہا فائدہ اب آگے مقولات مولانا جہ کے ہیں فرماتے ہیں جو نکتہ کہ دفعۃً
زبان سے نکلیا وہ ایسا ہو جیسے تیر کمان سے نکلیا کہ پھر لوٹ کے نہیں آتا پس ای پسر لے کو سرے سے بند کرنا چاہیے کہ
جب اپنے سر سے تجاوڑ کر کے جہان کو گھیر لیتا ہو پس اگر جہان کو ویران کر دے تو تعجب کیا ہو فعل جس سے ہوتا ہو ضرور اس سے
اثر غیب میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ جو پیدا ہوتے ہیں مخلوق کے حکم میں نہیں ہیں خدا تعالیٰ کے حکم میں ہیں اور سب
مخلوق اسی کی کوئی ان میں شریک نہیں اگر چہ نسبت ان کی ہماری طرف کی جاتی ہو کہ فلان سے یہ فعل اس کا یہ نتیجہ ہوا
اختلاف شرح بحر العلوم میں نمایان اور انگشتان میں و او عطف کا نہیں لکھا تو کہ زید پرانید تیرے سو سے عمر وہ عمر و را
بگرفت تیرش چو عمر مدت سالی نیز اید در دہ ہوا را آفریند حق عزوہ عمر و دائم ماند در دو و ہل ہوا در ہا میزاید اینجا
تا جہل ہوا زان موالید جمع چون مردا و ہوا زید را زاول سبب قتال گوہہ آن و جہا را بد و منسوب دار ہوا گر چہ نسبت لکھا منع
کردگار ہوا چہنیں گشت و دو دام و جملع ہوا از موالید بہت حق را مستطلع ہوا بستہ در ہا ہی موالید از سبب ہوا چون پیشان شد

مولے از دست رب و اولیاء را هست قدرت از آگہ و تیر چہستہ باز گردانند را ہدہ گفتہ تا گفتہ کند از فتح باب و تا از ان نے سنج
سوز دے کہ باب و از ہمہ دلہا جو آن نکتہ شنیدہ آن سخن را محو کرد و نا پدید کرد گرت برہان باید و حجت مہابہ باز خوان برن آگہ
اگہ و نسیبہ آگہ انسو گم ذکر می بخوان و قوت نسیان نہادن شان ہدان و چون بتذکرہ و نسیان قادرند بہرہ ایامی
خلاقان قاہرند و چون بہ نسیان بست اوراہ نظر و کار نتوان کرد و رہا شد بہرہ و خذ نتوانا کجرتہ اہل السور و از بنی خوانید تا
انسو گم و صاحب دو پادشاہ جہسہاست و صاحب دل شاہ دہلے سہاست و فرع دید آمد عمل بے بیج شک و پس نہا شد
مردم الامردک و مردمش چون مردک دیدند خوردہ در بزرگی مردک کس رہ نہر و من تمام این انیاد گم گفت زمان و منع
می آید ز صاحب مرکز ان و المعنی تمریکسہ چہتہ و جل بضمین و زنا و جہ بفتحین در دہندی و بر بخوری مستطاع بالضم فرمانبردار
و مطیع تذکرہ یاد دلانا یہ شعرا و نیز با بعد کے چند شعر کلام سابق کے ایک مثال میں لیکن نے تیر عمر و پر چھوڑا اور
تیر نے عمر کو ایسا دیو بجایا جیسے کسی کو چیتہ سال بھر اُس زخم سے در پیدا ہوا کیا اور بحقیقت پیدا کرنے والا درد کا
حق قلے ہر نہ آدمی عمر و اس مدت میں ہمیشہ درد و خوف میں رہا اور یہ بیان کا تو یہ حال ہی ہر کہ مرتے دم تک درد
پیدا ہوتے رہتے ہیں اب جو اس موالید سے جو درد دیکھتے وہ مرا تو زید کو بسبب اول سبب کے کہ تیر نے مارا جس سے
در پیدا ہوئے قاتل اس کا کہ آوران درد و زید ہی سے منسوب کر اگرچہ ہیں وہ سبب صنعت کروگا رسے
ایسے ہی قتل دوا و درام اور کل کا موالید سے ہر کہ موالید خدا یقلے کے مطیع و فرمانبردار ہیں اور اگر حق تعالیٰ چاہتا
ہر تو دروازے موالید کے سبب سے بند بھی کر دیتا ہر کیسے ہی سبب ہوں مکن نہیں کہ موالید ان سے غلو میں نہیں
مگر جبکہ کوئی ولی اللہ قوت و قدرت حق سے نادم و پشیمان ہوے ورنہ ان کو کوئی روک نہیں سکتا کسوا سطرے
اولیا کو یہ قدرت خدا یقلے کی عطا کی ہوئی البتہ ہر کہ چھوٹے ہوئے تیر کو رام سے لوٹا وین کہ وہ تیر موالید سے ہر
ان کے دل پر جو درد وازہ کشو کا کھلا ہوا ہر یہ اُس گفتہ کو اپنے عذر و معذرت سے ناگفتہ بنا دیتے ہیں اس طور پر
کہ نہ سنج جلے نہ کہ باب یعنی نہ اُس گویندہ پر آئیں نہ خدا یقلے ناخوش ہوئے اور جو کہ وہ ولی اللہ بادشاہ
اُس قوم کا ہر جن میں سے کسی نے ناگفتہ کی تو اس ایک اولیا کی معذرت و پشیمانی گویا ان سب کی ہر اسی لیے کہا ہر
کہ جب سب دلون سے اُس نے وہ نکتہ سنا تو اُس بات کو محو و نا پدید کر دیتا ہر اب اس ہر اگر شک و دلیل و حجت کی
حاجت ہر تو اُس سردار اس آیت کو پڑھو جو قرآن شریف کی ہر مانع من آیت انو نسما نات بخیر منہا او مشکاینے نہیں نسخ
کرتے ہیں ہم کسی آیت کو یا نہیں بھلا دیتے ہم اُس کو گریہ کہ لائے ہیں بہتر اُس سے یا اُس کے برابر پس محو و نا پدید کرنا
آیت سے ظاہر بلکہ اُس سے بہتر کا لانا واضح اور لود و سوری آیت ذکر می السور کو پڑھو اور وہ آیت یہ ہر انہ کان فریق
من عبادی یقولون ربنا آمتنا فاغفر لنا وارحمنا وانت خیر الراحمین فاتخذہم سخریۃ السور کم ذکر می وکنتم منہم
تسخلون یعنی بیشک تھے ایک گروہ میرے بندوں سے کہتے تھے کہ اے رب ہمارے ہم ایمان لائے

پس بخشدے ہوگو اور پھر رحم کرتو ہی بہترین رحم کرنے والوں سے جو پس بنایا تھے اُن کو مسخرہ یہاں تک کہ بھلایا میں نے
تکو ذکر اپنا اور تم اُن سے ٹھٹھہ بازی میں پڑے تھے اب اس آیت سے قوت نسیان میں ڈالنے اس گروہ کی غور کر
اور اولیا تو یاد دلانے اور بھلانے دونوں پر قادر ہیں بس سارے مخلوق کے دلون پر غالب ہیں اور جب اُس نے
نسیان سے بالکل راہ نظر کی باز مددی تو کیسا ہی ہنر ہو کچھ کارگر نہیں ہو سکتا جیسے وہ گروہ جو خیر کرتے تھے نسیان میں
پڑے تو اب اس اہل سمود بلند می ان کو مسخرہ بناؤ اور نبی یعنی قرآن سے آیہ فاتحہ تمہو ہم سخریا کو پڑھو تم نہیں جانتے مالک
کانون کا یعنی بادشاہ تو مالک تمہارے جہون کا ہو اور صاحب دل بادشاہ تمہارے دلون کا ہو اس لیے کہ جب
دید و معرفت کسی کو حاصل ہو جاتی ہے تو وہ بیشک غلدار ہوتا ہے یعنی صاحب خدمت بس وہ شخص نہیں ہوتا جو گمراہ
کہ لوگ اُس کو مثل مردم کے خرد و حقیر جانتے ہیں اور اُس کی بزرگی میں کوئی سرخ نہیں لیجاتا کہ تمام دنیا اُس میں
سمائی ہوئی ہے اب فرماتے ہیں کہ میں پورا پورا اس کو بیان نہیں کر سکتا اس واسطے کہ صاحب مرکز اس کے بیان سے منع
کرتے ہیں اور صاحب مرکز قطب لوگ الخلاف شرح بحر العلوم میں بجائے در دو جبل کے در دو جبل لکھا ہے اور بجائے
کشت بجاف عربی مضموم کے کسب اور دو دم کی جگہ دم و دام اور شعر عربی کے دوسرے مصرع میں واو اشباع کا نہیں لکھا
جو قوافی میں معتبر ہے صرف انسوم لکھ کے چھوڑ دیا ہے نہ انسوم کو تا صورت قافیہ کی ایک ہوتی اور اب تو اجنب ہے
قولہ چون فراموشی خلق و یادشان ۛ بادیت و اور سد فریادشان ۛ صد ہزار ان نیک و بد را آن ہی ۛ می کنند ہر دم
ز دلہا شان ہی ۛ روز دہار ازان پر می کنند ۛ آن صد فہار پراز در می کنند ۛ آئندہ اندیشہ پیشا نہا ۛ می شناسد از
ہایت جا نہا پیشہ و فرہنگ تو آید ہو ۛ تا در اسباب بکشاید ہو ۛ پیشہ زر گر با ہنگر نشد ۛ خے این خوشخویدان منکر
نشد ۛ پیشہا و خلقہا ہچون جہیز ۛ سوے خصم آید روز رستخیز ۛ صورتے کان بر نہا دت غالب ست ۛ ہم بران
تصور خشرت واجبست ۛ پیشہا و خلقہا از بعد خواب ۛ واپس آید ہم بخشم خود شتاب ۛ پیشہ و اندیشہ مار وقت صحیح ۛ
ہم پدا نجا شد کہ بود آن حسن و قبح ۛ چون کہوتر ہے پیک از شہر ۛ سوے شہر خوش آرد بہر ۛ ہر چہ بینی سوے
اصل خود درودہ جزو سوے کل خود راجع شود ۛ المعنی ابھی بفتح اول ویاے شد و خوب و زیبا فارسی طے تخفیف
استعمال کرتے ہیں منکر بالضم و کاف مفتوح ۛ و قبیح و ناشائستہ جہیز کہسرتین امالہ ہماز اسباب و رخت دختر و مردہ بناؤ
کہسرتینا و غفلت یعنی فراموشی اور یاد مخلوق کی جو وابستہ اُس ولی سے ہے اور وہ ان کا فریاد رس اُس سبب سے وہ بھی
لاکھوں نیک و بد کو ہر دم ان کے دل سے خالی کرتا رہتا ہے روزانہ کے دلون کو نیکیوں سے بھرتا ہے اور ان سپیوں کو ہتھون
سے پکڑتا ہے وہ سب ان کے اندیشے اور پیشہ پچانتا ہے اس سبب سے کہ اُس نے ان کی جانوں کی طرف رہنمائی کی ہے پیشہ
اور اندیشہ ہر کسی کا ہر کسی کی طرف جاتا ہے اور کا اور کی طرف تیرا تیری طرف تا دروازے اسباب کے پچھہ کھولے کہ
وہ سنرا و جزا ہے مثلاً پیشہ زر گر کا آہنگ کی طرف نہیں جاتا ہے پس خوشخو کی بد اور ناشائستہ کی طرف نہیں جاتی

سب پیشے اور عادتیں اپنے مالک کی طرف قیامت کے دن آئیں گی جو صورت کہ یہاں تیری بنیاد و خلقت پر غالب ہو
 اسی صورت پر ضرور ہو کہ تیرا حشر ہو جیسا کہ کہا ہے کما تعشون تو تون و کما تو تون تعشون یعنی جیسے تم جیتے ہو ویسے ہی
 مرو گے اور جیسے مرو گے ویسے ہی اٹھائے جاؤ گے قیامت کو یہ پیشے اور عادتیں بعد خواب و ہنگام بیداری اپنے
 مالک کی طرف فوراً لوثتی زمین اپنے سارے پیشے اور اندیشے صبح ہوتے ہی وہیں پہنچتے ہیں جہاں ان کے
 حسن و قبح کا ٹھکانا ہے اچھے اچھے کے پاس بُرے بُرے کے پاس جیسے کبوتر پیک کہ اور شہروں سے اپنے شہر
 کو ہرے اور جھلے جاتے ہیں جس چیز کو تو دیکھتا ہے سب اپنی اصل کی طرف جاتی ہے اور ہر جز اپنے
 محل کی طرف رجوع ہوتا ہے

سننا طوطی کا حرکت اُس طوطی کی اور مرجانا اور گرنا ماجر کا اُس کے مرنے پر

قولہ چون شنید آفرغ کان طوطی چہ کردہ ہم بلزید و قتا و گوشت سرودہ خواجہ چون دیدش قتا وہ انچنین ہر بر جید و
 زد گمہ را بر زمین ہر چون بدین رنگ و بدین مالش بدیدہ خواجہ بر جست و گریبان را دیدہ گفت ای طوطی و خوب
 و خوش جبین ہر ہے چہ بودت این چرا گشتی چنین ہر ای در یغا مرغ خوش آواز من ہر ای در یغا ہدم و ہماز
 من ہر ای در یغا مرغ خوش الحان من ہر راح روح و روضہ رضوان من ہر گر سلیمان را چنین مرغے بدے ہر
 کے در مشغول آن مرغان شدے ہر ای در یغا مرغ کارزان یا فتم ہر زود دروازوے او ہر تا فتم ہر ای زبان تو بس
 نیانی مر مرا ہر چون توئی گویا چہ گویم مرترا ہر زبان ہم آتش ہم خرمنی ہر چند این آتش درین خرمن زنی ہر
 نہان جان تو افغان میکند ہر چہ ہر گویش آن میکند ہر المعنی راح راحت در یغابین در یغ بمعنی افسوس اور
 الف ند ہر کا ہر پتے جب سودا گر کے مرغ نے سنا کہ اُس طوطی نے کیا کیا یہ بھی کانپ کے گر گئی اور ٹھنڈی ہو گئی
 خواجہ نے جو دیکھا کہ اس طور سے گر گئی کو دا اور ٹوٹی زمین پر پٹک دی پھر بتا سید اسی کے فرمایا کہ یہ رنگ و حال
 اُس کا دیکھ کے گریہاں اپنا پھاڑا اور اچھل پڑا اور کہا ای طوطی خوب خوش جبین افسوس تجھ کو کیا ہوا کیوں ایسی ہو گئی
 ہلے افسوس ای مرغ خوش آواز میرے ہلے افسوس ہدم اور ہماز میرے ہلے افسوس ای مرغ خوش الحان میرے
 اور میری روح کے راحت اور میرے بلغ کے رضوان اگر حضرت سلیمان کے پاس ایسا مرغ ہوتا تو پھر وہ اور کسی
 مرغ سے مشغول نہ ہوتے ہلے افسوس ای مرغ کیسا سنتا اس کو میں نے پایا تھا اور کیسا بلدی سنہ اس سے پھیرا
 آہ زبان تو کیسی بڑی زبان میرے حق میں ہے اور جب تو ہی گویا ہو تو پھر تجھ کو کیا کون تو ہی نے وہ بات کہی جس سے
 یہ کیفیت ہوئی اور تو ہی نوحہ اور آپ کو ملامت کر رہی ہے پھر میں کس کو کون آہ زبان تو ہی آگ ہے اور تو ہی
 خرمن ہے کیسی آگ تو نے میرے خرمن میں لگا دی اور کما شک لگے گی جان میری تجھ سے فریاد دی ہے چھی
 چھی اگر چہ ہر چیز جس کو تو کہتی ہے وہ فعل جان کا ہوتا ہے وہی تجھ سے کہلاتی ہے اس واسطے کہ خواہش

ہر شے کی جان سے پیدا ہوتی ہے اسکی ترجمان زبان ہر اختلاف شرح بحر العلوم میں جملے خوش چین کے خوش چین
 لکھا ہے اور چین بمعنی آواز بجو تو لغت میں یہ معنی نہیں ملے البتہ گریہ و نالہ کے معنی لکھے ہیں اور خوش چین کہنے
 میں کچھ قباحت نہیں معلوم ہوتی خواہ بمعنی خود پیشانی خواہ بمعنی صورت موافق ذکر جز اور ارادہ کل کے قولہ از زبان
 ہم گنج بے پایان توئی ہے اور زبان ہم بے بے در مان توئی ہم صغیر خدے مرغان توئی ہم بلبس ظلمت کفران توئی ہے
 ہم خمیر و ہر مرغان توئی ہم انیس وحشت بجران توئی ہے چند اما ہم مید ہی ای بے امان ہے اور توزہ کردہ مکین من کمان ہے
 ہمک ہر ایندہ مرغ مرا ہے در چراگاہ ستم کم کن چرا ہے یا جواب من بگو یادادہ ہے یا مرا اسباب شادی یادادہ ہے اور درینا نور
 ظلمت سوز من ہے اور درینا صبح روز افزوز من ہے اور درینا مرغ خوش پرواز من ہے زانتہا پرید تا آغاز من ہے عاشق رنجست
 نادان تا بدہ خیر ولا قسم بخوان مافی کبدہ از کبد فارغ بدم باروے توہ وز زبذ صافی بدم در جوے توہ اور درینا
 من خیال دیدست ہے وز وجود و نقد خود ہر دیدست ہے الملعنی کبد سختی و رنج زبذ بختیں ہندی جھاکہ اور زبان گنج
 بے پایان بھی تو ہی ہے اور اور زبان رنج بیدر مان بھی تو ہی ہے اور تو ہی ہے جو پرندوں کے دموک کی صغیر ہو اور تو ہی ہے
 جو لباس ظلمت کفران کی ہے تو ہی ہے کہ ہر اور خبر و ہند پرندوں کی ہے تو ہی ہے کہ انیس وحشت بجران کی ہے تو ہی ہے امان
 دیکھوں کتنی امان تو بجو دیتی ہے مجھ کو تیرا کیا بھر و سا اور اعتماد کہ تو بے امان ہے اور میری دشمنی پر کمان چڑھائے ہوے
 ابھی تو نے میرے مرغ کو اڑا دیا کیسا ستم مجھ پر کیا ذرا تو چراگاہ ستم کا پرانا کم کر دے اب یا بجو جواب دے یا میری داد دے
 یا بجو سبب شادی کے یاد دلا کہ اُس کے اڑنے میں یہ سبب تیری شادی کے ہیں جیسا کہ اکثر پرندوں سے شگن لیتے
 ہیں ہاے افسوس نور ظلمت سوز اور غم غلط کرنے والے میرے ہاے افسوس صبح روز افزوز میری کہ اب شام غم سے تر ہو گئی
 ہاے افسوس مرغ خوش پرواز میرے کہ انتہا سے میرے آغاز تک تو اڑا لیئے تیری یہ وہ اڑان ہوئی کہ مرتے دم تک نہ ہوسو لگا
 اور جب پھر میرا آغاز ہوگا جو بعثت حشر ہو جب بھی اسی دیمان میں ہوں گا چنانچہ میرے حسب حال یوں ہر ع چون میرم
 بتلا میرم جو خیزم بتلا خیزم ہم بعد کا شعر مقولہ مولانا رح کا ہے کہ جو نادان و احمق ہے وہ عاشق رنج کا ہے رنج کو چھوڑتا نہیں
 اسی کلمہ بچا کیے جانا ہے اٹھ اور سورہ لا اقسام میں مافی کبد کو پڑھ کہ خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے لفظ علقا الانسان
 فی کبدہ آئینہ تحقیق پیدا کیا ہے انسان کو رنج میں کیسا عالم ارواح میں تیرے رومے رخشان کے سامنے رنج و کبد تھا
 اور کیسا جھاگون سے صاف پانی تیری نہر کا تھا جھاکہ وہی غم ہاے افسوس ہیں اور بجو خیال دیدار کا اور وجود اور
 اپنی ذات سے جو جدا ہونا اس کو لازم ہے وہ ابھی ویسے ہی باقی کا باقی اختلاف شرح بحر العلوم میں ہم بلبس ظلمت لکھا ہے
 بجو لغت میں بلبس ملا نہیں میں اس کو بلبس جانتا ہوں اور بغیر کی جگہ خضیر جانے اس کے کیا معنی شاید صغیر خضر کی بنائی
 ہو قولہ غیرت حق بود از حق چارہ نیست ہے کو دلے کہ حکم حق صد پارہ نیست ہے غیرت آن باشد کہ او غیر ہمہ است ہے آنکہ
 افزون از میان دو مدہ است ہے اور درینا اشک من دریا بدے ہے تا نثار دلبر زبا بدے ہے طوطی من مرغ زہرک ساز من ہے

تہمان فکرت واسرار سن ہے ہرچ روزی داد ناداد آدم ہے اوزا ول گفت تایاد آدم طوطی کا پد زوی آواز او ہے
پیش از آغاز وجود آغاز او ہے اندرون تست آن طوطی نمان ہے عکس اور اید تو برین و آن ہے سیر و شادیت را تو
شاد از وہ ہے پذیر ی ظلم را چون داد او ہے لیکہ جان از ہر تن میسوختی ہے سوختی جان را و تن افروختی ہے سوختن من
سوختہ خواہے کہ تاز من آتش زند اندر خستہ سوختہ چون قابل آتش بودہ سوختہ بستان کہ آتش کش بودہ
ای دریغای دریغای دریغ کا چنچن لمبے ہنار شد زیر پیغ المعنی دمہ نہ بفتح ہر دو وال پاپوسی و مکر و حیلہ
سار ہندی مینا یعنی غیرت حق کی تھی اُس نے ہکو وہاں سے نکالا اور حق سے کسی کا کب بس چلتا ہوا بسا دل کہاں ہو
جو حکم حق سے صد پارہ نہیں ہو سبب بے بسی کے اور وہ غیرت یہ ہو کہ وہ سب سے غیر ہو اور بیان و خوشا مد سے
افزون ہاے افسوس اشک میرے دریا ہوتے ای برابر دریا تو یہ گوہر شارا اُس دلبر زہر پاک کے پتے یعنی مین اس جدائی
مین ایسا روتا آن طوطی میری اور ای مینا دانا میری اور ای ترکان میرے فکر واسرار کی جو کچھ روزی مجھ کو دی اُس کو
مین نے تسلیم کیا اور ناداد ای فریادی و شاکی نہوا اور جو اُس نے پہلے سے مجھ سے کہدیا وہی مجھ کو یاد آیا کہ وہ اقرار
ربوبیت کا ہو وہ طوطی کہ جس کا آواز وحی سے ہوا اور آغاز وجود سے پہلے اُس کا آغاز ہو وہ طوطی تیرے اندرون مین
نمان ہو اور عکس اُس کا تو نے لین و آن پر دیکھا این و آن کے مشار الیہ خارجی مین جنکی تفسیر ہو شعرا بعد کہ جو تیری
شادی کو قطع کرتا ہو تو اُس سے شاد ہوتا ہو اور جو ظلم کرتا ہو اسکو تو داد کی طرح مان لیتا ہو بس اس صبر و رضاء سے اسکا عکس
اسی مین معلوم ہوا اور تو نے اس کو روزی ازل سمجھا اور ای فلان تو تن کے واسطے جان کو جلاتا رہتا ہو اور جان کو جلاتا
کے تن کو افروختہ کرتا ہو جیسے راکھ سے ہر شے کو بجلی کرتے مین مین ایسا جلا کہ اگر کوئی خوابان سوختہ کا ہو تو مجھ سے
ہر خس مین آگ لگائے ظاہر ہو کہ سوختہ یعنی جو کچھ جلیگا اور راکھ ہو گیا وہ آگ کو پھر کیا قبول کرے گا مگر وہ سوختہ کہ
ابھی بالکل نہیں جلا ہو آتش کش ہوتا ہو اور آگ کو کچھ چپتا ہو جیسے لکڑی کا سوختہ یا کپڑے کا بس تو ایسے سوختہ کا طالب ہو
ہاے افسوس ہاے افسوس پھر افسوس کہ ایسا ماہ زیرابر کے چھب گیا یہ دونوں شعرا خدین تن پر ورون کے بیان
مین مین جنھون نے تن کے واسطے اپنی جان کو خاک سیاہ کیا قولہ چون زخم دم کا تش دل تیز شدہ شیر جگر آشفتنہ و خونریز
شدہ آنگہ او ہشیار خود تندست و مست ہے چون بودا و چون قح گیر دبدرست ہے شیر مستی کز صفت بیرون بودہ از
بسیط مرغزار افزون بودہ قافیہ اندیشہ و دلدار من ہے گوید منندیش جز دیدار من ہے خوش نشین ای قافیہ اندیش من ہے
قافیہ دوست توئی در پیش من ہے حرف پھر بودتا تو اندیشی ازان ہے صوت چہ بود خار دیوار رزان ہے حرف و صوت
و گفت را بر ہم زخم ہے تاکہ بے این ہر سہ باتو دم زخم ہے آندے کہ آدش کردم نمان ہے باتو گویم ای تو اسرار جہان ہے
آندے راکہ گفتیم با غلیل ہے آندے راکہ ندانند حیریل ہے آندے کزوی سیاح دم تزدہ حق غیرت نیز بے مادم تزدہ ماچہ باشد
در لغت اثبات نفی ہے من نہ اثباتم نہم بے ذات نفی ہے من کسے درنا کسے دریا فتم ہے بس کسے درنا کسی دریا فتم ہے

جملہ شاہان پست پست خویش راہ جملہ مستان مست مست خویش راہ جملہ شاہان پروردہ خوداندہ جملہ خلاقان
 مردہ مردہ خوداندہ میشود پیدا درغان را شکارہ تا کنند ناگاہ ایشا از شکارہ بیدلان را دلبران جستہ بجان ہا جملہ
 معشوقان شکار عاشقان ہا المعنی دم زدن سخن گفتن بر ہم زدن لوٹ پوٹ کرنا اور بگاڑ دینا بیان سے مولانا ہر
 پھر بیان اپنی کیفیت کا فرماتے ہیں کہ کیسے کوئی بات کہوں اور کیسے دم مار سکوں میری دل کی آگ پھر بھڑک اٹھی اور
 شیر بھڑکا دیوانہ اور خونریز ہو گیا خیال کرو جو کوئی کہ ہشیار ہو اور بحالت ہشیاری خود دست بند ہو رہا ہو اسوقت میں اسکا
 کیا حال ہوگا جو پیرالہ ہاتھ میں لے اور نوشتی کرے شیر جب مست ہوتا ہو تو اپنی صفت اصلی سے جو قبل از مستی تھی خارج
 ہو جاتا ہے اور ایسی اس کی مستی میں افزونی ہو جاتی ہے کہ بسیط مغز زمین نہیں سماتی اور واقعی حالت مستی میں جنگون
 جنگون دوڑتا پھرتا ہو کہیں قرار نہیں پکڑتا تین سنگوئی کے واسطے قافیہ سوچتا ہوں اور دلدار میرا مجھے کہتا ہے کہ سوائے
 تمنا میری دیدار کے اور کوئی بات ہی مست سوچ اسی خیال دیمان میں رہ تو اسے قافیہ اندیش میرے بے فکر اور خوش ہو کے
 بیٹھ قافیہ کیا ایک حقیر و دون شے ہو اور تو ایسا کہ میرے سامنے حرف کیا چیز ہو جس کو تو سوچتا ہو اور صوت کیساتے ہو غار
 دیوار انگور و ن کی یعنی جو لکھنے کی چیز ہو ہم تیرے اس حرف و صوت و گفت سب کو برہم کر کے بے ان تینوں کے دم زنی
 کر دین اور کلام نفسی کے ساتھ ہم کلام ہوں اور یہ وہ دم ہو جس کو ہم نے آدم سے چھپایا ہے چند کہ اپنے دم سے دم اس میں چھپکا
 وہ ہم تجھے کہیں اسلئے کہ تو اسرار جان ہو سارے اسرار جان کے تجھ میں ہیں اور وہ دم جس کو ہم نے غلیل سے بھی نہ لگا
 ایک نسیم سے تار کو اسپر گلزار کر دیا اور اس دم سے جبریل بھی واقع نہیں اگرچہ ہمارا محرم اور پیکر ہو کہ جس سے ہر راز
 کو کہتے ہیں اور وہ دم جس سے یہاں بھی دم نہارا کیا ہوا جو مردہ زندہ کرتے رہے اور جو اس دم کو ماومن سے غیرت ہو
 ایسی جیسا کہ حق غیرت ہو اس سبب سے جو ماومن سے جدا نہیں ہوا اور جس نے اس کی نفی نہیں کی غیرتی بنا رہا اسکے ساتھ
 اس دم نے بھی دم نہارا کہ جب میرا طالب ہو اور میرے پوتے آپ کو بھی سمجھتا ہو تو یہ کیسا طالب ہو بقول سعدی رہ شعر
 اگر یاری از خویشستن دم مزین کہ شکر گشت پایار و یا خویشستن بہ لفظ فارسی میں ضمیر مشکلم کی ہو اور لغت عربی میں نفی
 ہجائے کے واسطے استعمال کرتے ہیں سو میں تو اثبات ہی نہیں ہوں جو میری نفی کیجائے میں تو بے ذات نفی یعنی محض نفی
 ہی نفی ایسا آپ کو نیست و نفی کر کے محو کر چکا اور مٹا دیا اور یہ کسی جو مراد انسانیت و معرفت سے ہو جس کے واسطے انسان
 پیدا ہوا جو میں نے ناکسی اعز و ذلت و بے عزتی دنیا میں پائی اور بڑی عزت و آبرو اپنی اس داؤد پر لگے کھوئی ہے جب
 بازی لے گیا ہوں اب فرماتے ہیں کہ میں تو آپ کو ذات معشوق حقیقی میں فنا کر چکا جو قابل طلب و عشق کے تھا اور
 مخلوق کو جو دیکھتا ہوں تو سب کی اتنی کیفیت پانا ہوں جملہ ان کے بادشاہ جو تیرے اعلیٰ اور سب سے بالا لوگ ہیں
 یہ اپنے پست کے پست ہیں اور جو مست و مدہوش لوگ ہیں اپنے اور اہل دنیا سب مست اپنے مست کے ہیں اور
 عاشق اپنے عاشق کے مطلب پہ کہ جملہ اشیا انسان کے واسطے مخلوق ہو اور سب اس کے مطیع و فرمانبردار ہیں جیسا کہ سعدی ۲۰

نے کہا بے رخ ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار ہوا اور جو اس کے لیے مقدر کیا ہو مثلاً ملک و مال اور سوا اس کے حسب حالت و تربت ہر کسی کے سب اس کے پیچھے پیچھے پھرتا ہوا اور اس کا طالب و عاشق جیسا کہ کہا ہے انصیب یصیب ولو کان تحت الجبلین مگر یہ اٹکا اُس کے لیے سرگردان ہو دیکھو بادشاہ لوگ باوصت علو و سمو کیسے پست اور منہج اس دنیا کے اپنے ہیں حال آنکہ وہ خود بقدر مقدران کی طالب و جویان ان کو حاجت اس کے طلب و تلاش کی ہمیں پھر شعر ابد بن اسی کی توضیح ہو کہ سب بادشاہ غلام اپنے غلام کے ہیں اور غلام ثانی دولت و اقبال جو خود حسب تقدیر ان کا پس رو ہوا اور ساری مخلوق مردہ اپنے مردہ کے مردہ سے مراد عاشق اپنے عاشق اور فریفتہ اُس کے کہ وہ آپ ہی اپنے حسب تقدیر عاشق اور فریفتہ ہر شکاری جو مرغون کو شکار کرتا ہو وہ خود شکار مرغون کا ہو جیسے عاشق شکار معشوق کا ہوتا ہو اور خود مرغ پھر پھڑاتا پھرتا ہو کہ ناگاہ ہکو شکار کر لے لے لے کہ باہر گردش روزی کی رکھتے ہیں غرض جتنے بیدل ہیں اور عاشق ان کے دلبر و معشوق ہی ان کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور وہ معشوق ان عاشقوں کو شکار کر رہے ہیں قولہ ہر کہ عاشق دیدیش معشوق دان کہ گو بہ نسبت ہست ہم این ہم آن کہ تشنگان گر آب جویند از جہان کہ آب ہم جوید بجا لم تشنگان کہ چونکہ عاشق اوست تو خاموش باش کہ او جو گوشت میکند تو گوش باش کہ بند کن چون سیل سیلابی کند ورنہ رسوائی و ویرانی کند من چہ غم دارم کہ ویرانی بودہ زیر ویران گنج سلطانی بودہ غرق حق خواب کہ باشد غرق ترہ بچھو موج بحر جان زیر و زبرہ زیر دریا خوشتر آید یا زبرہ تیرا و دلکش تر آید یا سپرہ پس زبون و سوسہ باشی دلاہ گر طرب را بازوانی از بلاہ کہ مرادت را مذاق شکرست کہ میرا دی نے مراد دلبرست کہ ہر ستاراش خوبہ ماے صدى بلال کہ خون عالم ریختن اور اسلاں کہ ماہباؤ خونہارا یا قیتم کہ جانب جان بافتن بشتا قیتم کہ آخر حیات عاشقان در مردگی کہ دل نیابی جز کہ درد لبردگی کہ من دلش جہستہ بعد ناز و دلال کہ او بہانہ کرد با من از ملال کہ گفتم آخر غرق تست این عقل جان گفت رور و بر من این افسون نخوان کہ من ندانم انچہ اندیشیدہ کہ ای دو دیدہ دوست را چون دیدہ کہ آخر گراں خوار دیدستی مرا کہ زانکہ بس ارزان خریدستی مرا کہ ہر کہ او ارزان خردارزان دہدہ گو ہر طفلی بقرص نان دہدہ غرق شو عشقے کہ غرق ست اندرین کہ عشقے اولین و آخرین کہ مجاہش گفتم مکر دم زان بیان کہ ورنہ ہم بہا پسوز ہم زبان کہ المعنی بتائید سابق پھر فرمایا جس کو کہ تو نے عاشق دیکھا اور جانا اُس کو معشوق جان گو بہب نسبت کے یہ معشوق ہو اور وہ عاشق مشہور یوں ہو کہ پیاسا پانی کے پاس جاتا ہو نہ پانی پیاسے کے پاس نہیں پانی ہی پیاسوں کو ڈھونڈتا ہو جب تو جہان بین ایسا پھیلا پھیلا پھرتا ہو کہ آئے اور مجھ سے پیاس ہر قسم کی بجھائے اور سیراب ہوئے اسی لیے تو باری ہوا ہو بعد اس تمہید کے کہ ہر شے جس کا انسان عاشق ہو خود وہ عاشق انسان کی ہو بے طلب تلاش اُس کو ملے گی فرماتے ہیں کہ جب جملہ مخلوق تیری عاشق ہو اور یہ سب مظاہر اور جلوہ گاہ اُس کی ہو گویا وہی حیر عاشق و طالب ہو جس تو قناعت کر کے خاموش ہو بیٹھ اور جو وہ جگہ گوش بناتا ہو تو گوش بن جا

اور اوامر و نواہی اور جو احکام اُس کے ہیں اُن کو سُن اور کار بند ہوا اور حرم و ہوا کی سیل کو بند کر دے اور اس کا بندھا بنا دے ایسا
 نہو اس کا سیل سیلابی کرے والا اگر نہ بند کرے گا تو رسوائی و ویرانی دیکھے گا سو اسطے کہ بیش از بخت تو ہی ہی نہیں اور بخت
 سے کم بھی ممکن نہیں رہا میں سوچتا ہوں ویران ہونے کا کچھ غم نہیں میں خوب جانتا ہوں اگر ویران ہوؤں گا تو گنج سلطانی
 پاؤں گا اس واسطے کہ ویرانہ میں گنج پہنان ہوتا ہے یہ کہ جلتے ہو کہ جو خدا کے عشق میں غرق ہے وہ ہر وقت طالب زیادہ
 غرق ہونے کا ہے جیسے موج دریا کی کہ ہر وقت لوٹ پوٹ ہوتی ہے ایسے ہی وہ ہر دم اپنی جان کی لوٹ پوٹ
 چاہتا ہے چنانچہ تو کہ جو غریق کہ طالب زیادہ غرق کا ہے اُس کو تو دریا خوش آئے گا یا رھے دریا اور جو اُس کے تیر کا
 طالب ہے اُس کو سپر کب اچھی معلوم ہوگی کیسے و سوسے بجو عاجز کریں گے اور دباؤں گے اے دل کیا تو نے طرب اور عیش
 کو بلا سے جدا ہانا نہیں شیر و شکر کی طرح دونوں ہم اور آہستہ ہیں اگر تیری مراد میں مزہ شکر کا ہے اور تیرے نزدیک
 نہایت شیرین ہے لیکن میرا دی غمزد دلبر کی ہے بس جو مراد دلبر کی ہے اُنسی کو اپنی مراد سمجھ کہ یہ شک سے زیادہ ہے بقول آنکہ ضرب الجیب
 بمیبہ اور وہ دلبر کی صاحب کے سیکڑوں عاشقوں کا ہر ستارہ خونہا ہے اس سے کثرت عاشقان مقتول کی مقصود ہے کہ
 سو عاشقوں کے خونہا میں ایک ایک ستارہ ہے اور ستاروں کو خیال کرو کیسے پیشا میں اتنے عاشق اُس کے عشق میں
 کشتے ہوئے ہیں اور خون عالم کا اُس کو بہانا حلال و روا ہے پھر اُس کی مراد اپنی طرف کیسے نہ مقدم ہو تشریف عاشقوں
 کی ہلال سے باعتبار تزاری و مخالفت کے ہے اور تیرے رعایت ستارہ پس میں بھی اُس دلبر کے ہاتھ بکا اور بہاؤ نہاد و نون
 اپنے پائے لاجرم خوشی جان کھونے کی طرف دوڑا آئی طالب حیات عاشقوں کی اسی مرحلے میں ہے یہ مزہ عین حیات ہے
 جیسا کہ حافظ شیراز نے بھی فرمایا ہے شہر ہرگز نیرد آنکہ دلش زندہ شد بمشوق بہت ستیر جریدہ عالم دوام باہ اور
 جب تک دل کا کوئی دلبر نہ تو اُس دل کو دل مت جان اب فرماتے ہیں بعد اس نئی و فنا کے میں نے دلبر کا دل ٹوٹا کہ
 دیکھوں اس کی کیا کیفیت ہے تو سیکڑوں ناز و کرشمہ کے ساتھ اظہار ملال کا کیا میں نے کہا کہ میری یہ عقل و جان تو آخر تیرے
 دھیان و خیال میں ڈوبی ہوئی ہے اور مٹی ہوئی کھیر کیا میری فتا میں قصور و کوتاہی ہے کہا بس چلا باہر افسون بچھرت پھونک
 کیا میں تیرے فکر و اندیشہ کو جانتا نہیں تو ابھی دودیدہ اور دو میں ہے اس دو میں کے ساتھ کیسے تو نے دوست دیکھ لیا
 تجھ کو تو ابھی تیز نفی و فنا کا ہے جب یہ نہیں رہے تو جانتا چاہیے کہ تو فنا میں ڈوب گیا تو تو اگر انجان ابھی سبک و حنین ہوا
 پھر کیسے میری دید کا طالب ہے ایسا تو نے تجھ کو کیا گیا گذر سمجھا ہے سہل اور ستا میں تجھ کو مل گیا ہوں اس واسطے کہ جو میرا سہل
 و سستی کسی کو مل جاتی ہے وہ ویسے ہی سہل اور ستا اور کو دیدیتا ہے جیسے کسی کے کو ایک گویا ہر بے ہوا دید و اور
 قرص تان کے حوض اُس سے مانگو فوراً دیدے گا کچھ قدر گوہر کی بجائے گا میرا دیدہ بہت دشوار حصول ہے اگر تجھ کو طلب ہے تو
 اُس عشق میں غرق ہو کہ صہین اولین و آخرین کے عشق غرق میں یہ تیرا عشق کیا ہے اب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ باتیں
 محل کی ہیں جو مفصل بیان کروں تو لب و زبان و نون جلیبا میں اور بیان نکر سکین الخلفاء شرح بحر العلوم میں

بجائے اید و دیدہ آن دودیدہ اور بجائے بسا بسوز کے افہام لکھا ہے دونوں ٹھیک نہیں قولہ من چو لب گویم لب یا بودہ
 من چو لا گویم مراد آلا بودہ من ز شیرینی نشینم روترش من ز بسیاری گفتارم بخشہ تاکہ شیرینی مازد و جہان ہر دو بجاب
 روترش باشد نہان ہر تاکہ در ہر گوش ناید لہن سخن ہر یک ہیگویم ز صدر لہن ہر المعنی لہن معنی نزد او ہر جو کہا ہو کہ
 میں نے محل کہا ہر اگر بیان کروں تو لب و زبان بلبائیں اسی کی تائید میں فرماتے ہیں کہ اگر لب کا نام ہون کہ لب
 کھولون تو کیسے کھولون لب تو میرے دریا کے لب ہیں یعنی جیسے دریا کے لب سے اُدھر آب بے تھاہ ہر ایسے ہی میرے درون ہیں
 لب کے اُس بار ایک دریا ناپید کنار بھرا ہر پھر کیسے اُس کا بیان کروں اور ایسا درجہ اثبات کو پہونچا ہوں کہ اگر لاکھوں تو وہ بھی
 آلا ہر لا اور الانفی و اثبات سے مراد ہر جیسا کہ کاملین لا آلاہ الا اللہ میں لاسے نفی غیر حق کی کہتے ہیں اور اللہ ثبوت ذات حق
 کا آب اگرچہ شیرینی معرفت سے میں بھرا ہوں لیکن ترش رو بنکے بیٹھوں اور بہت سی گفتگو سے خاموشی اختیار کروں تا اس
 پردہ ترش روئی میں شیرینی میری دونوں جہان سے چھپی رہے اور نیز اس سبب سے خاموشی اختیار کروں تا ہر گوش
 میرے ایک سخن کو جو سیکڑوں اسرار لہن احر قرب انہی سے ہر سننے پہلے اور ہر جو ہر ترش روئی کے پاس ملے اختلاف
 یک ہیگویم کی جگہ یک غلطی کا تب کی ہر شرح بحر العلوم میں

تفسیر قول حکیم سنائی روح اللہ روحہ کی شعر ہرچہ از راہ و اما نے چہ کفر آنخرف چہ ایمان ہر
 ہرچہ از دوست دور افتی چہ زشت آن نقش چہ زیباہ اور نیز اس حدیث کی اِن سَعْدًا
 لِقِيَوْمٍ وَاَنَا غَيْرُ مِّنْ سَعْدٍ وَاَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنِيْ وَمِنْ غَيْرِ تَرْجُمَ الْقَوَاحِش كَالْمَرْمَسَاوَا بَطْنِ حَرَمِ
 الْقَوَاحِش سے تا آخر یہ آیت بھی داخل حدیث ہر ترجمہ بیشک سعد غیرت والا ہی میں اُس سے
 زیادہ غیر متاک اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا اور یہ مقتضا اسکی غیرت ہی کا ہے کہ اُس نے
 بد باتوں کو حرام ٹھہرایا چاہے وہ ظاہر ہیں چاہے چھپی

قولہ جملہ عالم زان غیر آئند کہ حق ہر در غیرت برین عالم سبق ہر اوچو جہانت و جہان چون کالبد ہر کالبد انجان
 پذیر دینیک و بد ہر کہ محراب نمازش گشت عین ہر سوے ایمان رفتنش میدان توشین ہر کہ شہر شاہ
 را او جامہ دار ہر ہست خسران ہر شاہش اتجار ہر کہ با سلطان شود او ہمنشین ہر در ورش شستن بود
 حیث و عینین ہر دست بوشش چون رسد از پادشاہ ہر گزیند بوس پا باشد گناہ ہر چون بیانی دست گرد پا
 مگردہ ہست سر بازی نشان مرد مرد ہر گز سر پہانادون خدمت ست ہر پیش آن خدمت خطا و زلت ست ہر
 شاہ را غیرت بود ہر کہ او ہر گزیند بعد از ان کہ دید روہ غیرت حق بر مثل گندم بود ہر گاہ خرمن غیرت مردم بود ہر
 اصل غیرت ہر باند از آکہ ہر ان خلاقان فرع حق بے اشتباہ ہر شرح این بگذارم و گیرم کہ ہر از جفا می آن نگاروہ و لہ
 عالم این را نا لمانوش آیدش ہر از دو عالم نالہ و غم بایدش ہر چون تالم تلخ از دستان او ہر چون نیم در حلقہ مستان او ہر

المعنی غیور بفتح بر غیرت والا اور شک والا کالبہد بفتح وضم با ت و قالب ہر چیز شتین بالفتح رشتی و عیب خسران بالضم
 زیانکاری آجاری تجارت کرنا شستن محض نشستن عین ضعیف راہ وہ ولہ میوس و بہادر و شجاع و متردد
 و پریشان خاطر یعنی تمام جہان غیرت والا اس سبب ہوا کہ خالق اس کا امر حق تعالیٰ خود غیرت والا ہوا اور ایسا کہ جملہ
 غیرت والوں سے بڑھ کے اور سابق وہ ایسا ہو جیسے جان اور جہان ایسا جیسے کالبہد بس کالبہد کانیکی و بد جان ہی سے
 اثر پذیر ہوتا ہے ہر شخص کی محراب نماز جب عین اللہ ہو گئی اور دولت مشاہدہ کی پائی اُس کے حق میں ایمان کی طرف
 جاتا رشتی و عیب ہو کہ واسطے جس پر ایمان لانا چاہیے وہ سامنے موجود ہو تو پھر ایمان کس پر لائے اور جو اُس کو پیروی و طاعت
 رسول مقبول کی ضروری ہے دوسری بات ہو مثلاً جو شخص پادشاہ کا جامہ دار ہو گیا اُس کو پادشاہ کے واسطے تجارت
 جاسم کی کرنا زیانکاری ہو یا جو شخص پادشاہ کا ہمنشین ہو جائے اُس کے حق میں پادشاہ کے دروازہ پر بیٹھنا خسارہ
 اور صفت رے ہو کہ ترقی سے منزل اختیار کرنا ہو یا جو پادشاہ کے ہاتھ چوم سکتا ہو اگر پا بوسی اختیار کرے تو کیسے گناہ
 نہیں ہو ظاہر ہے کہ جب تو دستبوسی کر سکتا ہو تو پاؤں کے گرد کیون پھرے اس واسطے کہ سرمازی علامت مردان مرد
 کی ہو اور ظاہر کہ سرمازی سب خدمتوں سے بڑھ کے ہو اگرچہ سر پاؤں پر رکھنا خدمت ہو مگر ایسے موقع پر خطا و لغزش
 کہ علو سے و فوین آتا ہو ایسی بات سے تو پادشاہ کو خود غیرت ہوگی کہ وہ اس کے سامنے موجود ہو اور اُس کے روکو
 چھوڑ کے ہو کی طرف رجوع ہو حق تعالیٰ کی غیرت ایسی ہو جیسے خرمین میں گندم اور اوروں کی مثل کاہ خرمین کے
 جو بھوسہ پرال ہو بس کل غیرتوں کی اصل خدا تعالیٰ سے ہو اور مخلوق کے ملک میں وہ جو فرع غیرت حق تعالیٰ
 کی ہو بس یہ اشعار سب بطور نظیر کلام سابق کے ہیں اب فرماتے ہیں کہ اس کی شرح تو چھوڑوں اور اپنا شکوہ و شکایت
 جو اُس بھگد لہر کی جفا سے دلمین رکھتا ہوں عرض کروں اور اسی دکھ کا رونا روؤں کہ یہ رونا ہی اُس کو خوش آتا ہے
 اور دونوں جہان سے اُس کو نالہ و غم پسند ہے کہ اُس کے سامنے گریہ و زاری کرتے رہیں بین اُسکے جملہ و دستان کے
 سبب سے جو شیوہ معشوقوں کا ہو کیسے کڑوے کڑوے آنسوؤں سے نہ روؤں کہ اُس کے مستون کے حلقہ میں
 نہیں ہوں اختلاف شرح بحر العلوم بین عین کو عین اور بھلے از بھلے آن جفا اور نالم این را کی جگہ ایرا عطا
 لکھا ہے قولہ چون باشم بھو شب بے روزا وہ بیوصال روے روزا و زاوہ ناخوش او خوش بود بر جان من
 جان خدایے پار دل رنجان من عا شقم بر رخ خویش و در خویش ہر خوشنودی شاہ فرد خویش خاک غم را
 سر بہ سازم ہر چشمہ تا زگو ہر ہر شود و دگر چشمہ اشک کان از بہرا و بارند خلق گوہرست و اشک پندارند خلق
 من زبان جان شکایت میکنم من نیم شاکر روایت میکنم دل ہیگوید ازورنجیدہ ام و زلفاق سست من
 خندیدہ ام راستی کن ای تو خیز از استان ای تو صدر و من درت را آستان آستان و صدر در معنی کجاست
 ما من کو آن طرف کہ یار راست اے رہیدہ جان تو از ما و من اے لطیفہ روح اندر مردوزن

مرد وزن چون یک شوند آن یک توئی ہرچونکہ یکما محو شد ایک توئی ہرین من و ما ہر آن ہر ساختی ہر تا تو با خود نزد
 خدمت با ختی ہر تا تو با ما و تو یک جو ہر شوی ہر عاقبت ہر چنان دلہر شوی ہر تا من و تو با ہمہ یکجا ہر شوند ہر عاقبت
 مستغرق ہر انان شوند ہرین ہمہ ہست و ہیا اہر امر کن ہر اہر منزہ از ہیان و از سخن ہر المعنی ایک تصغیر ان جیسے
 ایک تصغیر ان منزہ بضم اول پاک یعنی جیکہ روز اس کا جو وصل ہر ہرچو نصیب نہین کہ اس کے رو سے روز افزوز سے
 روز میرا روشن ہو تو مثل شب کے سیاہ وہے نور کیسے نہ بیٹھوں مگر جو ناخوش و ناگوار اسکی طرف سے صادر ہوں سب ہر
 میری جان راضی و خوش ہرین اپنے بار دل رنجان ہر اس حال میں بھی خدا ہوں کہ آخر ہرچو فدائی ہرانا ہرچو جب
 تو ستا ہرین اپنے درد و پنج ہر عاشق ہوں جدائی اس سے نہین چاہتا ہر امیر یا دشاہ جو اپنی ذات میں فرد
 ویکتا ہر مجھے راضی و خوش ہوئے کہ ہمارے بلا ہرنا مصور نہین ہرین اس کے غم کی خاک پاکو سرمہ اپنی آنکھ کا
 بناؤں کہ ایسی کرم و عزیز چیز میرے پاس بھیجی تا میری دونوں آنکھیں کہ دو دریا ہین گو ہر سے بھر جائیں جو مراد
 اشک سے ہر اور الیکا دینور القلوب فرمایا ہر مخلوق جو اشک کہ اس کے شوق میں بہاتی ہر وہ اشک نہین ہین گو ہر
 ہین گو ان کو یہ لوگ اشک ہرین ہین جو اپنے جان جان سے شکایت کرتا ہوں یہ شکایت نہین ہر نہین شاکہ بلکہ
 اس کی کیفیت بیان کرتا ہوں اور اوروں کا نقل کیا ہوا کہ عاشقوں کا ایسا حال ہوتا ہر دل تو یہ کہتا ہر کہ میں اس سے
 رنج پاتا ہوں اور میں اس کے نفاق سے سست ہنستا ہوں کہ بظاہر ہر جو ر و جہا ہر حقیقت نہین ہر آب کستہ ہین نہین
 جانتا تو میرے ساتھ راستی کر لینے جو ٹھیک بات ہو کہ تو غر راست لوگوں کا ہر اور صدر و بالانشین اور ہین تیرے دروازہ
 کا آستان جو زیر بار ہتا ہرچہ کہتے ہین کیسا صدر اور کیسا آستان در حقیقت یہ ہین کمان جہاں ہر اہر وہاں ماؤں
 کا گزہ ہر کب ہر اور دوئی کا ٹھکانا کمان آہو تو وہ ہر کہ تیری جان ماؤں سے چھوٹی ہوئی ہر ماؤں کو تجھ میں دخل
 نہین اور ہر مرد وزن میں تو ایک لطیفہ روح کا ہر کہ وہ دراصل ایک ہر چنانچہ آئندہ فرمایا کہ مرد وزن اگر ایک ہو جائیں یعنی
 یہ تعین نام و ذات کا جسے علحدہ علحدہ اور دو کر رکھا ہر ہر طرف ہو جائے تو دونوں ایک ہین اور وہ ایک تو ہی ہر ظاہر کہ
 روح مرد وزن دونوں کی یکسان ہر اور اوپر لطیفہ روح اس کو فرمایا کہ ہین دوسرا مصرع گویا تفسیر ہر کہ ایسے ہی
 جتنے یک ہین اپنے اسم و ذات میں جدا جدا جب وہ مٹ جائیں بس وہ تو ہی ہر بے تامل یہ من و ما جو ہر ایک اسم و ذات
 علحدہ علحدہ ٹھہرائے اور بنائے ہین اس واسطے ہین کہ تو آپ اپنے ساتھ زندگی کی کھیلے یعنی اس من و ملکے لباس میں اپنا سمجھو
 اور عابد آپ بنے اور ہر اس واسطے کہ تو ما تو سے ایک جو ہر اور ایک ذات ہوا اور آخر کار اس الی و توئی کو مٹا کے اپنا دلہر آپ
 ہوئے اور یہ من و تو سب ایک جان ہو کے انجام کار ہرانا ہین مستغرق ہو جائیں اب فرماتے ہین جو کچھ ہے گمانہ ہر باتیں
 ہست ہوا حق ہین اب تو آ اور حکم کر جیسا چاہے ویسا کہ تو ہمارے بیان و سخن سے پاک ہر جو کچھ ہم بیان کریں ہر کلام
 شرح ہر معلوم ہین کہ عاقبت ہر کے لکھنے لکھنے قولہ چشم ہرماں تو اند دینت ہر خیر خیال آرزو و خواہش ہر

دل کہ او بستہ غم خندید نیست کہ تو بگو کے لائق این دید نیست کہ آنکہ او بستہ غم و خندہ بودہ او بدین دو عاریت زندہ بودہ
 بلغ سبز عشق کو بے منتہاست کہ جز غم و شادی درو بس میوہاست کہ عشق از این ہر دو حالت برترست کہ بے بہار
 و خزان سبز و ترست کہ وہ زکوۃ رومے خوب از خور و شرح جان شرحہ شرحہ ہار گوہ کر کشمہ غمزہ غمازہ کہ بردلم
 بہناد و اسنے تازہ کہ من علالتش کردم از غم و بخت کہ من زیگمتم حلال او میگم بخت کہ چہ گریزانی ز نالہ خاکیان کہ
 غم چہ ریزی بر دل غنا کیان کہ لیکہ ہر سببی کہ از مشرق بتافت کہ بچو چشمہ مشرقست در جوش یافت کہ چہ بہانہ میدہی
 شیدات راہ اے بہانہ شکریات راہ از جہان کہ نہ را تو جان نوہ از تن بچان و دل افتان شنوہ شرح گل بگذار از بہر
 خدا کہ شرح بلبل گو کہ شد از گل جہا کہ از غم و شادی بنا شد جوش ما کہ با خیال و وہم بنو دہوش ما کہ حالت دیگر بود
 کان نادرست کہ تو مشو منکر کہ حق بس قادرست کہ تو قیاس از حالت انسان کن کہ منزل اندر جوہر و از احسان کن کہ
 جوہر و احسان رنج و شادی حادثست کہ حادثان میرند حق شان وارشت کہ المعنی حادث نو پیدا وارث میراث گیرندہ
 یعنی یہ آنکھیں ظاہری جسی بجلال شکو کہ دیکھ سکتی ہیں کہ تیرے غم و خندہ کو خیال میں لاتی ہیں یعنی رنج و شادی کو اور ہر ایک
 سے ناخوش و خوش اگر رنج سامنے آیا ناخوش ہوئی اور اگر شادی نظر آئی خوش ہو گئی ایسی آنکھ گرفتار خیال کیسے
 دیکھ سکتی ہو ایسے ہی جو دل مقید اس غم و خندہ کا ہو تو ہی بتا وہ قابل اُس کی دید کے کہ ہر کس لیے کہ جو مقید غم و خندہ
 کا ہو وہ انہیں دو عاریت کے ساتھ زندہ رہتا ہو اور عاریت بدین لحاظ کہ دونوں کا اعتبار نہیں نہ غم نہ خندہ کا جیسے
 سنگینی کی چیز بے اعتبار ہوتی ہو یا نہ بلوغ عشق کا کہ وہ سبز و بے انتہا ہو جس کی صفت میں کہا ہے ع ازل دروازہ باغ
 و ابد مدخیاناش کہ اس میں غم و شادی کے سوا اور بہت سے میوے ہیں مثلاً رضا و تسلیم وغیرہم اور عشق ان دونوں
 حالت سے بڑھ کر جو نہ اُس میں بہار کا دخل نہ خزان کا تصرف ہمیشہ ہر اہم اسبزو تر بس اے خور و زکوۃ اپنے حسن کی ہم
 عاشقوں کو دے اور ہماری جان جو تیرے عشق سے پارہ پارہ ہو رہی ہو اُس کی شرح خود بیان کرتا ہم جانیں کہ ہمارے عشق
 کی تیرے آگے قدر ہو کس واسطے کہ تیرے غمزہ غمازے جو از دل کو چھپنے نہیں دیتا اپنے کرشمہ سے ایک داغ تازہ
 میرے دل پر رکھا ہو یعنی تازے تازے داغ دیتا ہو میں نے اُس غمزہ کو اپنا خون حلال کر دیا کہ خون میرا ہوئے
 مگر میں حلال حلال ہی کرتا تھا اور وہ بے پروا مجھ سے بھاگتا تھا خیال تو کہ ہلوگ خالی نا چیز ہیں تو ہمارے
 نالہ سے کیون گریزاں ہو اور ہم غنا کیوں کے دل پر کیوں غم بکھیرتا ہو آخر تو وہ ہو کہ جو صبح مشرق سے چمکی مثل
 دریا کے اپنے مشرق کو جوش میں پایا پھر تو اپنے شیدا سے کیوں بہانے کرتا ہو کہ یہ بہانہ تیرے لبوں کی شکر ہو
 از بغایت شیرین آخر تو اس جہان کہ نہ کی جان تازہ ہو کہ ہانے کس مدت سے پہلو دیلہای تازہ تو میرے
 تن بچان و دل کی بھی فریاد سن اب کہتے ہیں کہ تو جو بیان گل کا کر رہا ہو واسطے خدا کے اس کو چھوڑ اور بیان بلبل کا
 کر کہ گل کی جہانی سے اُس کا کیا حال ہو حاصل یہ کہ تو جو بیان معشوق کا کر رہا ہو جیسا کہ اشعار مذکورہ سے ظاہر

اس کو چھوڑ کے بیان عاشق کا کر اور وہ یہ کہ ہمارا جوش و ولولہ کسی غم و شادی سے نہیں چونہ ہمارا ہوش کسی خیال و وہم کا ساختی سب عشق سے ہو جاری حالت ہی اور یہ کہ وہ نادہی اور انداز کا معدوم پھر دوسرے کو کب نصیب پھر کہتے ہیں ایسی بات مت کہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا منکر مت ہو وہ ہر شے پر قادر ہے اگر اور ون کی بھی یہ حالت ہو تو کیا بعید تو اس بات کو حالت انسان پر قیاس مت کر کہ کبھی غم میں گھر بناتا ہے کبھی شادی میں یہ جوہر و احسان اور رنج و شادی سب حادث ہیں سب مرتبہ تے ہیں سب کا وارث خدا تعالیٰ ہوتا ہے انا نحن و نحن الوارثون یعنی ہمیں زندہ کرتے ہیں اور ہمیں مارتے ہیں اور ہمیں وارثوں سے ہیں اختلاف شرح بحر العلوم میں چشم بہمانہ کی جگہ چشماتہ اور بجائے دل کہ اودل کو اور دو عاریت کو در عاریت اور عشق ازین کے تھکانے عاشقی زین اور از خودم کے بجائے از جویم غلط ہو قولہ صبح شد اے صبح را پشت و پناہ و عذر مخدومی حسام الدین خواہ و عذر خواہ عقل کل و جان توئی و جان جان و تابش مرجان توئی و تافت نور صبح از نور توہ در صبحی با سے منصور توہ دادہ تو چون چنین دار و مراہ بادہ کہ بود تا طرب آر در مارہ بادہ در جوشش گدے جوش است و چرخ در گردش گدے ہوش است و بادہ از ما مست شد بے ما از وہ قالب از ما مست شد بے ما از وہ ماچو زنبوریم قالبہا چو موم و خانہ خانہ کرد قالب را چو موم و بس در از ست این حدیث خواجہ گوہ تاچہ شد احوال آنرا ذکر وہ المعنی عذر بہانہ و معذورداشتن صبحی بفتح وہ شراب کہ صبح کو پین حسام الدین ایک بڑے عالم فقیہ ہمعصر مولانا روم کے تھے کہ ان کی فرمائش ثنوی کی تھی اور ان کو مولانا نے مخدومی کہا ہے چنانچہ فرمایا کہ صبح ہوئی اور اے پشت و پناہ صبح کے کہ مراد اپنی ذات سے ہے ہالافت کہ اور تو صبح نفس کہلاتے ہیں میں صبح کا پشت و پناہ ہوں اس ثنوی کے بارے میں مخدومی حسام الدین سے عذر خواہی کہ اب عذر خواہ انکار تصنیف کا ہو خواہ اور بات کا اس شعرا و نثر اشعار لاحق میں کوئی صراحت نہیں ہے صاحب بحر العلوم کو کچھ معلوم ہوئی ہوگی پھر انھیں کی طرف خطاب ہو کہ تو وہ شخص ہو کہ عقل کل بھی باوجود اس علم و عقل کے تیرے سامنے عذر خواہ ہو اور علی ہذا جان اور تو ہی جان کی جان ہو اور چک و مک مرجان کی جو مراد سخن سے ہو خواہ رنگین خواہ غیر رنگین مگر آب و تاب کو اسطے کہ مرجان مونگے اور موتی دونوں کہتے ہیں تیرے ہی نور سے نور ہماری صبح کا چمکا اس صبحی میں جو تیری و منصور سے ہونے کی تو ہی نے مجھ کو ایسی دار وے بیہوشی دیدی ہے کہ شراب کیا چیز ہے جو مجھ کو ایسی مستی و طرب میں لاسکے اب شعر بعد اور بعد البعد و ونون اوپر گزر چکے ہیں مگر یہاں بھی شرح اور متن قلمی دونوں میں لکھنے لے ناچار رہنے دیے گو مکرر ہیں اور مختصر معنی ان کے بھی ترتیباً لکھ دیے کہ بادہ ہو کیا چیز اپنے جوشش میں گدہا ہمارے جوش کی ہے اور چرخ گردش میں گدہا ہمارے ہوش کا ہوش یعنی جان لینے جیسے یہ سرلیح السیر ہے ایسا چرخ کمان ہو بادہ ہے مست ہوئی نہ ہم اس سے قالب ہے مست ہوا نہ ہم قالب سے اور قالب وہ قالب اولی آدم علیہ السلام سے ہم مثل زنبور عمل کے ہیں اور قالب ہمارے موم جیسے زنبور موم سے غلتے غلتے بناتے

اپنے اپنے خانے میں رہتی ہیں ایسا ہی ہمارا حال ہو اور ہمارے قالب میں اصل سب کی ایک موم قالب آدم علیہ السلام کا جو جو سب سے پہلے ہو شعر آئندہ گریز فرماتے ہیں یہ بات تو نہایت طول طویل ہو اب تو ذکر خواجہ تاجر کا کر اور تاکہ اس نیکر دکا کیا حال ہوا الخلاف شرح بحر العلوم میں بجائے دادہ تو کے دادہ حق ہو

رجوع بحکایت خواجہ تاجر

قولہ خواجہ اندر آتش در دھنیں و صد پر گندہ ہمگفت اینچنین کہ تناقض کہ نیاز و گاہ ناز و گاہ سوداے حقیقت کہ مجازہ مرد غرقہ گشتہ را ہی میکند دست ہر دم در گیا ہے میزند تا کہ امش دست گیر در خطر دست وہاں سینہ از بیم سرہ دوست دارد دوست این آشفگی کو شش بیہودہ بہ از خفگی کہ آنکہ او شاہست او بیکار نیست تالہ ازوے طرفہ کو بیکار نیست بہرین فرمود رحمن ای پسر کل یوم ہونی شان ای پسر اندرین رہہ سیرتاش و میخراش تادم آخر دی فارغ مباش کہ تادم آخر دی آخر بود کہ عنایت باتو صاحب سر بود ہرچہ کوشد جان کہ در مردوزنت گوش و چشم شاہ جان بر روزنت این سخن پایان ندارد ایمود قصہ طوطی و خواجہ باز گو کہ المعنی تناقض عند ایک دوسرے کی ہونا غم و بفتح گمراہ و خوار تھے خواجہ ایسی درد کی آگ میں کہ طوطی پھر پھر کے مردہ صورت ہو گئی سیکڑون باتین پریشان اس قسم کی کتاب تھا کہ جن میں کبھی تناقض ہوتا تھا کبھی نیا ز کبھی ناز کبھی سوداے حقیقت کبھی مجاز کہ یہ سب بھی مندا یک دوسرے کے ہیں گویا دیوانہ ہو گیا تھا جیسے ڈوبا ہوا آدمی بچاؤ کی راہ پیدا کرتا ہو اور ہر دم گیاہ پر ہاتھ ڈالتا ہو مثل ہندی مثل کے کہ ڈوبتا سوار پکڑتا ہو تا کوئی اس کا اس خطر میں ہاتھ پکڑے اور سر کے خوف سے کہ عبارت جان سے جو ہاتھ پاؤں مارتا ہو آب فرماتے ہیں کہ اس قسم کی آشفگی جیسی کہ ڈوبنے کو ہوتی ہو یا اس سوداگر کو ہوتی ہر چند کار آمد نہیں مگر دوست کو جو خدا تعلق ہے پس گو گو شش بیہودہ وہ بے فائدہ ہوتا ہم غفلت اور پختی نہیں چاہیے جیسے فارغ آدمی چادر اوڑھ کے سو رہے ہیں خیال تو کر اس کو جو بادشاہ عالم کا ہو خود وہ بیکار نہیں حالانکہ اس کو حاجت کام کی کیا جس نے کن کہ کے جملہ مخلوق سو جو در دی اور یہ کام میں ہونا اس کا ایسا ہو جیسے کوئی شخص بیمار نہیں ہو اور نالہ کرتا ہو کہ سب کے نزدیک عجیب و طرفہ بات ہو اسی واسطے رحمن نے ای پسر کل یوم ہونی شان فرمایا ہو یعنی ہر روز کا نیا نیا حال ہو بس ظاہر کہ مشیت اس کی ہر روز بدل گئی ہو پھر بیکار کیسے ہوا لا بد جنگ تو راہ دنیا میں ہو اپنی راہ کو چھیلتا تھا و ہموار کرتا رہ اور تادم آخر فارغ مت بن تا ہنگام سفر اچھی طرح مرور کر سکے اور آخر وقت میں شاید کوئی دم آخر ایسا ہو جائے کہ تیرے ساتھ عنایت صاحب سر یعنی جان کی ہو جائے جو کوئی کوشش کرتا ہو اور دل سے اس کے کام میں مشغول ہوتا ہو چاہے مرد ہو چاہے عورت اس کے روزن پر گوش و چشم شاہ جان کی لگی رہتی ہو وہ سب دیکھتا سنتا ہو شعر بعد پھر گریز کہ اس بات کی تو ای عموم تھا نہ نہیں ہو تو قصہ طوطی و خواجہ کا بیان کر الخلاف شرح بحر العلوم میں سودا آدم حقیقت کے بیان ہیں

ایک گہ اور لکھا ہو اور بجائے رہنے کے جاتے می کند اور میزند کی جگہ میز خرم اور فطر رحمٰن کو ہر جگہ اس صورت پر رحمان غلط لکھا ہو رحمن نام خدا تعالیٰ کا ہو اور مسیلمہ کذاب کا بھی لہذا تحقیق نے اس کو الف خفی سے لکھنا پسند کیا ہو اور مسیلمہ کے نام کو الف علی سے بنا برا امتیاز یکدیگر

و بخبر ه سے نکال کے باہر ڈال دینا طوطی کو

قوله بعد از انش از قفس بیرون نکلند طوطیک پرید تا شاخ بلند طوطی مرده چنان پرواز کرده کاقاب از شرق ترک و تار کرد و خواجہ حیران گشت اندر کار مرغ بدید خنجر ناگاہ بدید اسرار مرغ بالاکر دفت ایغذیب از میان حال خود مانده نصیب او چه کرد آسنا کہ تو آموختی چشم باز مکر خود بردوختی ساختی مکرے و مارا سوختی سوختی مارا و خود افروختی گفت طوطی کو بقلم پند داد کہ رہا کن نطق و آواز و کشادہ زانکہ آواز ترا در بند کرد و خویش او مرده ہے این بند کرد یعنی مطرب شدہ با عام و خاص مرده شو چون من کہ تالیابی غلام دانہ باشی مرغانت برپندد خنجر باشی کو دکانت برکتند دانہ پنہان کن بجلی دام شود خنجر پنہان کن گیا ہے بام شود ہر کہ داد او حسن خود را بر ما داد صد قفلے بدسوے اور و نہادہ چشمہا و خشمہا و رشکماہ بر سرش ریزد چو آب از مشکماہ دشمنان اور از غیرت میدرنند دوستان ہم روزگار ش میبرند آنکہ غافل باشد از کشت بہارہ اوچہ داند قیمت این روزگارہ در پناہ لطف حق باید گر سخت کو ہزاران لطف برابر روح ریخت تابیا ہے زد پناہ و چہ پناہ آب و آتش مرزا گرد سپاہ نوح و موسی رائد دریایار شدہ نے براعداشان یکین قمار شدہ آتش ابراہیم رائے قلعبودہ تابرا آورد ازل دل نمرد و دودہ کو متکیے رائسوسے خویش خواندہ قاصدا نش را برجم سنگ رائدہ گفت ای کیے بیادر من گیرید تا پناہست باشم از شمیر تیز المعنی مزاد زیادہ کردہ شدہ قاصد ارادہ کرنے والا بمعنی مستعد بقتل نیز رجم سنگسار کرنا یعنی اُس سوداگر نے طوطی کو مرده بانکر بنجر سے محال کے باہر ڈال دیا طوطی اڑ کے شاخ بلند پر جا بیٹھی اُس طوطی مرده نے ایسا پرواز کیا جیسے آفتاب مشرق سے ترکتا کرتا ہو سنا گیا کہ آفتاب سے وقت طلوع و غروب کے ایک آواز پھر پھر پُر زور نکلتی جو کہ لوگ قرب و جوار اُس ملک کے آواز ایک دوسرے کی اُسوقت نہیں سن پاتے اسی مناسبت سے اُس کے پھرانے کو بھی آفتاب سے تشبیہ کی جو خواجہ اُس مرغ کے کام میں حیران ہوا کہ واسطے کہ اس کیفیت سے بخبر متاجب ایک یہ بعید اُس کے دیکھنے میں آیا متعجب ہو کر کہنے لگا کہ اُمّ بلبل خوش الحان اپنا حال بیان کر اور ہمارا بھی اپنے مال میں حصہ کر کہ اُس طوطی نے وہ دن کی کیا سخن کو سن کے تو نے سیکھ لیا اور ہماری آنکھیں اپنی مکر سے بند کر دیں کہ ہکو تیرا کمر نسو بجا کیسا کہوتو نے کیا جس سے ہکو نسو ختم ہو گیا کہ دیا اور آپ فروخت ہوئی امی خرم و فخر و طوطی نے کہا کہ اُس نے موافق عقل کے نصیحت دی کہ اپنی گویائی اور تادیب و تحریک چھوڑ دے کتا دے وہ مردہ کہ پزند سرور و زمین ہو کے بوجہ کتا

اسیے کہ تیری آواز نے مجھ کو قید کیا ہو اس سبب سے اُس طوطی نے آپ کو مردہ بنایا اور یہ نصیحت مجھ کو دی کہ مردہ بنجا تو ایک مطرب خاص و عام کی بن رہی ہو کوئی تجھے طرب اٹھاتا ہو بس تو میری طرح مردہ ہو جا تو اس سے خلاص پائے اگر دانہ بنگلی مرغ مجھ کو بین کھا سینگے اور اگر غنچہ لڑکے تو زمین گے تو دانہ اپنے نطق کو چھپا بالکل دامن ہو جا اور غنچہ کو پوشیدہ کر چھت کی گھاس بنجا تا دامن سمجھ کے تجھے دو درہن اور گھاس جان کے فوج ڈالین نہیں جلتے جس نے اپنے حسن کو بڑھایا سیکڑوں قضائیں ہر اُسکی طرف متوجہ ہوئیں کیا بد نظمین کیا لوگوں کے خشم و رشک بس ایسی اُس کے سر پر بیٹھنے لگتے ہیں جیسے مشکون سے پانی دشمن اُس کو رشک سے پھارتے ہیں دوست بھی اُس کے معاملے سے توجہ اٹھا لیتے ہیں ہو لوگ کہ سیر ہمارے غافل ہیں وہ قدر اس وقت کی نہیں جلتے اور جب اس کی کیفیت سے خطا اٹھا لیتے ہیں تو بے اس کے اُن کو بڑی دشواری ہوتی ہو ایسے ہی تو بھی اُن میں ایک ہمارا ہوتا ہے بدون اُن کو لطف کب ہو جو تیری ویسی رہائی ہوئے اب مقولات خاص مولانا کے ہیں کہ لطف حق کے پناہ میں ہر کسی کو بھگانا چاہیے جس نے ہزاروں لطف ارواح پر ہٹوئے ہیں تو ہر امر میں تو اُس سے پناہ پائے اور کیسی پناہ کہ آب و آتش جو عناصر ہیں غالب عنصر ہیں تیرے دشمن کے دفع کو تیری فرج و سپاہ ہو جائیں دیکھ تو حضرت نوح اور موسیٰ کا دریا کیسا مددگار ہوا اور اُسکی قوم کفار کو ڈوبوا اور کیسا کینہ کے ساتھ قدر بنا آگ ابراہیم کے واسطے کیسی قلعہ بن گئی جس نے نمرود کے دل سے دھواں اٹھایا حضرت یحییٰ کو پہار نے اپنی طرف نہیں بلایا اور جو اُن کے قتل پر مستعد تھے اُن کو نگہسار کیا مساحیحی سے کہا کہ میری طرف بھاگ آؤ تو میں اپنی تیغ تیز سے تمہارا پناہ ہو دوں مناسب پہار کی تیغ سے یہ کہ پہار کی چوٹی کو تیغ کو کہتے ہیں الخلاف شرح بحر العلوم میں بھلے ترک و نانکے ترکی تازا دہر کہ دادا کی جگہ دادا اور روزگار رش کے ٹھکانے روزگار رش غافل باشد کی جگہ غافل بودا دہر بچاے رحیم اور از شمشیر کو تو بچاؤ گا

وصیت کرنا طوطی کا خواجہ کو اور اڑ جانا

قولہ یکد و پندش داد طوطی بے نفاق و بعد ازان گفتش سلام و الفراق و الوداع و خواجہ کر دی مرحمت و کر دی ازا دم ز قید مظلمت و الوداع ایخواجہ رفتم تا وطن و ہم شوی آزاد و روزی بچو من و خواجہ گفتش فی امان اللہ بروہ مرا اکنون نمودی راہ نوہ سوے ہندستان اسلی رونما و بعد شدت از فرح دل گشتہ نشاد و خواجہ با خود گفت این پند منست و راہ او گیرم کہ این رہ روشن ست و جان من کمتر ز طوطی کے بودہ جان چنین باید کہ نیکو پے بودہ تن قفس شکست زان شد خار جان و و قریب داخلان و خار جان و المعنی یعنی طوطی نے بد بیان بید اس حرکت کے جو مردہ بنگلی تھی ایک دو باتیں نصیحت کی اور اُس سے کہیں بعد اس کے سلام و الفراق کہا کہ آری خواجہ میں مجھ کو رخصت کرتی ہوں تو نے بڑی مرحمت کی کہ مجھ کو اس قید مظلمت سے چھڑایا تیرے ہی ذریعہ سے میں خلاص ہوئی اور اب میں اپنے وطن کو باقی ہوں اور مجھ کو رخصت کرتی ہوں میری طرح تو بھی کسی دن اس قفس حق سے آزاد ہو جائے گا خواجہ نے کافی امان اللہ با تو نے مجھ کو بھی ایک نئی راہ بتادی

کہ قفس تن سے آزادی بے مردہ ہونے کے نہیں ہے بس طوطی طرف ہندوستان کے جو اُس کی اصل جگہ تھی
 متوجہ ہوئی اور بہت دنوں شدت اُٹھاکے فرح سے دلشاد ہوئی خواجہ نے دل میں کہا کہ یہ بڑی نصیحت میرے
 حق میں ہے میں بھی اُس کی راہ اختیار کروں جو مردہ ہو جانا تو کس واسطے کہ یہ راہ روشن ہے میری جان طوطی کی
 جان سے کب کم ہے میری بھی ایسی ہی جان ہونا چاہیے کہ اپنی اصل کے فراق میں رہے اور اُسی کی طرف
 رجوع کرے کہ ایسے ہی جان فرخ پڑی ہوئی ہے حق آدمی کا بشکل قفس کے ہے لیکن جان کے حق میں خارجی اس
 سبب سے کہ داخلون اور غار جون کے فریب میں پڑا ہے داخل نفس و حرص خارج محبت و محبت خوشامدیوں
 کی کہ جسے عجب و غرور پیدا ہوتا ہے اور جان کہ وہ پاکیزہ شریفہ آئی ہے ایسے افعال ذمہ سے رنج و آزار
 پاتی ہے الخلاف شرح بحر العلوم میں بجائے سلام و الفراق کے سلام الفراق بعد شدت کی جگہ بعد از شدت
 اور زبان شدت غار کو ناخار غلط لکھا ہے

بیان مضرت تعظیم خلق اور انگشت نما ہونا

قولہ ایش گوید من شوم ہمارا تو ہے دانش گوید بے ستم انبار تو ہے ایش گوید نیست چون تو در وجود در کمال فضل و
 در احسان وجود آتش گوید ہر دو عالم آن تست ہر جملہ جاہل مان طفیل جان تست ہر ایش خواہ گاہ عیش و
 خرمی ہر آتش گوید گاہ نوش و ہمدی ہر اوچو بیند خلق را سر مست خویش ہر از تکبر میر و داز دست خویش ہر اوندانند
 کہ ہزاران را چو او دیو افگندست اندر آہو ہر لطف و سالوس جہان خوش قہر ایست ہر کترش خورگان پر آتش
 قہر ایست ہر آتشش پنہان و ذوقش آشکار ہر دو داو پیدا شود پایاں کار ہر تو گوا آندرج را من کے خرم ہر اطمینان
 او من پے برم ہر ماحت گریجو گوید بر ملا ہر روز ہا سوز دولت زان سوز ہا ہر چہ دانی کو ز حرمان گفت آن ہر کان
 طبع کہ داشت از تو شد زیان ہر آن اثر میماند در اندرون ہر در مبع این حلتے ہست آزمون ہر آن اثر ہم روز ہا
 باقی بود ہر مایہ کبر و خداع جان شود ہر نیک بناید چہ شیر نیست مری ہر بد ناید زانکہ تلخ افتاد قح ہر ہجو مطبوعست و جب
 کا ز خوری ہر تا بدیری شورش و رنج اندری ہر و غوری حلوا بود ذوقش دے ہر این اثر چون آن نیساید جسے ہر چون
 نمی پاید ہی ماندنمان ہر ہر مندیرا تو بعد آن بدان ہر المعنی سالوس بواو معروف خوشگو و چرب زبان حرمان بالکسر
 محرومی صحیح یعنی روح آزمون استخوان و آتش خداع بکسر فرب قح بالفتح مند مری مطبوع بالفتح ہر چیز آگ کی کپی ہوئی
 خصوصاً جو شانہ دوا حسب بالفتح دانہ ہر چیز اور دوا کی گولی و دوا ہر داخلان اور غار جان کہا ہے کہ تو ان کے قہر میں
 پڑا ہے اخصن کا بیان ہے بس این کا اشارہ ہر طرف داخل کے کہ قریب ہے اور آن کا باب خارج کے کہ بعید ہے چنانچہ فرمایا
 کہ جو شخص قہر میں پڑا ہے نفس تو اُس سے کتا ہے کہ جو دل پہلے سوکھ میں تیرا ہمارا ہوں اور وہ فحشی خابہ
 اُس سے کتا ہے کہ میں تیرا شریک ہوں یہ کتا ہے کہ تجھ سے کوئی پیدا نہوا نہ کمال و فضل میں نہ احسان و جود میں وہ

اُس سے کہتا ہے کہ دونوں جہان تیری ملک اور تیرے ہی واسطے ہیں اور ہم سب کی بائیں تیرے ہی جان کی کھیل
 ہیں اگر تو نہوتا تو کچھ نہوتا یہ اُس کو اس طرف بلاتا ہے کہ وقت عیش و خرمی کا ہے اور وہ اُس سے کہتا ہے کہ وقت نوش و ہمدی
 کا ہے یعنی ہمدون میں لطف نوش و ہمدی کا اٹھا اور وہ جس کو یہ داخلی و خارجی ایسی باتیں سناتے سو جھلکتے ہیں
 جب دیکھتا ہے کہ مخلوق میری مست ہو رہی ہے اور میرے نشہ میں چور ہے مارے غرور کے آپ میں نہیں رہتا
 یہ نہیں جانتا کہ اُس خلیے لاکھوں کو شیطان نے آجھو میں ڈبویا ہے یعنی تھوڑے پانی میں اہل جہان کا لطف اور
 کچنی باتیں ہیں تو ایک لقمہ خوش دل پسند مگر تھوڑا کھا کہ یہ آگ کا بھرا ہوا ہے درون و برون دونوں کو جلا دیا آگ
 تو اس کی چھپی ہو اور مزہ ظاہر پس انجام میں دھوان تھکے ضرور اٹھائیں گی جیسے چھپی ہوئی آگ سے دھوان اٹھتا ہے
 یہ مت کہ کہ اُس صبح کا میں خریدار نہیں ہوں سچ نہیں جانتا اور خوب سمجھتا ہوں کہ وہ طمع کی سبب سے کہتا ہے
 کسو اسٹے کہ اگر وہی ماح تیری بھوکے تو کیسا مدتوں تیرا دل غم و غصہ سے جلے اگرچہ تو جانتا ہے کہ صحیح نہیں کہتا مجھے
 محروم رہا ہے کچھ پایا نہیں اس لیے کہتا ہے پھر جب اس کا اثر تیرے دل میں مدتوں رہتا ہے تو مدح کی بھی یہی حالت سمجھ
 اُس کا اثر کیسے نہوگا چاہے اس کو آزلے اس کا اثر بھی مدتوں رہتا ہے اور یہ غرور اور دھوکے جان کا بھتا ہے مدح شیریں
 چیز ہے جو کچھ متھی معلوم ہوتی ہے اور جو تلخ شے ہے بری معلوم ہوتی ہے آخر دونوں اپنا اثر کرتی ہیں یا نہیں جیسے جوشاندہ
 یا گویا کسی دوا کی کھانے سے اُس کا رنج اور شورش دیر تک رہتی ہے اور دل لوٹ پوٹ ہوتا ہے اور اگر سوا کھا سے
 تو مزہ اُس کا تھوڑی دیر کا ہے بہت نہیں ٹھہرتا اور اس کا اثر ایسا نہیں کہ اُس کے اثر کی طرح پائیداری کرے عوا سے مراد
 یہی حلوا نہیں ہے جو خاص زبان زد عوام ہے بلکہ عام شیرینی کوئی قسم ہو لیکن تو اُس مطبوخ اور جب اور اس حلوا دونوں
 کو اپنے اپنے اثر میں ایک برابر جان کسو اسٹے کہ صند ایک دوسرے کی ہیں وکل شے یعرف با منداہا فرمایا ہے یعنی
 ہر شے اپنی صند سے پہچانی جاتی ہے پس جیسے جو کا اثر رہتا ہے مدح کا بھی ضرور ٹھہرتا ہے اگرچہ ٹھہرنا اس کا مثل حلوا کے ظاہر
 نہیں ہے مگر پوشیدہ ہے پس اس کے پوشیدہ مفسدے اسکے بہت بہت خرابیاں لاتے ہیں اور آفتیں اٹھاتے ہیں الحاقات
 شرح بحر العلوم میں بجائے نوش و ہمدی مرے خورگان کی جگہ خورگان بکاف عجمی اور بجائے آتشش کے آتش پیرم
 کو پیرم خلع کو بدع نمی پاید کی جگہ نمی ماند کھا ہے قولہ چون شکریا شد نہان تاثیر بود بعد چہندے و نبل آریش بچہ
 و رجب و مطبوخ خوردی ایظرفیت اندرون شد پاک ذاملا طلیفت نفس از بس مدح و فروعون شد کن ذلیل
 النفس ہو نا لاسند تا توانی بندہ شو سلطان مباش و زخم کش چون گوے شو چوگان مباش و ورنہ چون لطفت
 نامزدین حال و از تو آید آن حریفان را طلل و آنجا عت کت جمید اندر بود چون بریندت ہویندت کہ دیوہ ہلکے گویند
 چویندنت ہلکے مزدگار گور و غور بر کردہ سرہ ہچو امر ہو کہ خدا نامشن کنند تا بدین سالوس و مدایش کنند و چون بہر نامی
 بر آید پیش آید و چو رانگ آید از تقیثش اوہ دیو سونے آدمی شد ہر مکر و سوئے تو نیکہ از دیوے سچہ

باززان حکم تو بیرون میکشد از عدم ماسوس هستی ہر زمان ہست یا رب کاروان در کاروان المعنی
 پہنچ بیایے موحده قصدہ ارادہ چون و چند کیفیت و کم خست بالفق زمین بین و صلتا نشت بسین بنیاد اکھیرا فلتے
 بین او پر جو مذکور ہوا یہ تو سب کچھ بننے کہا لیکن اصل یہ ہو کہ بے عنایات خدا کے ہم پہنچ ہی پہنچ ہیں خوب جان لو
 کہ بے عنایات حق اور اُس کے خاص بندوں کے اگر فرشتہ ہو تو اُس کا بھی ورق سیاہ ہو خواہ سید بخت خواہ سینہ نامہ
 بنظر اس کے مناجات کرتے ہیں کہ اے خدا تو قادر ہو اور بھون و چند کچھ بھی سے یہ قصر بلند آسمان پیدا ہوا جو کچھ اسکے
 باہر ہو اور جو کچھ اسکے اندر تو سب سے واقف جیسا ہو بذاتہ ویسا ہو نہ کم و بیش اُس میں نہ چون و چند آئی خدا تیرا ہی فضل
 حاجت روا ہر تیرے ہوتے کسی کی یا دروانہ میں اسقدر ارشاد تو نے بخشا ہو اور رہنمائی کی ہو اور اپنے ہی کرم سے
 کتنے عیب ہمارے چھپائے ہیں کہ شکوہ واقف درون و بیرون جان کے دُرتے ہیں اور وہ قطرہ دانش کا جو اپنے
 دریا سے بے پایاں سے بہو بخشا ہو اُس کو اپنے ہی دریاؤں دانش سے لگا رکھتا غیر کی طرف نہ جھکے اور وہ قطرہ تیرے
 علم کا جو میری جان میں ہو اُس کو ہوائے خاک تن سے چھوڑا دے تا اس خاک میں آلودہ ہو کے خراب نہ ہو جائے
 جیسے بوند خاک پر گر کے خاک آلودہ ہو جاتی ہے قبل اس سے کہ یہ خاک زمین کی اس خاک تن کو پہنچ میں صلتا
 اور قبل اس سے کہ یہ ہوا میں دنیا کی اُس کی بنیاد کو اکھیر دین جو دونوں سے مرگ مراد ہو اگرچہ یہ بات ہو کہ جب باد
 اُس کی بنیاد کو اکھیرے تو تو قادر ہو کہ کوئی بات اس خاکی تن کی بھی سن لے اور پسند کر لے جو قطرہ کہ ہوا میں ہوا جو تن
 فلک میں کہ ابھی ٹپکا نہیں ہو یا ٹپک پڑا تیرے خزانہ قدرت سے بھاگ تو نہیں گیا شکوہ بدستور اُس پر قدرت تیرے نظیر اوپر
 کے قول کی ہو جو نسبت تن خاکی کے اتھار ہو اگر وہ قطرہ ایک عدم نہیں سو عدم میں داخل ہو جائے جسوقت تو اُس کو بلانے کا
 سر کے بل دہرے گا فوراً لاکھوں ضد کو ضد کھینچ لیتی ہو لیکن حکم تیرا اُس میں سے پھر نکال لیتا ہو اور یہ کچھ بھی بات نہیں
 ہر وقت عدم سے ہستی میں ای پروردگار قافلہ در قافلہ چلے ہی آتے ہیں سب دیکھتے ہیں اختلاف شرح بحر العلوم میں ہے کہ
 ہوائے خاک تن کے ہوا و زخاک اور نفس کی بجگہ نشت کہ دونوں کے معنی جدا گانہ ہیں لکھا جو قولہ خاصہ ہر شب بلکہ
 افکار و محمول نہ نیست گرد و غرق در بحر نقول ہا ز وقت صبح چون الایمان ہا برزند از بحر سر چون ماہیان ہا در
 خزان میں صد ہزار ان شاخ و برگ ہا از ہر میت رفت و دریا سے مرگ ہا زلغ پوشیدہ سید چون نو ہر گرہ در
 گلستان نوحہ کردہ بر خضر ہا ز فرمان آید از سالار وہ ہا مرعدم را کا پنج خوردی باز وہ ہا انچہ خوردی دادہ ہا مرگ سیاہ ہا
 از نبات و در دواز برگ و گیاہ ہا ای برادر عقل یکدم با خود آرد ہا دیمدم در تو خزانست و بہار ہا بلغ را سبز و تر و قانہ میں ہا
 پر ز غنچہ و در دوسر ویا سین ہا ز انہی برگ پنهان گشتہ شلخ ہا زان سے گل نمان صحرا و کلخ ہا این سخنا گیاہ از
 عقل کل ست ہا یسے آن گلزار سبز و سنبل ست ہا ای برادر یکدم از خود دور شو ہا با خود آو غرق بحر نور شو ہا یسے
 گل دیدی کہ آنجا گل نبود ہا جوش بل دیدی کہ آنجا بل نبود ہا تو غلظت در سنت و در ہر مرتزہا میہر و تا غلظت و کوثر مرتزہا

ہو دوا می چشم باشد نور سازد شد ز بوی دید کہ یعقوب بازہ بوی بدم دیدہ رہا تاری کند بوی یوسف دیدہ ریا یاری کند
 تو کہ یوسف نیستی یعقوب باش و ہجو او با گرہ و آشوب باش چون تو شیون نیستی فرما دباش چون نہ لیل تو بخون
 گرد فاش المعنی نفول بضمین عمیق و زرف خضر بختین تازگی و سبزی قلا و زفتح قاف و نم و او وزا می سمجہ ہر
 مقدمہ لشکر یعنی علاوہ کاروان در کاروان کے خاص اس بات کو غور کرو کہ ہر رات جملہ فکرین اور عقلین کو عمیق خواب میں
 ڈوب جاتی ہیں اور نیست ہو جاتی ہیں اور صبح کو پھر مثل اللہ والوں کے اسی دریا سے مچھلیوں کی طرح سر نکالتی ہیں اور اسی
 سے ہستی پاتی ہیں اسی واسطے اللہ کی کہا ہوا می منسوب باشد اور خزان کو دیکھ کہ لاکھوں شاخ و برگ ہر پست کھل کے
 دریا سے مرگ میں جا گرتے ہیں زلغ نور گرون کے مثل سپہ پوش ہو کے اس سبزی و تازگی پر نور گری کرتا ہو
 تنہا جس زلغ کی خزان میں کلام حضرت نظامی رہے بھی مستفاد ہو شہر چو باد خزان در آید بیلغ نہ زمانہ وہد جاے
 بلبیل ہر زلغ پس زلغ کی نور گری اور ہاے ہاے سے سالار وہ یعنی حاکم دنیا سے حکم عدم کو ہوتا ہو کہ جو کچھ
 تو نے کھالیا ہو پھیر دے اور آخر مرگ سیاہ کہ وہ عدم ہو جو کچھ نبات و گلاب و برگ و گیاد سے تو کھا گیا ہو سب
 دیدے اب فرماتے ہیں اے بھائی ذرا تو ہوش پکڑ اور عقل اپنی ٹھکانے کرایسے ہی و مبہم تو بھی خزان و بہار میں ہو کبھی
 شگفتہ اور فرحناک ہوتا ہو اور کبھی منقبض اور غمناک خواہ بمقتضی صورت خواہ بوجہ معنی اب دیکھ تو بہار میں باغ کیسا سبز
 و تر و تازہ ہوتا ہو اور غنچہ اور گلاب اور سروہ یاسمین سے بھرا ہوا پتون کی انبوہی سے شامین چھپی ہوتی ہیں اور گل
 کی کثرت سے صحرا و کن سنان ہوتے ہیں تیری بھی یہ باتیں جو عطیہ عقل سے ہیں اسی گلزار سبز اور سنبل تر
 کی بو میں بیٹھنے و عدت کی پھر فرماتے ہیں اے بھائی ذرا تو اپنی خودی سے الگ ہو جا اور ہوش میں آجاتا ہو
 نور میں غرق ہو جا دیکھ تو جہان گل نہ تھا وہاں بو گل کی دیکھی اور جہان مل نہ تھی وہاں جوش مل کا دیکھا تو
 مراد انہیں باتوں سے جو عطیہ عقل کل ہیں اور عقل کل ایسے ہی مل اور جوش مل بس تو اپنی خودی مل کے اسی
 جوش و بوسے طالب گل و مل کا ہو کہ واسطے کہ یہی بو تیری رہنا ہو جگو غلد و کو شرمک ہو چو چادے کی بو آکھوں کی
 دوا اور آکھوں کی روشن کرنے والی ہو دیکھ تو یوہی سے آنکھیں یعقوب کی کھل گئی تھیں مگر بو بد آکھوں کا مذہاکرتی
 ہو اور بوسے یوسف آکھوں کی مددگار ہو اب تو یوسف تو ہو نہین یعقوب بن اور مثل یعقوب کے عشق حقیقی میں گریا ہو
 آشوب سے غافل مت ہو پھر تائید فرماتے ہیں کہ اگر شیون نہین تو فرما دکیون نہین ہوتا اور اگر لیلی نہین تو بخون
 کیون نہین بنتا ہمت کا مقتضا تو یہ تھا کہ یوسف بنتا یا شیون اور لیلی الخلفا شرح بحر العلوم میں بجائے سبز و سنبل
 کے صحن و سنبل لکھا ہو

تفسیر قول حکیم ستانی قدس سرہ

قولہ بشنو این ہند از حکیم غزنوی و تائیابی و تن کہ نہ نوی و این رباعی را شنو از زبان و دل ہمارو ان کی کلی زاب و گل

پند اور از دل و جان گوش کن و ہوش را جان ساز و جان را ہوش کن و آن حکیم غزنوی شیخ کیلیہ گفتہ است این ہند کیویا و گیار
ناز را روسے پیاید بچو وردد چون بنا شد گرد بد خوںے مگر و زشت باشد روسے نازیبا و نازہ سخت باشد چشم نابینا
و در و پیش یوسف نازش خوبی کن و جز نیازو آہ یعقوبی کن و معنی مردن زطوطی بد نیاز و در نیاز و فقر خود را
مردہ ساز و تا دم عیسے ترا زندہ کند و بچو خویشست خوب فرخندہ کند و در بہار ان کے شود سر سبز سنگ و
خاک شتو تا گل بروید رنگ رنگ و سالما تو سنگ بودی و خراش و آزمون را یک زمانی خاک باش و
در بیان کین شبنویک داستان و تا بدانی اعتقاد داستان و المعنی غزنوی منسوب بغزنین کہ نام شہر کاہو نوی
تازگی و در گلاب نازش فخر بہار ان میں الف نون زندہ ہو مولانا رح فرماتے ہیں کہ ایک ہند حکیم غزنوی کی سن
تا تیرے تن کہنہ میں نوی و تازگی آجائے اس رباعی کو اُس کی جان و دل سے سن تو بالکل قید آب و گل پہنچے
جسمانی سے چھوٹ جائے اور مقام فنا کو پہنچے رباعی بنظر چار مصرعون کے کہا ہو نہ وہ رباعی اصطلاحی کہ
اُس کے وزن پر نہیں ہو بلکہ مصرعے غزل کے معلوم ہوتے ہیں پھر فرماتے ہیں کہ اُس کی ہند کو دل و جان سے
سن ہوش کو جان بنا اور جان کو ہوش کر کس واسطے کہ اُس حکیم غزنوی نے کیسی اچھی ہند کی ہو تو بھی اسکو خوب یاد رکھ
اور وہ یہ ہو کہ نازوہ کرے جس کی صورت گلاب سی ہو اور اگر ایسی صورت نہ تو ناز نہیں بد خونی ہو بد خونی کے پاس
ست پھٹک اس لیے کہ جب صورت ناز یا ہو تو ناز بھی زیبا نہیں ایسا ہی جیسے اندھی آنکھ میں درد آب مولانا رح
فرماتے ہیں کہ یوسف کے سامنے فخر اپنی خوبی کا مت کر بلکہ یعقوب کی سی نیازو آہ کر وہ طوطی تاجر کی جو مر گئی
تھی یہ اظہار نیاز تھا تو بھی نیاز و فقر میں آپ کو مردہ کر تو دم عیسے شکو زندہ کرے اور اپنے مثل خوب و فرخندہ بنائے
بہار میں ہر شہر و سرسبز ہو جاتی ہو مگر پھر نہیں ہوتا بس تو خاک ہو تو رنگ رنگ کے گل تجھے پیدا ہون پر سون تو
سنگ و خراش رہا لوگوں کے دل نہ چے دکھائے دم بھر کو تو خاک ہو یا اور امتحان کر دیکھ تو کیا ہوتا ہے اب
اسی کے بیان میں ایک داستان سن تب تو جانے کہ راست لوگوں کے ایسے اعتقاد ہوتے ہیں اختلاف
شرح بحر العلوم میں پارون مصرعے حکیم سنائی کے ایسے بے ترتیب لکھے ہیں کہ ایک سطر میں پہلے مصرعہ مولانا
لکھا ہو بیچ میں دو مصرعے سنائی کے ایسے ہی دوسری سطر میں شاید مقصود اس سے غلطگی اُن کے کلام کی ہو
اور نشان اس کا غلطی کلام کی ہو کہ پہلے مصرعہ میں روسے کے راندار ہو دوسرے مصرعہ میں بچے زشت جو مراد
ناز یا کا ہو عیب اور قافیہ میں درد قافیہ ورد کے دونوں مصرعون میں با ناز لکھا ہو اور بچو پہلے سے یہ پارون
مصرعے یاد تھے اور جو تھے مصرعہ میں درد اور بچے نیاز و فقر کے قعر غلط ہو

داستان پیر چنگی کی کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں فاقہ کے دن گورستان میں خدا کی واسطے چنگ بجاتا تھا
قولہ من شئید ستی کہ دو عہد عہد بود چنگی مطہری با کر و فرہ بلیل از آواز او خود شہدی و یکطرفہ آواز خوش مسعدی

بچو

مجلس و مجمع دمشق آراستی و وز نو اسے اوقیامت خاستی و ہنجو اسرافیل کا وازش یقین و مردگان راہبان درآرد
 در بدن و یا رساں بود اسرافیل راہ کز سماعش پر برستی فیل راہ ساز و اسرافیل رفری نالہ راہ جان دہر پوشیدہ
 صد سالہ راہ پاچہ داؤد از خوشی نغمہ جان براندی سوی بستان خدا انبیا را ہم درون در نعمت است و طالبان را زان
 حیات بے بہاست و نشنود آن نغمہ را گوش حس کہ سخنا گوش حس باشد نجس و نشنود نغمہ پری را آدنی کہ گو بود اسرار
 پریان انجی کہ چہ ہم نغمہ پری زمین عالمست و نغمہ دل بر تر از ہر دو دست کہ پری و آدنی زندانیند ہر دو در زندان
 این نادانیند و معشر انجن سورہ رحمن بخوان کہ تسلطیعو اتقوا را بازوان و سورہ رحمن بخوان ای مبتدی و ناشو
 بر سر پریان متمدی و المعنی فن حال و گونه و نوع رساں ہر زمان و ہم پیام جمع رسیل نجس بفتحین و یکسر جسم نیز پلید
 اعجم گنگ متدیمی بدایت یافتہ شدہ فرماتے ہیں کہ وہ تو نے سنا جو حضرت عیسیٰ کے وقت میں ایک مطرب چنگ نواز
 پڑا کہ وہ فر والا تھا بابل اُس کی آواز سے مست و بخود ہو جاتی تھی ہوا و ہون کو یہ بخود کرتی ہوا و ایک حصہ طرب اُس کی
 آواز سے سو حصہ ہو جاتی تھی دم اُس کا مجلس اور مجمع کو آراستہ کرتا تھا بے انہو ہو جاتا تھا اور نو اُس کی قیامت تھی
 کہ ساری مخلوق جمع ہو جاتی تھی اپنے فن میں اُس کا آواز بھی مثل اسرافیل کے تھا کہ مردون کے بدن میں جان ڈالتا
 تھا جیسے اسرافیل کے صور سے زندہ ہو جائیں گے یا وہ اسرافیل کا رساں تھا ہم پیام و ہر زمان کہ جسکی سماع سے ہستی کے
 پر جیتے تھے اُن نے لگتا تھا اور اس کے نالہ سے یاد ہو جاتا تھا کہ ایک دن اسرافیل بھی اپنا نالہ ساز و درست کریں کے جس سے
 سیکڑوں برس کے مردے گلے سٹپ زندہ ہو جائیں گے یا مثل داؤد کے سرور و خوشی نغموں سے جان کو طرف
 بستان خدا کے ہانک دیتا تھا اب آگے مقولات مولانا رح کے ہیں کہ انہی کے درون میں بھی بڑے نغمے بھرے ہیں جو بجانب
 اللہ نازل ہوتے ہیں اور طالب اُن سے حیات بے بہا پاتے ہیں خواہ مفت خواہ وہ حیات جسکی قیمت نہیں لیکن اُن
 نغموں کو گوش حسنی ظاہری نہیں سن سکتے اس وجہ سے کہ یہ گوش باتون سے نجس ہو رہے ہیں اور وہ نغمات لفظی نہیں
 چنکو جب عادت اپنے گوش حسنی سنیں وہ القا و انما مات ہیں اور یہ کوئی عجیب بات نہیں اس واسطے کہ پری جن کے
 نغمہ کو بھی آدنی نہیں سن سکتا اس واسطے کہ اس کو اسرار ہیوں سے گونگا کیا ہوا و گونگا بہر بھی ہوتا ہے ہر چند کہ نغمہ پری
 کا اسی عالم سے ہو لیکن نغمہ دل کا ان دونوں کے دم سے بڑھکے ہوا و جدا خدا تعالیٰ کی طرف سے بے نطق و زبان
 و سمجھنے کی یہ کہ دونوں زندانی زندان نلانی کے ہیں ان کو علم ہی اس کا عطا نہیں ہوا تو اس آیت کو سورہ رح میں ہے
 وَنَحْنُ عَلٰی مَا نَعْمُرُ الْحَيٰۃَ الْاٰنْسَیٰۃَ اِنۡ سَلَطْنٰمْ اَنْ یَّخْذُوْا مِنْ اَوْطٰٓءِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَاَنْعٰدُوْا لَا یَنْفَعُوْنَہُمْ اِلَّا سُلٰطٰنُ
 اَوْیَحٰۃٍ مِّنۡ جِہَنَّمَ وَاِنۡ سَلَطْنٰمْ اَلۡکَرۡہَیۡمَ یَّکۡفِیۡہُمۡ کُلُّ شَیْءٍ مِّنۡ اَسۡمٰنٍ وَّ اَرۡضٍ وَّ جِہَنَّمَ وَاِنۡ سَلَطْنٰمْ اَلۡجِبۡرَیۡۃَ یَّکۡفِیۡہُمۡ کُلُّ شَیْءٍ مِّنۡ اَسۡمٰنٍ وَّ اَرۡضٍ وَّ جِہَنَّمَ
 وَ اِنۡ سَلَطْنٰمْ اَلۡاِنۡسَیۡۃَ یَّکۡفِیۡہُمۡ کُلُّ شَیْءٍ مِّنۡ اَسۡمٰنٍ وَّ اَرۡضٍ وَّ جِہَنَّمَ وَ اِنۡ سَلَطْنٰمْ اَلۡنَّحۡشَ یَّکۡفِیۡہُمۡ کُلُّ شَیْءٍ مِّنۡ اَسۡمٰنٍ وَّ اَرۡضٍ وَّ جِہَنَّمَ
 وَ اِنۡ سَلَطْنٰمْ اَلۡجِبۡرَیۡۃَ یَّکۡفِیۡہُمۡ کُلُّ شَیْءٍ مِّنۡ اَسۡمٰنٍ وَّ اَرۡضٍ وَّ جِہَنَّمَ وَ اِنۡ سَلَطْنٰمْ اَلۡنَّحۡشَ یَّکۡفِیۡہُمۡ کُلُّ شَیْءٍ مِّنۡ اَسۡمٰنٍ وَّ اَرۡضٍ وَّ جِہَنَّمَ
 وَ اِنۡ سَلَطْنٰمْ اَلۡجِبۡرَیۡۃَ یَّکۡفِیۡہُمۡ کُلُّ شَیْءٍ مِّنۡ اَسۡمٰنٍ وَّ اَرۡضٍ وَّ جِہَنَّمَ وَ اِنۡ سَلَطْنٰمْ اَلۡنَّحۡشَ یَّکۡفِیۡہُمۡ کُلُّ شَیْءٍ مِّنۡ اَسۡمٰنٍ وَّ اَرۡضٍ وَّ جِہَنَّمَ

ہدایت پائے اور جانے کہ اُن کو بھی اسرار غیب پر قدرت نہیں ملی ہو مگر خدا کی مسند سے اختلاف شرح بحر العلوم میں
 خوش کی جگہ خوشی یا اور پوشیدہ بجائے بوسیدہ غلط لکھا ہے قولہ ننہائے اندرونی او لیاہ اولو گویند کسے اجزائے لہ
 میں زلالے نفی سر ہا برزیدہ وین خیال و وہم کیسوا فگنیدہ کارایشانست زانسوی بری کہ کردت روشن جو جو رہی رہی
 اینہم پوشیدہ در کون و فسادہ جان باقی تان نزوید و نزادہ گر گویم شہ زان ننہا ہا ہا ہا سر ہر زندا از ننہا ہا
 گوش راز دیک کن کان دور نیست ہا لیک نقل اُن بتو دستور نیست ہا میں کہ اسرافیل وقتہ او لیاہ مردہ راز ایشان
 حیات است و نہا جانہای مردہ اندر گورتن ہا ہر ہر زوا از شان اندر کفن ہا گوید این آواز زوا ہا ہر است ہا زندہ کون
 کار آواز خداست ہا ما بر دیم و بکلی کا ستیم ہا ہانگ حق آمد ہمہ بر خاستیم ہا ہانگ حق اندر حجاب و بی عجیب ہا
 آندہ کو دادیم راز حجب ہا اے فتانان نیست کردہ زیر پوست ہا باز گردید از عدم زوا از دوست ہا مطلق اُن آواز
 خود از شہ بودہ گرچہ از مخلوق عبد اللہ بودہ گفت اور اسمن زبان و چشم توہ من حواس و من رضا و خشم توہ رو کہ بی بی کش
 و بی بیصرتوئی ہا سرتوئی ہا بی صاحب سرتوئی ہا المعنی و عجمہ بالفتح ہا خانہ جس میں کفار عجم اپنے مردے رکھتے تھے و
 گور خانہ گبران آوا بمعنی آواز حجب امالہ حجاب پہلا شعر دوسرے شعر سے مربوط ہے یعنی اولیکے درون میں بھی نعمات
 غیبی بھرے ہیں اور وہ اول یہی کہتے ہیں کہ اے اجزائے لایعنے اجزائے نفی کے خبردار ہو اور لائے نفی سے پہلے سر خیال
 و وہم کے اثر اور ان کو دور پھینک دو کہ یہی مانع ہو جاتے ہیں اجزائے نفی یہ کہ انسان کے جملہ اجزائے نفی سے بنے
 ہیں اور فانی ہیں اور لائے نفی لاکلمہ لا الہ الا اللہ جس سے فقرائے جملہ ماسوا کی کر کے الاکے ساتھ اثبات ذات
 اللہ بلا شائبہ کا کرتے ہیں کسوا سطلے کہ وہم و خیال ان کا کام ادھر ہی دنیا کے معاملہ میں ہو ادھر یعنی معرفت ان سے پاک
 و بری ہو وہ ان مطلق ان کا گذر نہیں اس کا مال بکوجب تو طالب رہی رہی کا ہو گا تو تجھے خود روشن ہو جائیگا یہ سب وہم
 و خیال اس عالم کون و فساد میں کہ ہر شے بیان ہست و نیست ہوتی رہتی ہے چھپے ہوئے ہیں اور مثل دانہ کے دبے
 ہوئے جیسے تھاری جان باقی میں نہ بھی کچھ آگاہ نہ کچھ پیدا ہوا محض بے ثمرین اگر ان نعمات اولیائے ایک شہ بیان
 کروں تو لوگوں کی جانیں قبروں سے سر نکال دیں اور زندہ ہو جائیں لیکن ایسی باتوں کے نقل و بیان کرنے کا
 دستور نہیں ہو تو خود ہی اپنے کان اُن ننہوں کی طرف لگا اور اُن کے نزدیک لے جا آپ سُن لے گا خبردار ہو جا
 اولیا بھی اپنے وقت کے اسرافیل ہیں یعنی جیسے اسرافیل نے ایک وقت میں مردوں کو زندگی و نمود حاصل ہو گا
 ان سے بھی ہوتا ہو اُن سے تو وہ مردے جو گور کی خاک میں پڑے ہیں زندہ ہو گئے ان سے یہ مردے جو گور میں ہیں پڑے ہیں
 آواز کے ساتھ ہی کفن میں چونک پڑتے ہیں اور کفن ہی لباس ظاہری اور کہتے ہیں کہ یہ آواز خدا کی آوازوں سے ہے
 اس لیے کہ زندہ کر دینا خدا کی آواز کا کام ہے ہم مردے کی طرح مردے ہوئے اور بالکل گئے ہوئے تھے جیسے مردہ گل
 سڑکے گشت ہوا یا پتھر ہوا ہا ہانگ حق کہتے ہیں سب اللہ کھڑے ہوئے ہا ہانگ حق کے حجاب میں بھی اور نیز بے حجاب

وہ عطا عطا کرتی ہے جو مریم کو اپنی حبیب خاص سے عطا کی جس سے حضرت عیسیٰ بے سلسلہ توالد و تناسل عالم کے بے باپ کے پیدا ہوئے اور آواز یہ کہ ای لوگو تمکو فتنائے اس پوست کے پردہ میں نیست کر رکھا تھا اب بدولت و از دوست کے عدم سے لوٹو اور زندہ ہو جاؤ بس وہ آواز مطلق پادشاہ کی جانب سے ہوتی ہے اگرچہ بحسب ظاہر کسی عبد اللہ کے خلق سے ہو یہی مطلب حجاب سے ہے اور بے حبیب سے نسبت بعیسیٰ علیہ السلام کہ بے باپ کے پیدا ہوئے مگر عبد اللہ وہ جس سے اُس نے کہد یا ہو کہ میں تیری زبان و چشم ہوں اور میں ہی تیرے حواس اور رضا و خشم تو جب کہ میرا تیرے ہی ساتھ سننا اور تیرے ہی ساتھ دیکھنا ہے اور مجید کس کا تو خود صاحب مجید ہے چنانچہ فرمایا لا یزال یتقرب الی العبد بالنوافل حتیٰ اجبته کنت سمعہ و بصرہ و یدہ و رجلہ و لسانہ و بے سماع و بے بصر و بے بطش و بے عیسیٰ و بے نطق ترجمہ ہمیشہ تقرب ڈھونڈ سے بندہ میری طرف نوافل سے یہاں تک کہ میں اُس کو دوست رکھوں پھر جب دوست اُس کا ہو جاؤں تو اُس کے کان آنکھ ہاتھ پاؤں اور زبان ہو جانا ہوں کہ وہ ان قوتوں سے میرے ہی ساتھ سنتا ہے اور میرے ہی ساتھ دیکھتا ہے اور میرے ہی ساتھ حکم کرتا ہے اور میرے ہی ساتھ چلتا ہے اور میرے ہی ساتھ کلام کرتا ہے غرض یہ سب باتیں اُس کی میری ہی ہوتی ہیں الخلاف شرح بحر العلوم میں زاد ہا کی جگہ آواہا لکھا زامن و رجا سے اور پوشیدہ کے بجائے بوسیدہ غلط لکھا ہے

تفسیر من کان لہ کان اللہ

قولہ چون شدی من کان لہ از اولہ حق تر باشد کہ کان اللہ کہ توئی گویم ترا گاہے منم کہ ہر گویم آفتاب و شمع کہ ہر گاہ تا ہم زمشکات دے کہ حل شدہ آنجا مشکلات عالمی کہ ہر گاہ تا یہ کی آمدنا سزاہ از فروغ ما شود شمس الضحیٰ کہ خلعتی را کا فتابش بر نہاشت کہ از دم ما گرد آن ظلمت چو پاشت کہ آدمی را او بخویش اسما نمودہ دیگر از از دم اسما میکشود کہ آب خواہ از ہر جہو خواہ از سپو کہ کین سپو را ہم بد باشد ز ہوہ نور خواہ از مہ طلب خواہی ز نورہ نور مہ ہم آفتاب ست ای سپرہ مقتبس شود و چون یابی نجوم کہ گفت ہمیر کہ انھائی نجوم کہ خواہ از آدم گیر نورش خواہ از وہ خواہ از خم گیرے خواہ از کہ وہ کین کہ وہ با خم بہ پیوستہ سخت دے جو تو شد ان کہ وہ ای بخت کہ گفت طوبی من رانی مصطفیٰ والذی یبصر لمن وہی رے کہ چون چراغے نور شمس را کشید کہ ہر کہ دید انرا یقین ان شمع دیدہ کہ ہمین تاصد چراغ از نقل شدہ دیدن آخر نقای اصل شدہ خواہ از نور پسین بستان تو ان کہ پیچ فرقت نیست خواہ از شیخ جان کہ خواہ نور از اولین بستان بجان کہ خواہ از نور پسین فرقتہ مان کہ خواہ بین نور از چراغ آخرین کہ خواہ بین نورش ز شمع غارین کہ المعنی ولکہ یفتخین و مجبر و حیران شکاۃ چراغ ان شمس الضحیٰ آفتاب پاشت مقتبس نور پختہ والا نقل ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا لقا کبیر دیکھنا غار آئندہ روزندہ و باقی ماندہ یعنی جب توجہ بہت ہو مجبر ہی سے من کان لہ ہو گیا تو مستحق کان اللہ کہ ہو چنانچہ حدیث شریف ہر من کان لہ لہ کان اللہ کہ ہو

اللہ کا ہونا، ہوا اللہ اس کا ہونا، اس صورت میں کہیں میں جگو توئی گستاہوں اور کہیں ہم نے کہیں تیری تعبیر سے
 کرتا ہوں اور کہیں اپنی ذات سے غرض جو کچھ کون، ہر صحیح کس لیے کہ میں ایک آفتاب روشن ہوں کچھ چھپا
 نہیں ہوں اور اس وقت میں تیری مشکات سے روشنی حاصل کر کے جہان کہیں اپنے دم کا فروغ حاصل کروں
 ایک عالم کی لامل مشکلیں سب حل ہو جائیں اور جہان کہیں تاریکی نالایت و ناسزا ہو میرے نور و فروغ سے ایسی
 روشن ہو جائے جیسے پاشت کا آفتاب جس غلت کو کہ آفتاب نہ مال سکا کہ وہ پردہ ظلمات ہو ہمارے
 دم سے پاشت ہو جائے آدمی ایسا معزز و مکرم ہو جس کو ہر شے کے اسما اس نے آپ سکھائے جیسا کہ خود فرمایا و علم
 آدم اللہ انما علمنا سکھائے آدم کو نام ہر شے کے اور پھر آدم سے اور وں کو یہ کشود ہوئی تلا ہو کہ پانی چاہے نہر سے
 دھونڈے چاہے گھر سے ہر نہر ہی کا کس واسطے کہ نہر ہی سے گھر سے کو مدد ملتی ہے دوسری مثال نور خواہ ماہ سے
 چاہ خواہ آفتاب سے مگر ہر نور آفتاب ہی کا اگر جگو آفتاب نہیں ملتا جو مراد آنسو و رکائات سے ہر صلی اللہ علیہ
 وسلم تو نجوم ہی سے نور چن کہ وہ اصحاب ہیں کما قال علیہ السلام اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم ہدایتیم یعنی اصحاب
 میرے مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے پھر فرماتے ہیں چاہے آدمی سے نور
 اس کا حاصل کر چاہے خود اس سے چاہے خم سے لے شراب چاہے کدو سے کس واسطے کہ یہ کدو نہایت خم سے ملا ہوا
 ہو جہان سے اس کی اصل ہر تیری طرح وہ کدو ایسی نیکخت نہیں ہے کہ تو اپنی اصل سے جدا ہو لیکن صحابہ اور تابعین کی
 نسبت مصطفیٰ نے فرمایا ہر طوبی لمن رانی والذی یبصر لمن وہی رمای یعنی خوشی ہو اس کے واسطے جس نے مجھ کو دیکھا
 اور اس کے واسطے جس نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا کہ اس میں صحابہ اور تابعین اور اولیاء اللہ سب داخل ہیں آئندہ
 اسی کی نظیر ہیں چنانچہ فرمایا جب کسی چراغ نے نور شمع سے حاصل کیا بس جس نے اس چراغ کو دیکھا بالیقین شمع کو
 دیکھا ایسے ہی اس چراغ کا نور اگر سو چراغ تک نقل ہو گا پچھلے کا دیکھنا اصل کا ہو شمع ہی دیکھنا جو اب چاہے تو پچھلے
 ہی چراغ سے نور حاصل کرے نور چراغ و نور شمع میں کچھ فرق نہیں ہے چاہے چراغ سے جان چاہے شمع سے پھر اسی منہوں
 کو روشن فرمایا کہ اگر تو پہلے چراغ سے جو شمع سے روشن ہوا ہو جب یا پچھلے چراغ سے جس نے نقل و نقل نور اس سے
 جب پایا ہو اپنی جان کو روشن کرے تو ایک ہی بات ہے کچھ فرق نہیں چاہے اس پچھلے ہی چراغ کا نور کچھ چاہے شمع یا یقین
 کا جو روندہ اور آئندہ ہیں کس لیے کہ یہ سلسلہ افاضت و ہدایت کا قیامت تک ایسے ہی پھلا ملے گا الخلاف شرح
 بحر العلوم میں دوسرا مصرع اس شعر کا کہیں کدو باخم الخیون لکھا ہے ہنہ ہو تو شادان کدو سے نیکخت میری بھیج میں
 جو گزرا میں نے لکھا اگر اس سے بہتر صحیح کسی کو معلوم ہو درست کر دین

تفسیر حدیث ان ربکم فی آیام و ہر کم تفحات الا فتمضوا لایما بیشک معارف

پروردگار کو متحاربے زمانہ کے دنوں میں نفحات ہیں خبردار ہو جاؤ پس پیش آؤ ان نفحات کی طرف

قولہ گفت پیغمبر کہ نفحاتی حق اندرین ایام ہے گوش ہش در پید این اوقات را در باید آنچنین نفحات
نغمہ آمد مرثا را دید و رفت ہر کر ایخواست جان بخشید و رفت ہنغمہ دیگر رسید آگاہ باش ہ تا ازین ہم دانمانی خواہر
باش ہ جان آتش یافت زان آتش کشے ہ جان مردہ یافت در خود جنبشے ہ جان ناری یافت از وی انطفاہ
مردہ پوشد از بقاے اوقبا ہ تازگی و جنبش طوبے است این ہ بچو جنبشہاے خلقان نیست این ہ اگر در افتد
در زمین و آسمان ہ زہر ہا شان آب گرد و در زمان ہ خود زہیم این دم بے منتہا ہ باز خوان فابکن ان بکنا ہ ورنہ خود
اشفق منہا چون پدی ہ گردنہ از ہمیش دل شان خون شدی ہ دوش دیگر گونہ این میداد دست ہ نغمہ چندی در آمد زہ
بست ہ ہر نغمہ گشت تمنائی گرد ہ وقت لقمان ست ای نغمہ برو ہ اہوای نغمہ این خار خار ہ انکث لقمان برون آید خار ہ
در کث او خار و سایش نیز نیست ہ لیک تان از حرص آن تیر نیست ہ خار دان آرا کہ خرا دید ہ زانکہ بس نان
گور و بس نادید ہ ہان لقمان کو گلستان خداست ہ پلے جانش بستہ غاری پر است ہ المعنی نغمہ بالغ بویشین
خواجہ تاش غلام و نوکر ایک خواجہ کے کہ ایک دوسرے کے خواجہ تاش ہیں سبق ہفتمین شرط بدنا تیر اندازی یا
اسب و دوانی میں و سبق کتاب فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر کہ نغمے حقائق کے ان ایام میں جو
تصاریے نام کے ہیں سبق لاتے ہیں تا تم ان سے بہرہ ور ہو اور ہدایت پاؤ چنانچہ حدیث شریفہ مع ترجمہ سرخی میں فرم
ہو لہذا گوش ہوش ان واقعات پر لگائے رہو اور جانتک ہو سکے ایسے نفحات کو حاصل کرو قیمت جانو ایک نغمہ تو ایسا
ہوگا کہ اُس نے حکمو دیکھا جانچا اور جس کو چاہتا تھا جان تازہ بخشی اور چلا گیا کہ یہ زمانہ انبیا کا تھا جن کے ذریعہ سے
مردے گور خلافت کے زندہ ہوئے انجواے فضل بہ من یشار و پندی من یشار کے یعنی گمراہ کرتا ہ اُس سے
جس کو چاہتا ہو اور راہ بتاتا ہو جس کو چاہتا ہو اسی سبب سے سچا است کہا ہ اور یہ کہ چلا گیا بلحاظ الیوم اکملت
لکم دینکم کے ہر یعنی اب کامل کیا میں نے تمہارے واسطے دین تمہارا اب فرماتے ہیں کہ ایخو اجہ تاش بنظر اس اتحاد کے
کہ ہم تم ایک مالک کے بندے ہیں تمہارے کتا ہون خبردار و ہوشیار ہو جا کہ دوسرا نغمہ آیا تو اس سے بھی محروم نہ رہاے
یہ وہ نغمہ ہے جس سے جان آتش نے ایک آتش کا بجھانے والا پایا اور جان مردہ نے جان بخشنے والا جس سے ایمان
جنبش و حرکت ہو گئی جو جان کہ منسوب بنا رہی اُس کو انطفا مائل ہو کہ اب نار جلا نہیں سکتی اور جو مردہ تھا کہ
خفا و غم و دل سے ہر اُس نے اس نغمہ سے بجا بقا کی ہنسی کہ مر نہیں سکتا اس نغمہ میں تازگی و جنبش طوبی کی سی ہ بلکہ خود
جس نے مخلوق کی جی میں جنین یہ وہ نغمہ ہ اگر زمین و آسمان میں پھیلے تو کسی مخلوق اور خود ان کا زہرہ ایسا نہیں کہ آب

ہو کے خزانہ پہلے اور محل اسکے ہوں جہی زمین آسمان تو ہیں جنہوں نے اس نفع لامتناہی کے خوف سے انکار اسکے تحمل کا کیا تھا دیکھ قرآن مجید میں موجود ہے قافیہ ان مکملنا اسکو پڑھ لے سنیں تو اسفق منہا قرآن میں کیوں ہو تو ہی وجہ تھی کہ اُس کے خوف سے ان کا دل خون ہو گیا غرض دونوں شعرون میں تلحج اس آیت کریمہ سے ہوا عرضنا الا اننا علی السموات والارض والجبال قافیہ ان مکملنا واسفق منہا وحملنا الانسان یعنی ہم نے ایک امانت آسمان اور زمین اور پہاڑ سب کے سامنے پیش کی سب نے اُس کے اٹھانے سے انکار کیا اور سب اُس سے ڈس گئے اور انسان نے اُس کو اٹھالیا اور وہ امانت عارفین کے نزدیک عشق ہی چنانچہ قول حافظ شیراز رحمہ اللہ اس کا ہر شعر آسمان بار امانت تنواست کشیدہ قرعہ فال بنام من دیوانہ زندہ بس نفع دیگر رسید سے یہاں تک سب اشعار عشق کے بیان میں ہیں جس کی آگ سے دوزخ بھی ڈرتا ہے کہ اُسکو اس آگ میں معذب کریں گے جیسا کہ اوپر آتش کش وغیرہ اس نفع کو کہا جواب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوپر کا نفع تو متعلق بانیہا ہر شعر بظاہر شرح دوسرا بولیا محتوی بعشق و محبت باطن آگے بیان دوسری بات کا ہے کہ رات یہ نفع دوسرے رنگ و طور سے میرے ہاتھ میں ہاتھ دے رہا تھا اور میرے ہاتھ کا چند تھمے آئے اور راہ اُسکی بند کردی تھمے مراد خواہش نفسانی و ہول جسمانی سے اور وہ ایسے تھمے جن کی قید میں لقمان پھنسے ہوئے ہیں یعنی بڑے بڑے دانا ہوشیار میں نے اُس سے کہا اے تھمے تو یہاں سے جا یہ وقت لقمان کا ہے یعنی حکمت و علم جان کا نہ تیرا آب کتے ہیں اگر شوق اُس تھمے کا ہے کہ جو تھمے جان کا ہے تو غار غار کے خار کا لقمان کے ہاتھ سے نکالو کہ وہ جان ہو تا ہاتھ اُس کا تھمے کھانے کے قابل ہو جائے پھر فرماتے ہیں کہ لقمان کے ہاتھ پر غار کا خار کا سایہ بھی نہیں پڑا وہ اس سے پاک ہے لیکن نکو حرص کے سبب سے اُس کا تیز نہیں ہو کہ یہ خار کس کے ہاتھ میں ہو جان کے یاتن کے اور خار کیا ہے خار وہ جو جس کو خرا دیکھ رہا ہے اور نہایت شیریں و مرغوب کر رکھا ہے اس سبب سے کہ تو بڑا کورنا و نادیدہ ہو کورنا وہ جو حق ناں کا نہ مانے جیسے کورنگ اور نادیدہ اس سبب سے کہ جو خرا ہے اُس کو خار جاتا ہے اور خار کو خرا جان کر اس پر گرا ہے جیسے نادیدے ایسی ویسی چیز پر گرنے میں جان تیری ایک لقمان ہی پر حکمت اور گلستان خدا اس کا پائون کسی خار میں بستہ کب ہے جیسے خار در پاپل نہیں سکتا یہ ہر خار سے آزاد ہے تو ہی اس کے پائون کو خار بستہ کرتا ہے تو کہ اشتر آمدین و جو دغار خوار و معطفی زاد می برین اشتر سوار و اشتر تنگ گلی بر پشت تست و کز نیش در تو صد گلزار است و میل تو سوے میلان است و ریگ و تاجہ کلینی ز غار ای مردہ ریگ و ای گشتہ زین طلب از کو یکو و چند گوئی انگلستان کو کو و پیش ازان کین غار ہایرون کنی و چشم تاریک است جولان چون کنی و آدمی کو می گنجد در جہان و در سر خار بھی گرد و نہان و مصطفی آمد کہ ساز و بندہ می کلینی و بحیر اکل و بحیر آتش اندر نہ تو نعل و تاز نعل تو شود این کوہ نعل و این حجر النعل بانیت است و جان و نام تانیش نند این تازیان و لیک از تانیت باز باک نیست و روح را ہر دوزخ شکر نیست

از مذکور مونس بر تراست و این نہ آنجا نست کہ خشک و ترست و این نہ آنجا نست کہ فزاید زنان و یا گئے باشند چنین
گاہے چنان خوش کتندہ است و خوش و عین خوشی و صد خوشی یابی چو دست اندر کشی و چو تنو شیرین از
شکر باشی بودہ کان شکر گاہے ز تو غائب شود و چون شکر گردی ز تاثیر وفا پس شکر کے از شکر باشد جدا و نہ ہر
محض ست آنکہ باشد بی وفا و ہبک لٹا یا رہتا نعم اکوفاہ عاشق از حق چون غذا یا بد رقیق و عقل آنجا گم شود گم اسے
رفیق و المعنی مردہ ریگ ناچیز و فرومایہ کو بمعنی گجاست حمیرا تصغیر حمرا لقب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا در آتش ہنادن کیسکو
بیقرار کرتا تازیان اے عربیان ریحی شراب خالص و صاف یعنی جان تو نار سے پاک ہو مگر یہ وجود تیرا اشتہار خواہی
اور ایک مصطفیٰ زاد برگزیدہ نہاد اسپر سوار کہ وہ روح ہو پس آہی اشتہار ایک گون گل کی تیری پشت پر لدی ہو جسکی خوشبو
سے تجھ میں سیکڑوں گلزار پیدا ہوے بغ بہار ہو گیا مگر تیری رغبت بھول کے کانٹوں اور ریت ہی کی طرف رہی پھر
ایسی رغبت کے ساتھ آہی ناچیز مردہ ریگ ان کانٹوں سے گھپینی کیسے کرے گا تو تو ان کانٹوں کی تلاش میں لگی گلی
مارا مارا پھرتا ہو اور یہ کہتا کہ وہ گلستان کہاں ہو حالانکہ خود تو ہی ہو مگر ار کو کو کی بھٹ مبالغہ تاکید ہے کہ تو بھٹک کاٹتا
اپنے پائوں کا نہیں نکال ڈالے گا تیری آنکہ کو رو تا ریگ ہو پھر جو لان کیسے کر سکے گا اب بطریق تاسف فرماتے ہیں
افسوس آدمی وہ شے ہو کہ جس میں سار عالم جمع ہو اور خود ذات پاک حضرت خالق الکائنات کی جسکی سمائی و گنجائش سار
عالم میں نہیں وہ ایک ادنیٰ سرخار میں چھپا رہے کہ وہ خار خوراک اشتہار وجود کا ہو جس کی تجوین تو رتبہ آدمیت سے
الگ ہوا اگر تو چاہتا ہو کہ میں اُس مصطفیٰ زاد کا جو میرا سوا ہی ہدم بنوں تو مصطفیٰ کی سی ہمدی کر جیسا کہ وہ فرماتے
تھے کہ میں با حمیرا اگلی یعنی کلام کر مجھ سے آہی حمیرا کلام کر ایسے ہی تو بھی اپنی حمیرا سے جو جان ہو کہ اور ہدم بن تو جیسے ان کو
حضرت حمیرا کی ہمدی سے مشابہہ حق کا حاصل ہوتا تھا گنجو بھی حاصل ہو آخر انھیں کا پیر و تو ہو ا و جیسے وہ فرماتے
تھے کہ آہی حمیرا نعل آتش میں رکھ اور گجگو اپنی آتش محبت سے گرم و بیقرار کرتا یہ کوہ وجود تیری نعل سے نعل
ہو جائے ایسے ہی تو بھی اپنی حمیرا کی محبت میں گرم ہو کے کوہ سے نعل بن جا اب عذر اس بات کا ہو کہ کوئی کہے کہ
لفظ حمیرا مونس ہو اسپر عرب تائیت کا اطلاق کرتے ہیں اور عورتوں کا نام اسپر رکھتے ہیں تم جان کو حمیرا کہتے ہو
کیا جان مونس ہو سو یہ نہیں ہو لیکن بننے جو حمیرا کہا کچھ پروا کی بات نہیں نہ کوئی خوف کی اسلئے کہ روح کو مرد و زن
سے شرکت نہیں ہو وہ مذکور مونس دونوں سے ملحدہ ہو کس واسطے کہ یہ وہ جان نہیں ہو جو خشک و تر سے پیدا ہوئی
جو مرد و غذا سے ہو نہ یہ وہ جان ہو کہ روٹی سے بڑھے اور کبھی کسی سال میں کبھی کسی سال میں جو فرحت و غم ہو اور
مناسب ان کے روٹی سے بڑھنا یوں کہ ممکن کے نزدیک یہ ہو کہ روزمرہ جو غذا آدمی کھاتا ہو اُس سے روح
مستعد ہو کے بنام نہاد حیوانی و نفسانی و طبعی کے منقسم ہو کے اپنے اپنے مجرے کو جو دل اور دماغ اور جگر
میں پھیلے اپنا حق ادا کرتی ہو مگر وہ وہ روح ہو کہ ہمیشہ خوش کتندہ و ہر خوش اور خاص و لذت بخشی

کہ اگر ذرا تو اسپر ہاتھ پھیرے تو سیکڑوں خوشیاں دیکھے آب قطعہ مابعد کا قیما اور مثیلاً فرمایا کہ جو تو شکریہ سے شیریں اور خوش ہوتا ہے تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شکر نہیں ملتی آپ شکو لازم ہو کہ وفالہ پیچ میں پیدا کر کہ نہایت شیریں چیز ہے اور اُسکی تاثیر سے شکر ہو جا پھر جان بھی کہ شیریں و شکر ہے وہ کھسے کب جدا ہوگی جو شخص بیوفا ہو نہر کھنڈ ہر کسی کو توخ و گران لہذا میں بھی خدا تعالیٰ سے اپنے حق میں دعا کرتا ہوں کہ اسی پروردگار میرے چکوا چھی و فاعنایت فرما عاشق جو حق سے خدا شراب صاف و صحت کی پاتا ہے تو عقل وہاں گم ہو جاتی ہے مگر اگر مکی واسطے مزید بالغہ کے ہے اختلاف شرح بحر العلوم میں بجائے ابرودہ ریگ کے زخار مردہ ریگ اور پکے از کو کو بر کو کو بکوار آدنی کو کی گھادی کو کجائت غمی اور این تازیان کو این ہاربان خوش کنندہ است اس شعر کا دوسرا مصرع پنجوشی بنو و خوشی اسے مرثیہ لکھا ہے قول عقل جزوی عشق را منکر بود کہ چہر نہاید کہ صاحب سر بودہ زیرک و داناست اما نیست نیست و چون فرشتہ لانشد اہر نیست و باو بقول و فعل یا را بود چون بکلم سال آئی لا بودہ لا بودہ چون او نشد از بہت نیست و چونکہ طوعا لانشد کہ با نیست و جان کماست و نڈاے او کمال و مصطفیٰ گویان ارجنایا بلال و ابر بلال افزا ز بانگ سلسلت ہ زان دے کا ندر میدم در ولت و اے بلال این گلہنت را جان سپارہ غیر بلبل و ارجان میکن شمارہ زان دے کا دم از و مدہوش شدہ ہوش اہل آسمان بیہوش شدہ مصطفیٰ بیہوش شدہ زان خوب صوت و شدہ نازش در شب تعریس فوت و سر از ان خواب مبارک برداشت و تاناز مہجدم آمد بچاشت و در شب تعریس پیش آن عروس ہ یافت جان پاک ایشان دست بوس و عشق و جان ہر دو نہانند و ستیرہ کر عروسش خواندہ ام عیبہ لکیرہ از ملال بار خامش کر دے کہ گر ہمو صلت بدایوی یکدے و یک میگوید گوین عیب نیست و جز تقاضائے قضاے غیب نیست و عیب شد نسبت مخلوق بھول ہنے بہ نسبت خداوند قبول و عیب باشد کونہ بیند غیر عیب و عیب کے بند روان پاک جیب و کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست و چون ہا نسبت کنی کفر آفت ست و دریکے عیبے بود با صدفات و بر مثال چوب باشد در بنات و در ترازو ہر دو را یکسان کشندہ زانکہ ان ہر دو جو جسم و جان خوشند المعنی ساسل مراد خوشگوار تعریس اتر نامسا فکا آخر شب میں تجھے عقل کہ ایک شو قلیل جزوی ہے عشق کی جو بے انتہا ہے پایاں ہے منکر ہے جیسے اہل عاشق کو ایک مرض امراض جنون سے بتاتے ہیں اور جنون میں شمار کرتے ہیں کہ صورت جمیل و حسین دیکھنے سے ہو جاتا ہے اگرچہ معلوم ایسی ہوتی کہ یہ بھی صاحب راز و اسرار ہو بزرگ و داناتا تو بڑی ہے لیکن عشق کی طرح نیست نہیں خودی و خود پرستی سے بھری ہے اور عشق میں نیستی ہے یعنی خودی و فی کمالیت جانا بس ہمارے نزدیک اگر عقل فرشتہ ہے جیسا کہ حکما اسکو فرشتہ بھی کہتے ہیں تب بھی دیو کہ لاپنے نیست و نفی نہیں ہوتی یہ عقل قول فعل میں جو ظاہر شو ہے ہماری مددگار رہی اور جب تو حال کے معاملہ سے پوچھے کہ حال میں کیا حکم دیتے ہو تو ہم کہینگے لاہو اس کو چہ میں اس کا مطلق گذر نہیں بس ہر گاہ کہ اپنی آہستی سے نیست نہیں ہوتی اور پنجوشی رضا اس بات کو گوارا نہ کیا جیسا عشق اختیار کرتا ہے تو ہر اسکے واسطے بہت سے لا لگائے آخر نیست ہوتی جو بخلاف عشق

کہ خوشی نفی اختیار کر کے ہستی ابدی پانا ہو جان جو نفس انسان میں ہر کامل اس کو کیا کہوں کہ خود کمال ہی ہو اور جو خدا
 اس سے نکلتی ہو وہ بھی کمال اسی سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلال کو اشارہ اذان میں اڑھٹا بلال فرمایا
 کرتے تھے یعنی راحت پہونچا ہکو اسی بلال بس جو بلال کی جان خدا کے عشق سے بھری تھی اُس سے جو خدا آتی تھی آپ
 کی جان راحت پاتی تھی اور فرماتے تھے اسی بلال اپنی بانگ خوشگوار اور دم دلنوا کو بلند کر مگر اُس دم سے جو میں نے
 تیرے دل میں پھونک دیا ہو اسی بلال یہ دم تیرا ایک گلبن ہو اس پر اپنی جان دیدے اور اٹھ بلبل کی طرح اس کے گل پر
 جان قربان کرنا رہ کہ وہ گل آواز ہو اور وہ دم جس سے آدم مد ہوش ہوے اور اہل آسمان اپنے ہوش سے ہوش
 ہوے یہ نما خدا تعالیٰ کی تھی اور اسی صوت خوب سے آنحضرت ایسے بیخود ہوے کہ شب تعریس میں نماز فجر اُن کی
 فوت ہوئی اور ایسے اُس خواب مبارک میں بیہوش ہو گئے کہ جب تک نماز صبح وقت پاشت کو نہ پہونچی خواب سے
 سر نہ اٹھایا اور بیان شب تعریس کا یہ ہو کہ آنحضرت جب خیبر سے لوٹے تمام رات علیہ کچلی رات میں بسبب غلبہ
 خواب کے ایک جنگل میں فروکش ہوے بلال کو تاکید کیا کہ جگا دینے کے واسطے نماز فجر کی فرما کر خواب راحت میں گئے
 بلال اتنی رات نماز پڑھتے رہے جب صبح بہت قریب ہوئی بلال نے کسی چیز کا تکیہ کیا اور صبح کی طرف متوجہ ہو کے
 بیٹھ گئے ناگاہ نیند آگئی یہ بھی اور جملہ صحابہ اور آنحضرت ایسے سو گئے کہ جب دھوپ ان پر پڑی تو ہل گئے اول
 آنحضرت اور صحابہ فوت نماز پر بہت روئے اور فرمایا اسی بلال یہ کیا ہوا کہا جس مشاہدہ میں کہ آپ مستغرق ہوے
 آپ کے طفیل میں بھی اسی میں بیخود ہو گیا اس جگہ اقوال و اختلاف علما کے سوجانے کی وجہ میں بہت مذکور ہیں
 لیکن مانع فیہ سے خارج محکو اتنا ہی کہنا ضروری جو اشعار مولانا رحم میں ہو نہ تحقیق و تفتیش خارج از بحث کی
 چنانچہ مولانا فرماتے ہیں کہ اُس شب تعریس میں سامنے اُس عروس یعنی صوت خوب کے جو مقصود مشاہدہ سے ہو آپ کی
 جان پاک نے دولت دست بوس کی پائی تھی اس سبب سے بیخوش ہو گئے تھے شعر بعد میں عذر اس بات کا کہ کس مشاہدہ
 کو عروس کیوں کہا فرماتے ہیں کہ عشق اور جان دونوں پوشیدہ اور چھپی چیز ہیں اور عروس بھی چھپی ہو اور عشق ہی سے
 اپنی ہی جان میں یہ امر پیدا ہوتا ہو اگر میں نے عروس کہا ہو تو تو گرفت مت کر میں تو اس خیال سے کہ مبادا بار کو ملان ہو خاموش
 ہو جاتا ہوں مگر کیا کروں خود وہی جگو مہلت دم بھر کی نہیں دیتا اور کتا ہو خبردار ہو کہے جا کچھ عیب نہیں ہو اور
 حکم عیب کا پچھر تقاضا ہو بدینہ جو کتا ہوں سو اس کے اور کوئی بات نہیں وہی کہلاتا ہو تو کتا ہوں اور کتا ہو کہ یہ
 عروس کہنا مخلوق کی نسبت کہ یہ لفظ لگا و مخلوق سے رکنا ہو عیب ہو کہ وہ اشد جاہل ہیں ہم ان کو بھول کہے چکے ہیں
 جیسا کہ آیت انا عرضنا الامۃ میں خلوا ما جہولاکما ہو اور جاری نسبت کیا کہ ہم خداوند قبول ہیں اور تیری اس بات کو ملتے
 ہیں عیب تو اُس کا کتا ہوتا ہو جس کو سوا عیب کے کچھ نہیں سوچتا اور جس جان نے عیب پاک سے جو جملہ عیوب سے مبرا
 ہو سکتا ہو عیب کی نسبت کہ یہ لفظ لگا و مخلوق سے رکنا ہو عیب ہو کہ وہ اشد جاہل ہیں ہم ان کو بھول کہے چکے ہیں

اُسے کسی حکمت سے اس کو پیدا کیا ہو کہ واسطے کہ وہ حکیم ہو و فضل الحکیم لا یخلو عن الحکماء و ہر ہماری طرف نسبت کفر کی کجائے کہ فلاں نے کفر کیا تو آفت ہو اگر کسی میں ایک عیب ہو اور سیکڑوں مصتبین ہوں تو وہ عیب ایسا ہی جیسے نبات میں بوب کہ نبات اُس کو چھپائے ہو ہے ہر نبات کی شیون کی سبب سے لکڑی کا کوئی خیال نہیں کرتا اور ولایت میں لکڑیوں پر نبات جلتے ہیں اسی سے شلخ نبات ہو اور تر از زمین بھی بوب و نبات دونوں کو کیساں چڑھائے ہیں اور سمجھتے ہیں اس لیے کہ دونوں جسم و جان کی طرح خوش ہیں اختلاف شرح بحر العلوم میں کہے ارخاکہ ارخا اور درشب کی جگہ از شب ستیر کے ٹھکانے ستیر کہ قافیاں کا گیر ہو اور شرح میں گیر اور پاک جیب کو پاک عیب اور خداوند کو یا خداوند اور جسم و جان کو چشم و جان لکھا ہو قولہ بس بزرگان این گفتند از گزاف جسم پاکان ہر جو جان افتاد صاف گفت شان و فضل شان و نفس شان و جملہ جان مطلق آسپے نشان ہر جان دشمن دار شان جسمیت صرف ہر جان زیاد از تراد و اسمیت صرف ہر جان بنجاک اندر شد و کل خاک شدہ این نمک اندر شد و کل پاک شدہ آن نمک کردی محمد الحمت ہر جان حدیث بانمک او فصحت ہر این نمک باقیست از میراث او ہر باتواند آن وارشان او بچو پیش تو شستہ ترا خود پیش کو ہر پیش مست جان پیش اندیش کو ہر تو خود را پیش و پس کردی گمان ہر بستہ جسم و محرومی ز جان ہر زیر و بال پیش و پس و صف تست ہر ہمت آن ذات جان روشن ست ہر کشا از نور پاک شدہ نظر ہر تانہ پنداری تو چون کو تہ نظر کہ ہمینی در غم و شادی و پس ہر عدم کو مر عدم را پیش و پس ہر از وجود و از عدم گر بگذری ہر از حیات جاودانی بر خوری ہر روز ہر اراشت میر و تاپہ شب ہر نے ازین باران ازان باران رب ہر ہست باران ہر ازین باران چنان کہ نمی بیند و را ہر چشم جان ہر چشم جان را پاک کن نیکو نگہ تا ازان باران عیان بینی خضر المعنی شستہ شستہ خضر بفتح اول و کسرت ثانی معنی شلخ سبز و کشت و ترہ تر بتائید صدر فرماتے ہیں کہ بزرگوں نے جو کہا ہو کہ جسم پاکوں کا مثل جان کے پاک صاف ہوتا ہو یہ لغو و بے سودہ نہیں واقعی ایسا ہی ہو لہذا بقول اُن کا اور فعل اُن کا اور نفس اُن کا مطلق ہر ایک جان ہو جس کا نشان نہیں ہو جو ایسا ہو کہ جس کے نزدیک یا خدا کی ایک نام ہی نام ہو مطلق کل اسپر نہیں اُس کی جان مثل دشمن کے ہو صرف جسم ہی جسم کیفیت و نجس یہ جس وقت خاک و گل میں گیا کل خاک ہو گیا اور جس کا جسم و جان ایک ہو گیا ہو لطیف و شریف یہ نمک میں پڑے بالکل پاک ہو گیا جملہ زوائد و فضول سے صاف جیسے آنحضرت یہاں سے مع جسم آسمانوں پر گئے اور جب قرب الہی میں پہنچے روح مجرد ہو گئے اور یہ نمک وہ ہو جس سے آنحضرت المیع ہوے اے نور خدا تعالیٰ عیسا کہ فرمایا انا المیع یعنی میں طبع تر ہوں اسی سبب سے حدیث نمکین اُن کی افصح ہو بموجب انا افصح العرب والعجم میں عرب عجم سب میں زیادہ تر افصح ہوں اور وہی نمک اسی اُن کی میراث سے باقی ہو اور وارث اُس کے تیرے ساتھ تو اُن کو صوبہ اور برہد یا ہو تیرے سلسلے میں ہر نہ نہیں لیکن یہ بھی تو ہو تیرا پیش ہی کمان اور تیری جو ہستی ہو اُس میں جان پیش اندیش کہان ہو جان تو اس غایت میں ایک شمع کی طرح روشن ہو جس کا نشان نہیں

اور جب تک تو اپنے لیے پیش و پس کا گمان کرے گا تب تک گرفتار جسم کا یہ جان سے محروم بالکل آگاہ نہیں اس لیے کہ نیر و بالا اور پیش و پس غرض شجاعت یہ وصف تن کے مین نہ جان کے بس جو ذات کہ بھت ہو وہی جان روشن ہو جیسا کہ اپنے نور کی صفت مین لا شرقیہ و لا غربیہ فرمایا ہو کہ نور اس کا نہ شرقی ہو نہ غربی اب نور پاک پادشاہ حقیقی سے اپنی آنکھ روشن کرتا تو کو تہ نظر کے مثل جو جسم و تن کو دیکھتا ہو گمان نہ کرے کہ مین بھی صرف غم و شادی ہی ہوں اور بس کچھ نہیں کہ یہ مقصلاً تن سے ہی جو عدم ہو کہ نہ پہلے تھا نہ بعد کو رہے اور جو چہنت وجود کا ظہور ہو پہلے بھی تھا اور بعد کو بھی ہو گا بس یہی ہستی حق کی ہو اسی کو دیکھ اب تو اگر وجود و عدم دونوں سے گذر جائے تو حیات جاودان سے مستمع ہوے اور بر نور داری پائے آج روز باران کا ہو یعنی رحمت خدا کا تو شب تک چلا چل اور شب سے مراد شب عدم اور یہ باران اس باران سے نہیں ہو جس کو دنیا سے تعلق ہو یہ باران باران رب کا ہو سوائے اس باران کے اور باران بھی ہیں اس بات کو بھی جان لے کہ جو چہ چشم جان کے اس کو کوئی نہیں دیکھتا تو اپنی چشم جان کو جنوب پاک صاف کر اور دیکھ کہ اس باران سے جہاں کیسا سبز و تر ہو رہا ہو الخلاف شرح بحر العلوم مین بجلے چون زیادہ باد اور کل خاک کی جگہ گل بکاف عجبی او بے ہمت کے ٹھکانے جہاں کی شکل کچھ لکھا ہو اور نئے بندہ و را کو ورا لکھلے

سوال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ آج باران برسا اور آپ گورستان کو لے کچھ کر پڑے کیوں نہ بھیکے

قولہ مصطفیٰ روزے گورستان برفت و با جنازہ یارے از باران برفت و خاک را در گور او آگندہ کردہ زیر خاک آن داندہ اش را زندہ کردہ این درختانند پھو خاکیان و دستہا بر کندہ اند از خاکہ ان و سوے خلائق صد اشارت میکنند و انکہ گوشش عبارت میکنند تیز گوشان رازہائے بشنوندہ غافلان آواز ایشان بشنوندہ بازبان سبز و بادست درازہ از ضمیر خاک میگویند رازہ پھو بطان سرفرو بردہ بآب و گشتہ طاؤسان و بودہ چون غراب و در زمستان شان اگر بچوس کردہ آنرا بایں را خدا طاؤس کردہ در زمستان شان اگر چہ داد مرگ و زندہ شان کردہ از بہار و داد برگ و شکران گویند خود ہست این قدیم و این چرا بندیم بر رب کریم و جملہ پندارند کہین خود دائم است و وز قدیم این جملہ عالم قائم است و کورے ایشان درون دوتان و حق برویا نیدلغ و بوستان و ہر گے کا ندر درون بویا بودہ آنکس از اسرار گل گویا بودہ بوسے ایشان رخم منکران و گرد عالم میر و پردہ دران و منکران پھو جمل زان بوسے گل و پا چونا ترک منزع چون بانگ دہل و المعنی عبارت بکسر عیان و تعبیر کز تعبیر راز و اندیشہ ہر کچھ دل مین گذرے آلف بالفتح یعنی رخم خاک آلودہ ہونا اور مکروہ رکھنا اور خواہ دیکھنا جملہ بضم گویند کہ اگرچہ جس کو چھوڑتے ہیں مصطفیٰ ایکدن گورستان کو گئے ہمراہ جنازہ ایک یار کے یا دونوں سے خاک کو اسکی گدہ میں آگندہ کیجئے اس دن کو جو وہی مردہ ہو زندہ کر دیا لہذا زندہ ہونا اس کا نشو و نما عالم پر مبنی نہیں

آب مقولات مولانا رحمہ کے ہیں کہ یہ درخت بھی جو پیش نظر ہیں مثل انسان خلی بنیان کے ہیں کہ خاکدان زمین سے
ہاتھ التجہ کے پھیلانے اٹھائے نکلتے ہیں اور ہاتھ ان کی شاخیں سیکڑوں اشارے انسان کی طرف کرتے ہیں کہ ایسے ہی
ہاتھ پھیلانے رہنا چاہیے اور جگہ گوش اس طرف لگے ہیں ان سے زبان حال بیان کرتے ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں جو
تیز گوش ہیں راز ان کے خوب سنتے ہیں اور جو غافل ہیں وہ بھی جانتے ہیں کہ ہوا سے آواز نکلتی ہے اور یہ زبان سہل
سے جو پتے ہیں اور دست دراز سے کہ شاخیں ہیں بھید زمین کا کہتے ہیں کہ ایسی قوت واستعداد زمین میں
بھری ہے جیسے بطین پانی میں سر جھکا جھکا کے اپنے خوراک کی شے نکالتی ہیں یہ بھی جھک جھک کے راز زمین سے
نکالتے ہیں اور ایک وقت میں کہ وہ خزان ہر غراب ہو جاتے ہیں بد صورت بد نما پھر سبز و تر ہو کے طاؤس، بجلتے ہیں
جیسے کہ بہار میں آج جو زمستان ان کو مجبوس کرتا ہے کہ مثل قیدی کے خوشحالی کو بد حالی سے بدل دیتا ہے پھر خدا تعالیٰ
ان غرابوں کو طاؤس کر دیتا ہے پھر تائید فرماتے ہیں کہ زمستان اگر ان کو مرگ میں ڈالتا ہے خدا تعالیٰ ان کو
مع برگ و بار زندہ کر دیتا ہے منکر کہتے ہیں کہ یہ کارخانہ خود بخود جاری ہے کوئی خالق اس کا نہیں اور قدیم ہر از خود
ایسے ہی چلا آیا ہے اور ایسے ہی چلا جائے گا ہم یہ جھوٹ خدا کریم پر کہ پروردگار عالم کا ہر کیسے باندھیں کہ یہ ہوا ز خود
اور ہم خدا سے بتائیں نہیں سب کا خالق اور رب وہی ہے سب منکر بھی جانتے ہیں کہ یہ عالم دائم ہے اور قدیم
سے قائم ہے نہ حادث پس ان کی کوری نے دونوں دوستوں میں حق جایا کہ وہ حق باغ و بوستان کی طرح شگفتہ
اور کھلا ہوا ہے یعنی خوب مستحق ہوا کہ سب کا پروردگار و موجد وہی ہے جو گل کہ اس کا اندرون بویا ہوتا ہے اور
خوشبو وہ کل اسرار گل کے بیان کرتا ہے اور جتنا ہے کہ کیسی اس کی قدرت ہے کیسا رنگ و بو اس کو عطا فرمایا ہے اور بونگی
ان منکروں سے ناک رگڑوا رہی ہے اور ناچیزان کو بناتی ہے اور سارے جہان میں انکا پردہ پھاڑتی پھرتی ہے اور
بدنام کرتی ہے اور یہ منکر ہر بوسے مثل جمل کے ہیں جو گوہر کی بوسے خوش ہے گل کی بوسے بیزار یا جیسے نازک دلغ
کہ نقارہ کی آواز سے گھبراتے ہیں مطلب یہ کہ اس کی قدرت کی بوجہ پسیلی ہوئی ہے اور شہرت بھی نقارہ کی جویا خلاف
شرح بحر العلوم میں رخم کو ایسا لکھا ہے کہ رخم و رعم دونوں پڑے جاتے ہیں اور انٹ کو الٹ اور پاہو نازک کو ما
قولہ خویش را مشغول می سازند و غرق و چشم میدوزند زان لمعان برق و چشم میدوزند و آنجا چشم نے چشم
آن باشد کہ بنیدمانے و چون رگورستان پیہر بازگشت و سوے صدیقہ شد و ہزار گشت و چشم صدیقہ پر پرورش
فتاد و پیش آمد دست بروے فی سادہ و بر عمامہ روے او و موے او و برگریبان و پرو بازوے او و
گفت پیہر چہ بچوئی شباب و گفت باران آمد امروز از سحاب و جاہایت می بخویم در طلب و ترخی نیم نہاران
اے عجب و گفت چہ بر سر فگندی از ازار و گفت کردم آن روایت را خمار و گفت بہر آن نمودے پاک
جیب و چشم پاکت را خدا باران غیب و نیست آن باران ازین ابر سحاب و ہست ایر دیگر و دیگر سحاب و

انچنین باران زابر دیگرست رحمت حق در نزولش مضرت بشنواز قول سنائی در رموزہ معنی تا واقف آئی
بر کنوزہ گر تو بکشائی ز باطن دیدہ زود یابی سرمہ گزیدہ المعنی ماسن ہلے امن آزار بکسر دستار و شلوار
و تبنان و لنگی تمار بکسر اول دامنیک عرض ہندی اور معنی کنوز جمع کنز بمعنی گنج یعنی ہی منکر آپ کو اسی کی
تفتیش و تلاش میں مشغول رکھتے ہیں اور ڈوبے ہوئے ہیں اور ملحان برق پر جو ظاہر احکام و آثار انکے حدوث
کے چمک رہے ہیں آنکھیں سے ہوئے ہیں مگر کیا ہوتا ہے جو آنکھیں سی دی ہیں وہ آنکھیں ہی نہیں ہیں
آنکھیں تو وہ ہیں جو اپنے ماسن کو دیکھیں اور با وصف آنکھوں کے کنوین میں گرے تو اندھے سے بتریز
اب پھر استیفاء ہے سوال حضرت عائشہ کی طرف کہ جب پیغمبر گورستان سے لوٹے اور عائشہ صدیقہ کے ہمراز
ہوئے صدیقہ نے جو ان کی صورت دیکھی سامنے آئین اور ہر جگہ ان کے جسم پر ہاتھ رکھنے لگیں عمامہ اور منہ
اور بال اور گر بیان اور سینہ اور بازو سب کو ٹٹول کے دیکھا آنحضرت نے پوچھا کہ کیا ڈھونڈتی ہو تو شباب
جواب دیا کہ کج بادل سے باران نازل ہوا میں تمھارے کپڑے ٹٹولتی ہوں اور ان کو مینہ سے تعجب ہے کہ نہ زمین
پانی ہوں کھاتے اُس مینہ کے وقت سر پر لنگ وغیرہ سے کیا ڈالا تھا کہا آپ کی چادر سے اور معنی بنائی تھی
کہا اُسی کے سبب سے اے پاک جیب تمھاری چشم پاک کو خدا نے باران غیب دکھایا تھا آخر صدیقہ وہ باران
اس آسمان کے ابر سے نہیں ہے وہ اور ہی ابر اور اور ہی آسمان ہے ایسا مینہ دوسرے ابر سے ہوتا ہے جسکے
نزول میں رحمت حق کی پوشیدہ ہوتی ہے اب فرماتے ہیں کہ قول سنائی کے رموز میں ایک معنی سن تا کنوز
معرفت سے تجکو وقیفیت ہو بس اگر تو باطن کی آنکھوں کو کھولے تو جلدی تجکو ایک سرمہ گزیدہ پسندیدہ
بلجائے الخلاف شرح بحر العلوم میں بجائے روئے اوکے دروئے اوکے وزن کو بگاڑتا ہے غلطی

تفسیر قول سنائی - آسمانہاست در ولایت جان کار فرماے آسمان جہان در درہ
روح پست و بالا ہاست کہو ہمای بلند موریہاست

قولہ پیر دانا اندرین رمزہ بگفت در حقیقت زمین صدف درے بسفت غیب را ابروی و آبی دیگرست
آسمان و آفتابے دیگرست نہاید آن الا کہ بر خاصان پدیدہ باقیان فی لبس من خلق جدیدہ است باران
از پے پروردگی نیست باران از پے پڑمردگی نفع باران بہاری بوا لعجب بلغ را باران پائیزی
چو تبہ آن بہارنی ناز پروردش کند وین خزانے ناخوش و زردش کند ہمچنین سرما و باد و آفتاب
پر تفاوت وان سر رشته بیاب ہمچنین در غیب انواع ست ایزد در زبان و سود در رنج و غمیں
ایندم ابدال باشد زبان بہارہ در دل و جان روید از پے سبزہ زارہ فعل باران بہاری با درخت کہ اید از
انتہاس شان در نیکخت کہ درخت خشک باشد در مکان غیب آن از باد جان افزا ہدیان

بادکار خویش کرد و بر وزیدہ آنکہ جانے داشت بر جانش گزیدہ آنکہ بامد بود خود واقف نشدہ ولے آنجانیکہ اوعارف
 نشدہ قول پیغمبر شنوایجانہ دور کن از خوشنشن انکار وطن المعنی پائیز بر وزن تاثیر خزان پاد زمین سخت و غیر
 حیوانات مبین صنعت رلے فرماتے ہیں پیر دانلے کہ وہ حکیم ثانی ہیں اسی معاملہ میں جو ابرو باران غیب کا میں ذکر کر رہا ہوں
 ایک رمز مکی ہے اور بحقیقت اس صدف سے موتی پروئے ہیں چنانچہ وہ اشعار لکے سرخی میں مرقوم ہیں آب مولانا گنتے ہیں کہ یہ
 آب و ابر ظاہری اور ہوا و غیب کا ابر و آب و راد و راس کا آسمان و آفتاب بھی اور ہر وہ ظاہر نہیں ہوتے ہیں مگر خاصوں پر وہی
 ان کو دیکھتے ہیں اور جو سوا خاصوں کے باقی رہے وہ مصداق اس آیت کے ہیں بل ہم نے لبس من خلق مبدیہ یعنی بلکہ
 وہ پوشیدگی میں ہیں مخلوق جدید سے اور مخلوق جدید سے عوام مراد ہیں جنکے پیچھے تجد و امثال لگا ہوا ہے کہ ہر وقت مرتے
 جیتے ہیں چنانچہ اس کا اور بھی مذکور ہو چکا آئندہ تمہید دوسری ہے کہ باران ظاہری واسطے پرورش ہر شے کے ہے نہ واسطے
 پروردگی و انسودگی کے باران بہاری کا عجیب نفع ہے کہ شگفتگی و تازگی سے باغ کو بھر دیتا ہے اور باران پائیزی پینے خزانے باغ کے
 حق میں ایسا ہے جیسے تب باران بہاری تو باغ کو ناز پروردہ کر دیتا ہے اور خزانے ناخوش و زرد ایسے ہی سرا و باد و آفتاب میں
 تفاوت و فرق ہے کوئی خزان کا رنگ لانا ہے کوئی بہار کا اس بات کی اصلیت کو غور کر ایسے ہی غیب میں ابر و آفتاب و باد
 میں ان کے بھی انواع ہیں کسی سے نقصان ہوتا ہے کسی سے فائدہ کسی سے رخ کسی سے صنعت رلے اب بعد تمہید کے
 فرماتے ہیں کہ جیسے بہار سے باغ خرم و تازہ ہو جاتا ہے ایسا ہی ابدال کا دم ہے کہ اس سے دل و جان میں سبزہ زار جہتا ہے اور
 شگفتہ نشا داب ہو جاتا ہے اور جو کام کہ باران بہاری درخت کے ساتھ کرتا ہے وہی کام ان کے انفاس نکجنت کے ساتھ کرتے
 ہیں اگر کوئی درخت خشک مکان میں ہو تو جان لے کہ یہ اس باد و جانفزا سے غائب رہا اس کے سامنے نہ پڑا وہ آئی اور
 اپنا کام کر کے چلی گئی اور حسین جان تھی اسکو اس نے پسند کر لیا اور چھاٹ لیا اور جو جاہد ہے خود اس سے واقف ہی ہوا
 بس افسوس ہے اس جان پر جو اسکی عارف ننوی سنگ و جاما دہی تے اب تو اسی کے موافق قول پیغمبر کا سن اور انکار و
 گمان کو اپنے دل سے دور کر الخلاف شرح بحر العلوم میں بجلے نیست باران کے ہست باران دوسرے مصرعہ
 میں بھی لکھا ہے اور پائیزی کو پائیزے اور غنیمت کو غنیمت اور باد درخت کو باد درخت بادکار کو کار بکاف فارسی اور

گزیدہ کو گزند غلط لکھا ہے

معنی اس حدیث میں انعمتوا پر والے ربیع فائے یتمل باہر انکم گما یتمل باہر انکم گما یتمل باہر انکم گما یتمل باہر انکم گما یتمل
 فائے یتمل باہر انکم گما یتمل باہر انکم گما یتمل باہر انکم گما یتمل باہر انکم گما یتمل باہر انکم گما یتمل باہر انکم گما یتمل
 جسموں میں ایسا عمل کرنی ہے جیسے مختار سے درختوں میں اونکو سردی خریف سے کہ
 وہ تھکے جسموں میں ایسا عمل کرنی ہے جیسا عمل کرنی ہے تھکے درختوں میں

قولہ گفت پیغمبر سے ہمارے تہذیب و تمدن پر شاہد یاران اختیار ہے نہ انکہ با جان شما آن میکند کان بہار ان باد و خزان یکساں ہے

پس غنیمت باشد آن سرسے او و در جهان بر عارفان وقت جوہ در بہاران جامہ از تن بر کیندہ تن پر ہنہ جانب گشتن
 رویدہ یک بگریزید از با و خزانہ کان کند کان کردہ بر بلخ و رزانہ راویان این را بظاہر پردہ اندہ ہم بر آنصورت
 قناعت کردہ اندہ بخبر بودند از سر آن گروہہ کوہ را دیدہ ندیدہ کان کوہہ آنخزان نزد خدا نفس و ہوسہ عقل و جان
 بچون بہارست و لقاست بہ گرترا عقلی ست جزوی در نہانہ کامل عقلی بچواند بہانہ جزو تو از کل او کلی شودہ
 عقل کل بر نفس چون غلی شودہ پس بتاویل این بود کانفاس پاک بہ چون بہارست و حیات و برگ تاکہ از مدیث اولیا
 نرم و درشتہ تن پوشان نہانکہ دینت راست پشتہ گرم گوید سر گوید خوش بگیہ تا ز گرم و سرد بچی و ز سحرہ گرم و سرد
 نو بہار زندگیست ہایہ صدق و یقین مہندگیست نہانکہ زان بہستان جا سنا زندہ است نہان جو اہر مردل آگندہ است
 بردل عاقل ہزار ان غم بودہ گریز باغ دل غلامے کہ شودہ المعنی نقابکسر دیدار عقل الضم طوق و بند و بکسر کینہ و خیانت سحر
 بفتح نام دوزخ یعنی حضرت بشیر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بار و بہار کی سردی سے اپنے بدن کو ہرگز مت چھپاؤ
 اس واسطے کہ یہ سردی مختاری جان کے ساتھ وہ کام کرتی ہو جو بہار درختوں کے ساتھ کرتی ہو کہ تازہ و سرسبز ہو جائے ہیں
 پس وہ سر بہار کا بہانہ میں عارفان غنیمت ہوتا ہو اور وہ اس وقت کو ڈھونڈتے رہتے ہیں بہار میں کپڑے بدن کے
 اتار ڈالو اونگے بدن گشتن کو جاؤ لیکن با و خزان سے بچو کہ وہ وہ کام کرتی ہو مختارے ساتھ جو اس نے باغ اور انگور کے درختوں
 سے کیا ہے یعنی زردی کے برگ و بار سے عاری کر دیا یہاں تک تفسیر حدیث شریف کی تھی آئندہ مقولات مولانا غلامی میں راوی
 اس حدیث کو ظاہر ہرے گئے ہیں اور اس سے ظاہر معنی پر قناعت کی ہو وہ لوگ اسکے بھید سے بچ رہتے انھوں نے پہاڑ تو
 دیکھا لیکن پہاڑ کی کھائیں نہیں دیکھیں کہ کیسی زرخیز ہو اسے مالالہ ہیں اور بھید یہ کہ خزان خدا تعالیٰ کے نزدیک نفس اور
 اس کی خواہشیں ہیں اور عقل و جان مثل بہار و دیدار کے ہیں مگر جبکہ نفس اور اس کی خواہشوں سے خالی و پاک ہیں اگر
 تیرے باطن میں جزوی عقل بھی ہو تو بہانہ میں کسی کامل عقل کو ڈھونڈنا تیرا جزو بھی اس کے کل سے ایک کل ہو جائے
 اور وہ عقل کل تیرے نفس پر بند و طوق ہو جائے کہ پلے نہ دے اور نفس کو عاجز کر دے پس اس کی تاویل یوں ہوگی کہ
 نفوس پاک جو انبیا و اولیا میں مثل بہار و حیات و برگ تاکہ کے ہیں جسے ساری شگفتگی و تازگی اور زندگی اور سایہ درمی
 و اسائنش ہر اولیا کی بات سے خواہ نرم ہو خواہ سخت اپنے تن کو مت چھپا بچا کہ تیرے دین کی پشت پناہ ہیں اگر گرم کہے یا
 سرد کہے خوش خوش اس کو قبول کر لے تو دوزخ اور اس کے گرم و سرد سے صاف بچ جائے سرد یہ کہ دوزخی جب دوزخی ہیں آگ
 سے گھبرائے سردی کا خواستگار ہوگا تو رفت میں معذب ہوگا جس کی ایذا آگ سے بھی بڑھ کے ہوگی اسکی گرمی سردی احو
 سختی نرمی تیری زندگی کی نو بہار ہو اور ہایہ صدق و یقین و بندگی کا اس سبب سے کہ وہ بہستان جو ان کے ارشاد و ہدایت
 کا جو اس سے جانیں زندہ ہوتی ہیں بدولت رشد و ہدایت کے اور دل لہن کا ایک بچہ نہا ہو اسی جو اہرات سے بھرا ہوا
 جس کو ان سے ملے ہی شمع اٹھا لیکے تو اگر عقل کے باغ دل سے ایک غلام کم ہو جائے تو ان کو نہ ہر دوں غم ہوتو ہی

تیرا تو وقت ہر دم کی مین ہر الخلاف شرح بحر العلوم مین راست پشت کو کشت غلط لکھا ہو

پوچھنا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا آنحضرت سے کہ حج کے پینچھ مین کیا بھید تھا

قولہ پس سوالش کہ صدیقہ زصدقہ باخشوع و بالادب از ہوش عشق پہ کسے خلاصہ ہستی و زبیرہ وجودہ حکمت باران امروزی چہ بودہ این زیاران ہاے رحمت بودیا بہر تندیدست و عدل کبریاہ این ازان لطف و بہاریات بودہ باز پائیزی پرآفات بودہ گفت این از ہر تسکین غم ست کہ مصیبت برزاد آدم ست کہ گر بر آن آتش بماندی آدمی بہ پس خرابی اوقات دی در زنی بہ اینجہاں ویران شدے اندر زمان بہ حرص ہا بیرون شدے از مردمان بہ استن این عالم ایجان عقلت ست بہ ہوشیاری این جہاں را آفت ست بہ ہوشیاری زانجہانست و چون بہ غالب آید پست گرد و اینجہاں بہ ہوشیاری آفتاب و حرص و تنج بہ ہوشیاری آب و این عالم و فتح زانجہاں اندک ترشح میرسد تا مغز زینجہاں حرص و حسد بہ در ترشح بیشتر گردد و ز غیب بہ نے ہنر ماند درین عالم نہ عیب بہ این نادر و حدسوسے آفا ز روہ سوسے قصہ مرد چنگی باز روہ المعنی حشوع بضمتین عجز و زاری تہدہ بالضم ہندی کھن نژاد نسل استن بالضم و ضم تا فتح بفتحین چرک و یریم ہندی میل فرماتے ہیں حضرت صدیقہ نے آنحضرت سے پوچھا بصدق و خشوع و ہوش عشق و ادب و خضوع کہ اگر خلاصہ ہستی کے اور امر زبیرہ عالم وجود کے حج کے باران مین کیا حکمت تھی آیا یہ باران باران رحمتوں آئی سے تھا یا واسطے تہدید اور بطور عدل کبریا کے یہ انھیں لطف و بہاریات سے تھا یا خزان اور اس کے آفات سے کہ آیا یہ باران ان دونوں قسموں سے نہ محاصر و واسطے تسکین غم کے اور غم وہ جو مصیبت سے نسل آدم پر جو کہ اگر آدمی اسی آتش مصیبت مین رہتا تو بڑی خرابی مین واقع ہوتی یہ جہاں دم بھر مین ویران ہو جاتا اور لوگوں سے حرص مطلق باقی رہتی تارک الدنیا ہو جاتے حضرت فرماتے ہیں ای صدیقہ جان مین اس عالم کا ستون عقلت ہو جس پر یہ قائم ہو اور ہوشیاری اس کے حق مین آفت ہو ہوشیاری اس جہاں سے ہو اور جب وہ ہوشیاری اس پر غالب آئے تو ضرور یہ پست ہو جائے ہوشیاری ایسی ہو جیسے آفتاب اور حرص ایسی جیسے کھ پانی ہو کہ بہ جاتی ہو اور ہوشیاری ایسی ہو جیسے آب اور یہ عالم میل و چرک کہ پانی کے سامنے نہیں رہنے پاتا ایسے اس جہاں سے تھوڑا تھوڑا ترشح ہو تا ہوتا حرص و حسد کا پائون دگ کے گرد نہ جائے اور جو غیب سے بہت سا ترشح ہو تو نہ عالم مین ہنر ہے نہ عیب دونوں یکساں ہو جائیں اور دنیا کا کام نہ چلے کچھ فرق اچھے برے مین نہ رہے آگے پھر گزرتو کہ ان باتوں کی تو حد نہیں ان کو چھوڑ اور آغاز کی طرف چل اور قصہ چنگی کا جو شروع کیا تھا اس کی طرف رجوع کر الخلاف شرح بحر العلوم مین استن بصورت استن کے لکھا ہو اور بجائے تامل و زین جہاں کے تا نچزد و در جہاں غلط ہو

باقی قصہ مطرب چنگی کا اور بیان اسکے مخلص کا

قولہ مطربے کز مے بہان پر مطرب بہ رستہ زاوازش خیالاتے عجب بہ از نوایش مرغ دل پران شہرے بہ

وز صدائش ہوش جان حیران شدے چون برآمد روزگار و پیر شد باز جانش از عجز پشہ گیر شد باز پر گریہ پیل باشد
 یگانہ پشہ اش سازد ضعیف و ناتوان بہ پشت او گم گشت بہ چون پشت خم بہ ابروان بر چشم بہ چون بار دم گشت
 آواز لطیف و جانفزاش بہ ناخوش و مکر وہ وزشت و دخر اش بہ آن نوا کہ حسرت زہرہ بدہ بہ چو آواز خیرے شدہ بہ
 خود کہ امین خوش کہ او ناخوش نشدہ یا کدای سفت کان مغر ش نشدہ غیر آواز عزیزان در صد و رہ کہ بود از مکس دم
 شان نفع صورتہ اندرونے کین در و نہاست از دست نہستی کین ہستمان ہست از دست کہ رہائے فکر و ہر آواز
 مودہ لذت الہام و وحی و ساز و بہ چونکہ مطرب پیر تر گشت و ضعیف بہ شد بہ کسی رہن یک رغیف بہ گفت عمرو
 مہتمم دادی بسے لطفہا کردی خدا یا باخسے معصیت و زریہ ام ہفتاد سال بہ باز نگرفتی زمین روزے نوال بہ
 نیست کسب از ہر زمان توام بہ چنگ ہر تو زخم کان توام بہ المعنی پار دم دہی مغر ش بستر و جامہ و رخت خواب اور وہ
 چیز حسین کپڑے خواب کے اور ویسے رکھین رغیف گردہ نان قدرے بہن نوال بفتح عطا بخشش پتے وہ مطرب کہ
 جس سے جہان پر طرب تھا اور جس کی آواز سے خیالات عجیب پیدا ہوتے تھے اُس کی نواسے مرغ دل اُس نے لگتا تھا اور لگی
 صدائے ہوش جان کے حیران ہوتے تھے وہ مطرب موصوف بدین صفات جب تھوڑا زمانہ گزر گیا تو بوڑھا ہو گیا اور
 ایسا عاجز ہوا کہ باز جان کا اُس کے پشہ گیر ہو گیا بڑے بڑے شکار باز ناسب بھول گیا بعد کو مقولہ مولانا راح کا ہو پشہ کیا
 ایسی ویسی چیز جو یہ تو باز کیا ہو پیل کو بھی ضعیف و ناتوان کر دیتا ہو تھرا اُسی مطرب کا بیان ہو کہ پشت اسکی مثل خم کے
 خم ہو گئی اور بھونچو آنکھوں پر تھین مثل دہی کے ہو گئیں جو موقع نجاست پر رہتی ہو کہ مراد نیچے اور بیچ مہر نہ سے ہو
 وہ آواز لطیف و جانفزا اُس کی ناخوش و مکر وہ اور دخر اش ہو گئی اور وہ نوا کہ جہر زہرہ کو حسرت ہوتی تھی ایسی ہو گئی
 بیسی بوڑھے گدے کی آواز چہر مقولات مولانا راح کے ہیں کہ اس عالم میں بتاؤ کس کو تغیر نہیں ہوتا کوئی چیز خوش ہو
 کہ وہ ناخوش نہیں ہوتی کوئی سفت فرین ہو کہ وہ گر کے بستر کی طرح زمین پر نہیں بچھ جاتی اب فرماتے ہیں اگر اُس کی آواز
 آواز پیر خلی سی ہو گئی تو کیا عجیب سب کا یہی حال ہو سوائے آواز اُن کے جو عزیز خد کے ہیں اُن کے سینوں سے وہ آواز
 نکلتی ہو جسکے دم کا عکس نفع صوبہ پڑا ہو جس کی بدولت مرد و ن کو زندہ کرے گا اُن کے وہ باطن ہیں کہ یہ باطن ہمارے
 انہیں سے مست ہیں اور وہ ایسے نیست ہیں کہ ہستیاں ہماری انہیں سے ہست ہیں اور اسی اقدرون کی آواز کہ رہا
 فکر زمانہ کی رہی لینے تمام زمانہ کی فکرین مثل کاہ کے جا چلتی ہیں اور اسی آواز میں لذت الہام و وحی اور اُن کے
 ساز کی جو تھرا بیتانہ ہر طرف ذکر چلے کے جب وہ مطرب بہت ہی بوڑھا ہو گیا اور ضعیف اور بے کسی سے ایک
 جیسے کے حوض زمین ہوتا تھا اگر وہی آسوت میں اُس مطرب نے کہا کہ اے بار خدا تو نے مجھ کو عمر دی اور بڑی مہلت
 بخشی ادا ہے بڑے بڑے مہلت مجھ سے ناچیز جس پر فرماتے ہیں اور میں ستر برس مصیبت میں رہا اور تو نے اپنی
 بخشش و عطا سے ایک دن مجھ کو محروم نہ کیا اب کج کسب کے واسطے نہیں تھیرے واسطے چنگ بچھا ہوا

اور تیرا امان اور تیری کان بننا ہوں جو کچھ تو اس میں ڈال دے الخلافت شرح بحر العلوم میں بجائے پشہ گیر کے
پشتران نوا انخ اس شعر میں پہلے مصرعہ میں رشک زہرہ آمدہ دوسرے میں خرپے سالکھا اور بجائے عمر و ملتئم کے
عمر تو ملتئم غلط لکھا ہے قولہ چنگ را برداشت شد اند جوہ سوے گورستان یثرب آہ گوہ گفت خواہم از حق ابریشم
بہا کہ کوہ بنیکوئی پذیرد قلبہا چنگ زد بسیار و گریان سر نہاد چنگ بالین کرد و برگوے فتادہ خواب
بردش مرغ جان از جس رست چنگ و چنگی را را کرد و بخت گشت آزاد از تن و رنج جان و در جہان سادہ و
صحرے جان و جان او آنجا سراپاں اجراہ کا نہ را بجا گرماندندی مراہ خوش بدے جانم درین باغ و بہار بہت
این صحرے غیبی لالہ زار ہے پر وہ ہے پاسفر میکردنی ہے بے لب و دندان شکر یہ خوردنی ہے المعنی یثرب بکسر را نام
مدینہ منورہ فرماتے ہیں کہ اُس جنگی نے ارادہ مرقومہ صدر مصمم کے چنگ اٹھالیا اور طالب اللہ کا ہو کے مدینہ منورہ
کے گورستان کی طرف آہیں مازنا پلیدیا اور کہا کہ اب اپنے ریشم کی قیمت جو مراد چنگ نوازی سے ہے حق تعالیٰ
سے لوں گا کہ وہ خوب دلون کو قبول کرتا ہے یعنی اُن کی سنتا ہے پھر گورستان میں خوب چنگ بچایا اور خوب رویا اور چنگ
سر ہانے رکھ کے ایک قبر پر گیا اسی حال میں اُس کو نیندا گئی مرغ جان کا قید تن سے چھوٹ کیا جیسا کہ خواب میں
ہوتا ہے اور چنگ و چنگی دونوں کو چھوڑ کے الگ ہو گیا سرخ تن اور رنج جہان دونوں سے آزاد ہو کے جہان سلوہ
جس میں کوئی نقش رنج و غم نہیں اور صحرے جان میں پہونچا تب جان اُس کی وہاں یہ ماجرا گانے لگی کیا اچھا ہوتا
کہ مجھ کو یہیں چھوڑ دیتے کہ جان میری اسی باغ و بہار میں خوش رہتی یہ صحرے غیبی تو ایک لالہ زار ہے پر اور
بے پاؤں کے میں اس میں پھرتا اور بے لب و دندان کے شکر کھاتا الخلافت شرح بحر العلوم میں سر نہاد کی جگہ
نہادہ صحرے غیبی کے بجائے غیب غلط لکھا ہے قولہ ذکر و فکری فارغ از رنج دلخ کردی با ساکنان چرخ لاغ
چشم بستہ مالو میدیدی و در دریاں تکنی پیچیدی و مرغ آبی غرق دریاے عسل و عین ایوبی شراب مغسل و
کہ بدان ایوب از پاتا بفرق و پاک شد از ہنجا چون نور شرق و گربو داین چرخ وہ چندی کہ بہت نیست
نزد آبنجان جز تنگ و بہت و ثنوی در جم گربو دے جو چرخ و در گنجیدی در وزین نیم ہرخ و کان زمین و آسمان
بس فراخ و کرد از تنگی دلم را شاخ شاخ و دین جہانے کا ندرین خواہم نہاد از کشایش پر و بالم را کشوہا بجان
راہش ار پیدا ہے کہ کم کے یک لحظہ در ایہ بجا ہے و مول مولیٰ میزد آنجا جان اوہ در فضلے رحمت و احسان
اوہ المعنی لاغ ہزن و خوش طبعی مغسل بالضم شستہ حجم بالفتح سطری و جسامت برخ بالفتح پارہ و حصہ مولیٰ
بالضم امرست بمعنی پاش و توہ و ناز و غمزہ پھر اسی جنگی کا قول ہے ذکر و فکر اور رنج دلخ سے فارغ ساکنان چرخ
کے ساتھ بازی و لاغ کرتا آگے ہیں پہونچا ہوتا ہے اور اُس کو مار و افق فرمایا ہے وہ دریاے عسل میں ڈوبی ہوئی
روح سے جو نطفہ سے بظاہر پیدا ہے اور اُس کو مار و افق فرمایا ہے وہ دریاے عسل میں ڈوبی ہوئی

دوسرے مصرعہ میں اقتباس سے آیت کریمہ سے ارض بر ملک ہذا مقفل بار و شراب یعنی پانون اپنا زمین مار بس ایک چشمہ پیدا ہوا حکم دیا کہ اس چشمہ میں غسل کرو اور اس کا پانی پی لیں یوں ہی نقل ہے کہ حضرت ایوب کے بدن میں پھوٹیاں ہو کے کیڑے پڑ گئے تھے اور ایک مدت اس مرض میں رہجو رہے پھر اسی چشمہ کے پانی سے صحت پائی جیسا آیت صدر میں ہے اور ایسی صحت پائی کہ اُس مرض سے سر سے پانون تک ایسے صاف و روشن ہو گئے جیسے نور شرق کا اسے آفتاب ایسے ہی اُس کی روح بھی روشن اور صاف ہو گئی وہ جہان یعنی عالم ارواح ایسا وسیع وسیع ہے کہ ہر آسمان جس کے برابر ہم کسی کی وسعت صحت نہیں جانتے ایسے ایسے وہ چند ہوں تب بھی تو مقابل اُس جہان کے ہست و تنگ ہیں اب مقولہ مولانا رحمہ کا پڑا اور آئندہ بھی چنانچہ فرمایا کہ اگر مننوی میری جگہ میں مثل جہنم کے ہوتی تب بھی اس میں اُس کا ادھا حصہ نہیں سامتا پھر قول چنگی کا لاس زمین و آسمان نے جو نہایت فرخ میں تنگی سے میرے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ یہی اُس میں سائی نہیں اور اس جہان نے کہ جس میں خواب دیکھتا ہوں کشائش سے میرے پروبال کھول دیے ایسی کشائش بخشی بس وہ جہان ایسا ہے کہ اگر راہ اُس کی ظاہر ہوتی تو بہت کم آدمی ایسے ہوتے جو ایک لحظہ بھی بیان نہ کرتے سب وہیں کو چلے جاتے پھر استیثات ہے کہ اُس چنگی کی جان مول مول یعنی باش باش پکارتی تھی کہ یہیں فضا سے رحمت و احسان آئی میں رہا کرتا تو یہ تو بہ کرنی تھی کہ اس فضا محمودہ کو چھوڑ کے اُس تنگائے مذمومہ میں ہرگز مت جاے

الخلاصہ شرح بحر العلوم میں چرخ وہ چندے کو وہ خری سالکما ہے
خواب میں کہنا ہاتھ کا عرض ہے کہ اتنے درم بیت مال سے لے اور اُس چنگی کو جو کہ
گورستان میں سوتا ہے وہ

تو کہ امرے آمد کہ ہاں طامع مشہور چون نہایت غار بیرون شد بروہ آن زمان حق بر عمر خوابے گماشت ہ تاکہ خویش از خواب نتوانست داشت ہ در عجب افتاد کین معبود نیست ہ این ز عجب افتاد بے مقصود نیست ہ سر نہاد خواب بردش خواب دید ہ کا مدش از حق ندا جاننش شنید ہ آن ندا کہ اصل ہر بانگ و نواست ہ خود ندا آنست و بس باقی صداست ہ ترک و کرد و زنگ و تاجیک و عرب ہ فہم کردہ آن ندا ہے گوش و لب ہ خود چہ جاے ترک تاجیکت و زنگ ہ فہم کردہ این ندا را چوب و سنگ ہ ہر دے از دے ہی آید است ہ جو ہر و اعراض میگردد دست ہ گہنے کید بے زیشان دے ہ آمدن شان از عدم باشد بے ہ انچہ من گفتم ز فہم سنگ و چوب ہ در بیانش قصہ ہشدار خوب ہ المعنی چون یا ضم یک قوم ہ فرزند ان نوح علیہ السلام سے کرد بالضم مردم ہ حواشیں تاجیک عرب زادہ کہ محمد بن ہرما ہوا ہو آ رہے بھی قاعدہ ہے کہ جب یا ایسی لفظوں میں لگتے ہیں تو فردا صبح سے مراد ہوتی ہے جیسے ترکی عونی ہاوند ہ ہاں کے کل مقصود ہوا ہے یعنی اُس چنگی کو کہ حکم آتا تھا کہ خیر دار لالچی مت بن تیرے پانون کا کامتا ہاں گلیا اور پھر محتاج نے خواب کو عمر بقیہ میں کیا اور ایسا کہ ہر اُس سے آپ کو روک دیا نہ بن سکتے تھے حیران سننے کہ خلاف

معمول کیون ہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیب سے جو بچھر ٹوٹ پڑی ہو کوئی مقصود ہمیں ہو جس سر رکھا نیندا گئی اور نیند میں دیکھا کہ اُن کو حق تعالیٰ کی جانب سے ندا آئی جو اُن کی جان نے سنی اور وہ ندا کہ اصل ہر بانگ و ندا کی یہ بیشک ندا ہی ہو جس اور باقی سب صدا ہیں اور صرف آواز یہ مقولہ مولانا مرح کا ہے اور اشعار آئینہ بھی اس ندا کو ترک و کرد و تاجیک و رنگ و عرب نے کہ با ہم متغائر اللسان ہیں ایک دوسرے کی نہیں سمجھتے بے گوش و لب کے سمجھا ہے اور یہ ترک و رنگ وغیرہ کیا ہیں خود اس کو تو چوب و سنگ جو ظاہر لیاقت سمجھنے کی نہیں سمجھتے تھے ہیں ہر وقت اُسکی طرف سے ان کو آواز است کی آتی ہے کہ جس سے سارے ہو ہر عرض مست و خوش ہیں جو ہر مراد جو اہر مجر دہ سے کہ وہ دس فرشتے ہیں کہ حکم کے نزدیک کا ہر درواز اس عالم ظاہر کے ہیں اور باقی مخلوق اعراض کہ ان سے قائم ہوئی اور جو آواز است کی ان کو ہر دم پہونچتی ہے اور ان سے بلی کسی وقت ظاہر نہیں ہوتا کچھ حاجت نہیں انکا عدم سے یہاں آنا ہی بلی ہے کہ اپنے پروردگار کے مطیع فرمان ہیں جہاں پہا ہاں بسجدا اور وہ جو ہم نے کہا ہے کہ چوب و سنگ سمجھتے ہیں اس کے بیان میں ایک قصہ تجھ سے کہوں خوب ہوش سے سن لے

نالہ کرنا ستون حنائہ کا آپ کے فراق میں اور سننا رسول مقبول کا وہ نالہ صریحا اور کالم کرنا اس کے ساتھ

قولہ استن حنائہ از ہجر رسول و نالہ میزدہ چو ارباب عقول و در میان مجلس و وعظ آہنجان و کز وہ آگہ گشت ہم پیر و جوان و در تخری ماند اصحاب رسول و کز چہ مینالہ ستون با عرض و طول و گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستون و گفت جانم از فراق گشتہ خون و از فراق تو مرا چون سوخت جان و چون نہ تالم بے تو ای جان جہاں و مسندت من بودم از من تانختی و بر سر منبر تو مسند ساختی و پس رسولش گفت کا ی نیکو درخت و ای شدہ با سر تو ہر از درخت و گر چہ خواہی تر لختے کنند و شرقی و غربی ز تو میوہ چنند و یاداران عالم حقت سروی کنند و تا تر و تازہ بانی تا ابد و گفت آہنجا ہم کہ دائم شد نقاش و بشنوائے غافل کم از چہ بے مباحث و اُن ستون را دفن کرد اندر زمین و تہا جو مردم جشگر گردیدیم دین و تا بدانی ہر کرایہ دان بخواند و از ہمہ کار جہاں بیگار مانہ ہر کر با شد نیز دان کار تو بار و یافت بار آہنجا و بیرون شد ز کار و وانکہ اورا بنیو داز اسرار داد و کے کند تصدیق او نالہ مجاہد گوید آمد سے نے زول ہر وفات تا نگویندش کہ ہست اہل نفاق و گر نیندی و اوقات امر کن و در جہاں دو گشتہ بود سے این سخن و المعنی چہ سخن باہم ہم و ہم تا ستون حنائہ بافتح و تشدید فون نوہ کنندہ و نام ستون مستند بافتح کلیہ کا و اور بڑا کلیہ اور جہاں پر تکیہ لگائیں جشتر بافتح بر انگشتن مجازا قیامت فرماتے ہیں کہ ستون حنائہ ہجر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے تکیے لگاتے کہ تھا جیسے ذوالعقول کسی کے فراق میں کرتے ہیں اور اسی نوہ اور نالہ کرنے سے اُس کا نام ظاہر ہوا اور چہ نالہ کی یہ کہ مسجد شریف میں ایک ستون چوبی تھا اُس سے تکیہ کیے آپ و خط کیا کرتے تھے بعض صحابہ نے کہا انیوہ ہوا تا ہے ہر کز وہ مبارک نظر نہیں آتا اس واسطے منبر بنایا گیا جب آپ منبر پر تشریف لے گئے تو یہ حنائہ آپ کی مفارقت

سے نوحہ گر ہوا ایسا کہ جو مجلس وعظ میں پیر و جوان تھے سب خبردار ہوئے آصحاب حیران ہوئے کہ یہ ستون عرض طول والا یعنی ہمارے سبب سے روتا ہو آنحضرتؐ نے اُس سے پوچھا کہ اے ستون کیوں روتا ہو اور کیا چاہتا ہے کما میری جان آپ کے فراق سے خون ہو گئی جب آپ کے فراق سے میری جان سوختہ ہو گئی تو بے تحاشے اے جانِ جہان کیسے نہ روؤں میں تمہارا کیسہ گاہ تھا تم مجھ سے الگ ہو گئے اور نہ کوئی گاہ بنایا بس آپ نے اُس سے کہا کہ اے درخت نیک تیرے بچید سے تیرا بخت ہمارا ہوا یعنی میسا کہ اب تو ہونے والا ہو ایسا ہی تیرا نصیب ہوگا ہونا چاہتا تھا اگر تو پہلے تو قضا و قدر ابھی تجکو نخل بار و برشا دین کہ مشرق و غرب کے لوگ تجھے مینوہ چنیں یا اُس عالم میں حقتالی تجکو سرو کر دے تو تروتازہ ابد تک رہے جیسے سرو دنیا خزان سے آزاد ہو کیا میں وہ چاہتا ہوں جسکو ہریشہ بجا ہو دوسرا مصرعہ مقولہ مولانا کا ہے کہ اے غافل ہوش میں ہو اور اس لکڑی کی خواہش کو سن اس سے تو کم مت ہو اس عالم فنا سے گذر اور عالم بقا کی جستجو کر چہر اُس ستون کو دفن کر دیا زمین میں تا قیامت کے دن مثل مردم کے براگیتہ ہو اب اس سے تو یہ بات جان لے کہ جس کو خدا تعالیٰ اپنی طرف بلاتا ہو وہ سب کام سے جہان کے بیکار ہو جاتا ہو بقول سعدی شہر از انکہ کہ یارم کس خویش خواندہ دیگر با کسم آشنائی نماندہ اور جس کا خدا سے کاروبار ہوتا ہو وہ اُس کی بارگاہ میں تو باریاب ہو جاتا ہو مگر جملہ کاموں سے محال دیا جاتا ہو اور جس کو کہ دین خدا کے راز و اسرار کی دولت نہیں دیتے وہ نالہ جماد کی تصدیق کب کرتا ہو جو اُس کے دیگر مداح پر توجہ کرے البتہ جب سنتے ہیں تو اوروں کی موافقت سے یہ بھی زبانی آ رہے کہ گئے ہیں نہ دل سے تا لوگ یہ نہ کہیں کہ اہل نفاق سے یہ نہ ارباب وفاق سے یہ قویہ کہ اگر واقف اسرار کن کے جہان میں نہوتے تو جہان میں یہ بات الٹی اور روگردان ہو جاتی اُن واقفوں کے سبب سے جو جانتے ہیں کہ ایک کن سے اُسے کیسی مخلوق رنگارنگ پیدا کر دی حنا نہ کا نالہ کیا عجب ہو راست درست ہو کہ ان کی موافقت سے منافقوں کو بھی راہ گزیر و گریز نہیں ملی قولہ صد ہزاران زابل تقلید و نشانہ افگند شان نیم وہی در گمان کہ کہ نظن تقلید و استدلال شانہ قاسمت و جملہ پر وبال شانہ شبہ سے انگیزہ اکن شیطان و دنہ در فتنہ انجملہ کوران سرنگون ہاے استدلالیان چو میں بود ہاے ہومین سخت بے شکین بودہ غیر آن قطب زمانہ دیدہ و رہہ کز ثباتش کوہ گرد و خیرہ سر ہاے نابینا عصا باشد عصا تا نیفتد سرنگون او بر عصا آسوار سی کو سپہ راشد ظفر اہل دین را گشت سلطان بصرہ با عصا کوران اگر دیدہ اندہ در پناہ خلق روشن دیدہ اندہ گرنہ بیتا یا ان شد ندی و شانہ جملہ کوران مردماندی در جہان ہنہ ز کوران کشت آیدنے درودہ نے عمارت نے تجارت ہا و سودہ گرنہ دی رحمت و احتفال شانہ در شکستی چوب استدلال شانہ این عصا چہ بود قیاسات دلیل ہا کن عصا کہ دا دیناے جلیل ہا چو ان عصا شد آلت جنگ و بغیرہ آن عصا را خور و بشکن اے صہرہ اے عصا تان دا و تا پیش آیدیدہ کن عصا از شہم ہمہ ہاے نہ وہ ہاے ملکہ کوران ہمہ کار اندر دیدہ دیدہ بان را در میانہ آوریدہ دامن او گیر کو دادت عصا

درنگر کا دم چھا دید از عصا چون عصا شد مار و استین با خنجر و مجرہ موسیٰ و احمد را اگر کہ از عصا مارے و از استین چنین ہوا
 پنج نوبت میزنند از بہر دین ہا المعنی تقلید پیروی کسی کی بے دریافت حقیقت استدلال دلیل لایا تصابغ سنگریز با پنج نوبت
 وہ نوبت پنجگانہ جو بادشاہوں کے دروازہ پہنچتی ہو تھیں یہ جو پہننے کہا کہ یہ سخن روگردان ہو جانا اس سبب سے کہا ہر کہ
 لاکھوں اہل تقلید غیر تحقیق اور اہل نشان بید یافت کسی کے قدم پر قدم رکھنے والے ایسے ہیں کہ ذرا سا وہم اُن کو گمان میں
 ڈال دیتا ہے کہ اُن کے گمان میں تقلید اور استدلال قائم ہو رہا ہے اور ہوا ہوا ہو رہی ہے انکے پر وبال ہیں جس سے
 البنی البنی اُٹھتے ہیں بس شیطان دون خواہ یہی شیطان دون خواہ ان مقلدوں کا پیشوا ایک شہرہ
 اُٹھا دیتا ہے اور یہ اندھے سرنگوں اُس میں گر پڑتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ استدلالیوں کے پاؤں چوبین ہوتے ہیں اور
 پلے چوبین نہایت بے ٹکین ہوتا ہے جتنا نہیں ذرا میں ڈنگا جاتا ہے سوائے اس قطب زمانہ کے جیسا کہ مشہور ہے قطب
 از جہانہ بنید اور دیدہ و رہے تخیل ان کی بے دیدہ اُس کا ثبات ایسا ہے جسکے ثبات کو ہ بھی حیران ہو ظاہر کہ بے حرکتی
 کوہ کی صورت حیرانی کی ہر سب دیکھتے ہیں کہ اندھوں کا پاؤں عصا ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک چوب ہوتا کہ میں اونڈھے منہ
 لنگر چھروں میں نہ گر پڑیں اور وہ سوار جو سپاہ دین کے واسطے ظفر ہر پینے سراول جس پر فتح شکست منصر ہوتی ہے
 وہ سلطان بصرہ جو امیر بادشاہ بصارت جس سے سب نے بصارت پائی بس نتیجہ دونوں شعروں کا یہ ہے کہ اندھوں
 نے تو عصا کی مدد سے راہ پائی ہے ٹٹول ٹٹول کے کہ ٹٹیک پھر بھی نہیں یہاں مخلوق کی پناہ میں وہ لوگ ہیں جو دنیا
 اور روشن دیدہ ہیں اگر مینا لوگ اور شاہ جو سلطان بصرہ میں نہوتے تو تمام اندھے جہان میں مردہ ہوتے کس لیے کا ندھے
 کشت و درود سے عاجز ہیں اور عمارت و تجارت اور سود سے بھی مجبور اگر وہ رحمت و افضال جو خدا تعالیٰ کو ان مینا
 لوگوں پر ہے نہ ہوتی جس کے طفیل یہ بچے ہوئے ہیں تو چوب ان کے استدلال کی ٹوٹ جاتی ہے عصا کیا ہے قیاسات و دلائل
 ہیں اور وہ عصا کیا ہے اور جس کی ہندسی دین ہے مینا جلیل سے کہ خدا تعالیٰ ہے کہ دوسرے مصرعہ میں معنی ہے کہ
 ہے جب عصا آگہ جنگ و فریاد کا ہوا کہ اکثر دلیل و بحث میں نوبت شور و فریاد و جنگ و جدل کی پہونچتی ہے ایسے عصا کو
 توڑ کے چور چور کر دے اور اندھے یہ عصا کس کام کا ہے اُس نے عصا ٹکڑا دیا اس واسطے کہ تم پیش آؤ یعنی جماعت اہل اسلام
 میں داخل ہوا ایسے کہ عصا کے معنی جماعت اہل اسلام کے بھی ہیں تنے و دھنسا ایک دوسرے کے غصہ سے اُسی
 کے مار دیا اندھوں کے حلقہ میں کیوں گھسے ہو یہ کس کام کا ہے کسی دیدہ بان کو بھی ایچ نین لوٹب تم ٹٹو کروں اور
 ڈگنے سے بچو جس نے ٹٹکو عصا دیا ہے یعنی قیاس و دلیل اُس کا دامن پکڑا ہے یہ عصا تو ایسا ہے جیسا آدم کا عصا
 جس کے معنی گناہ و نافرمانی کے ہیں اقتباس ہے آیہ کہ یہ عَصَیْ اَدَمُ رَبِّہُ فَنُفِیْہُ سے کہ اس جھلنے اُن کو بہشت سے ٹکڑا دیا
 اور کس کس آفت میں ڈالا آخر شرکت اسی تو دونوں میں ہے جو عصا مار ہوا اور استین با خنجر یعنی مشرق ہو گئی
 تشریح اسکی یہ کہ حضرت موسیٰ کا عصا ہنگام مقابلہ دو گدھن بھرموں کے ایسا اُڑا دیا ہو گیا کہ ہمارے کے برابر

اثر دہون کو ٹھگلیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آستین مشرق بنگلی کہ ہنگام معجزہ شوق القمر کے دونوں ٹکڑے چاند کے آپ کے آستینوں سے ٹھگلے تھے بس تو ان معجزوں کو موسیٰ اور احمد کے دیکھ تو کسی دلائل کو مست دیکھ لے زیادہ دلائل نبوت کے اور کیا ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے کے ہاتھ پر ہنگام دعویٰ نبوت اظہار معجزہ کا نہیں کرتا لاجرم ایسے عصا اور ایسی آستین سے انھوں نے دین کے واسطے بیخ نوبت بجائی ہو اور دین کی پادشاہی دنیا میں جاری کی ہو آستین مخف آستین جیسے استرخف آستر الخلاف شرح بحر العلوم میں بکے کہ بطن کر بطن اور کشت سلطان کی جگہ کیست اور آید کی جگہ جو صیغہ جمع امر حاضر کا ہو آمدید اور کودت کو وارد باختر کو باختر ٹیک نہیں لکھا ہو قولہ گر نہ نامعقول بودے این مزہ کے بدے حاجت بچندین معجزہ ہر چہ معقول ست عقلت میخرد بے بیان معجزہ جزو مدہ این طریق مکرنا معقول میں ہر در دل ہر مقبلے مقبول میں ہر آچنان کریم آدم دیو و دودہ در جزائر در میدان از حسد ہم زہیم معجزات انبیاء سر کشیدہ منکران زیر گیا تا بناموس مسلمان زیندہ در تسلس تانمانی کہ کیندہ بیجو قلاب ہر ان نقد تباہ می کنند از کید نام بادشاہ ظاہر الفاظ شان توحید و شرع باطن آن بچون دونان تخم صرع فلسفی راز ہر نے تادم زندہ دم زند دین جنت برہم زندہ دست و پاے اوجاد و جان او ہر چہ گوید اند و در فرمان او ہر زبان گر چہ کہ تہمت مے ننندہ دست و پا ہاشان گواہی میدہند المعنی جزر گھٹنا پانی کا مد بڑھنا مکر بالفتح جیلہ تسلس سالوسی و مکاری قلاب و غابا زنا سرہ کار صرع بالفتح مرگی یعنی اگر یہ مزہ جو است لالیون کو پڑا ہو نا معقول نہوتا تو حاجت اتنے معجزوں کی کیوں پڑتی اور اتنے انبیاء و رسل کیوں آتے اس واسطے کہ جو چیز معقول ہو اس کی قوت عقل خریدار ہو جاتی ہو بے بیان معجزہ اور بے جزو مدہ یعنی انا چڑھاؤ کے بس یہ طریق مکر و حیلہ کا ہو اس کو نا معقول سمجھا اور ہر مقبل مقبول کے دل کو دیکھ آئین کیا ہو آن منکر و ن کا ایسا حال ہو جیسے آدم کے خوف سے دیو و دودہ حسد سے جزائر میں بھاگ گئے ایسے ہی یہ بھی خوف معجزات انبیاء سے بھاگتے ہیں اور گھاس کھنچے دے سر ٹکڑے پڑے ہیں اور وہ گھاس کے نیچے دبنا انگار دلی ہو اور سر نکالنا بظاہر اقرار اسلام تا بطفیل ہا بر و سلطان کے زندگان کرین اور بسبب سالوس و مکاری کے کوئی نہانے کہ کون ہیں آیا مسلمان حقیقی یا منکر گویا دغا باز و تون کھوٹے کام والوں کی طرح نقد تباہ و جزا پر سکتہ بادشاہ کا لگاتے ہیں کہ بظاہر حکمہ دین کا بھرتے ہیں باطن میں انکار کا نقد تباہ بھرا ہو چنانچہ خود فرمایا کہ ظاہر تو نسخہ سے الفاظ توحید و شرع کے نکلتے ہیں اور باطن میں مثل پیر و تون کے بیج مرگی کا ہو کہ جہان ڈال دین اس کو زمین ہی پر گرائے اور بد حال کر دے فلسفی گاہے دل و ہر کمان کہ مقابل دین حق کے اپنے باطل سے دم مارے اگر دم مارے تو دین حق بھی اس کو لوٹ پوٹ کر دے جیسا کہ فرمایا افواج باحق زہیق الباطل جب حق آتا ہو باطل بھاگ جاتا ہو ہاتھ پاؤں اس کے جدا اور جان اس کی

جو کچھ کہے وہ دونوں اس کے حکم میں ہیں یہی زبان اسکی وہ ہر کھان زبان کی تہمت اُسپر ہو اور ہاتھ بانوں سپر
گواہی دیتے ہیں الخلاف شرح بحر العلوم میں تسلسل کو تسلسل اور دونان کو دونان غلط لکھا ہے

بائین کرنا سنگریزوں کا ابوہل کے ہاتھ میں اور گواہی دینا رسالت حضرت پیرلی اہل علیہ سلم

قولہ شکما اندر کہت ابوہل بود کہ گفت ادا احمد گواہین چیت زودہ گر سولے پیست در شتم نماند چون خبر داری
زار آسمان کہ گفت چون خواہی گویم کان چہا ست نہ یا گویند آنکہ ما حقیقہ و راست کہ گفت ابوہل این دوم نادرست کہ
گفت حق آری ازان قادر ترست کہ گفت شش بارہ حجر در دست تست نہ بشنوا زہر یک تو شیعہ درست نہ از بیان
مشت او ہر بارہ سنگ نہ در شہادت گفتن آمد بید رنگ نہ لا الہ گفت والا اللہ گفت نہ گوہر احمد رسول اللہ سفت نہ
چون شنید از سنگما ابوہل این نہ روز خشم آن سنگما را بر زمین نہ گفت نبود مثل تو ساحر و گرہ ساحران را سر توی و تاج و سر
چون بید آن معجزہ ابوہل گفت کہ گفت در خشم و سوسے خانہ رفت نہ رہ گرفت و رفت از پیش رسول نہ او فتادند زہر
آن زشت و سفول نہ معجزہ او دید و شد بہخت و رفت نہ سوسے کفر و زندہ سرتیر و زفت نہ خاک بر فرش کہد کبر و لعین نہ
چشم او ابلیس آمد خاک بین نہ باز گرد مال مطرب گوش دار نہ زانکہ عاجز گشت مطرب ز انتظار نہ المعنی گفت بفتح
سوختہ و خشتناک سفول ہشتین پستی و بفتح پست و فرور و نہ زفت بفتح سخت و درشت فراتے ہیں چند پھر بیان ابوہل
نمشی میں لیے کیا اور کہا ادا احمد جلدی بتا و میری مٹی میں کیا ہے اگر تم پیغمبر ہو اور بھید آسمان کے جانتے ہو تو
بتاؤ میری مٹی میں کیا چھپا ہے آپ نے فرمایا آیا اتنا ہی چاہتا ہے کہ میں اُس کو بتا دوں کہ کیا ہے یا یہ بھی کہ وہ مجھ کو بتائے
کہ میں پیغمبر حق ہوں اور سچا ابوہل نے کہا کہ یہ اُس سے اور بڑے کے اور نادرست ہے آپ نے کہا بیشک اور خدا تعالیٰ اس سے
بھی زیادہ قدرت رکھتا ہے پھر حضرت نے فرمایا چھ ٹکڑے پتھر کے تیرے ہاتھ میں ہیں اور اے اب کان لگاکے ہر ایک
کی تسبیح سن جس اُس کی مٹی سے ہر پتھر یا تسبیح کرنے اور گواہی دینے لگی لا الہ الا اللہ کہتی تھی اور گوہر احمد رسول اللہ کے
پہ و تھی تھی جب ابوہل نے تسبیح و شہادت پتھروں سے سنی غصہ ہو کے زمین پر پٹنگ دیا اور کہا تجسما ہا دو گرد و سرا
منوگا تو سب جا دو گردون کا سر و سر دار ہے بلکہ سرتاج آور اس معجزہ کو دیکھ کے گرم و خشتناک ہو کر اپنے گھر کی راہ لی اور رسول
مقبول کے سامنے سے چلا گیا اور چاہہ ملاقات میں وہ تاجیز و پست فطرت گرا معجزہ اُس نے دیکھا اور بہخت ہو کے گیا
کفار و زندیقوں میں ملا اس واسطے کہ طالب معجزہ کا ہوا اور معجزہ دیکھے اور ایمان نہ لائے اُس جیسا کہ فرشتہ کون ہی خاک
اُس کے سر پر کہ اندھا اور لعین تھا اُسکی آنکھ ابلیس خاک میں تھا ابلیس خاک میں جو آسمان سے کھلا گیا اور خاک میں
بنا اسکی بھی وہی کیفیت تھی آگے پھر گریز ہے کہ اس بیان سے لوٹ اور مطرب جنگی کا حال کہہ کہ وہ عاجز گشتہ انتظار میں ہے
اختتام قصہ مطرب کا اور پیغام پہونچانا امیر المومنین عمر کا جو کچھ ہاتھ نے اُلکوا و از دی تھی
قولہ بانگ آمد عمر کا ہی عمرہ بندہ مارا زماجت باز خربہ بندہ داریم خاص و محترم نہ سوسے گورستان تو رہ کن قدم

ای عمر میری ز بیت المال عام و مقصد دینار در کف نہ تمام پیش اور بر کامی تو مار اختیار بہ اینقدر بوستان کنون محذور دار
 اینقدر از ہر ابریشم ہما و خرج کن چون خرج شد اینجا بیا بہ بس عمر زان ہیبت آواز جست بہ تائمان را بہر آن خدمت بہت
 سوے گورستان عمر بناد روہ در بغل ہیمن و دان و جتوہ گرد گورستان دوان شد او پس بہ غیر آن پیراوندید آنجا کہسہ
 گفت این نبود گرد بارہ دیدہ ماندہ گشت و غیر آن پیراوندیدہ گفت حق فرمود مار بندہ ایست ہ صافی و شائستہ و فرزندہ
 ایست بہ ہر چنگی کے بود خاص خدا بہر نہان جہذاہ بار دیگر گورستان بگشت بہ ہچو آن شیر شکاری گرد دشت بہ چون
 یقین گشتش کہ غیر از ہر نیست بہ گفت در ظلمت دل روشن بسیت بہ آمد و با صدا داب آنجا نشست بہ بر عمر عطسہ قناد ہر
 جست بہ عمر را دید و ماند اندر شگفت بہ عزم رفتن کرد و لرزیدن گرفت بہ گفت در باطن خدا یا از تو داد بہ محتسب ہر پرک
 چنگی قتادہ چون نظر اندر رخ آن ہر کردہ دید اورا شرمسار و روے زردہ پس عمر گفتش مترس از من مردم بہ کت بشارتہا
 ز حق آوردہ ام بہ چند یزدان مدحت خدے تو کردہ تا عمر را عاشق روے تو کردہ پیش من بہ نشین و مجوری مسازد
 تا بگوشت گویم از اقبال رازہ حق سلامت میدہد ہر سہر سدت بہ چونے از رنج و غمان ہیبت بہ نک قراضہ چند ابریشم
 بہا و خرج کن این را و باز اینجا بیا بہ المعنی بیت المال حبیب مال غنیمت و متوفی کار ہتای اوروہ مان حبیب سب مسلمانوں
 کا حق ہو ہر پرک مین کا ف تصغیر تخیر کا ہر قرآنہ بنعم ریزہ زرد و سیم عطسہ ہندی چھینک یعنی جب ہی عمر کو غفلت خواب
 کی ہوئی فوراً غیب سے آواز آئی کہ ای عمر ہا اور ایک بندہ کو ہماری حاجت سے چھوڑا ہمارا ایک بندہ خاص و محترم ہر
 تو گورستان مین اُس کے پاس با آو عمر آئے اور بیت المال عام سے سات سو دینار لیکے لے کے پاس با آو اُس سے کہ کہ
 بہنے چھو مقبول کیا اتنا لوے اور اب ہکو معاف رکھ یہ پترے ابریشم کی قیمت ہو آئین خرج کر جب خرج ہو جائے پھر آ
 بس عمر اس آواز کی ہیبت سے اچھل پڑے اور اس خدمت کی بجائے اور ہی پرستند ہوے ہیمن بغل مین داب کے
 گورستان کی طرف متوجہ ہوے اور اُسکی جستجو مین دوان اور روان ہوے پس گرد گورستان کے بہت دوڑے سوا
 اُس بوڑھے چنگی کے کسی کو نہ دیکھا دل مین کما یہ وہ نہنیں ہوگا پھر دوڑے ایسے کہ شک گئے مگر وہی بوڑھا نظر پڑا سوے
 اُسکے کسی کو نہ دیکھا اور کہا کہ حق تعالیٰ نے تو فرمایا ہر ہمارا خاص ایک بندہ ہر صافی و شائستہ و فرزندہ یہ ہر چنگی کیسے
 خدا کا خاص ہو سکتا ہر تو کیا ہی خوب ہو ای راز پنہان کیا ہی خوب چھو دوسری بار گرد گورستان کے ایسے پھرے جیسے شیر
 شکار کی تلاش مین گرد جنگل کے پھر تا ہر جب یقین ہو گیا کہ سواے بوڑھے کے کوئی نہنیں ہر تو خیال کیا کہ بس یہی ہر کو سوا
 کہ اکثر اندھیرے مین بھی دل روشن ہوتے ہیں آندا با صدا دبا کہ روان بیٹھے بیٹھے ہی چھینکوں کا ہجوم اُپر ہوا بوڑھا فوراً
 اُٹھ کھڑا ہوا اور عمر کو دیکھ کے حیران رہ گیا ارادہ چلنے کا کیا اور کانپنے لگا دلین کما ای بار خدا یا میری فریاد کہ مجھ پیر حقیر
 چنگی پر یہ محتسب کہاں سے آ پڑا عمر نے جو اُس کا منہ دیکھا تو اسکو شرمندہ اور روزر دپا یا کما مجھے مت ڈرنہ مجھے بھاگ
 مین تیرے واسطے خدا تعالیٰ سے بشارتین لایا ہوں تیری خوشی ایسی مدحت خوشی یزدان نے کی کہ عمر تیری صورت کا عاشق ہو گیا

میرے سلسلے بیٹھ اور مجھے ہدایت ہو تو تیرے کان میں تیرے اقبال کا بھید کون کہ کیسا اقبال تو نے پایا اور اللہ تعالیٰ
 مجھ کو سلام کتنا اور تیرا حال پوچھتا ہو کہ رنج و غم میں جو یہ تجھ پر تیرا کیا حال ہو جسے یہ چند قرآن نے ابرہیم ہامین
 ان کو فرج کر اور پھر یہاں آ چند قرآن نے اُن اشرفیوں کو کتنا ایسا ہو جیسے کسی سے کہتے ہیں نان خشک میں کھا لو الخلاف
 شرح بحر العلوم میں گفت این بنود بنود کو بصورت ہوو کے لکھا ہو اور پیراوی کی جگہ پیرہ اور باصد کو باصد اور پیرست کے
 بجائے پیشے کے لکھا ہو قولہ پیر لزان گشت چون این را شنید دست میخائید و بر خودے پیدہ بانگ میزد کاسے
 خدا بے نظیر ہ بسکہ از شرم آب شد پچا رہ پیرہ چون بسے بگریست و ز حد رفت در دہ چنگ رازد بر زمین و خور در کوفہ
 گفت ای بودہ حجام ازا کہ ای مرا تو را ہزن از شاہراہ ای بخورہ خون من ہفتاد سال ہ ای ز تو رویم سیریش از کمال ہ
 ای خدا بے عطا و باوقاد رحم کن بر عمر رفتہ بر جفاہ داد حق عمرے کہ ہر روز ازان ہ کس نذر اند قیمت آن در جہان ہ
 خرج کردم عمر خود را دہدم ہ در میدم جلد را در زیر و بوم آہ کنیادہ و پردہ عراق ہ رفت از یاد دم و تلخ فراق ہ
 ولے گرتیرے زیرا فلند خور دہ خشک شد گشت دل من دل بردہ ولے کرا و از این ہشت و چہارہ کاروان بگذشت
 و بیگہ شد نہارہ ای خدا فریاد زین فریاد خواہ داد خواہم نے ز کس زین داد خواہ داد خود را چون ندام در جہان ہ عمر شد
 ہفتاد سال از من جہان ہ داد خود از کس ینا ہم چہ نگرہ زانکہ ہست از من ہن نزدیکترہ کین منے از وی رسد دم دم مراہ
 پس و را ینیم چو این شد گم مراہ ہچو آن کو با تو باشد ز شرم سوے او داری نسوے خود نظرہ ہچنین در گریہ و در نالہ او ہ
 پیشردی جرم چندین سالہ او المعنی رہ کرت وقاعدہ و نغمہ و آہنگ عراق نام پردہ موسیقی ہشت و چہار دواز دہ مقام
 موسیقی زیرا فلند خور دنام شعبہ موسیقی اسکے مقابل میں زیرا فلن بزرگ بھی ہو فرماتے ہیں کہ بوتر سے نے جو یہ بات حضرت عمر
 سے سنی کانپنے لگا ہاتھ کاٹتا تھا اور رٹ پٹا تھا اور چلا چلا کے کٹا تھا کہ ای خدا بے نظیر میں بوڑھا پچارہ تجھ سے شرم کے
 پانی پانی ہوا جاتا ہوں اور جب بہت ہی گریہ اور درد اس کا مد سے گذرا چنگ کو زمین پر مار کے چور چور کر دیا کہ تو ہی
 میرے اور میرے محبوب کے بیچ میں حجاب و پردہ تھا اور تو ہی نے شاہراہ سے میری راہ ماری تو نے ستر برس خون
 میرا بہا تیرے ہی سبب سے رو سیاہی میری کمال سے گزر گئی آ خدا بے عطا و با وفا میری عمر جو چہا پر گزری ہو کہ آپ اپنے
 اوپر جفا کرتا رہا ہوں رحم کر تو نے مجھ کو وہ عمر دی تھی کہ جسکے ہر ایک دن کی قیمت جہان بھر میں کوئی نہیں جانتا ایسی
 بے بہا تھی میں نے ایسی عمر بے ہما کو دہدم یعنی ایک ایک دم زیر و بوم میں خرچ کیا اور سب اسی میں پھونک دی آہ
 کیا دراہ جو بمعنی فحش کے ہو اور پردہ عاشق سے کہ یہ بھی ایک مقام موسیقی ہ اپنی تلخ وقت فراق کو جو ہنگام مفارقت دنیا
 کے ہوگا بھول گیا اور اسے تری زیرا فلن خور دے کہ یہ بھی ایک شعبہ موسیقی کا ہو میرے دل کا کھیت سوکھ گیا اور
 دل بھی مر گیا پھر واسے آواز اس ہشت و چہارے کہ بارہ ہوے اور بارہ سے مراد بارہ مقام موسیقی کہ قافلہ گزر گیا
 یعنی عمر اسی میں تمام ہوئی اور دن شام ہوا یعنی قیوب بشام مرگ جو ظلمت عدم کی ہے آ خدا میری فریاد ہو اس فریاد خواہ سے

ہوا سوقت تجھ سے فریاد کر رہا ہر مین کسی سے فریاد نہیں چاہتا اسی فریاد کی کافیا دی ہوں اسی نے مجھ پر غم کیا ہے جو عبارت اپنے ہی نفس سے ہو مین نے جو اپنی داد آپ جہاں مین نہ دی اور اپنی کیفیت نہ سمجھی ہمیشہ اپنے اوپر پیرا دی کرتا رہا اس سبب سے عمر میری مجھے ستر برس بھاگتی رہی داد اپنی کسی سے نہیں پاؤں گا مگر اسی سے جو میرے ساتھ تھے بھی نزدیک تر ہو جیسے سعدی رح کا قول ہر ع دوست نزدیک تر از من نیست لیکن جب وہ ایسا نزدیک ہو تو مٹی مجھ مین کمان سے ہوئی اور جو ہر تو دم بدم اسی سے ملتی پہنچتی ہے جب یہ کم ہو جائے تو مین اسکو دیکھوں شعر ما بعد مثال ہے کہ جیسے کوئی تیرے ساتھ زرشمار کرے تو تو اسی کو ملتا ہے اپنے آپ کو نہیں دیکھتا اسقدر محو ہو جاتا ہے طے ہذا مین بھی مٹی سے بھلاؤں تو تجھی کو دیکھوں عرض ایسے ہی وہ پہنچگی اپنے گریہ اور نالہ مین جرم چندین سالہ گن رہا تھا اختلاف شرح بحر العلوم مین یکایک عمر رفتہ کے رفتہ اور بجائے ہشت چہار کے بست و چہار بھی لکھا ہے اور بجائے داد خود ہوا ہون

پھیر دینا عمر زکا پیر کو مقام گریہ ہستی سے مقام استغراق نیستی کو

قولہ پس عمر گشت کہ این زاری تو ہست از آزار ہشیاری تو ہر راہ فانی گشتہ راہ دیگر ست ہر راہ گناہ دیگر ست ہست ہشیاری زیادہ مضامین ماضی و مستقبل پر وہ خدا آتش در زن ہر دو تلبک ہر گاہ ہاشی ازین ہر دو چوئے ہر تاگرہ بانی بود ہر از نیست ہر ہنشین آن لب و آواز نیست ہر چون بطون خود بطون مرتدی ہر چون بخانہ آمدے ہم با خودی ہر لیخیرات از خیرہ ہر تو ہر تو از گناہ تو ہر تو از حال گزشتہ تو ہر جو کہ کے کنی تو ہر ازین تو ہر بگو گاہ بانگ زیر را قبلہ کنی ہر گاہ گریہ زار را قبلہ زنی ہر چونکہ فاروق آئند اسرار شد ہر جان پیر از اندرون ہر ار شد ہر بعد از ان اور از ان حالت بر بندہ ز اعذارش سوی استغراق خواند ہر بچو جان بے گریہ و پیچندہ شد ہر ہاش رفت و جان دیگر زندہ شد ہر حیرتے آمد درونش آ زمان ہر کہ برون شد از زمین و آسمان ہر المعنی ماضی جو کچھ گزر گیا قبلہ بالضم بوسہ حیرت بالفتح ایک سال پر چھانا اور یہ دو قسم ہو محمودہ مذمومہ محمودہ معرفت مذمومہ مملات مولانا مرح فرماتے ہیں کہ عمر نے اُس سے کہا کہ یہ زاری تیری ہشیاری کے آزار سے ہو کہ تو ابھی فنا نہیں ہوا فانی شدہ کی دوسری راہ ہر اور اسکے نزدیک ہوشیاری دوسرا گناہ جو اپنے ایک گناہ تو وہ جسکی زاری کر رہا ہو دوسرا اس ہشیاری کا گناہ اسیلے کہ جب ہوشیاری باقی ہو تو فانی کب ہوا اس ہشیاری کی زاری تو یا د ماضی نے زمانہ گزشتہ سے ہو اور حال یہ کہ تیرے واسطے ماضی و مستقبل دونوں پر وہ مین خدا تعالیٰ سے جیسا کہ کہا ہے شعر سوچئے نہ ترے عشق مین دن رات پیاسے ہر اپنی تو سحر جو بھی اور شام ہی ہے تو ماضی و مستقبل دونوں مین آگ لگا کے فنا کر دے کتبک کی طرح ان سے پر گرہ رہے گا دیکھ فی مین چٹک گر مین ہوتی ہیں ہر از اور ہنشین لب و آواز کی نہیں ہوتی چٹک تو اپنے طون کا طالع ہر اے خودی کا گرفتار اہل طریق کے نزدیک مرتد ہو اور جو خانہ کعبہ مین داخل ہو تب بھی خودی سے جدا نہیں جیسا کہ

کہا ہر ع کفرست درین مذہب خود دینی و خود رانی و آخر مخاطب جو بگو خبر دینے والے ہیں وہ اصل خبر دینے والے
 سے بخیر ہیں اور تو جو گناہ سے توبہ کرتا ہے تو بہ تیری گناہ سے بدتر ہے فانی کے درجہ سے یہ غیر ہے فانی کا گناہ کیا اور
 توبہ کیسی آخر مخاطب یہ جو تو اپنے حال گذشتہ سے توبہ کا طالب ہے بتا تو اس توبہ سے توبہ کب کرے گا اور کب مقام فانی
 کو پہونچے گا کیسی بات ہے کہ کبھی بانگ زیر کو اپنا قبلہ بناتا ہے یعنی اسکی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ اس سے مستی و وجد پاتا ہے
 اور بھی کرے زاری و بوسہ دیتا ہے فانی کو یہ ہوس کمان اب فرماتے ہیں کہ جب فاروق نے اس مقام و اسرار کی صورت
 اپنے آئینہ دل سے اُس کو دکھائی تو بوڑھے کی جان اندرون سے بیدار ہو گئی پھر اُسکو اُس حالت یعنی مقام اعتدال سے
 کمال کے مقام استغراق کو پہونچا یا بس وہ مثل جان کے بے گریہ اور بخند ہو گیا اور یہ جان اُس کی اُس سے جدا
 ہو گئی جس میں خودی اور گریہ و خندہ کا تعلق تھا اور دوسری جان زندہ ہوئی اب وہ حیرت محمودہ جو معرفت ہے اُس کے
 دل میں سمائی کہ زمین و آسمان میں جسکی گنجائش نہ تھی ان سے بھی باہر نکلی الخلاف شرح بحر العلوم میں آخر تو از حال کی
 جگہ حال کے ساتھ از نہیں لکھا اور پیدار شد کی جگہ نیز از قولہ جستجو اور اسے جستجو من نمیدانم تو میدانی جگہ حال
 و قلمے از ور اسے حال و قال غرق گشتہ در حال ذوالجلال و غرقہ نے کہ خلاصی باشد شہد یا بجز دریا کسے شناسد شہد
 عقل جزا ز کل پذیرائیستی و کز تقاضا بر تقاضا نیستی و چون تقاضا بر تقاضا میرسد و موج آن دریا پذیرائی میرسد
 چونکہ قصہ حال پذیرائی میرسد و پیر و جانش رومے در دریا کشید و پیر دامن راز گفت و گو نشاند و نیم گفتہ در دمان
 او ماند و از پے ابن عیش و عشرت ساختن و صد ہزاران جان باید باختن و در لشکار پیشہ جا نہار باشد و
 بچو خورشید جهان جا نہار باشد و جانفشان اقتدا خورشید بلند و میشو دہر دم تھی پر میکنند و جانفشان ام آفتاب
 معنوی و مرجان کند برانما نوی و در وجود آدمی جان و روان و میرسد از غیب چون آب روان و ہر زبان
 از غیب نو نو میرسد و زہان تن برون شو میرسد و المصنی ما و را جو کچھ کسی چیز کے پیچھے ہو اور نیز بمعنی ماسوا
 و آسن نشاندن ترک کرنا تو می تازگی یعنی اب طلب و جستجو اُس پیر کی ماورائے طلب کے ہو گئی اور بیرون از حد ایسی
 کہ میں نہیں جانتا جو بیان کروں اگر تو جانتا ہے تو بتا حال قال بھی اُس کا ایسے ہی حال و قال کی حد سے باہر نکل گیا
 اور حال ذوالجلال میں ڈوب گیا اور ایسا ڈوبا بھی نہیں کہ خلاص ہو جائے یا سوا دریا کے اور کوئی اسکو پہچان سکے
 ایسا وصل ہو گیا یہ ایک عقل کا جز تھا عقل کل سے جو اُس کی ذات ہے کیسے قابل وصل کے ہوتا اگر اسی کا تقاضا
 بر تقاضا اور کشش در کشش سنوئی اور اُسی کا تقاضا بر تقاضا اور جذب در جذب یہاں پہونچتا ہے جو موج
 اُس کی کھینچ لے جاتی ہے ورنہ ہر جز اس کل سے کیسے مل سکتا ہے جیسا کہ کہا ہے شہر چاہتے ہیں جس کو بلاتے ہیں وہ
 شہر ت دیدار پلاتے ہیں وہ و جبکہ قصہ حال پیر چلی کا اس حد کو پہونچا پیر اور اُس کی جان دونوں اس دریا میں
 ڈوب گئے اور پیر نے گفتگو ترک کی بلکہ کہی ہوئی بات آدمی منہ ہی میں رہ گئی اب مقولہ مولانا رح کا ہے ایسی عیش و

عشرت کس کو نصیب ہوتی ہیں اگر ان کے لیے لاکھوں جانیں کھوئے ہوں مثلاً ان کی آخری مخاطب قبری بھنگا سی جان کھاتی ہو مگر ہر بڑی بلند پرواز تو بھی اسکے شکار میں باز بلند پرواز ہیں اور مانند خورشید جہان کے جانا باز رہ دیکھ تو یہ خورشید جو جانا بازی کرتا ہو اور دن رات اسکی تلاش میں رہتا ہو اس سبب سے ہر دم یہ خالی ہوتا ہو اور ہر دم اسکو نور سے بھر دیتے ہیں یہ بھی موافق اسی مسئلہ تجدد امثال کے ہو جو اوپر گذرا کہ آدمی ہر وقت مڑتا ہو اور ہر وقت جیتا ہو اب کہتے ہیں کہ اگر آفتاب معنوی تو بھی جانشانی کر اور جہان کہنے کو اپنی تازگی دکھا آئندہ دونوں شعرون میں اسی تجدد امثال کی تائید و تفسیر ہو کہ جان و روان وجود آدمی میں غیب سے مثل آب روان کے چلی آتی ہو اور ہر دم غیب سے نوبہ پہنچتی ہو اور جہان تن سے صدابرون شو کی آتی ہو اختلاف شرح بحر العلوم میں ہر دم کو بنجر اور بھلے عیش و عشرت کے عبرت کہ عبرت و عیش کا ساتھ نہیں ہو اور بھلے میثود ہر دم تنہی کے لئے میثود

ٹیک نہیں لکھا ہو

تفسیر اس دعا کی کہ دو فرشتے ہر روز سر باز اُردا کرتے تھے اللّٰهُمَّ اعْطِ كُلَّ مَسْئِقٍ سَلٰمًا اور اسکا بیان کہ مسفق مجاہد راہ حق کا ہو نہ مسرف راہ ہوا کا معنی حدیث کے بار خدایا ہر مسفق سخی کو خلف دے اور ہر مسک بخیل کو تلف دے خلف کے معنی از پس آئندہ جو اجر عقبی کا ہو اور تلف کے معنی ہلاک و ضائع ہوتا

قولہ گفت پیغمبر کہ دائم بہر بندہ دو فرشتہ خوش منادی می کنند کہ ای خدایا مسفق را سیر دار کہ ہر دم شازا عوض دہ صد ہزار ایخدا مسکان را در جہان کہ تودہ الا زیان اندر زیان ایخدا مسفق را دہ خلعت ایخدا مسکان را دہ تلف کہ مسفق و مسک محل بین بہر دہ چون محل باشد موثر می شود کہ اے بسا اسماک از اتفاق نہ کہ مال حق را جز با حق مدہ کہ تا عوض یابی تو گنج بیکران کہ تا نباشی از عدا و کافران کہ اشتران قربان ہمیکہ دندانہ چیرہ گرد و تیغ شان بر مصطفیٰ ام حق را با جزو اصلی کہ ام حق را در دنیا بدہر دلی کہ چون غلامی باغی کو عدل کردہ مال شہ بر اعیان او بذل کردہ طرفہ ترکا نہا ہی پنداشت عدل کہ کز سخاوت کردہ ام ایثار و بذل کہ عدل لین باغی و دادش پیش شاہ کہ چہ فزاید دوری و روے سیاہ کہ در بنی انداز اہل خفالت ست کہ کاسنہ انفاقا شان حسرت ست کہ المعنی مسک بالضم بخیل مسفق خدا کی راہ میں خرچ کرنے والا عدا و کبسر شمار ایثار و بذل ہر دم معنی بخشش جہی بالضم در فارسی قرآن و صحیح و کلام آہی مولانا رحمہ کہتے ہیں کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ ہمیشہ لوگوں کی نصیحت کو واسطے دو فرشتے اچھے منادی کرتے رہتے ہیں کہ آخر خدا اپنی راہ کے خرچ کرنے والوں کو سیرا و بھرا پورا رکھ ہر دم کے عوض میں ان کو اللہ ہر دم دے آورا کہ خدا مسکون کو جہان میں سوازیان برزیان کے کچھ مت دے ایخدا مسفقون کو خلعت دے یعنی اجر

عقبے کا اور مسکون کو تلف دے جو ہلاک و مٹائے ہوتا ہے یہ شعر گویا ترجمہ حدیث کا ہے جو سرخی میں مرقوم ہے مسک
ہو خواہ مستفق و دونوں موقع دیکھنے سمجھنے والے اچھے ہیں اس واسطے کہ جب موقع پر خرچ کیا جائے یا اساک کیا جائے
تو وہی موثر ہوتا ہے اکثر ایسا موقع ہوتا ہے کہ وہاں اساک اچھا اتفاق پڑا ہوتا ہے یعنی مال حق کو سولے حکم حق
کے خرچ نکرے اور کسی کو نہ دے کہ ایسے مال کا عوض بچہ بچو ملیگا اور کافروں میں معدود نہ ہو گا جیسے کافر منتیں
مانتے تھے اور اونٹ قربان کرتے تھے کہ ہماری تلوار مصطفیٰ پر غالب ہو جائے تو امر حق کو کسی و اصل بخدا
سے پوچھ اس لیے کہ ہر دل امر حق کو نہیں پاسکتا ہے جیسے ایک غلام باغی کہ اُسے عدل کیا مال بادشاہ کا باغیوں
کو بخش دیا اور طرفہ تریہ کہ اُسکو عدل ہانا اور کتنا تھا کہ میں نے سخاوت سے یہ ایثار و بذل کیا ہے اب خیال کرو کہ عدل
اس باغی کا اور داد و دہش اس کی بادشاہ کے سامنے کیسی دوری و سیاہی بڑھائیگی کہ اُسکا مال بغاوت سے خرچ
کیا اور باغیوں کو دیا اور اُس کا عدل و ایثار نام رکھا قرآن مجید میں اہل غفلت کا انداز داد دیکھ کہ ان کے اتفاق کیسی
سست کی چیز ہیں کیا قال اللہ عزوجل ان الذین کفروا یفتنونکموا لکم لیصدوا عن بینیل التدریسینفقوننا ثم یقولون
سستہ ثم یقولون بیشک وہ لوگ کہ کافر ہیں اپنے مال کو اس بات میں خرچ کرتے ہیں کہ باز رکھیں لوگوں کو راہ خدا
سے کہ ایمان ہے سو قریب ہے کہ وہ اُسکو خرچ کریں پس یہ خرچ انکے حق میں حسرت ہو جائے گا اور پھر بھی مغلوب و منہوب
ہونگے الخلاف شرح بحر العلوم میں بجائے امر حق مدہ کے بدہ اور مال شریک کی جگہ شان غلط لکھا ہے

قربانی کرنا سرداران عرب کا بامید قبول کے

قولہ سرداران کہ در حرب رسول و بود شان قربان بامید قبول و ہر این مومن ہیگوید زیریم و در نماز اہل الصراط المستقیم
نان درم دادن کنی را لائق ست و جان سپردن خود سخاے عاشق ست و نان دہی از بہر حق ناست و ہند و
بجان دہی از بہر حق جانت دہند گریز دیر گمائی این چنار و برگ بے برگیں بخشد کردگار و گرنہ انداز بود
در دست تو مال و کے کند فضل آگست پائمال و ہر کہ کار و کردار ہارش تہی و یکش اندر مزرعہ ہاشمہی و نانک
در انبار ماند و صرفہ کرد و اسپش و موش و حواد شمش خورد و این جہان نفیست در اثبات جوہ صورت صفر ست
در معنات جوہ جان شور و تلخ پیش تیغ بر و جان چون دریلے شیرین را بخرد ورنہ یتانی شدن زیر آستان و
گوش کن بارے زمین این داستان و المعنی کار و مصراع کاشتن کاہی مزرعہ کشت ہی خوبی و بہتری صفر قبل و
نگلی اسپش بالضم و ضم ہائے فارسی وہ کثیرا جو مند و گندم کو کھاتا ہے صفر خالی یتانی ای یتوانی فرماتے ہیں کہ مکے کے
سردار جو آنحضرت سے لڑتے تھے تو بامید قبول قربانی کرتے تھے کہ آنحضرت پر فتح پائیں اسی خوف سے مومن
نمازین خدا تعالیٰ سے مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ تو بکو سید می راہ پلا ہم نہیں جلتے کونسی راہ سیدی ہے تو ان و درم دنیا
سختی کے لائق ہے اور جان دینا اُسکی راہ میں سخاوت عاشق کی ہے پس اگر تو اُس کے واسطے نلن و یگانان پائیگا اور

جو جان دے گا جان پائیگا زمان برگ ریزین برگ ریزی سے چنار کیسا خالی ہاتھ رہتا ہے کہ درگاہ اسکو اُس بے برگی میں
 با برگ کر دیتا ہے ایسے ہی اگر جو دے تیرے ہاتھ میں مال نہ رہے گا فضل خدا کا جھکوب پائال و خواہ کر گیا اَلدَّار دو قسم ہیں
 انہیں سے جو کوئی کہ بوتا ہے اور انبار پنا خالی کرتا ہے وہ اپنے کھیت میں خوبی و بہتری پاتا ہے جیسے دنیا میں بھی اور آخرت میں
 کہ اَلدُّنْیَا مَرْکُزَةُ الْآخِرَةِ فرمایا ہے اور جس نے انبار میں چھوڑا اور بخل کیا اُس کو گھٹن اور چوہوں اور زمانہ کے حادثوں نے
 کھایا کسی نہ کسی طرح ضائع اور برباد ہوا یہ جہان نفی در اثبات ہے اور اثبات اسکی ذات جو ظاہر و مشہود ہے اور جہان نہیں
 نیست و نابود اگرچہ اہل ظاہر جہان کو ظاہر سمجھتے ہیں اور اُس کو پوشیدہ بس تو سب کی نفی کے اثبات کو ڈھونڈتے
 اور تیرے ہی معنی میں صورت اُس صفر کی ہے جو عد دے خالی اور قید تعدد سے مبرا ہے اُسی کا طالب ہو آس جان شور و
 تلخ کو اُس کی تیغ کے نذر کر اور وہ جان جو مثل دریائے شیرون کے ہے خرید کر آس جان کو تیغ و شور اس سبب سے کہا کہ
 اس کے ساتھ ہزاروں بیج و ملاں دینکے لگے ہیں اور وہ بیج و ملاں سے جدا اب اگر تجھے یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ اس
 آستانہ کا ہو رہے تو لے آ بھلا میری ایک داستان تو سن لے الخلاف شرح بحر العلوم میں یکایک نان درم کے
 اُن درم لکھا ہے کہ نہ شمار الیہ کا ٹھکانا نہ معنی کا اور نان درم پر دوسرا شعر گواہ عادل موجود ایسے ہی بجلے معنات
 معنات اور نیتانی کے ٹھکانے نیتوانی کہ وزن نہیں ہوتا

قصہ اُس خلیفہ کا جو اپنے عہد میں سخا و کرم سے حاتم پر فائق تھا

قولہ یک خلیفہ بود در ایام پیش کردہ حاتم را گداے جو خویش پر رایت اکرام وجود افراشتہ فقر و حاجت از جہان
 برداشتہ بحر و کان بخشش صاف آمدہ داد و اوقات تاقا آمدہ در جہان خاک ابر و آب بودہ منظر
 بخشش وہاب بودہ قبلہ حاجت در و دروازہ اش در رفتہ در عالم بچہ دآوازہ اش در عطایش بحر و کان در زلزلہ
 سوے بودش قافلہ بر قافلہ ہم ہم ترک و عرب ماندہ از جو دو سخایش در عجب آجیوان بودو
 دریائے کرم زندہ گشتہ ہم عرب زو ہم ہم اندر ایام چنین سلطان دادہ بشنو اکنون داستانے با کشادہ المعنی
 یعنی اگلے زمانہ میں ایک خلیفہ تھا جسکے جو د کا حاتم بھی گدا تھا ایسا جھنڈا داد و دہش کا اٹھایا تھا کہ فقر و حاجت کو
 جہان سے مٹایا تھا بحر و کان دونوں اسکی بخشش سے صاف نہ کچھ آئین ہا تھا نہ کچھ اسمیں اور قاف سے قاف تک
 بخشش اسکی پھیلی تھی اس جہان خاک میں گویا وہ ابر و آب تھا اور آب و ابر کس کا منظر بخشش وہاب کا تھا جہاں کچھ
 حد و نہایت نہیں اسکا دروازہ قبلہ حاجت تھا جہان سے حاجت روایان ہوتی ہیں اور سارے جہان میں شہرت اُس کے
 جو د کی پھیلی ہوئی تھی اسکی عطیے بحر و کان لرزتے تھے کہ جانے کیا ہے طلب کہے جو ہم نے سکین یا ہمیں کو
 نہ بخشے اور قافلے کے قافلے اُسکے جو د کے پاس چلے آتے تھے کان و بحر کا زلزلہ یہ کہ پہاڑوں میں اکثر زلزلہ
 رہتا ہے اور کان بھی پہاڑ میں ہوتی ہے اور دریا کا زلزلہ جنبش آب سے ظاہر ہم اور روم اور ترک اور عرب سب اُس کے

جو وہ سنا سے حیران تھے کہ ایسا نہ کیا نہ سنا گویا دریا اُس کے کرم کا آبجیات تھا جس سے عرب بھی اور عجم بھی سب زندہ ہو گئے ایسے بادشاہ داد دہش والے کے زمانہ کی اب ایک داستان بکشاؤ مجھے سن کہ تیرا دل بھی کشادہ اور فراخ

ہو جائے الخلاف بحر العلوم میں بجائے حاجت کے حاجات موزون بنیں ہوں

قصہ ایک اعرابی محتاج کا اور بیان اسکی عورت کا نسبت قلت محتاج کے

قولہ یک شب اعرابی نے مشوے راہ گفت و از حد برد گفت و گوے راہ کین ہم فقر و جفا ہا می کشیم ہ جملہ عالم در خوشی ما ناخوشیم ہ نان مان بے ناخورش ما در در شک ہ کوزہ مان بے آب و مان از دیدہ اشک ہ جامہ مار و زتاب آفتاب ہ شب نہالین و کاف از ماہتاب ہ قرص مہ را قرص نان پنداشتہ ہ دست سوے آسمان برداشتہ ہ تنگ در ویشان ز در ویشی ما ہ روز و شب از رزق اندیشی ما ہ خویش و بیگانہ شدہ از نانِ رمان ہ بر مثال سامری از مردمان ہ گر بخواہم از کسے یکشت نسک ہ مردم اگر بدخش کن مرگ و حبسک ہ مرعوب را فخر و عزت و عطا ہ در عرب ما بچو اندر خط خطا ہ چہ غزا مابے غذا خود کشتہ ایم ہ ما بر تیغ فقر بے سر گشتہ ایم ہ شب بختم روز باشتہ بچ نہ ہ در درون جز مسوز و پیاپیچ نہ ہ چہ خطا مابے خطا در آتیشیم ہ چہ نوا ما در دو غم را مفر شیم ہ چہ عطا ما بر گدائی مے تقیم ہ مرگس را در ہوا رگ میز نیم ہ گر کسے مہمان رسد گر مہی منم ہ گر بخسپد دلکش از تن بر کم ہ زین بنظر زین ما جرا و گفتگو ہ برد از حد عبارت پیش شو ہ کز عنا و فقر ما گشتیم خوار ہ سو ختم از اضطراب و اضطراب تلکے ما اینچنین خواری کشیم ہ غرقہ اندر بحر زرف آتیشیم ہ تاکہ از روزی در آید مہمان ہ شرمساری ما یریم از بے بکان ہ یکک چون مہمان در آید بے ثبوت ہ وانکہ کفش مہمان سازیم قوت ہ المعنی نسک بالفتح عدس جبک بالفتح رنج و بلا مفرش بستر او بستران ایک رات ایک اعرابی کی عورت نے شوہر سے کہا اور حد سے باہر گفتگو لے گئی کہ اسقدر محتاجی اور جفا میں ہم اٹھاتے ہیں دیکھو سب لوگ خوش ہیں ایک ہمیں ناخوش ہیں روٹی ہماری روٹی بے سالن کے اور ہم در در شک میں کوزہ ہمارا آب سے خالی اور ہماری آنکھوں سے آنسو جاری کیڑے ہمارے دن میں تاب آفتاب یعنی دسوپ رات کا اوٹنا بچھونا صرف چاندنی بہنے چاند کے قرص ہی کو قرص نان جانا اور آسمان کی طرف ہاتھ ہی پھیلانے رہے محتاجوں کو بھی ہماری محتاجی سے تنگ ہو کہ انسا کوئی بدر روزی نہیں رات دن ان کو رزق ہی کا سبق ہوتے بیگنے سب ہم سے بھاگتے ہیں جیسے سامری سے لوگ بھاگتے تھے اور سامری سامرہ کا رہنے والا تھا اس نے ایک پچھر اسونے کا ڈھالا اور حضرت جبریل کے قدم کی خاک اُسکے منہ میں ڈال دی تھی کہ گائے کی سی آواز کرتا تھا جب حضرت موسیٰ حضرت ہارون کو خلیفہ کر کے کوہ طور پہلے گئے اسنے بنی اسرائیل سے پرستش شروع کرادی حضرت ہارون کا کسی نے کتنا مانا جب حضرت موسیٰ آئے بڑے غضبناک ہوئے اور اس کو بدعالمی کہ تو جنگل عین مارا پھر گیا جو کوئی تجھ کو مساس کر گیا تو بھی اور وہ بھی دونوں تپ میں گرفتار ہو جائے گے اس سبب سے یہ جنگل میں رہتا تھا

اور جو کوئی پاس جاتا تھا اُس سے لاساس کتا تھا لینے بجو مت چھو نا بس وہ عورت کستی ہو کہ یہی حال ہمارا ہو کہ کوئی
 ہمارے پاس آتا ہو نہ ہکو آنے دیتا ہو اگر ہم کسی سے مٹھی بھر سو رمانگتے ہیں تو ہم سے کتا ہو کہ چپ اچھو مرگ سنج و بلا سارے
 عرب کو خزا و غز و عطا ہو سب میں ہم ایسے ہیں جسے خطا میں خطا کہ جہاں غلطی و خطا ہوتی ہو اس پر خط کر کے رد
 کر دیتے ہیں ایسے ہی ہم بھی خط کشیدہ ہیں مرد و داد و چھینکے ہوے کسی غزا کوں کفار سے لڑے ہم بے غذا کے خود مردار
 ہو رہے ہیں ہمارا تو تنقہ فقر نے خود ہی سہرا ڈال دیا ہو رات کو صبر کر کے سو رہتے ہیں کہ دن میں کچھ بلجائے گا جب دن ہوا
 تو کچھ بھی نہیں وہی سوز و رونی پہنچ پہنچ آ موجود ہوا ہماری خطا کیا ہو خطا ہم کیوں آتش فاقہ میں جلتے ہیں اور توشہ کس کا
 ہم خود درد و غم کے توشہ دان ہیں لینے پٹاڑو وغیرہ ہم کسی کے ساتھ عطا کیا کریں ہمتو خود گدائی میں منڈھے ہوے
 زمین ہتھوڑتی کھسی کی رگ پھرتے ہیں کہ شاید خون نکلے تو اسی کو جو س لین سوڑتی کی رگ چیرنا اور رگ سے خون نکلنا
 دو نون غیر ممکن خدا کرے کوئی مہمان آہلے جب تو میں سوتے میں اسکی گدڑی نہ اٹار لون اس طرح اور اس ماجرا
 کی گفتگو حد عبارت سے زیادہ شوہر کے سامنے اُس نے کی اور گدڑی اسلئے اٹار لون کہ ہمتو سنج و محتاجی سے خوار
 ہو گئے اور اضطراب و اضطراب میں جگمگے کتک یہ خواری اٹھائیں اور کتک اس بحر عقیق آتش محتاجی میں ڈوبے رہیں اگر
 اتفاقاً کوئی مہمان آہلے تو کیسی شرمساری اُس سے ہماری جان کو ہونے لیکن یہ ضرور ہو کہ بے ثبوت اُسی کی
 جوتیان پہنچ کے ہم اُس کا قوت کریں کچھ خیال نہ کریں کہ غیر ہر یا اپنا ہو الخلاف شرح بحر العلوم میں روز تاب کی ہلک
 روز قیامت لکھا ہو جو موزون نہیں ایسے ہی رزق اندیشی کے بجائے روزی غراست کے تھکے دست

مغرور ہونا مریدوں محتاج کا اور تشبیہہ ساتھ مدعیوں مکار کے اور انگو شیخ واصل جاننا اور
 نقد کو نقل بخانا اور نہ معلوم کرنا

قولہ بہرین گفتند و ابلیان فن و میہان محسان باید شدن و تو مرید کو میہان آنکسی و کوستاند حاصلت بر از غشی و
 نیست چیرہ چون ترا چیرہ کند و نور نہد مرتا تیرہ کند و چون و را نوری نہد اندر قرآن و نو کہ یا بند از وے دیگان و
 پہچو ایش گر کند دار وے چشم و چہ کشد در دیدہ الا کہ یشم و حال مال نیست در فقر و فنا پہنچ مہمان را کن معذور ماہ قسط
 وہ سال از ندیدی در صورہ چہ پشہا کشاد اندر مانکہ ظاہر ما چون درون مدعی و در و لش فلک زبان شعیسہ و را نغدا
 نے بوسے اورانی اثر و دعوتش افزون ز شیش و بوالہ بشر و دیو مندودہ در اہم نفیس خویش و ابو ہسگوید زاید الخیر
 بیش و حرف در ویشان بدزدیدہ ہے و تا گمان آید کہ ہست او خود کسے و حرف در ویشان بدزدیدہ و دون و تہا نکند
 بر سیمے این نسون و خوردہ گیر در سخن بر بایزید و تنگ دارد از درون او یزید و ہر کہ داند مردار چون بایزید و ہر شتر
 جستر گرد بایزید و مینوا الزنان و خواہی آسمان و پیش او نداخت حق یکساں و او ندا کردہ کہ تو ان جہادہ ام و
 ہا سب حتم خلیفہ زادہ ام و الصلا سادہ و لان پہنچ و تا فرید از خوان بودم پہنچ و سالما بروعدہ فردا گستان و

کر و آن در گشتہ فردا نارسان و دیر با باید کہ سر آدمی نہ آشکارا کرد و از پیشی کی و زیر دیوار بدن گنجیست با ہذا راست
 و تازہ اثر دہا چو کہ پیداکشت کان چیزے بودہ عمر طالب رفتہ آگاہی چہ سود ہا المعنی چیرہ بیاضے معروف غالب و
 شجاع آتش وہ شخص جبکی آنکھوں سے پانی بہتا رہے یشیم نام سنگ قیمتی مانل بسبزی ششعہ بالفتح و شین دوم نیز مضج
 روشنی آفتاب شینک نام پیغمبر سپر آدم علیہ السلام بایزید نام اولیا بایزید نام سپر معاویہ جس نے حضرت امام حسین کو
 قتل کرایا صلا آواز طعام و انعام فرماتے ہیں کہ جو لوگ دانا و واقف اس فن کے ہیں انھوں نے اسی سبب سے
 کہ وہ عورت اعرابی کی جو تیان مہانوں کی تاقستی تھی کہا کہ مہان محسنوں کا ہونا چاہیے اور تیرا یہ حال کہ تو مرید
 و مہان ایسے شخص کا کہ وہ تیرا حاصل تجھ سے نہیں پنے کی عادت سے لیے وہ خس خود غالب و چیرہ نہیں ہر
 پھر چو کہ کیسے غالب بنائے اُس سے چو کہ ہرگز نور حاصل نہیں ہو گا وہ اور بھی تیرہ و تاریک کر دے گا جب قرآن سے خود
 اسی کے واسطے نور نہیں ہر تو اور لوگ اُس سے نور کب پائیں گے بمصدق و من لم یجعل اللہ لہ نوراً فاکثر من نور
 جس کے واسطے اللہ نے نور نہیں مہر ایا ہر اسکو نور نہیں ہر وہ ایسا ہر جیسے آتش و سکہ کی بیماری والا کہ اگر اپنی آنکھ
 کا علاج کرے گا تو سولے یشیم کے اور آنکھ میں کیا لگے گا اس واسطے کہ زیادہ اس سے تو وہ جانتا ہی نہیں نہ کچھ اسکو نصیب
 ہوا تب ہمارا تو فقر و فاقہ سے یہ حال ہر جو ہنے جتا دیا اسی مخاطب تو کسی کو ہمارا مہان مت بنا اور ہکو معذ و رمت کہ تم تو
 اس معاملہ میں ایسے محتاج ہیں کہ اگر وہ سالہ قحط کی کسی نے صورت نہ دیکھی ہو تو آنکھ میں کھولے اور ہکو دیکھ لے
 ظاہر ہمارا ایسا ہر جیسے درون مدعی کا تیرہ و تاریک اور دل میں اُس کے ظلمت اور زبان ایسی جیسے روشنی آفتاب
 کی ہر فروغ خدا سے آئین نہ ہونہ اثر اور دعوی شینک و ابو البشر سے بڑھ کر کہ اُن سے زیادہ ہیں یہ شعر و آئندہ سب
 صفات مدعی میں ہیں ایسے شیطان جسے شیطان بھلے کہی اُن کو اپنے آپ کو نہ دکھائے اور یہ کہیں کہ ہم ابدال
 سے زیادہ ہیں شیطان ہمارے پاس کیسے آئے فقیر و ن کی باتیں ادھر ادھر سے اڑالین تو لوگ گمان کریں
 کہ یہ بھی کوئی ہیں یہ کہنے اسی واسطے تو فقیر و ن کی باتیں چراتے ہیں کہ لوگوں پر ان باتوں کا افسوس پہنکیں
 اور سادہ دل ہمارے مطلع ہو جائیں ایسے خود ہیں کہ گفت و کلام میں بایزید کی عیب گیری کریں اور باطن کا یہ
 حال کہ جس سے یزید کو سنگ و عار ہو اور ہر یہ کہ جو کوئی اُن کو بایزید جانے اسکا شتر محشر کے دن یزید کے ساتھ ہو
 کائن و خوان آسمان سے محض بے برگ و نوا حق نقلے نے ایک ہڈی بھی لگے سامنے نہ ڈالی اور اپنے در کا کتابی
 نہ سمجھا اور قول اُس مدعی کا یہ کہ میں نے خوان لگایا ہر اور میں نائب خدا کا ہوں اور خلیفہ زادہ ہوں اور
 بلاتے ہیں کہ اسی سادہ دلوں پہنچ آؤ اور ہمارے خوان جو دے سیر ہو کے کھاؤ مال آنکھ وہ پہنچ ہی پہنچ ہر واقع میں
 کچھ بھی نہیں ہر کسی سے وعدہ فردا کا کرتے ہیں اور برسوں اپنے دروازہ کے گرد پھرتے ہیں اور وہ فردا کو نہیں
 پہنچتا آخر مخاطب بدین ہاہمین تب کہیں آدمی کا بھید پیشی و کمی سے کھلتا ہر اور برسوں نہیں معلوم ہوتا

کہ اس بدن کی دیوار تلے کوئی خزانہ دبا ہوا ہو یا خانہ کسی پرانے سانپ کا ہو یا کسی تازہ اژدہے کا اور صیوقت میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ خزانہ نہیں دبا ہو بلکہ مارواژ دبا ہو اور طالب کی عمر گزر گئی تو اس وقت میں اس علم و آگاہی سے کیا فائدہ اور کیا نتیجہ اختلاف شرح بحر العلوم میں بجائے از خصے او خصے اور فقر و فاقہ کی جگہ غنا و دیونندہ کو دلو متودہ اور از قسوں کو او قسوں تنگ دار کو تنگ

اس بیان میں کہ بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی مرید مدعی مزور میں اعتقاد کرے سچ کے ساتھ اور اس مقام پر پہنچے کہ اس کے پیر نے خواب میں ندیکھا ہوا اور آب و آتش اس کو گزند نہ پہنچائیں اور شیخ کو پہنچائیں قولہ لیک ناد طالب آید کز فروغ و در حق او نافع آید آن دروغ و او بصدق نیک خود جملے رسد کہ چہ جان نداشت آن آمد جسد و چون تخری در دل شب قبلہ راہ قبلہ نے وان نماز اور اروا و مدعی راقط جان اندر سرست و لیک مارا قوط جان پر ظاہرست و مرورارو میناید حالما کہ ندید آن ہیچ شیش سالما و ماچرا چون مدعی پیمان کینیم بہر ناموس مزور جان کینیم و المعنی تخری قصد قبلہ کی طرف کرنا مزور مکاری ہے ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی طالب صادق ہو اور اس مدعی کا دروغ و زور اس کو نافع ہوا اور فروغ بخشے اگر نافع ہوتا ہے تو وہ اپنے صدق نیک کی برکت سے ٹھکانے جا لگتا ہے نہ اس مدعی کی سعی سے گو اس نے اس کو جان جانا تھا اور یہ جسد نکلا جیسے کوئی اندھیری رات میں بسبب عدم شناخت قبلہ کے بقصد قبلہ کسی طرف کو نیت کرے اور قبلہ اُدھر نہیں بھی ہو لیکن نماز اس کی جائز ہوگی مدعی کے سر میں تو قوط جان کا ہے کہ خالی از جان ہے لیکن ہر قوط روئی کا ہے اسے روٹیاں کھا کے جان کھوئی ہو جتنے روٹیاں کھو کے جان پائی اس طالب صادق کو وہ حال نظر آتے ہیں کہ کسی شیخ نے برسوں نہ کیے ہوں ہم کیوں مدعی کی طرح آپ کو چھپائیں اور واسطے آبرو مکر کے جان کنی کریں کہ ریا کا نتیجہ ویل ہو جیسا کہ فرمایا ہے یزائون و یکنون الماعون یعنی ویل ہواں لوگوں کو جو ریا کار ہیں اور باز رکتے ہیں حاجت کی چیزوں سے عاجز ہوں کو

صبر فرمانا اس اعلیٰ کا اپنی عورت کو

قولہ شوے گفتش چند جوئی و غل و گشت و خود چہ ماند از عمر افزون ترکذشت و عاقل اندر بیش و نقصان نگرہ زانکہ ہر دو چھو سیلے بگذرد و خواہ صاف و خواہ سیل تیرہ رو و چون نے باید دے ازوے کو و اندرین عالم ہزاران جانورہ میزند خوش عیش بے زیر و زبرہ شکر میگوید خدا را فاختہ و بردخت و برگ شب ناساختہ حمد میگوید خدا را عندلیب و کا عتاد رزق برتست از عجیب و باز دست شاہ را کردہ نوید و از ہمہ مردار پریدہ امید و همچنین از پند گیری تا بہ پیل و شد عبال اللہ حق نعم المعیل و نخوت و دعوی و کبر و ترہات و دور کن از دل کہ تا یابی نجات و اینہم غمہا کہ اندر سینہ ہاست و از غبار گرد باد بود ہاست و این غمان بیخ کن چون داس ہست اینچنین کن آسچنان و سواس ہاست و وانکہ ہر رنجی ز مردن پارہ ایست و جزو مرگ از خود برگیرا رہا ہست

چون ز جز و مرگ نتوانی گریخت و دانگه گلشن بر سر تو خواجهند ریخت و جز و مرگ ارگشت شیرین مرتاب و انکه شیرین
 میکند گل را خدا به المعنی معیل عیالدار ترہات بضم و تشدید را سختی باطل لہو آمیز گرد و باد ہندی بگولانان بفتح
 غمناک فرماتے ہیں کہ شوہر نے اپنی عورت سے کہا کہ کھانک آمدنی و غلہ وغیرہ کی طلب و تلاش کریگی بہت گئی پتھوری رہ گئی
 اتنی ہی عمر کے لیے کیوں ایسی ہوس کرتی ہے عقلندی بیشی کو نہیں دیکھتا ہے یہ دونوں مثل آہ کے گزر جاتے ہیں اگر صاف ہو
 جب اور تیرہ جو جب دونوں کو روار و ہر دم بھر نہیں پھرتے پھر اس بیشی کی کا ذکر ہی کیا اس جہان میں ہزاروں جانورین
 کیسی خوش بختی سے زندگی کرتے ہیں کہ ذرا لوٹ پوٹ انکے دل میں نہیں ہوتی دیکھ تو فاختہ کیسی درخت پر بیٹھ کے شکر
 خدا کا کرتی ہے کچھ بھی سامان شب کا اسکے پاس ہوتا ہے بیل اسی کی حمیل میں مشغوف ہے اور کشتی ہے اور نجیب اعتماد رزق کا
 تجھی پر ہر باز نے پادشاہ کے ہاتھ سے پانی کی ہو نوید خدا تعالیٰ سے پالی ہو نامی مردار سے امید قطع کر کے اسی پر قانع
 ہو ایسے ہی پھر سے لے کے ہمتی تک یعنی اذنی سے اعلیٰ تک سب عیال خدا کے ہیں اور کیسے اچھے عیال دار کے عیال
 ہیں جو بے نظیر و بے ہمتا ہو تو اپنے دل سے نخوت اور یہ یہودہ باتیں دور کر کہ اسی میں نجات ہے یہ جو اس قسم کے غم
 ہمارے سینوں میں بھرے ہیں خوب جان لے کہ یہ گولاجو ہماری بود بے بود کا ہے اسکے غبار سے ہیں یہ غمناکی کہ ہماری جڑ
 کھودنے والی ہے ایسی ہے جیسے ہنسیہ کہ بچ کنی ہماری کرتی ہے اور ایسا کر اور ویسا کر یہ سب ہمارے وسوسا ہیں انہیں کچھ
 نہیں ہوتا اور خوب سمجھ لے کہ مرنے کا ایسا بڑا رنج ایک پیش ہے جسکے یہ جملہ رنج ایک پارہ ہیں اگر شکو کوئی تدبیر آتی ہو تو اس
 جزو پارہ مرگ کو آپ سے دور کر اگر مرگ کے اس جزو سے آپکو نہیں بچا جگا سکیگی تو جان لے کہ سب کا سب تیرے سر پر
 اور صاحب ملک اور اس جزویات سے بچنے میں کل کا بچاؤ ہے کیونکہ مصداق موتو اقبل ان توتوا کے ہو جائیگی اور جب یہ جزو مرگ
 کے تجھ پر شیریں ہو جائیں گے تو جان لے کل بھی اسکا خدا کے فضل سے شیریں ہو جائے گا الخلاف شرح بحر العلوم میں چند
 جوی کو خوبے اور بیش کو پیش ننگہ کو ہنگر دیا بی کو پانی گلشن کو گلشن ارگشت کو ازگشت کل کو گل بکاف عجی غلط
 لکھا ہے قولہ درد ہا از مرگ می آمد رسول و از رسولش رونگردان ای فضل و ہر کہ شیریں زیت آختر مرغ ہر کہ اوتن
 را پرستہ جان نبردہ گو سفندان راز صحرامی کشند و آنکہ فرہ تر مرا ورامیکشند و شب گذشت و صبح آمد و قمر چندی
 این فسانہ را ز سرہ تو جوان بودی و قانع تریدی و ز طلب گشتی خود اول زربدی و زربدی پر پیوہ چون کاسدندی و
 وقت پیوہ نہفتت فاسدندی و پیوہ ات باید کہ شیریں تر شو و چون رسن تابان نہ واپس تر و نہ جنت بانی جنت
 باید ہم صفت و تاباید کار ہا باصلحت و جنت باید پر مثال ہر گز نہ درد و جنت کفش و موزہ و رنگہ گر کے کفش از دو
 تنگ آید پاپا ہر دو جنتش کار ناید مرتابہ جنت گر یک خرد و آن دیگر بزرگ و جنت شیریشہ دیدی و دیدی گر گ
 راست ناید بر شہ جنت جوال و آن کے خالی و آن یک مال مال و من روم سوے قناعت دل تجوی و تو چہ نا
 سوے شتاعت میروی و خرو قانع از سر اخلاص سوزہ زین نسق میگفت باذن تابروزہ المعنی جوال بضم نہفتی

گوں شناعت بفتح زشتی و بدی جتنے در دنازل ہونے ہیں سب مرگ کے رسول ہیں سب کو قبول کرانے منہمت پھیرے کہ یہ فضول ہے پس فضول مت بن جو اس دنیا میں شیریں اور بعیش و عشرت جیسا آخر تلخ مرا اور جس نے تن کی پستش کی اچھے اچھے لقمے کھائے جیسے کہ یہ مانگتا رہتا ہے اُس نے جان کھوئی جان اپنے ساتھ نہ لے گیا دیکھ بکریوں کو جو جنگل سے نکلتے ہیں جسکو موٹا پالتے ہیں اُسی کو ذبح کرتے ہیں آخر میرے گھر کی قمرات گذر گئی صبح ہوئی جو مراد جوانی و پیری سے ہے تو کب تک اس قصہ کوئے سر سے شروع کرتی رہیگی جسوقت تو جوان تھی تو بڑی قانع تھی اب تو زربطلب ہو گئی حالانکہ پہلے خود زربخی جسکی ہندی ہے سونا سی تو ایک پر میوہ درخت انگور کی تھی کیسی کھوٹی ہو گئی اور جب وقت میوہ پھلنے کا آیا تو فاسد ہو گئی جیسے میوے میں فساد پیدا ہو جاتے ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ اسوقت میں میوہ تیز انہایت شیریں ہوتا کہ عین جنگل کا وقت ہے سو رسی کی طرح پیچھے کیوں سرکنے لگا جیسے رستی بٹنے جاتے ہیں اور پیچھے کو سرکاتے جاتے ہیں تو تو میری جنت ہے اور جنت کو ہم صفت ہونا چاہیے جب سارے کام مصلحت کے ساتھ ہوتے ہیں جنت کو مثل ایک دوسرے کے ہونا چاہیے دیکھ تو کفش و موزہ جو دونوں ایک سے نہیں ہوتے تو انکی در دو ٹکیت کو تو ہی خیال کر کیسی ہوتی ہے اگر دونوں جوتیوں سے ایک تیرے پاؤں میں تنگ آئیگی دونوں بیکار ہو جائیگی جنت میں سے ایک خرد ہو ایک بزرگ ہو تو کیسے بنے یہ جزا اسکی محذوف ہے کہ سوا سٹے کہ شیر بیشہ کا جنت گرگ نہیں ہو سکتا اور سُن اونٹ کی گون اونٹ پر ٹھیک کبھی نہیں ہوگی اگر ایک خالی ہوگی اور ایک بھری اللہ اللہ مولانا مار کیسی نظیریں لکھتے ہیں لکھتے ہیں لکھتے ہیں وہ اعمالی کتا ہے کہ تو میری متضاد کیون بنتی ہے کہ میں قناعت کی طرف جاتا ہوں تو بدی و زشتی کی طرف جاتی ہے اور ایسے ہی وہ قلع اخلاص و سوز کے ساتھ رات بھر عورت کو صبح تک کتا رہا الخلاف شرح مذکور میں بجائے اس قلم کے اس تر اور تو جوان کی جگہ نو جوان اور تر کو لکھا نام اُس عورت کا اور میں نے قلمی میں قلمایا اُس کو اختیار کیا نصیحت زن کی شوہر کو کہ اپنے چلن اور بھٹکانے سے بڑھکے بات مت کہہ کہ تم لکھو کون مالا لکھو کون یہ باتیں تیری اگرچہ سچ ہیں لیکن یہ مقام تیرا نہیں ہے اور بات اپنے مقام سے بڑھکے کہنا نقصان کی بات ہے کہ وہ نقصان کبر مقتدا عند اللہ ہے معنی دونوں آپتوں کے کیوں کہتے ہو وہ بات جو نہیں کرتے یہ بہت بڑا گناہ خدا کے نزدیک ہے کہنا اور نہ کرنا

قولہ زن بروز دہانگ کا زمانا موس خویں و من فسوں تو بخوابم خور و بیش و ترات از دعوی و دعوت گوہر و سخن از کبر و از نخوت گوہر چند حرف مطراق کار و بارہ حال کار و دیرین و شرم دارہ و نخوت و دعوی و کبر و ترات و دو و کون از دل کہ تالیانی نجات و کبر زشت و از گدایان زشت تر ہے روز سرد و برت و انگہ پیامہ تر ہے چند دعوی و دھم باد و ہوت و ہا و تراخانہ جو بیت عنکبوت و از قناعت کے تو جان افروختی و از قناعت عتبا تو نام آموختی و گوشت بفرغ قناعت نیست گنج و گنج راتو و انہدانی زنج و این قناعت چیست جز گنج رہان و گوشت زلف لاغی و مرغ ز جان و

تو بخوانم جنت و کمتر زن بغل و جنت انصافم نیم جنت و غل و چون قدم باشاہ بابک میزنی و در ہوا چون ہشتہ را
 رگ میزنی و باسگان براستخوان در چالشی و چون نے اشکم تہی در نالشی و سوی من منگر بخواری سست
 سست و تا گویم انچہ در رگملے تست و عقل خود را از من افزون دیدہ و مر من کم عقل را چون دیدہ و پچو
 گرگ زشت اندر ماجم و ای رنگ عقل تو بے عقل بہ و المعنی دعوت بالفتح کسی کو کھانے کے واسطے بلانا و بالکسر
 نسب میں دعوی کرنا مطراق بضم ہر دو طا کر و فروشان و تجل با دروت ہندی اس کی موچنچون کو تا و دینا
 بابک نام پادشاہ کہ تانا اردو شیر کا تھا چائش حملہ تجہ نہی ہر جیدن سے شوہر کی گنگو سن کے عورت نے اسکو لکارا
 کہ ای ناموس کیش یعنی لوگوں سے چشمداشت آبرو کی رکھنا یہی تیرا دین ہوا ب میں زیادہ تیرے داو میں نہیں
 آؤں گی یہ باطل و لغو باتیں اپنے ہر دعوی اور دعوی نسب کی ست کر ہا یہ غرور و نخوت چھوڑا کیسے کرو فرار
 شان و تجل اپنے فعل و عمل کے گناہ تک جتے گا ذرا اپنے حال کو دیکھتے تو شرماہ غرور و دعوی اور لغو و چھوڑا اور
 دل کو اسے الگ کر تو نہات ہائے کبر و بی ہی بری چیز جو نہ کہ فقیر اور کبر کہ از حد براہی جیسے ہاڑا اور برف ہر اور کپڑے بھیگے
 ہوے یہ تیرا دعوی اور موچنچون کو تا و دینا کما تنک گھر تو تیرا ایسا ہی جیسے مڑھی کا گھر جسکو اوہن البیوت البیت العنکبوت
 کہا ہے یعنی سست ترین گھروں کا گھر مڑھی کا ہر تو نے قناعت سے اپنی جان کو کب سے فروخت کیا تو نے تو قناعت
 کا نام سیکھ لیا ہر حضرت پیغمبر نے کہا ہر کہ قناعت ایک گنج ہو سواہل گنج ہمیشہ خوش و خرم رہتے ہیں جگو میں سوار بج کے
 دیکھتی ہی نہیں پھر گنج تیرا کہاں ہر جب قناعت سوار گنج روان کے نہیں ہر تو تو قناعت کی شئی مت مار تو کیسا قناعت والا
 ہر جو غم و رنج جان کا ہر تو جگو اپنا جنت مت کہ اور بہت بغلین مت بجا میں جنت انصاف کی ہوں جنت کھٹے عذابا
 کی نہیں ہوں تو کیسے شاہ بابک کا ہمدام اور برابر زنی بنتا ہر جب ہوا میں ہشتہ کی رگ کھولتا ہر کہ مراد کمال
 تا واری سے ہر تو تو کتوں پر پڑی کے واسطے حملہ کرتا ہر اور زکے مثل خالی پیٹ سے فریاد و نالہ تیری طرف
 خواری کے ساتھ سست سست نگاہ سے مت دیکھے ایسا نہ کہ تیری رگ رگ میں جو بھرا ہو اسکو
 کھول دون تو نے اپنی عقل کو مجھے بڑے سمجھا ہر پھر تو نے مجھی کم عقل کو کیوں دیکھ رکھا ہر آب تو مجھ پر رگ بہ
 کی طرح مت جھپٹ اور مت دبا یہ عقل جو جگو ہو ایسی بری تنگ کی چیز ہو کہ اس سے بعقل اچھا اختلاف شرح بحر العلوم
 میں بکالے مانجہ مانجہ کی شکل کچھ لکھا ہر قولہ چونکہ عقل تو عقیلہ مردم ست و آن نہ عقل مت آن کہ مار و کثروم ست و خصم
 ظلم و مکر تو اندر بادہ دست مکر تو زما کو تاہ بادہ ہم تو مائے ہم فسوگر ای عجب و مارے ای تنگ عرب و نراغ اگر
 زشتی خود بشتا ختی و پچو برف از رنج و غم بگداختی و مراد فسوگر بخواند چون عدوہ افسون بر بار افسون ہر وہ
 گزینودی دام او افسون مارہ کو فسون مارا گشتی شکار ہر مراد فسون گزیر حص کسب و کار ہر دنیا پر آئینا افسون مارہ
 مار گوید ای فسوگر میں وہیں و آن خود دہدی فسون مابین و تو بنام حق فرہی مراد تا کنی رسوا سے شور و شرماد

نام حتم بست ہے آن رے توہ نام حق را دام کردی واسے توہ نام حق بستاند از تو داد من بہ من بنام حق سپردم جان
 و تن بہ یا بزخم من رگ جانست بروہ یا ترا چون من زندانی بروہ زن از نیگو نہ خشن گفتار ہاہ خواند بر شوی خود آنظہار ہاہ
 المعنی عقیدہ سردار قوم و برگزیدہ و رسن و پائے بند خصم بالفتح دشمن و مالک و صاحب خشن ہر چیز سخت و درشت
 عورت کہتی ہر کہ جب عقل تیری عقیدہ یعنی رسی و دھنکنا لوگون کی ہر کہ کسی کو چلنے نہیں دیتی تو وہ عقل نہیں ہر مار کو کڑو
 ہر چنگو دیکھے لوگ رگ جاتے ہیں تیرے ظلم و مکر کا مالک و دشمن اللہ ہوا اور تیرے مکر کا ہاتھ جسے کوتاہ ہو تو سناں بھی
 ہر اور بنگی بھی اور مار گریہ بھی اور مار بھی پس ای ننگ عرب تجسسا اور کون ہر تو اپنے آپ کو نہیں جانتا جیسے کو الہی برائی
 نہیں پہچانتا اگر پہچانتا تو مثل برن کے بچ و غم سے گل جاتا تیرا وہ حال ہر جیسے افسونگر دشمن کے مانند مار پر افسون پہونکتا ہو
 اور مار افسون پہونکتا ہو مار کا افسون وہی پھسکا راسکی کہ مثل آواز افسونگر کے ہر جو چھو کرنے کے وقت نکلتی ہر
 مگر مار کا افسون اس افسونگر کا دام ہر اگر دام نہوتا تو یہ افسونگر افسون مار کا شکار کیون ہوتا اور کیون اس میں پھنستا
 جان افسونگر اپنے کسب و پیشہ کی حرص سے اس وقت افسون مار کو دریافت نہیں کرتا نہ سمجھتا ہر مار کتا ہر ای فسون گر
 خبر دار ہو خبر دار تو نے اپنے طور و طرز دیکھے اب میرے افسون کو دیکھ لیتے ہی تو نے نام حق سے بھگو دھوکا دیا اور
 مجھے شور و شر کر کے رسوا کرتا ہر چھو تو نام حق نے مقید رکھا ہر نہ تیری رائے نے اور تیرے مال پر افسوس کہ
 تو نے نام حق کو دام تزویر بنایا ہر اب نام حق ہی میری داد تجھ سے لے میں نے اپنا جان و تن اسی کے حوالہ کر دیا
 بس یا موافق میرے زخم کے تیری رگ جان کو قطع کرے یعنی میرے ہی سے بچ میں بھگو مارے یا میرے ہی مثل
 کسی زندان میں بھگو لیجے جیسے میں تیرے زندان میں ہوں آلفقہ عورت نے اسی قسم کی سخت باتیں اور طو مار
 شوہر کے سامنے پڑے الخلاف شرح بحر العلوم میں درمیان زن و دین کے و او حافظہ نہیں ہر اور خشن کی جگہ جس لکھا
 نصیحت مرد کی عورت کو کہ فقیر و ن کو خوار مت جان او و معاملہ حق میں انکی نسبت کمان کمال کا
 کرا و رطعنہ مت کر فقیر فقیر و ن میں اپنی مفاسی کے خیال سے

قولہ مرد چون این طعنہ از زن شتفت بہ مستمع شد بعد ازین بازن چہ گفت بہ گفت ای زن تو زنی یا با حزن بہ
 فقر فقر آمد مرا طعنہ مزین بہ مال و زر سر را بود و چون کلاہ بہ کل بود کان کر کہ سازد پناہ بہ آنکہ زلت و جہد رعنا پادش بہ
 چون کلاہش رفت خوشتر آیدش بہ مرد حق باشد مانند بصرہ بس رہنہ بہ کہ پوشیدہ نظر بہ وقت عرصہ کردن آن
 برودہ فردش بہ بر کند از برودہ ہامہ عیب پوش بہ و ر بود عیب برہنش کے کند بہ بل یکا سہ خدمت ہاوس کند بہ گوید
 دین شرمندہ است از نیک و بد از برہنہ کردن او از تور بد خواجہ در عیب ست غرقہ تا گوش بہ خواجہ را مالست
 ہر دیش عیب پوش بہ کر ملع عیب نہ بیند ملاع بہ گشت دہمارا طعنا جملع بہ در گرد آگوید سخن چون زندکان بہ
 لہ نہاید کلاہ او مردکان بہ المعنی بالچون بضم بیار حزن کل بالفتح ہندی گناہ عہد بالفتح ایک بار ظاہر کیا کہ کسی

چیز کا کسی پر تعدد بالضم وبالفتح وفتحین مکر و فریب کالہ متاع گرانا یہ کہ کالا بھی کہتے ہیں فرماتے ہیں مرد نے جب یہ طعنے عورت سے سنے اب تو یہ سن کہ بعد اس سننے کے اُسے عورت سے کیا کہا یہ کہا کہ اے عورت تو عورت ہو یا بالخرن ہو اے صاحب رنج بسیار تو نہیں جانتی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کے حق میں الکفر فخری فرمایا ہو پھر پھر طعنے کیوں کرتی ہو یعنی فقر میرا فخر ہو مال و زراں ایسا ہی جیسے سر کی ٹوپی لیکن جو گنجا ہو اپنا عیب چھپانے کو ٹوپی کی آڑ بہت ڈھونڈتا ہو ہر وقت سر کو چھپانے ہی رہتا ہو اور جسکی زلفت و جدر عنا و زیبا ہو جب ٹوپی اتر جاتی ہو تو اور اچھا ہو جاتا ہو تو نہیں جانتی کہ مرد حق کے پاک صاف مثل بینائی کے ہیں اور جو مرد حق نہیں ہیں پوشیدہ نظر ہیں یعنی اندھے اب بتا کہ یہ پرہیزگار اچھی یا وہ پوشیدہ نظر اچھی دیکھ تو پردہ فروش جب پردہ کو خریدار کے سامنے کرتا ہو تو اُس کے کپڑے کہ ایک عیب پوش چیز ہیں اُٹا لیتا ہے جبکہ آئین کچھ عیب نہیں ہوتا اور جو اُس پردہ میں کچھ عیب ہوتا ہو تو اُسکو تنگاب کرتا ہو بلکہ کپڑے اُٹارنے میں ہر طرح مکر و فریب ملاتا ہو اور کہتا ہو کہ نیک و بد ہر قسم کے آدمی حاضر ہیں یہ اُسے شرماتا ہو اور اگر تنگاب کیا جائے تو احتمال ہو کہ شرم کے مارے تیرے پاس سے بھاگ جائے اب مقولہ مولانا رح کا ہے کہتے ہیں کہ عجب تماشا ہو کہ پردہ کا عیب دیکھتے ہیں اور خواجہ کا عیب کوئی نہیں دیکھتا جو کان تک عیب میں ڈوبا ہوا ہو اور اُس کی وجہ یہ ہو کہ خواجہ کے پاس مال ہو وہ مال گنجے کی سی ٹوپی اُس کا عیب چھپائے ہوے ہو اور نیز اُس سے تو ہر کسی کو طمع ہو چاہے کسی کو دے نہیں بس وہ طمع کسی طامع کو اُسکے عیب نہیں دیکھنے دیتی سب کے دلوں کی جامع ہو گئی ہو کوئی اُس سے جدا نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی فقیر ایسی بات کہے کہ زریکا بلکہ زری کی کان ہو باوصف اس کے بھی اُس کی متاع کو اپنی دکان لینے گوش بادل میں ہرگز دخل نہیں دینگے اختلاف شرح بحر العلوم میں دوسرے شعر میں گفت بجائے گفت اور بالآخر ن بجائے بالخرن کس واسطے کہ وہ عورت ہو اب نہیں ہو سکتی اور پرہیزگار بجائے برہنہ اور خواجہ در عیب بجائے عیب اور رو رو نیا پردہ نیا ہڈی جگہ غلط لکھا ہو قولہ کار در ویشی ورے فتم تست نہ سوی در ویشان تو منکر تست بہت نہ زانکہ در ویشی ورے کار ہست نہ و مبدم از حق مریشان راعطاست نہ بلکہ در ویشان ورے ملان ایلی ہوزی دارند ورزقی از ذوالجلال نہ حق قلے عادل ست و عادلان نہ کے کند استگری بایدلان نہ آن کے رافعت نہ کالا دہند نہ وین و اگر برابر سر آتش ہند نہ آتشش سوزد کہ دارد این گمان نہ پر خداے خالق ہر دو ہمان نہ فقر فخری نے گرافست و مجازہ صدر ہزاران عز نہ ناست و ناز نہ از غضب برین لقبہا راند نہ مار خو و مار گیرم خواند نہ گنج گیرم مار و دندانیش کشم نہ تاش از سر کو فتن این کشم نہ زانکہ آن دندان عدو جان اوست نہ من عدو را می کشم نیز ظلم و بیست نہ از طبع ہرگز نخواہم من فسون نہ این طبع را کہ وہ ام من سرنگون نہ برایش بس کہین طبع از خلق نیست نہ از قنات و دل من عاجز است نہ از ہزار مود بن قلی چنان نہ زان فرود آنا ند این گمان نہ جو نکہ گردی گشت نشانی نہ

خانہ را گردنہ بینی آن توئی بالمعنی مجازاً نہ حقیقت حاشیہ تذکرہ تیزی کا جو پہننے پاکی ہو واسطے خدایکے امر و دین درخت
 امر و دین سے تو نہیں سمجھتی فقیری کا معاملہ تیری سمجھ سے اُدھر ہو تو فقیروں کو سست سست بگام سے مت دیکھ
 اس سبب سے کہ فقیری جملہ معاملات سے بری ہو اور وہ مہدم خدا تعالیٰ کی عطائیں اُن پر ہیں بلکہ درویش سوائے
 ملک و دین کے روزی و رزق ذوالجلال سے پاتے ہیں خوب جان لے حق تعالیٰ عادل ہو اور عادلوں کا کام ہیدلوں
 پر ستم کرنے کا نہیں ہو کہ ایک کو تو مال و متاع بخوبی دیں اور اُس دوسرے کو آگ میں فروقا کر کے رکھیں خدا ایسے
 بدگمان کو جو خالق و جہان پر بدگمانی کرے ناپید کرے آگ میں جلانے کہ ایسا گمان خلاف عدل بڑی خطا ہو
 اور آنحضرت نے جو الفقر فخری فرمایا ہو یہ کچھ یہودہ اور بے اصل نہیں ہو لاکھوں عز و ناز اس میں چھپے ہیں
 تو نے اپنے غضب سے کیسے کیسے لقب بچھہ جاری کیے اور کیسے نام مجکو رکھے کبھی مار کما کبھی مار گیر تھاپا میں جو سانپ
 پکڑتا ہوں اور دانت اُس کے توڑتا ہوں یہ وجہ ہو کہ وہ سر کچلنے سے بیخوف ہو جائے پھر کون اُس کو مارے گا اور
 سر کچلے گا اس سبب سے کہ اُسکے دانت ہی اُسکی جان کے دشمن ہیں بس میں دشمن کو اس علم سے دوست کر دیتا ہوں
 میں کسی لالچ سے یہ فسوں نہیں پڑھتا ہوں میں نے تو طبع کو سرنگوں کر دیا ایسا ذلیل کیا ہو حاشیہ سدر میں طبع سے ایسا
 پاک ہوں کہ بعد خدا تعالیٰ کے یہ پاکیزگی مجکو ہو میں خلق سے اصلاً طبع نہیں رکھتا میرے دل میں قناعت کا ایک
 جہان وسیع و وسیع ہو تو امر و دے درخت پر چڑھی ہوئی ہو اس سبب سے مجکو ایسا نظر آتا ہو جیسے ہندی مثل ہو پتھر
 چڑھے ایسا ہی معلوم ہوتا ہو اس درخت سے اتر تو یہ خیال و گمان سب رفع ہو جائیں یہ ایسا ہو جیسے تو گھوم رہا ہے
 اور تیرا سر پھرنے لگے تو مجکو گھر گھر گھر گھر معلوم ہو گا اور حقیقت وہ گھر نہیں گھر گھر گھر گھر گھر گھر گھر گھر گھر
 بحر العلوم میں منکر کو منکر لکھا ہو یہ یا کمان سے آئینگی نگر یستن میں الف بھی تو نہیں ہو اور راندہ اور خواندہ کی جگہ
 راندی خواندی گریہ تو ہو سکتا ہو بعض مضامین اور پہلے ہستی

اس بیان میں کہ جنبش ہر کسی کی اسکی اصل سے ہو یعنی جیسا وہ ہو ہر کوئی اپنے چہرہ و جو دے دیکھتا
 ہو تا یہ کہ بودا افتاب کو کہو و دیکھائے اور سنہ سنہ اور جب تابانی رنگ سے جدا ہو جائیں پس رہ جائیں
 قولہ دید احمد را ابوہل و بگفت ہر زشت نقشے کز بنی ہاشم شگفت ہر گفت احمد در کای راستی ہر راست گفتی کہ ہم
 کار افراستی ہر دید صد نقش بگفت ای افتاب ہر نے زشتی نے زغونی خوش تباہ ہر گفت احمد راست گفتی اے
 عزیز ہر اے رہیدہ تو ز دنیا سے پیچہ ہر حاضران گفتند کہ صد را لورا ہر راست گو گفتی و وضد گور اچرا ہر گفت
 من آئینہ ام مصقول دست ہر ترک و ہند و درمن آن بیند کہ ہست ہر کر آئینہ باشد پیش رو ہر زشت و خوب و خوش
 را بیند و روہ ای زن از طالع می بینی مرا ہر زین تحری نثار ہر تراہ آن طبع را ماندہ رحمت بودہ گو طبع آجنا کہ آن نعمت
 بودہ امتحان کن فقر را روزے و تو توجہ تا فقر اندر غنا بینی و تو توجہ صبر کن با فقر و بگذارد این ظلال ہر زانکہ ہر

فقرت عز و الجلال ہر سرکہ مفروش و ہزاران جان بزمین ہر از قناعت غرق بحر انگبین ہر صد ہزاران جان تلخی
کش نگہ ہر چو گل آغشته اندر گلشکہ المعنی کارا فراستی امر کارا فراستی صدر الور بالانشین مخلوق مصقول
میقل کردہ شدہ طلع بضم و میم مشد و طبع کہنے والی تخری سنرا و رو بہ تر و صوٹھنا گاشکہ گلقدار اور ایک قسم
شیمینی یہ مثل اعرابی نے اس بات پر ایراد کی ہر کہ ہر کوئی دوسرے کو اپنی ذات پر قیاس کرتا ہر چنانچہ کہتا ہر کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو جہل نے دیکھا کہ ایک نقش بد صورت ہر جو بنی ہاشم میں پیدا ہوا ہر آپ
نے اُس سے کہا کہ اے ابو جہل تو سچا ہر اور تو نے سچ کہا مگر تو کارا فراست یعنی فضول ہر کہ اپنے مال کو دیکھتا ہر اور جگہ بتاتا ہر
جسکو دیکھ رہا ہر وہ خود تو ہی ہر اور صدیق نے جو انکو دیکھا کہا اے آفتاب تو نہ شرق سے ہر نہ غرب سے جیسا کہ یہ آفتاب
ہر بلکہ نور خدا کا ہر جس کی صفت میں لَا شَرْقِيَّةٌ وَلَا غَرْبِيَّةٌ آیا ہر خدا شجکو روشن رکھے آپ نے اُن سے بھی کہا کہ
اے عزیز تو نے سچ کہا خدا کرے تو اس دنیا سے ناچیز سے چھوٹا ہوا رہے ماضی میں نے عرض کی کہ اے بالانشین مخلوق
کے تھے دونوں گویندوں کو جنگے قول باہم ضد و خلاف تھے راست گو کیسے کہا فرمایا میں ایک آئینہ مصقول
ہوں ترک و ہند دونوں جیسے گورے اور کالے ہیں ویسے ہی آپ کو مجھ میں دیکھتے ہیں معقول ہر جس کے
سامنے آئینہ ہوگا بری بھلی جیسی ہر اپنی ہی صورت اُس میں دیکھے گا اب وہ اعرابی کہتا ہر کہ اے عورت تو جگہ طامع
لوگوں سے بتاتی ہر اس تخری زنانہ سے بڑھکر قدم رکھا اور اس سے الگ ہوا اور تخری زنانہ یہ کہ عورتیں ہر بات
میں اپنے واسطے بہتر و صوٹھناستی ہیں مجکو جو طمع ہر اُسکا مادہ رحمت ہر چہرہ اقسام الوان کی نعمت چنی ہوئی اور جہاں
وہ نعمت موجود ہر وہاں طمع کمان اور طمع کا کیا کام تو ہمیں دو ایک دن فکر کا امتحان تو کر تو فقر میں شجکو دو بہری
غنا معلوم ہو کہ دنیا کی غنا کمری ہر اور یہ دو بہری والمضاعف تو فقر پر صبر کر اور یہ ملال چھوڑ دے اس واسطے کہ فقر میں
حضرت ذوالجلال نے بڑی عزیزین رکھی ہیں قریش روئی مت کر دیکھ تو ہزاروں جانین قناعت سے کیسے شیریں شد
میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ کچھ بچہ پروا اُن کو نہیں بیٹھی بیٹھی زندگی انھیں کو حاصل ہر لاکھوں جانین تلخی کش ہیں
انکو دیکھ کہ گل کی طرح جو تلخ مزہ ہو گل شکر میں لت پت ہیں یعنی سراپا شیریں ہو رہی ہیں الخلاف شرح بحر العلوم
میں کاسے کو کے اور افراستی کو افراستی اور نہ چیز بہیز صد کو کی جگہ خدا ورا اور طمع را مادہ رحمت کی جگہ مادہ رحمت
ایسے ہی قلمی میں گر میں نے تو اپنی کتاب میں نامہ کو مادہ بر عایت لفظ نعمت کے بنایا ٹھیک نہیں ہر قولہ اے
دیغا مر ترا گنا بدے ہر تا زباجم شرح دل پیدا شدے ہر لہن سخن شیرست در پستان جان ہر بے کشندہ خوش
نیکر در روان ہر مستمع چون تشنہ و جویندہ شدہ و اعظا از مردہ بود گویندہ شدہ مستمع رہے چون از واید ملال ہر صد
نہاں گزرد و گشتن گنگ و لال ہر چونکہ نا محرم آید از دم ہر در پس پردہ بود اہل حرم ہر در و کیہ تخری ہر و در نگہ زندہ
بر کشتا شکران مستقیمان روی بندہ ہر کرانجہ بندہ کش و زبنا کشندہ از ہنای قوتہ بنیا کشندہ کے بود و از ہنای گنا تر رہے ہر

از برای گوشِ محسوس و مشکِ راقی پیدا خوشم کرد و پر شرم کرد و پر خشم کرد و نامی راقی پیدا خوشم کرد و بہر انس آمد و بہر مکر و
حق زمین و آسمان با ساخت ست و در میان بس نار و نور افراخت ست و این زمین را از برای خاکیان و آسمان را
مسکن افلاکیان و مرد سفلی دشمن بالا بود و مشتری ہر مکان پیدا بود و ای ستیزہ جی تو بر خاستی و خوشیشتن را بہر
گور آراستی و گر جهان را پر در مکنون کنم و رونے تو چون نباشد چون کنم و گریبان پر شود ز رو و نقود و بیضے
حق جوے نتوان رہود و ترک جنگ و سرزنش از زن بگو و ورنیکوئی بترک من بگو و مرا چہ جای جنگ نیک
دیدہ کین دلم از صلح با ہم مہر مدہ بر سر لین ریشہا نیشم مزین و زخمہا بر جان پیویشم مزین و گر خشم کردی و گر نہ
آن کنم و کین ہمین دم ترک خان مان کنم و پاتھی گشتن بہ است از کفش تنگ و رنج غربت بہ کہ اندر خانہ جنگ و
المعنی گنجائین الف فاعل کا ہر جیسے و انامینا مین یا مصدر کا جیسے ہناین ستیران پوشندگان روے بند
نقاب کش یعنی خوش اہم بہر آخشم بالفتح جسکو بوبد بونہ معلوم ہو اہرم بالفتح دیو و شیطان آعرابی عورت سے
کہتا ہر کہ ہاے افسوس اگر تجھ مین سمانی ہوتی تب میری جان سے جو کچھ میرے دل مین بھرا ہو اُس کی شرح پیدا
ہوتی کیا کروں تیرا طرف نہیں اب یہ حال ہو کہ یہ سخن شیر کی طرح میرے جان کی پستان مین جمع ہو جب تک کوئی
کھینچے والا نہو کیسے روان ہو دستور ہو کہ جب سننے والا مشتاق و طالب ہوتا ہو و اعظا اگر مردہ ہو تب بھی گویندہ
ہو جاتا ہو اور جب مستمع کو واعظ سے ناخوشی و ملال ہو یعنی وعظا اُسکا خوش نہ آے اگر سوز بانین اُس کی گفتگو کی
ہین تب بھی وہ گونگا اور ہریان ہو ظاہر ہو جب نا محرم گھر مین آتا ہو تو سب اہل حرم جو گھر کی عورتین ہین اُس سے
پر دہ مین ہو جاتی ہین اور جو کوئی محرم بے گزند آتا ہو تو وہ چھپنے والیاں سب روے بند و نقاب کھول دیتی ہین
سب جانتے ہین کہ جسکو قضا و قدر نے خوب و خوش اور زیبا کیا ہو تو واسطے دیدہ بینا کے کیا ہو کہ اُس کی خوبی دیکھے
نہ اندھے کے واسطے بھلا چنگ کی آواز اور اسکی زیر و بم ہرے چس کے کانوں کے واسطے کب ہو خدا تعالیٰ
نے مشک کو بیفائدہ خوشم نہیں کیا بلکہ قوت شمع کے واسطے کہ اُسکی بوسونگھے نہ خشم کے واسطے کہ بوبد بوی
دریافت سے بے بہرہ ہو ایسے ہی نامے کو بیفائدہ خوش دم سنہین کیا ہو یہ انسان کی تفریح کے لیے ہو نہ دیو و
شیطان کی خاطر اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بنایا ہو و ہاں دونوں مین بہت سے نار و نور افراختہ کیے ہین
بس زمین کو مناسب جا کیوں کے جانا ہو کہ انکا مسکن ہو اور آسمان کو افلاکیوں کا مقام ٹھہرایا ہو لہذا جو
شخصی سفلی ہین وہ دشمن بالا والوں کے ہین ایسے ہی ہر کوئی خریدار ہر مکان کا ظاہر ہوتا ہو نہ کہ تو ای ستیزہ جی
کہ ہر وقت لڑائی مین غطان پہچان ہو اٹھی اور گور کے واسطے اپنا سنگار کرتے لگی یہ سنہین جانتی کہ اگر سارا
جوان مین ہر کیوں سے بھر دوں اور تیری روزی ایسے نہو تو مین کیا کروں اگر سیا بان زرو نقود سے بھر جائین
یہ بیفائدہ تھا لہذا جو بھر تو کوئی لچا ہے بس ای عورت یہ جنگ و ملا مت چھوڑ اور جو اس کو نہیں چھوڑتی

تو جھوٹا چھوڑ چھوڑ کسی نیک و بد کی جنگ کا موقع نہیں رہا اس واسطے کہ دل میرا خود صلحوں سے بھاگتا ہے جھوٹا کسی کی جنگ سے غرض نہ کسی کی صلح سے میرے دل میں تو خود زخم بھرے ہیں تو اور اپنے دھنک مارتی ہے اور میں اپنے آپ میں نہیں ہوں تو زخم بھر لگاتی ہے اب اگر خاموش ہوئی بہتر ورنہ میں اسی وقت سب گھر بار ترک کرتا ہوں اسکے کہ تنگ پائون پھر نا اچھا جوتی تنگ اچھی نہیں اور مسافت کا رخ اچھا گھر کی لڑائی اچھی نہیں اختلاف شرح بحار العلوم میں ستیران کو ستیران اور بجائے نامے را کے نام حق راستیہ پنج ستیرہ پنج اور سرزنش کی جگہ بہرہ کی کہ یہ تو ہو بھی سکتا ہے جان پنجویشم کو جانب خوشم لکھا ہے

مرعات زن کی شوہر کے ساتھ اور اپنے کہے سے استغفار کرنا

قولہ زن چو دیداراکہ تند و توسن ست گذشت گریان گریہ خود دام زن ست کہ گفت از تو کے چنین پنداشتم کہ از توسن امید دیگر داشتم کہ زن درآمد از طریق نیستی کہ گفت من خاک شما ام نے تے کہ جسم و جانم ہرچہ ہستم آن تست کہ حکم فرما جلی فرمان تست کہ گرد و روشی دلم از صبر جست کہ بہر خوشم نیست از بہر تواست کہ تو مرا درد و دبا بودی دواہ من نہ خواہم کہ باشی مینواہ جان تو کہ بہر خوشم نیست این کہ از برے تست این بانگ خنیں کہ خوش من و امید بہر خوش توہ ہر نفس خواہد کہ میرد پیش توہ کاش جانت کش روان من فدی کہ از ضمیر جانن واقعہ بدی کہ چو نتو با من این چنین بودی بظن کہ ہم زبان نیز از گشت ہم زن کہ خاک را بر سیم و زر کردیم چون کہ تو خینی با من ای جان را سکون کہ تو کہ در جان و دلم جا میکنی کہ زینقدر از من تبرا میکنی کہ تو تبرا کن کہ هست دستگاہ کہ او تبراے ترا جان غدر خواہ کہ یاد کی کہ آن زمانی را کہ من کہ چون صدم بودم تو بودی چون من کہ بندہ بروفق تو دل افروختست کہ ہرچہ گوئی بخت گوئم سخت ست المعنی توسن بالفتح سرکش تبرا بزاری دستگاہ سامان و مقدورستی کہ سر زن نیک و خاتون خنیں یعنی بسیاری گریہ و نالہ یعنی جب عورت نے دیکھا کہ یہ تند و توسن ہو گیا کہ سرکش تو رونے لگی کہ رونا خود و غور توں کا بال ہو کہا میں جھکوا یا نہیں جانتی تھی میں تو تجھے اور ہی امید رکھتی تھی پھر بطریق نیستی اے ازداہ بخرکنے لگی کہ میں تمھاری خاک ہوں زن سنی یعنی خاتون کب ہوں میرا جسم و جان اور جو کچھ میں ہوں تمھاری ملک ہو تم حکم کرو سارے حکم تمھارے واسطے میں کیا ہوں اگر محتاجی سے میرا دل صبر چھوڑ بھاگتا تو یہ میرے اپنے واسطے نہیں تمھارے واسطے ہو کہ تمھاری تکلیف نہیں دیکھ سکتی تو میرے درد و دل کی دوا رہا ہے میں بھی نہیں چاہتی کہ تو فاقہ میں رہے قسم تیری جان کی یا میری جان تجھ پر فدا یہ تیرے ہی لیے ہے جو جان میری تیرے واسطے ایسی چلائی روئی ہے نہ اپنے واسطے میری ذات خالی قسم تیری ذات کے واسطے ہے ہر دم یہی چاہتی ہے کہ تیری خدمت و طاعت میں رہوں لافسوس تیری جان چہ میری جان فدا ہو میری جان کی جیسے واقعہ ہوئی تب میرا حال چھلکا میں نہیں جانتی تھی کہ جھکوا ایسا گان میری طرف سے ہو لے میں جان سے بھی بڑا ہوئی تن سے بھی میرے کس کام کے میں میں نے سیم و زر و دونوں پر خاک ڈالی جب تیرا میرے ساتھ حال ہو کہ نہ میری جان کا صبر و سکون تو تو ہو میری سیم و زر

اسکا کیسے قائم رہتا کہ سوا ایسے رونے کے کہ خود دل کو نرم کرتا ہو وہ دلربا بھی تھی لاجرم اُسی باران سے ایک برق چمکی کہ وہ برق محبت ہو اور اُن سے مرد و حید کے دل میں آگ لگا دی اس سبب سے کہ یہ مرد بندہ اُسکی صورت خوب کا تھا اور اب جو اُن سے بندگی شروع کی تو خیال کرو اسکا کیا حال ہو گا تیری سمجھ لے کہ جسکے گہر سے تیرا دل کانپتا ہو جب وہ تیرے آگے روئے تو تیری کیا کیفیت ہو جائیگی الخلافاً شرح بحر العلوم میں بکے ہر چمکے ہر چشم اور بکے خرد تا ختم خود دریا ختم اور گردن را کو گردان جرم کو جزم اور بکے ماننے ماند سب غلط ہیں قولہ آئنگہ از نازش دل و جان خون بودہ چونکہ آید در نیازا و چون بودہ آئنگہ در جو رو جنائش دام ماست ۛ عذر ما چہ بودہ او در عذر غاست ۛ آئنگہ جز خونریزیش کارے بنودہ چون نہد گردن زہے سودا و سودہ آئنگہ جز گردن کشی نماید از وہ سر نہ پیش تو چون باشد بگوہ چون پے یکنکن آتش آفریدہ کے تواند آدم از خوا بریدہ زین للناس حق آراست ست ۛ زانچہ حق آراست کے مانند جست ۛ آئنگہ عالم مست گفتش آدمی ۛ کلینے با حمیرا میزدی ۛ آب غالب شد بر آتش از نیب ۛ زاتش او ہوشہ چو باشد در حجب ۛ چونکہ دیگے مائل آمد ہر دورا نہ نیست گردان آب را گردش ہوا ۛ ظاہر بر زن چو آب ارغابی ۛ باطناً مغلوب و زن را طابی ۛ اینچنین خاصیت در آدمی ست ۛ ہر حیوان را کست آن از کی ست ۛ بمعنی نیب بکسر مالہ نہاب بمعنی غارت حجب مالہ حجاب پردہ مائل مانع و بازدارندہ یہ سبب بھی مقولات مولانا رحم کے ہیں فرماتے ہیں کہ وہ شخص جس کے ناز سے دل و جان خون ہو جب وہ نیاز کرے تو کیسا حال ہوا اور جس شخص کی جو رو جنائسی خوش آئند ہو کہ خود بخود ہم اُسکے دام میں پھنسیں جب وہی عذر کو مستعد ہو تو پھر عذر ہمارا کیا چیز ہو وہ ظالم جسکا سوا خونریزی دوسرا کام نہ تھا اگر وہ گردن سامنے جھکا دے تو عجب سودا با سودہ اور وہ گردن کش کہ جس سے سوا گردن کشی اور کچھ نہ ہو سکے اور تیرے آگے سر رکھ دے تو بتا کیا کیفیت ہوا اور جب عورت معشوقہ جھکوا تھ

تعلے نے تسکین مرد کے واسطے پیدا کیا چنانچہ فرمایا ہو الذی خلقکم من نفس واحدہ و خلق منہا زوہا لیسکن الیہا وہ اللہ ایسا جو جس نے پیدا کیا مخلوقات واحد آدم علیہ السلام سے اور پیدا کیا آدم سے اُنکی زوجہ کو تا وہ اُن سے آرام پائیں پھر ایسی معشوقہ سے کہ جسے جدا ہووے آدم حواسے کب جدا ہووے اور لوالہ اللہ تعلے نے فرمایا جو زینت للناس حب الشهوات بن النساء زینت دی گئی جو خدا کی طرف سے انسان کو محبت مشتیات کی عورتوں سے پھر اُس چیز سے جسکو حق نے زینت دی ہو اور آراستہ کیا ہو کیسے چھوٹ سکتا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کلام سے عالم مست ہو جانا تھا کلینے با حمیرا کے کلام کر تھیں اسی عاقلہ کلام کر چیشہ فرمایا کرتے تھے اور اُنکی باتوں کے مشتاق ہوتے تھے اب اُن سے بڑھ کے کون ہو پانی آگ پر غلبا ہر غالب ہو کہ آگ کو لوٹ دیتا ہو پانی بجھا دیتا ہو اور وہی پانی آگ سے کھولتا ہو جو حجاب میں ہوتا ہو بس اب مرد جو آگ زن اور حجاب خیمہ اُسکی محبت مثلاً کسی دیگ میں پانی رکھا جائے جو یہ دیگ دو نوں میں مائل ہوگی اسوقت میں آگ پانی پر غلبا

اسی واسطے امام المتقین حضرت علی شہ خدائے خبر دی ہو کہ جب حکم الہی آتا ہے بینائی اندھی ہو جاتی ہے اور جب حکم الہی ہو گزرتا ہے تو اپنی جان کو کھاتا ہے اور غیبت ہو کے گریبان پھاڑتا ہے لہذا یہ اعرانی بھی پیشان ہوا اور کما امی عورت میں پیشان ہوتا ہوں اگرچہ بدکار ہوں مسلمان ہوتا ہوں میں تیرا گنہگار ہوں تو مجھ پر رحم کر میری جزئیہ دیکھا رگی ست کھو د تیری میری سے بے نام و نشان ہو جاؤ لگا بوڑھا کا فر اگر پیشان ہوا اور عذر کرے تو مسلمان ہو جاتا ہے پھر مسلمان کا عذر قابل قبول ہی ہوتا ہے میں گنہگار ہوں تو مجھ پر رحم کر عذر میرا مان لے اور ایک بات میری سن اللہ کی دگاہ بڑی پر رحمت ہے اور پر کرم جسکے عاشق اہل وجود بھی ہیں اور اہل عدم بھی یعنی جو موجود ہیں وہ بھی اور جو معدوم ہیں وہ بھی سب اسکو ملتے جلتے ہیں کفر و ایمان دونوں اسی کے طالب و عاشق ہیں وہی دونوں کا مطلوب و معشوق ہے اور بس و نقرہ دونوں بندے اس کیلئے چلے جسکو مس رکھے چلے جس کو کندن بناوے

اس بیان میں کہ موسیٰ اور فرعون دونوں سحر ایک مشیت کے ہیں جیسے زہر اور فاد زہر اور نور و ظلمت اور مناجات فرعون خلوت میں تو عزت و آبرو اسکی ہے

قولہ موسیٰ و فرعون معنی را رہی ہے ظاہر آن رہ دارد و این پیر ہی ہے روز موسیٰ پیش حق نالان شدہ ہے نیم شب فرعون ہم گریبان شدہ ہے کین چہ غلست ایخدا برگردنم ہے ورنہ غل باشد کہ گوید من ہنم ہے زانکہ موسیٰ را منور کردہ ہے ماہ باخم را سید رو کردہ ہے بہتر از ماہ نہ بود استارہ ام ہے چون خسوف آمد چہ باشد چارہ ام ہے تو ہم کرب و سلطان ہیزند نہ گرفتہ خلق ہیکان میزند نہ میزند آن طاس و غوغا می کنند ماہ را زان زخم رسوا می کنند نہ منکہ فرعون ہم زشت و اسے من ہے زخم طاس ان بنی الاعلاے من ہے خواجہ تاشانیم اما تیشہ ات ہے میشکا فذ مشاں را در بیشہ ات ہے باز شانیہ را موصل میکند شایخ ریک را مصل میکند شایخ را بر تیشہ دستی ہست نے ہے ہیج شایخ از دست تیشہ رست نے ہے حق آنقدرت کہ در تیشہ تراست ہے از کرم کن این کچہ را تو راست ہے باز با خود گفت فرعون ای محب من بقربا رہتا ام چلہ شب ہے در زمان خاکی و موزون میشوم ہے چون بہو سے میرسم خون میشوم ہے رنگ زر قلب دہ تو میشود ہے پیش آتش چون سید رو میشود ہے ماکہ قلب و قالبم در حکم اوست ہے کخط مغزم میکند یک کخط پوست ہے کخط ما ہم کند یکدم سیاہ ہے خود چہ باشد غیر این کارا کہ ہے سبز کردم چونکہ گوید کشت باش ہے زرد کردم چونکہ گوید زشت باش ہے پیش چوگانہاے حکم کن فکان ہے سید ویم اندر مکان و لا مکان ہے چونکہ میرنگی اسیر رنگ شدہ موسیٰ با موسیٰ در جنگ شدہ ہے چون ہیرنگی رسی کان داشتی ہے موسیٰ و فرعون دارند آشتی ہے المعنی را رہی بالفتح غلام قل بفتح طوق آہنی و بند ہنگان بالکسر و کاف فارسی پیالہ گھڑی کا آشتی صلح یعنی موسیٰ اور فرعون دونوں معنے کے غلام ہیں بظاہر اتنا ہی فرق تو ہے کہ موسیٰ را رکھے ہیں اور فرعون ہیرا ہی بس ہادی و مصل کا تفاوت ہے دن میں حضرت موسیٰ خدا تعالیٰ کی حضور میں تبارہی و مناجات کرتے تھے آدمی رات کو فرعون بھی ہوس کے سامنے گریبان اور نالان ہوتا تھا

اور کتنا تھا کہ اے خدا کیسے طوق میری گردن میں تو نے ڈال دیا ہو اور میری گردن پھانسی ہو اگر یہ طوق نہ تو بھلا کون ایسا ہو کہ کے میں ہی میں ہوں تو نے موسیٰ کو منور کیا ہو اور میرے ماہ جان کو سپر رو کر دیا ہو کیا بہتر ماہ سے میرا ستارہ جو مراد جان سے ہو نہ تھا اب جو اسپر خسوف آگیا تو میں کیا تدبیر کروں میری نوبت کہ رب و سلطان سے بچاتے ہیں یعنی مجھ کو رب و سلطان مشہور کیا ہو حالانکہ میرا ماہ گسن میں ہوا اور یہ گھڑیاں بجا رہے ہیں گھڑیاں بجا بجا کے شور کرتے ہیں اور میرے ماہ کو اس ضرب سے رسوا کرتے ہیں کہ وہ تاریک و سیاہ ہو تیرا حال تو یہ کہ خواہش نفس سے فرعون بن رہا ہوں کہ قابلِ وائے وائے کرنے کے ہوں اب یہ زخم جو گھڑیاں کی آواز کی طرح ربی الا علی کا ہے مزید بران ہو جس سے فصاحت و رسوا ہوں پھر کتنا ہو کہ موسیٰ اور ہم دونوں خواہجہ تاشان اے غلام تیرے ہی ہیں اور ایک ہی بیشہ کے دو درخت مگر فرق یہ ہو کہ تیشہ تیرا ایک درخت کی شاخ چیر دیتا ہو اور دوسرے کی شاخ کو نہیں چیرتا اور پھر اس شاخ کو اور شاخ سے پیوند کر دیتا ہو تا عمدہ مینوہ بکثرت حاصل ہوا اور دوسرے کو معطل ویسے ہی چھوڑتا ہو کہ وہ بے بار و خراب رہتا ہو جس کو ہندی محاورہ میں ٹھٹھہ کہتے ہیں بس پہلی شاخ موسیٰ ہیں دوسری میں ہوں شعر آئندہ میں خود ہی استفہام کرتا ہو خود ہی جواب دیتا ہو کہ کسی شاخ کو بھی تیشہ پر قدرت و قوت ہو کتنا ہو نہیں اور کوئی شاخ تیشہ کے ہاتھ سے چھوٹی ہو کتنا ہو نہیں جس کو اس قدرت کے حق و طفیل سے کہ وہ تیرا تیشہ ہو اپنے کرم سے میری کچھوں کو سپر صا کر دے جیسے تیشہ لکڑی کی تیرے سینہ نکال دیتا ہو پھر فرعون نے متعجب ہو کے اپنے دل میں کہا کہ بڑا تعجب ہو میں بھی رات بھر یا رتنا کتا ہوں اور مناجات کرتا ہوں اور پوشیدہ خاکساری کرتا ہوں اور بخوبی موزون ہوں کوئی بھی نہیں پھر موسیٰ کے سامنے سچے خون کیون ہو جاتا ہوں یعنی ہم تن چشم و غضب اب مقولے مولانا راہ کے ہیں کہ زرقاب پر کیسے بہت سے رنگ تو بتو چڑھتے ہیں مگر وہ جب آگ کے سامنے جاتا ہو آخر یہ رو ہو جاتا ہو یہی حال فرعون و موسیٰ کا ہو ایسے ہی ہم ہیں کہ ہمارا قلب و قالب اے جان و تن دونوں اسی کے حکم میں ہیں دم بھر میں ہکو مغز بنا دیتا ہو دم بھر میں پوست کسی وقت ہکو ماہ بنا دیتا ہو اور کسی وقت سیاہ کر دیتا ہو سوال کے اور کام خدا کا کیا ہو جب کہہ دیتا ہو کشت ہو جاتا ہو ہم سبز ہو جاتے ہیں اور ہو کتنا ہو زخمت ہو جاتا ہو ہم زرد ہو جاتے ہیں جو مراد بہار و خزان سے ہو الغرض وہ جو جو گان حکم کن فکان کے ہیں انکے سامنے ہم مثل گند کے ہیں وہی اہکو مکان و لامکان میں دوڑاتے پھرتے ہیں جیسا جسکو حکم ہو اور وجہ اسکی یہ ہو کہ جب میرنگی اسپر رنگ کی ہوئی اور ہر رنگ سے اُسے جلوہ کیا تو ایک موسیٰ دوسرے موسیٰ سے لڑنے لگا کہ یہ اثر رنگ کا ہو گودر اصل دونوں ایک ہیں اسی میرنگی کے رنگ گئے اس رنگ نے دونوں میں جدا جدا تعین پیدا کر دیا اور جب تو میرنگی کو پہونچے اور یہ مقام چھو گیا تب جیسا کہ عالم ادویہ میں تھا تو موسیٰ اور فرعون میں بخوبی ملت یہ صلح ہو کوئی تڑابی نہیں اسلئے کہ اصل

میں دونوں ایک ہیں اس مقام میں نہ کفر نہ اسلام اور ظاہر کہ عالم میں کفر و اسلام کمان مقابلہ کو
 اسیر چوگان حکم کے ہوئے اُسے پہلے کفر کی طرف پھینکا پہلے اسلام کی طرف انخلا و شرح بحر العلوم میں
 بجائے موصل میکنے اور غلطے ہذا دوسرا مصرعہ اور شلخ برقیہ کے درمیان میں نہیں لکھا اور ماکہ قلب کوئی
 کہ قلب اور زرد کرم کو زرد کریم جو موزون نہیں ٹھیک نہیں لکھا ہے قولہ گر ترا آید برین نکتہ سوال ہر رنگ
 کے خالی بود از قیل وقال ہذا عجیب کہیں رنگ از بیزنگ خاست ہر رنگ با بیزنگ چون در جنگ خاست ہر اصل
 روغن زاب افرون میشود ہر عاقبت با آب مند چون میشود ہر چونکہ روغن راز آب سرشته اندہ آب باروغن چرامند گشتہ اندہ
 چون گل از غارت و غار از گل چرا ہر دو در جنگند و اندر را چرا ہر دو نہ جنگست این برائے حکمت است ہر دو جو جنگ خرفروشان
 صنعت است ہر دو نہ نیست و تان حیرانست ہر کنج پاید جست این ویرانست ہر انچہ تو کنجش تو ہم میکنی ہر زان تو ہم
 گنج را کہ میکنی ہر چون عمارت دان تو وہم وراثت ہر کنج نبود در عمارت جایا ہر در عمارت ہستی و جنگی بودہ نیست را
 از ہستہائے بودہ نے کہ ہست از نیستی فریاد کردہ نیست خود آن ہست را واداد کردہ تو گو کہ من گریز اہم ز نیست ہر
 بلکہ او از تو گریزانست بایست ہر ظاہر استخواند او سوے خودہ وز درون میرانند ہر چوب رود لعلماے باز گو نہ
 اے سلیم ہر نفرت فرعون میدان از کلیم ہر قومی اندر آتش سوزان چو درودہ قومی اندر گلستان بارخ و درودہ
 المعنی عمارت بکسر آبادی و آواد وید نیانفل باز گو نہ انا معاملہ نفرت بکسر رسیدگی و رد گلاب مولانا ہر فرمائے ہیں کہ
 ہر جو ہننے کہا کہ بی رنگی میں جنگ نہیں ہر اس نکتہ پر اگر تو سوال کرے کہ کوئی رنگ خالی قیل وقال سے نہیں ہوتا
 اور تعجب یہ ہر کہ یہ رنگ بھی بیزنگ ہی سے پیدا ہوا پھر رنگ با وصف اسکے کہ بیزنگ سے ہر کیون جنگ کو مستعد
 ہوا اور اپنی اصلیت سے الگ ہوا اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ روغن کی اصل آب سے ہر اسطور پر کہ اول السی وغیرہ
 جو چیزیں روغن کشی کی ہیں انکو پانی میں خوب تر کر کے بھیگا رکھتے ہیں اگر تر کر کے بھیگا نہ رکھیں تو روغن نہایت ہی
 کم نکلے بس پانی روغن کو بڑھاتا ہر آخر پھر یہی روغن پانی کی ضد ہو جاتا ہر کہ پانی سے چرچا تا ہر اور جلتا نہیں بس
 جبکہ روغن کو پانی سے سرشتہ کیا ہر اور اصل میں اسکے پانی تھا تو کیا سبب جو آب یا روغن با ہم ضد ہو جاتے ہیں
 ایسے ہی گل غارت ہر اور غار گل سے حالانکہ دونوں ایک دوسرے کی ضد اور ایک دوسرے سے جنگ میں ہیں
 ہر یا یہ جنگ نہیں ہر کوئی حکمت ہر جیسے جنگ خرفروشان کی صنعت و بناوٹ ہوتی ہر یہ بھی بظاہر ہرڑتے ہیں باطن
 میں ایک ہوتے ہیں یا نہ حکمت ہر نہ صنعت ہر مقام حیرانی کا ہر ثواب اس میں خزانہ دھونڈنا پہلے کیونکہ
 حیرت محمودہ ہی معرفت ہر جو خزانہ ہر اور بھی حیرت ویرانہ اس خزانہ کا اسی میں ملیگا مگر جس خزانہ کا تو تو ہم کرتا ہر
 مال دنیا یہ وہ خزانہ نہیں ہر اسی کے تو ہم سے تو تو اسکو کھوئے ہوئے ہر تو اپنے وہم و فکر وں کو ایسا جان جیسے آبادی
 پھر یہ تو معلوم ہر کہ آبادی خزانوں کی جگہ نہیں ہر بس اس آبادی میں جو وہم وراے ہیں ہستی اور خودی اور ہنگام

یعنی قبل و قال و خصوصت باہمی اور جوان مراتب سے گزرنے کے نیست ہو گئے ہیں انکو انے ننگ و عار ہی نہ یہ کہ ہست نیستی کی فرما دکرے اور نیستی اسکو ناگوار ہو بلکہ نیست اس ہست کو خود بخوشی چھوڑ دیتا ہے اور واداد یعنی حوالہ کر دیتا ہے مطلق پر و انہیں کرتا تو یہ مت کہ کہ میں نیست سے بھاگتا ہوں اور لذائذ جسمانی سے متلذذ ہوتا ہوں بلکہ وہ خود تجھے بھاگتی ہے تو ذرا ٹھہر تو کسو واسطے کہ وہ لذت روحانی ہے اور تو اسیر لذت جسمانی کا پھر تجھے کیسے نہ بھاگے وہ ظاہر تجھ کو بلاتی ہے اور تیری رغبت اُدھر ہوتی ہے اور درحقیقت دُندہ رد کا لیے تیرے پیچھے ہے کہ تجھ کو ہلاکتی تھی ہے اور اسلیم تو سلیم الطبع ہے سمجھتا نہیں یہاں فعل واژگو نہ ہے یعنی اٹھا معاملہ ہے جیسے فرعون کو نفرت کلیم سے تھی ایک قوم تو ایسے ہیں کہ ہر چند آتش سوزان میں ہیں مگر مثل گلاب کے خندان اور شگفتہ ہیں جیسے وہ اپنی آگ میں خندان ہے اور آگ انکی رنگ اسکا اور ایک قوم وہ ہیں کہ گو گستان میں ہیں مگر باغ و در دین پہلے تو نیستی والے ہیں کہ ہر حال میں خوش دوسرے ہستی والے کہ کیسا ہی عیش و آرام ہو مگر باغ و فکر سے خالی نہیں الخلاف شرح بحر العلوم میں بجا ہے گنج باہر حست کے گنج باہر گنج

سبب حرمان اشتیاق کہ خسہر الدنیا والآخرۃ یعنی زیبا کار ہو ادنیا و آخرت کا

قولہ چون حکیم اعتقاد ہی کردہ است کہ آسمان بیضہ زمین چون زردہ است کہ گفت سائل چون باند این خاکدان کہ در میان این محیط آسمان کہ آہو قندیل معلق در ہوا کہ نے با سفل میرود نے بر علاء آن حکیمش گفت کہ جذب سما کہ از بہات شش باند اندر ہوا چون زمنا طیس قہر بہت کہ در میان ماند کہنے آویختہ کہ آن در گفت آسمان با صفا کہ کے کشد در خود زمین تیرہ راہ بلکہ دفعش میکند از شش بہات کہ زان باند اندر میان عاصفات کہ پس ز دفع خاطر اہل کمال کہ جان فرعونان باند اندر ضلال کہ پس ز دفع انہجمن و آنجمان کہ ماندہ انداز پیرمان بے این و آن کہ سر کشی از بندگان ذوالجلال کہ ہوا کہ دارند از وجود تو ملال کہ کہ با دارند چون پیدا کنند کہ گاہ ہستی مر ترا شید ا کنند کہ کہ ہائے خوشی چون پنهان کنند کہ زود تسلیم ترا طیفان کنند کہ آہنجان کہ مرتبہ حیوانیت کہ گوا سیر و سنبہ انسانیت کہ مرتبہ انسان بدست اولیا کہ سنبہ چون حیوان شناسش اہو کیا کہ المعنی حکیمک میں کاف تصغیر و تعظیم و تحقیر و دونوں کا ہو سکتا ہے مثنا طیس بالکسر سنگ کہ لوہے کو کچل پختا ہے ریتہ ڈھالا ہوا عاصفات ہوا ہائے تند طیفان از مد گذشتن سنبہ بالفتح فریفتہ و چیزے چرب کیا خداوند و پاکیزہ و پہلوان فرماتے ہیں کہ جب ممکن ہے یہ اعتقاد کیا کہ آسمان مثل اٹدے کے ہے اور زمین ایسی جیسے زردی تو ایک سائل نے پوچھا کہ اس خاکدان یعنی دنیا کا در میان محیط آسمان کے کیا حال ہے کہ کیا یہ قندیل کی طرح معلق ہے کہ نہ نیچے جاتی ہے نہ اوپر چڑھتی ہے اس حکیم نے کہا کہ شرق و غرب جنوب و شمال تحت فوق چھوٹے طرف سے آسمان کی کشش ہے اس سبب سے یہ نیچے میں رہتی ہے جیسے مثنا طیس سے ایک چھوٹا سا قہر ڈھال کے آسمان کوئی چیز آہن کی چھوڑ دیا کہ کہ ہر طرف کی کشش سے بچ میں

معلق رہ جائیگی دوسرے حکیم نے کہا کہ آسمان بڑی صاف شفاف شہر ہے وہ ایسی زمین سی تیرہ مکدر شہر کو اپنی طرف
کیوں کھینچے گا کہ غیر مناسب ہے بلکہ چھوٹے طرف سے وہ اُسکو ٹالتا اور دفع کرتا ہے اس سبب سے یہ تند ہواؤں کے درمیان
میں ٹکی ہوئی ہے جس لیے ہی یہ سمجھ لو کہ جو لوگ فرعون طہنت میں اُنکو بھی اہل کمال ہر طرف سے دفع کرتے ہیں اسوجہ
سے انکی جان گراہی میں رہ گئی ہا وراس جہان کے لوگ اور اُس جہان کے جو دونوں اُنکو دفع کرتے ہیں اسولسطے بدون
ہدایت اسکی اور اسکی یہ پیراہ ہو گئے ہیں افسوس تو خدا کے خاص بندوں سے جو انبیاء اور اولیاء میں سرکشی کرتا ہے اور یہ نہیں جانتا
کہ وہ تو خود مجھ سے ملال رکھتے ہیں پھر تیری سرکشی کیا ہے ورنہ انکے پاس ایسا مہرہ کہہ رہا ہے کہ اگر چاہیں تو تیری ہستی کے
شک کو شید کر لیں تو خود بخود انکی طرف کھنچے آوے جو اس کہہ با کو اپنے چھپا لیں تو فوراً تیری تسلیم و رضا کو کفر و ظیان بنا دیں
ایسا جیسا کہ وہ مرتبہ حیوانی کا کہ وہ گرفتار و فریفتہ انسانی کا ہے یعنی درحقیقت ہے تو وہ مرتبہ حیوانی اگر اُسکے ایسے گرفتار
و فریفتہ ہیں کہ اُسکو مرتبہ انسانی جلتے ہیں سو یہ دور ہے یہ تو اولیاء کے ہاتھ اور قبضہ میں ہے وہ انسانی مرتبہ کو پہونچے
ہیں اور یہ جو سنبھہ ہوا اسکو اے دانا مثل حیوانی کے جان یہ مرتبہ انسانی نہیں ہے قولہ بندہ خود خواند احمد در رشادہ
جملہ عالم را بخوان قل یا عبادہ عقل تو بچوں شتریان تو شترہ میکشانہ ہر طرف در حکم مہ عقل عطلند اولیا و عقلماہ
بر مثال اشتران نا انتماہ اندر ایشان بنگر آخر از اعتبار یک قلاوز است جان قصد ہزار چہ قلاوز چہ اشتران ہا ہا
ویدہ کان دیدہ بیند آفتاب نہک جہان در شب ہماند سیخ و وزہ منتظر موقوف خورشید است و روزہ اینت دیباے
نہان در زیر کاہہ پابیرین کہ ہیں منہ با اشتباہہ اینت خورشید نہان در ذرۃ شیر زور پستین بر فہ اشتباہی و گمانے
در ورونہ رحمت حق ست ہر ہنمونہ ہر عہد فرد آمد در جہانہ فرد بود و صد جانش در نہانہ عالم کبرے
بقدرت غرہ کردہ کرد خود را در کہیں نقشے نور دہ اہل انش فرد دیدند و ضعیفہ کے ضعیف ست آنکہ ہاشہ شہر حریف ہا ہلہان
گفتند مردے بیش نیست ہاے آنکو عاقبت اندیش نیست ہا عاقبت دیدن بود از کالی ہا دور بود ہر نفس از جہا ہا
المعنی رشا و بفتح راہ راست پر آنا قلاوز بفتح اول و ضم وا و راہبر و ہراول لشکر اور سوار محافظ لشکر اینت یعنی نہی عالم
کہے جہان عالم صغرے انسان سخزہ بالفتح بیگار و سخز حضرت احمد علیہ السلام نے حکم خدا تعالیٰ رشا و راہ راست
جہان کے معاملہ میں جملہ عالم کو اپنا بندہ کہا ہے چنانچہ قل یا عبادہ یعنی کہ اے محمد اے بند و میرے کلام الہی سے ثابت ہے عقل
تیری مثل شتریان کے ہے اور تو شتر ہے اور تیری کیل اُسکے ہاتھ میں وہ ہر چیز تلخ کی طرف کھینچتی ہے اور اولیا کا
یہ حال کہ وہ عقل کی عقل ہیں اور جملہ عقلین لا انتماہ مثل اونٹ کے جنکی زمام اُسکے ہاتھ میں ہے انہیں ذرا عبرت کی
نظر سے دیکھ کہ ایک محافظ اور لاکھوں ہائیں اب کہتے ہیں قلاوز کیا اور شتریان کیا تو ایسی آنکھ پیدا کر کہ جو آنکھ
آفتاب کو دیکھے و کچھ رات میں جہان کیسا سیخ و وز رہتا ہے اے بند و مسدد اور منتظر موقوف برآمدہ و خورشید ظاہر
کہ رات میں کام جہان کے بند ہو جاتے ہیں سیخ و وز کہنے سے اشتباہہ پشت بند ہونے کا ہے اور نیز ہدایت سبیلگان

کہ بمنزلہ میخون کے ہیں پس نور شیدہ را دشخص کامل سے ہے کہ کاروبار معنی کا اسپر موقوف ہو اور وہ کامل عجیب نور شیدہ کی
در حقیقت ہو تو آفتاب اور ذرہ میں چھپا ہوا اور شیر زلیکین پوشین برہ کا چھپنے ہوئے یعنی بظاہر حقیر و ضعیف اور باطن نہایت
عزیز و قوی اور عجیب و دیبا زیر کاہ ہے جیسے کاریز میں کہ نیچے پانی ہوتا ہے اوپر گھاس سے پٹا ہوا اور بند تو اس کاہ پر خبر دار
شبہ کے ساتھ پانوں مت رکھ کہ اُسکے نیچے دریا چھپا ہوا ہے یہ دونوں شعر متن میں لوٹ لوٹ ہو گئے ہیں ٹھیک
یوں ہی ہیں جس ترتیب سے میں نے معنی لکھے اور جو بظاہر انکو حقیر دیکھ کے لوگوں کے دل میں اشتباہ و گمان
پیدا ہوتے ہیں کہ کامل ہے یا غیر کامل یہ اشتباہ خدا کی رحمت ہے لوگوں پر کہ اگر یقین انکو کامل و رہنمون جان لیں اور
پھر بھی انحراف کریں تو ضرور عتاب الہی میں پڑیں جو سمیر تنہا جہان میں تشریف لائے گو تنہا تھے بظاہر مگر پوشیدہ
سیکڑوں جہان کے ساتھ تھے اس عالم کبری کو اپنی قدرت سے مسح کیا اور آپ کو ادلے سے ادنیٰ نقش میں لپٹا
یعنی عجز و انکسار اختیار کیا احمقوں نے ان کو تنہا اور ضعیف دیکھا یہ سمجھا کہ جو شخص بادشاہ کا دوست ہے وہ ضعیف
کیسے جو احمقوں نے انکو کہا کہ وہ ایک ہی ہے اور تنہا اور واسے آپ اس بات میں کہ عاقبت اندیشی نہ کی کہ وہ ایک
کیسے میں جبکا مالک سارے جہان کا مددگار ہے پس یہ کو تہ اندیش ناقص عاقبت اندیش کیسے ہوتے کہ عاقبت اندیشی

کاملوں کا کام ہے اور ہر دم جاہلون سے دور رہنا اخصین کا طریقہ ہے

حقیر دیکھنا دشمنوں کا صلاح اور صلاح کے ناقص کو جب خدا چاہتا ہے کہ کسی لشکر کو ہلاک کرے
تو انکی نظریں دشمنوں کو حقیر دکھاتا ہے و اذیر یومئذ انما انظروا فی اعدائکم فلیکملکم فی
الاعیانکم لیقتلکم اللہ امر اکان مفعولاً یعنی ایسا وقت ہے کہ دکھائے اللہ تعالیٰ کافروں کو جو وقت
مقابل ہو تم تمھاری آنکھوں میں قلیل اور قلیل لگو انکی آنکھوں میں تاجاری کرے
اللہ اس کام کو جو لوح میں کیا گیا ہے

قولہ بشنو انکون قصہ صلح روانہ بگذر از صورت طلب معنی آن کہ زمانہ صورت بین نہ بیند عاقبت عاقبت
بینی بیالی عاقبت عاقبت صلح بصورت بد شتر ہے بریدندش زہل انقوم مرہ از برے آبجو خشمش شدند
آب کور و نان کور ایشان بندہ ناقہ اللہ آب خور و از جوئے مرغی ہے آب حق را داشتند از حق دریغ و ناقہ صلح
جو جسم صالحان ہر شہ کینے در ہلاک طالحان ہر تابران است حکم مرگ و در وہ ناقہ اللہ و سقیما ہے کہ وہ شجرہ
تہر خدا را ایشان بخت و خونہاے اشتہ شہرے درست و روح صلح بر مثال اشتہری ست و نفس گہ
مرہ اپون پے برست و روح بچون صلح و تن ناقہ است و روح اندر وصل و تن در فاقہ است و روح
صلح قابل آفات نیست و زخم بر ناقہ بود و بر ذات نیست و روح صلح قابل آزمائست و نوریز دان سنہ
کفار نیست و روح ازان بجاست بجانے نشان و تاش آزادند پیدا استمان و ہر کجہ اندیش ازان را جاست

آب این خم متصل با آبجوست و زان تعلق کرد با جسمش آہ کہ تا کہ گرد و جملہ عالم را پناہ کہ کس نیاید بر دل ایشان
ظفرہ بر صدف آید ضرر نہ بر گہرہ نافہ جسم ولی را بندہ باش و تا شوی باروح صالح خواجہ تاش کہ گفت صالح
چونکہ گرد و این حسدہ بعد سہ روز از خدا نفقت رسد کہ بعد سہ روز در گراز ہانستان کہ آتش آید کہ دارد سہ نشان کہ
رنگ روے جملہ تان گرد و گردہ رنگ رنگ مختلف اندر نظر نہ روز اول روے تان چون زعفران کہ در دوم رو
سرخ ہون ارغوان کہ المعنی طالع مردید کردار پذیریدن کو چنے مارنا نفقت بلا ارغوان بافتح گل سرخ رنگ فراتے
بین اب مجھے قصہ صالح پیغمبر اور انکی قوم شود کاشن اور جلد می صورت کو چھوڑ کے اُسکے معنی کی طرف کہ کوئی صورت
معنی سے خالی نہیں ہر رجوع کر اور معنی کو دھونڈو اس سبب سے کہ صورت میں عاقبت و انجام کو نہیں دیکھتا
اور جو عاقبت کو دیکھتا ہر وہی عاقبت پاتا ہر حضرت صالح کا ناقہ صورت میں شتر تھا انکی قوم نے جو تلخ خوشی اُسکے
کو پچھن مار دین اور مختصر قصہ اسکا یہ کہ انکی قوم طالب معجزہ کی ہوئی انکی دعا سے ایک پتھر پھٹ کے اسہن سے ایک
ناقہ نکلا اور اسی وقت کچھ جانا جیسا کہ اُن لوگوں نے چاہا تھا اور وہ پانی بہت پیتا تھا یہ اپنے مویشی کے پیاسے
رہنے کے لحاظ سے اُسکو پانی سے روکتے تھے صالح نے کہا ناقہ اللہ کو پانی سے مت باز رکھو ایک دن اپنے مویشی کو پلاؤ
ایک دن اُسکو پینے دو یہ بات اپنے بھاری پڑ گئی اور ایک شقی نے اُسکے کو پچھن مار دین صالح نے شکر کہا جب تک اُسکا
کچھ تم میں ہر جب تک خیر ہو اور کچھ بھاگ کے پہاڑ میں غائب ہو گیا پھر صالح نے کہا تین دن بعد ہلاک ہو جاؤ گے
چنانچہ بعد میں اُسکا بیان ہو اور وجہ کو پچھن مارنے کی یہ تھی کہ پانی کے پیچھے اُسکے دشمن ہو گئے حق تو یہ ہو کہ خدا
تعالیٰ کے آب کو اور تان کو رتھے کہ خدا کے آب و تان کا حق نہ پہچانا اور اُسکے ناقہ کے پانی دینے کے روادار
نہوے اُسکے ناقہ نے پانی پیئہ کی نہر سے پیا اور انکو آب حق کا حق کو دیتے ہوے دریغ آیا بس وہ ناقہ صالح کا
مثل جسم صالح لوگوں کے ان پر کردار و ن کے ہلاک کے واسطے ایک کین بن گیا جسکی سبب سے ہلاک ہوے
آب دیکھو کہ اُس امت پر موافق حکم مرگ و مرد کے اس ناقہ اللہ نے کیا کیا جسکی نسبت فرمایا تھا ناقۃ اللہ و یقیناً
یعنی یہ ناقہ اللہ کا ہو اسکا پانی بند مت کر جب نافہانی کی شحہ قمر خدا کا اُچھل پڑا اور کہا ایک اونٹ کا خون بہا ایک
شہر میں ہر بیٹے اُسکے عوض میں ایک شہر غارت کرو لگا آب مقولے مولانا رام کے ہیں روح صالح ایسی ہر جیسے
اشترا و نفس گمراہ جیسے بے بُر کو پچھن مارنے والا کہ چلنے نہیں دیتا پھر کہتے ہیں کہ روح مثل صالح کے ہو اور
تن اسکا ناقہ بس روح تو وصل میں ہو اور تن ناقہ یعنی سرخ میں روح صالح قابل آفات کے نہیں ہر زخم ناقہ پر
ہو انکی ذات پر نہیں ہر روح صالح قابل آزار کے نہیں ہر اور روح خدا کا نور ہو یہ کفار پر فریفتہ نہیں بلکہ اُنسے
بزار روح کفار کی اس سبب سے تن کے ساتھ پوشیدہ اور پوشہ ہوئی ہر کہ یہ اُسکو ستائیں اور وہ ان کا امتحان
دیکھے اور ستا دہی کفر کہ روح کو از بس ناگوار ہو اور یہ کفار اس سے بچ کر کہ روح کا آزار خدا تعالیٰ کا آزار ہو

کے واسطے کہ اس خم کا پانی نہر سے ملا ہوا ہو اور اولیا کی روح کا تعلق جسم کے ساتھ اس واسطے کیا ہو کہ وہ عالم پناہ ہوے اور عالم کو بیلیات سے بچائے رہے تاکہ دل پر کوئی ظفر یا ب اور غالب نہیں ہوتا اس واسطے کہ جب کوئی ضرر آتا ہو تو صدف پر آتا ہو گھر پر نہیں آتا تو جہاں تک ہو سکے جسم ولی کے ناقہ کا بندہ بن تو روح صلح کا خواہہ تاش ہو جائے آئندہ پھر بیان قصہ صلح کا کرتے صلح نے کہا کہ جب تنہا یہ حسد کر کے ناقہ کو پڑ دیا تو جان لو کہ تین دن بعد تیر خدا کی بلا نازل ہوگی یعنی تین روز بعد جو دن جہاں نشان آئیگا تو آتش آئیگی اسکے تین نشان ہونگے تھارے بکے رنگ بد بجانینگے اور رنگ رنگ مختلف کا تھو نظر آئیگا پہلے دن تو تھو تھارے زرد مثل زعفران کے ہو جائینگے اور دوسرے روز سرخ مثل ارغوان کے اختلاف شرح بحر العلوم میں نہ بیند عاقبت کو بہ بیند اور نان کو کو بتور روح ازان کی جگہ حق اور بجائے آتش آتے کہ آتش کا آنا ثابت ہو اسی کتاب سے اور ارغوان کی جگہ بھی زعفران کہ نہ رنگ ٹھیک نہ قافیہ قولہ در سوم گرد وہم رو ہا سیاہ بہ بعد ازان اندر رسد قمر آہ بہ گر نشان خواہید از من این وعید بہ کہہ ناقہ بسوے کہ دوید بہ گر تو انیدش گرفتن چارہ است بہ ورنہ خود مرغ امید از دام جست بہ چون شنید نداین از و کلمہ بتک بہ دپے اشترویدند بہ جو سگ بہ کس تسانست اندران کرہ رسید بہ رفت در کسرا ہاشد نا پدید بہ پھر روح پاک کو از تنگ تن بہ میگزیذ و جانب رب المنن بہ گفت دیدید این قضا بہر شدت بہ صورت امید را گردن زدوست بہ کہہ ناقہ چہ ہاشد خاطرش بہ کہہ بجا آریذ احسان و برش بہ گر بجا آید دلش رسید زان بہ ورنہ نو میدید ساعد را گزان بہ چون شنید نداین وعید منکر بہ چشم نہادند از منظرہ روز اول روی خود دیدند زرد بہ میزدند از نا امید می آہ سرد بہ سرخ شد روے ہم روز دوم بہ نوبت امید و تو بہ گفت کہہ شد یہ روز سوم روے ہم بہ حکم صلح راست شد بے لمحہ بہ دہنی آ و رد جبریل امین بہ شرح این زانو زدن را جاثمین بہ زانو آندم زن کہ تعلیمت کنند و زچنین زانو زدن ہیست کنند بہ منظر گفتند زخم قمر را بہ قمر آمد نیست کرد آن شہر را بہ صلح از علوت بسوے شہر رفت بہ شہر دید اندر میان دو دو تفت بہ المعنی وعید وعدہ عذاب بہر حکم واستوار بہر تخفیف بہر شد و معنی نیکی و احسان منکر بہ بالضم تیرہ لخصہ بالضم جنگ عظیم ما خود از کم ہیتم بالفتح گشت علی تفت بالفتح سوختہ و غضبنا کہ یعنی تیسرے دن بکے منہ سیاہ ہو جائینگے پھر قمر خدا آئیگا اور اگر یہ کہو کہ ہم اس بات کو کیسے سچ جانیں کوئی نشان تیرہ بھی اسکا ہو تو وہ یہ کہ چہ اس ناقہ کا پہاڑ میں بھاگ گیا ہو اگر اسکو پکڑ لاؤ گے تب تو بن پڑگی ورنہ جان لو کہ مرغ امید کا تھارے دام سے ٹک گیا جب صلح سے یہ بات سنی سب مثل کتے کے کہہ کی طرف دوڑے مگر کوئی اسکو نہ پاسکا وہ بھاگ گئے پہاڑوں میں گھس گیا اور غائب ہو گیا اس تک کوئی نہ پہونچ سکا جیسے جان پاک تنگ تن سے رہا انسان کی طرف بھاگتی ہو صلح نے کہا دیکھتا تھے اب یہ حکم بہر ہو گیا جو ملنے والا نہیں اور کوئی صورت امید کی آہین نہ رہی امید کی گردن لٹکی تھو مقولہ صلح کا کہہ کہہ ناقہ کا کیا ہو خاطر اسکی ہو کہ اسکو احسان و نیکی سے راضی ہو اگر راضی

کرمگے عذاب سے خلاصی پاؤ گے ورنہ تم نو مید ہو اپنے ہاتھ کاٹو افسوس کرو جب یہ وعید مکر رکرنے والا انھوں نے سنا ناچار ہو کے اُس وعید کے منتظر ہوئے غرض وہی ہوا کہ پہلے دن مُنہ اُنکے زرد ہو گئے یہ اُنکو دیکھ کے مُنڈھی سانسین بھرنے لگے دوسرے دن سب کے مُنہ سُخ ہو گئے اب نوبت امید و توبہ کی گم ہو گئی باقی نہ رہی تیسرے دن سب کے مُنہ کالے ہو گئے حکم صالح کا بے جنگ و جدال ٹھیک ہو گیا یہ دوزا نو ہو کے دعا و زاری میں مصروف ہوئے جس دوزا نو ہونے کو قرآن مجید میں جبریل نے جانشین کے ساتھ شرح کیا ہے یعنی اوندھے گریو لے و ہونہا فَاکْبَحُوْا فَاَنْتُمْ جَابِلِيْنَ یعنی صبح کو اپنے گھروں میں ہلاک ہو گئے اب مقولہ مولانا رکھا ہے یعنی دوزا نو اور مودب ہونا تو اُسوقت چاہیے جسوقت تعلیم کریں ایسے دوزا نو ہونے میں تو بچو سرگشتہ ہی کریں گے بہر حال منتظر قہر کے ہوئے آخر ایسا قہر آیا جو نیست کرنے والا شہر کا تھا صلح خلوت سے شہر کی طرف گئے شہر کو دیکھا کہ دو د آتش میں بھرا ہوا ہے الخلاف شرح بحر العلوم میں بجلے گفت دیدید دیدندا و رشکدہ کو منکذہ ریست کو بہت لکھا ہے قولہ نالہ ازا جزاے ایشان مے شنیدہ نوحہ پیدا نوحہ گویا ناپدیدہ گریہ چون از حد گذشت وہلے ہلے گریہ ہلے جان گزاسے دلرباے نہ استخوان ہا شان شنیدنا و نالہا اشک خون از جان شان چون زالہا صلح لین بشنید و گریہ ساز کردہ نوحہ ہر نوحہ گران آغاز کردہ گفت اے قوے باطل زیستہ وز شامین پیش حق بگریستہ حق بگفتہ صبر کن بر جور شان نہ پند شان وہ پس نماں از دور شان نہ من بگفتہ پند شد بند از جفاہ شیر پند از مہر جوشد وز صفاہ بسکہ گردید از جفا بر جای من نہ شیر پند افسردہ در رکملے من نہ حق مرا گشتہ تر لطفے دہم بر سر آن زخم ما ہم ہم صاف کردہ حق دلم را چون سماہ روفتہ از خاطر مہر شامہ در نصیحت من شدہ بار و گر نہ گشتہ امثال و سخما چون شکر نہ شیر تازہ از شکر انگشتہ نہ شیر و شدہ با سخن آمیختہ در شامہ چون زہر گشتہ آن سخن نہ زانکہ زہرستان بُبید از بیخ و بن نہ چون شوم غمگین کہ غم شد سرنگون نہ غم شامہ بو دید اے قوم حرون نہ ہیچکس بر مرگ غم نوحہ کندہ در ہلاک دشمنان ہو کر نہ المعنی حرون بفتح سرکش اور صلح نے دیکھا جو کچھ اجزائے استخوان وغیرہ سے رگے تھے اُنسے نوحہ تو ظاہر تھا اور نوحہ گزنا پند تھے گریہ حد سے گذرا اور ہلے ہلے اور کیسا گریہ جس سے جان سننے والوں کی ایذا پائے اور دل انجو درفتہ ہو جائے اُنکی ہڈیوں سے نلے سنے اور اشک خون اُنکی جانوں سے مثل اولوں کے تھے صالح یہ سنکے رونے لگے اور ان نوحہ گروں پر نوحہ شروع کیا اور کہا ای قوم تم وہ ہو کہ باطل میں اپنی عمر تیر کی مختاری ایذا سے میں خدا کے سامنے رویا خدا نے کہا کہ اُنکے ظلم پر صبر کرو اور نصیحت کہ انکا وقت اب ہو چکا ہے میں نے کہا کہ پند تو اُنکے ظلم سے بند ہو گئی پند تو ایک شیر ہو جو مہر و صفا سے جوش کرتا ہو از بسکہ جو روحنا انھوں نے میرے موقعوں پر کیے ہیں شیر نصیحت کا میری رگوں میں ٹھنکے جگیا حق نے مجھے کہا کہ میں تجھے لطف کروں گا تیرے زخموں پر مرہم رکھوں گا بس اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو آسمان کی طرح صاف کر دیا اور میری خاطر سے تمھارے ظلم کو جھاڑ ڈالا پھر میں نے تمکو دوبارہ نصیحت کی ہوا بتین

اور مثالیں شیون ہجو شکر سنائیں تازہ شیر شیرینی سے پیدا کیا اور شیر و شہد باتون میں ملایا وہ باتین میری تم میں
 زہر ہو گئیں اسوٹے کہ سرپاٹون سے تم خود زہر شان تھے بس بقول مشہوس در کان نک ہرچہ در افتاد نک شدہ
 اب میں تیرے گئیں کیون ہوؤں اسلئے کہ غم سزگون ہو ایسے ای قوم حرون تم ہی خود غم تھے اسکو تو بتاؤ جسے مرگ غم
 پر نوحہ کیا ہوا دشمنوں کے مرنے سے اپنے بال کھسوتے ہوں الخلاف شرح بحر العلوم میں نالہ کو ناکہ اور جانگزا کو
 جانفزا اور بچلے در ہلاک دشمنان ریش سرچون شد لکھا ہر قولہ رو بخود کرد و گفت ای نوحہ گر ہنوحات رانی نیز
 این نفرہ کنز مخوان ای راست خواندہ بین ہدایت اسی علت قوم کافرین ہد باز اندر چشم دل و گریہ یافت ہر رحمتی
 بے علتے بروے بتافت ہد قطرہے بارید و حیران گشتہ بودہ قطرہے علت از دریاے جودہ عقل او میگفت کین
 گریہ نہیست ہد ہر چنان افسوسیان شاید گریست ہد ہرچہ میگفتی بگو بر فعل شان ہد بر سپاہ کینہ بر فعل شان ہد بر دل
 تاریک پر زنگار شان ہد بر زبان زہر چہون مار شان ہد بر دم و دندان گسار انہ شان ہد بردہان و چشم کز دم خانہ
 شان ہد بر ستیز و سخن و افسوس شان ہد شکر کن چون کرد حق مجوس شان ہد دست شان کز پائے شان کز چشم کز ہد
 ہر شان کز صلح شان کز چشم کز ہد از پے تقلید و از ریات نقل ہد پا نہادہ بر سر این بر عقل ہد ہر خرنے جملہ گشتہ پیر خرنے
 از زبان و چشم و گوش و ہر گزہ المعنی آنرا بفتح تین گروہ مردم از یک تادہ و نیز یک کس افسوس طنز و ظرافت و تسخر
 تسخیر بالفتح تسخر یعنی بعد اسکے صلح نے اپنی طرف متوجہ ہو کے کہا کہ ای نوحہ گر نوحہ تیرا ان لوگوں کے مناسب حال
 و لائق نہیں یہ تو ٹیڑھی بات مت کہ دیکھ تو کفایت اسی پیچھے قوم کافرین کے کیسا لگا ہوا ہے یعنی کیسے غم کھاؤں
 قوم کافروں پر تیرا محزون نے اپنی چشم دل میں گریہ پایا سو یہ گریہ رحمت بے علت کا تھا ای خاص الخاص رحمت
 خدا بے علت و بے سبب آنسو کا پینچہ برساتے تھے اور حیران تھے اور یہ آنسو بے علت تھے صرف دریاے
 جود آہی سے عقل انکی کستی تھی کہ یہ گریہ تیرا کس سبب سے ہو کیا ایسے افسوسیوں پر رونالائق ہوا یا یہ رونے کے
 قابل ہیں بتاؤ کس بات پر روتا ہو آیا انکے فعل پر اور انکی سپاہ کینہ پر یا انکی بغل پر یعنی الٹی چال پر یا ان کے
 دل تاریک پر زنگار پر یا زبان ہجو مار پر یا انکے دم و دندان جو سگ کے سے تھے اپنے پانکے دہان و چشم پر جو کز دم خانہ
 تھے کہ منہ سے بات نکلتے تھے جب یا آنکھ سے دیکھتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کچھ ڈنک مار رہے ہیں یا انکی لڑائی اور
 تسخر و طنز پر شکر نہیں کرتا کہ خدا تعالیٰ نے انکو قید کر دیا کجوانسے محض کر دیا جکے ہاتھ ٹیڑھے پائون ٹیڑھے آنکھیں
 ٹیڑھی محبت ٹیڑھی صلح ٹیڑھی غصہ ٹیڑھا مراد اس سے افعال اعمال سوچہ بوجہ عادت و طبیعت ہر سبب
 ٹیڑھے تقلید اور تقلین کر کے ہر عقل کے سرپاٹون رکھا اور اسکو پا مال کیا کوئی پیر کا خریدار نہیں جو مراد اپنی عقلات
 سے ہو اور سب بوڑھے گدھے اپنی زبان و چشم و گوش سے کہ نہ سمجھتے تھے اچھی بات کہتے تھے اور نہ آنکھ سے بے پلے کو
 دیکھتے تھے ہر کلن سے نصیحت سنتے تھے اور سب ایک سے الخلاف شرح بحر العلوم میں بدیغفل کی حکم بھی

بد فعل لکھا کہ نخل قافیہ کا ہے بر سر پر عقل کی جگہ بر جملی اگر یہ ہو سکتا ہے مگر سر برایت پہلے کے مناسب ہے
معنی اس آیت میں مَرَجُ الْبَحْرَيْنِ یَلْتَقِیَانِ یعنی اللہ تعالیٰ نے دو دریا
پیدا کیے ایک تلخ ایک شیریں اور حال یہ کہ دونوں ملے ہوئے ہیں اور ان دونوں میں پردہ
ہے کہ ایک دوسرے پر غالب نہیں ہو سکتا

قواہ از بہشت آورد و زردان بندگان و تا ناید شان سقر پروردگان و اہل نار و خلد را بین ہم دوگان و در میان شان
برنخ لایغیان و اہل نار و اہل نور آہمختہ و در میان شان کوہ قاف لایغختہ و اہل نار و نور با ہم در میان و در میان
شان بحر زرف بیکران و ہر بحر در کان خاک و زر کرد اختلاط و در میان شان صد سیلابان و رباط و ہچمان کہ عتد در
دروے شبہ و مختلط چون بیہان یکشبہ و صلح و طالع بصورت مشتبہ و دیدہ بکشا بو کہ گردی منتبہ و بحر
نیمیش شیرین چون شکرہ طعم شیرین رنگ روشن چون قرمز نیم دیگر تلخ ہچون زہر مارہ طعم تلخ و رنگ مظلم قیہ دار و
ہر دو بر ہم میزند از سخت و اوج و بر مثال آب دریا موج موج و صورت بر ہم زدن از چشم تنگ و اختلاط جاننا
در صلح و جنگ و موجاے صلح بر ہم میزند کینہ از سینہا بر می کنند و موجاے جنگ بر شکل و گرہ ہر بار می کنند
زیر و زبر ہر تلخان را بشیرین می کنند و زانکہ اصل ہر بار باشد رشد و قہر شیرین را تلخی میبرد و تلخ با شیرین کجا اندر خورد
المعنی سقر بفتحتین نام دونخ اختلاط آمیزش رباط بفتح مسا فرخانہ عقدہ بالکسر سلک متنبہ بالضم آگاہ قیہ بالکسر
ایک روغن بد بو سیاہ رنگ ہوتا ہے رشد سید ما چلنا فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بہشت سے بندوں کو دنیا میں لایا
بدین اعتبار کہ آدم علیہ السلام بہشت سے آئے جو ابو البشر ہیں تو انگوٹھ لوگوں کو دکھائے جو سقر پروردہ ہیں
اب تو اہل نار و اہل خلد دونوں کو دیکھ کیسا انہیں برنخ لایغیان ہے یعنی پردہ جس سے ایک دوسرے پر غالب نہیں
ہو سکتے کیسے اہل نار و اہل نور دونوں با ہم ملے ہوئے ہیں اور انکے در میان میں ایک کوہ قاف اٹھلکے الگ
الگ کر دیا ہے پھر فرماتے ہیں کہ اہل نار و اہل نور دونوں آپس میں گنبد ہیں اور دونوں میں ایک دریا عمیق حاکل
ہے جسکے کوئی اس پار ہے کوئی اس پار جو مراد اہل دنیا و اہل دین سے ہے جیسے کان میں خاک و زر ملے ہوئے
ہوتے ہیں اور انکی صفت میں سیکڑوں بیابان اور سیکڑوں مکان فاصل ہیں اور جیسے لڑی میں در و شبہ
ای پوتمہ پروئی ہوئی اور سب مہمان رات کی رات کے نبات و قرار سے جدا صلح اور طالع یعنی نیکو کار و بدکار
دونوں ایک صورت کے ہیں تو انکے میں کھول شاید اس بھید سے آگاہ ہو جائے کہ کون صلح ہے کون طالع
ایک دریا ہے کہ نصف اسکا شیرین مثل شکر کے ہے اور میٹھا اور چاند کی طرح رنگ بھی روشن اور نصف اسکا تلخ
مثل زہر سانپ کے اور کڑوا مزہ اور رنگ سیاہ جیسے قیر سیاہ رنگ اور بد بو ہوتا ہے و دونوں سخت و اوج سے
لوٹ پوٹ ہوتے ہیں جیسے آب دیا کا موج موج ہوتا ہے مگر گنبد اور آہمختہ ہو جانے کی صورت چشم سے تنگ ہے

چشم بین نہیں آتی اور انکی جان کا احتلاط صلح و جنگ میں ہو موبین صلح کی ایک دوسرے پر راست ترین کمینوں کو سینوں سے محال ڈالتے ہیں موبین ان کی جنگ کی دوسری شکل پر ہیں کہ محبتوں کو لوٹ پوٹ کر دیتی ہیں محبت انکی تلخ لوگوں کو شیریں کی طرف کھینچتی ہو اور شیریں کو دیتی اور واسطے کہ محبتوں کی اصل رشدی اور راستی راہ و ہدایت اور قرائن شیریں کو تلخ کر دیتا ہو اسلئے کہ تلخ و شیریں کا میل نہیں مل سکتا اختلاف شجر بحر العلوم میں یکے بندگان کے بر دوکان دوسری میں دوکان کو ہمدان لکھا ہو قولہ تلخ شیریں زمین نظر ناپید پدیدہ از دریچہ عاقبت تائید دیدہ چشم آخرین تو اندیدہ راستہ چشم اول میں غرور ست و خطاست ہ ای بسا شیریں کہ چون شکر بودہ ایک زہر اندر شکر مضروبہ آنکہ زیرک تر بود بشناسدش ہ چونکہ دیدار دوزش اندر کشش ہ آنکہ زہر بشناسدش چون بو کندہ وان دگر چون برب و دندان زندہ وان دگر در پیش رو سے بے بردہ وان دگر چون دست بندہ کروردہ پس لبش روش کند پیش از گلوہ گر چہ نعرہ میزند شیطان کلوہ واندر گرد و گلو پیدا کندہ واندر گرا در بدن رسوا کندہ واندر گرا در محدث سوزش دہدہ دمہ دم زخم بگرد و زش دہدہ وان دگر را بعد ایام و شہورہ وان دگر را بعد مرگ اندر قبورہ و رد ہندش مہلت اندر قعر گورہ لا بدان پیدا شو دیوم النشور ہ ہر نیات و شکاری را در جہان ہ ملتے پیدا ست در دو زمان ہ سالہا باید کہ تا از آفتاب ہ لعل یا بدرنگ رخشانی و تاب ہ ہج سال و ہفت باید تا درخت ہ یا بد از میوہ رسانی فرجبت ہ باز ترہ و رد و ماہ اندر رسد ہ باز تا سالے گل احمر رسد ہ ہر این فرمود حق عزوجل ہ سورۃ الانعام در ذکر اجل ہ این شنیدی موبہویت گوش باوہ آبحوانت خوردی نوش باوہ آبحوان خوان خوان این را سخن ہ جان تو بین در تن حرف کہن ہ نکتہ دیگر تو بشنوا از رفیق ہ بچو جان او سخت پیدا و دقیق ہ المعنی مضمر بالضم پوشیدہ حدیث بختمین و ضوین غلظ پڑنا یوم النشور روز قیامت ترہ ہندی ساگ گل احمر گلاب بتائید صدر فرماتے ہیں کہ یہ تلخ و شیریں اس نظر ظاہر سے نہیں ظاہر ہوتا اسکو در پچہ عاقبت سے دیکھ سکتے ہیں کہ انجام کسکا کیا ہو کون غلہ می ہو کون ناری اسکو تو چشم آخرین ہی ٹھیک دیکھ سکتی ہو چشم اول میں غرور و خطا ہو یعنی ای مخاطب بہت عمل بظاہر ایسے شیریں ہوتے ہیں جیسے شکر لیکن اس شکر میں زہر چھپا ہوتا ہو اور زہر کیا ہو یا دسمہ اور فریب و مکر اور غرور اور قیمت اپنی دوسرے پر اور بخوبی عذاب خلدے یا دخول کافس کافس کی خاطر کرتا ہو اور خدا کی مہینوں سے سمجھتا ہو اور علی ہذا لیکن اس زہر معنوی کی پہچان بہت دشوار البتہ جو زیرک تر ہیں وہ تو دور ہی سے اسکی کشش دیکھ کے پہچان لیتے ہیں کہ زہر معنوی ہو اور وہ کشش صفات مذکورہ سے کسی قسم کی ہو بعض ایسے ہیں کہ اسکو سونکے پہچانتے ہیں کہ اس میں زہر کی ہو بعض ایسے کہ جب انکے لب و دندان تک پہنچ جائے یعنی چمکے بعض ایسے کہ سامنے آتے ہی سرخ پا جاتے ہیں بعض ہاتھ سے چھو کر رد کر دیتے ہیں ان اشعار میں مراتب جس کے بیان فرمائے کہ سمع بصر شمع وائقہ لمس ہر اندازہ مانع پہچاننے والوں کے

مجسب ظاہر عادت کے پس یہ زہر کسی کے لب تک پہنچاؤنے فوراً وہیں سے اُسکو روکیا گئے تک نہیں چلنے دیا
اگرچہ شیطان چلاتا رہا کہ کھاؤ یہ شکر ہو یہ وہی بات ہو کہ شیطان اپنے عمل کو اس کے عمل میں ایسا ملا دیتا ہے کہ یہ
نہیں جانتا اور کیے جاتا ہے شیطان سمجھنے نہیں دیتا کرائے جاتا ہے اور جسکے گلو تک پہنچاؤ اسکا گلو گیر ہوا اور جسکے گلو
سے اتر کے بدن میں سرایت کی اُسکو رسوا کیا کسی کو حدیث یعنی طہارت وضو غسل وغیرہ میں سوزش ڈالتا ہے
اور زخم بگڑ دوزگاتا ہے کہ گھڑوں پانی خلاف حد شرع صرف و خراب کرین تاہم آپ کو طاہر بنائیں اور اس بات سے
غافل کر دے شعر بزد و عروش و صدق و صفاہ و لیکن میفرمے بر مصطفیٰ اور کسی کو بعد ایام و مشورہ کے تیز
ہوتی ہے اور کسی کو مرنے کے بعد قبر میں جب جانچ پڑتال ہوتی ہے اور کسی کو گور میں بھی مہلت دینے میں اُسپر قیامت
کے دن ظاہر ہوگا اور ضرور دیکھے گا کہ یہ عمل میرا زہر در شکر تھا آسے کہ ہر نبات و شکر یعنی بیٹھی چیزوں کے واسطے
جو جہان میں ہوتی ہیں ایک مہلت زمانہ کے دور کی لگی ہوئی ہے دیکھو لعل کیسی بیٹھی عزیز شہر ہے اُسکو بھی برسوں درکار
ہوتے ہیں تب آفتاب سے رنگ و تاب درخشانی پیدا کرتا ہے درخت میوہ دار بھی جانچ سات برسین بارور ہوتا ہے
اور نصیب کی خوبی جو میوہ ہے حاصل کرتا ہے ساگ وغیرہ جو گئی گزری چیزیں یہ بھی دو مہینے میں تیار ہوتی ہیں اور گلیں
سال بھر میں اسی واسطے خدا عزوجل نے سورہ انعام میں ذکر اجل کا فرمایا وہاں اہل الذی خلقکم من طین ثم قضی اجلہ
واجل سے عندہ وہ اللہ ایسا ہے جسے پیدا کیا نگو مٹی سے جیسے کہ پیدائش حضرت ابوالبشر کی مٹی سے ہوئی ہے پھاری
کیا ایک وقت معین اور ہر شے کے وقت کا نام رکھا ہوا ہے اُسکے نزدیک پس یہ اوقات جو مذکور ہوئے سب اس کے معین
کہے ہوئے اور نامزد کیے ہوئے ہیں اب فرماتے ہیں یہ باتیں تو تو نے سنیں مگر خدا تعالیٰ تیرے بال بال کو گوش
بنادے تا تو عمل کرے اور یہ آجھو ان ہے جو تو نے پیا خدا تجھ کو نوشگوار کرے کہ تیرے رونگٹے رونگٹے میں رح جہاے
تو اس فن کو سخن مت کہ آجھو ان کہ کہ حرفوں کے پرائے تنوں میں میں نے جان تازہ ڈالی ہے اے رفیق ایک نکتہ
اور مجھے سن جان کی طرح نہایت ظاہر بھی ہے اور دقیق بھی ہے جیسے جان میں فائق بھرے ہیں الخلاف شرح بحر العلوم میں
تائید کو مائد و بجلے پیش روے ہے کہ بابوی روش کو روشن مہلت پیداست کی جگہ برات لکھا ہے قولہ در مقلے ہست
این ہم زہر مارے از تصاریف خداے خوشگوار ہے در مقلے زہر و در جہائے دواہ در مقلے کفر و در جہائے رواہ
در مقامی خار و در جہائے چو گل ہے در مقلے سرکہ در جہائے چو مل ہے در مقلے خوف در جہائے رجاء و در مقامی منع در جہائے
عطاہ در مقلے فقر و در جہائے غناہ در مقلے قہر و در جہائے رضاہ در مقلے جور در جہائے وفاہ در مقلے
بخل در جہائے سخاہ در مقلے عیب در جہائے ہنرہ در مقلے سنگ و در جہائے گمہ در مقلے درد و در جہائے صفاہ
در مقلے خاک و جہائے کیساہ در مقلے خفیل و جہائے شکرہ در مقلے خفگی و جہائے مطرہ در مقامی ظلم و جہائے
محض عدل ہے در مقلے جہل و جہائے عین عقل ہے مگر چہ اینچاہ و مگر نہ جان بودہ چہ بدستار و رسد در مان بودہ

آب در غورہ ترش باشد و لیکہ چون بانگورے رسد شیون و نیکہ باز در خم میشود تلخ و حرامہ در مقام سرگے
نعم الاوامہ اینچنین باشد تفاوت و مامورہ مرد کامل این شناسد و بطورہ المعنی تصاریف بدل جانے اور
گذر جانے والی چیزیں مطر بفتح تین باران غورہ ہوا و مجہول انگور خام ترش اوام بکسر ہندی سالن آن شعار میں مقامات
متضاد کا بیان ہے کہ کامل کو انواع اقسام کے مقامات پیش آتے ہیں کسی مقام پر تو زہر مار زہر اور کہیں اس کے تصاریفات سے
وہی زہر خوشگوار ہے کہیں زہر زہر ہے اور کسی مقام پر دو کسی جگہ کفر کفر ہے اور کسی جگہ روا کہیں غار غار کہیں وہ غار گل کسی
مقام پر سرکہ ہے کسی جگہ شراب ہے کوئی مقام خوف کا ہے کوئی رجا کا کوئی مقام منع کا ہے کوئی عطا کا کوئی جگہ فقر کی ہے
کوئی غنا کی کوئی جگہ فقر کی کوئی خوشنودی کی کہیں مقام جور کا ہے کہیں وفا کا کہیں بخل کا کہیں سخا کا کسی مقام پر عیب
عیب ہے کسی مقام پر نہر اور کسی مقام پر سنگدہ کسی مقام پر گرستی جگہ در کسی جگہ صفا کسی جگہ خاک و کسی جگہ کیسا کبھی
خفیل ہے کبھی شکہ کبھی شکلی کبھی مطر کسی شکار نے ظلم کہیں محض عدل کہیں جبل کہیں بن غل اگرچہ ایک مقام پر ایک
شیر گزند جان کی ہوتی ہے وہی دوسرے مقام پر علاج و درمان ہو جاتی ہے جیسے کچے انگور کا رس کھٹا ہوتا ہے لیکن جب
انگور کے مقام پر پہونچتا ہے شیون اور خوب ہو جاتا ہے پس وہی رس پھر عجب خم میں جاتا ہے تلخ و حرام ہو جاتا ہے
اور جب سرکہ کے مقام پر پہونچتا ہے تو اچھا خاصہ سالن ہے ایسے تفاوت و مامور کے اپنے اپنے مقامات پر بہت
ہوتے ہیں مرد کامل ہر ایک کے بطور کے وقت ہر ایک کو پہچانے اور سمجھے یہ وہی بات ہے شعر اگر درویش بر جالی

بماندی ہر دست از دو عالم بر فشانید ہ

و معنی اہلکہ جو کچھ ولی کامل کرے مرید کو نہیں چاہیے کہ تا کہ گستاخی ہے کہ حلاو اطیب کو نقصان
نہیں کرتا مریض کو نقصان کرتا ہے اور جازا اور برف کے انگور کو ضرر نہیں پہونچاتا ہے کو
پہونچاتا ہے کہ لیغیر لک اللہ ما تقدّم من ذنبک و ما تاخر یعنی تاکہ نہتے اللہ شگوتیرے گناہ
جو سابق ہوے اور لاحق یعنی لگنے کے پچھلے سب

قولہ گرے زہرے خورد نوشے بودہ در خورد طالب تہ ہوشے بودہ رب ہبے از سلیمان آمدست ہ کہ مدہ
غیر مرازین ملک دست ہ تو لکن بر غیر من این لطف وجودہ این حسد را اند اما آن نبودہ نکتہ لاینبی میخوان
بجان ہ سر من بعدے ز بخل آن مدان ہ بلکہ اندر ملک دید او صد خطر ہ مویہ ملک جہان بدیم سر ہ ہم
سرہ ایم سرہ ایم دین ہ امتحانے نیست مار مثل این ہ پس سلیمان بتے باید کہ اوہ بگذر د با صد ہزاران رنگہ
و بود ہ با چنان قوت کہ او را بودیم ہ موج آن ملکش فروے بست دم ہ خوان تو اکیفیک علی گریستہ ہ چون بماند
از ملک و تحت خود تھی ہ چون بر فشانست زین اندوہ کردہ بر ہمہ شاہان عالم رحم کردہ شد شفیع و گفت این
ملک و لواہ ہ با کمالی وہ کہ دادی مر مرا ہ ہر کرا بدہی و بخشی از کرم ہا و سلیمانست و آنکس ہم نہ بود او بجای علی ہا شد ہی ہ

خود ہی چہ بود منم بعدی ۛ شرح این فرض است گفتن ایک من ۛ باز میگردد بقصہ مردوزن ۛ المعنی دست معنی
عفو و نصرت مدعی دعویٰ کنندہ فرماتے ہیں کہ اگر ولی زہر کھائے تو اُسکے لئے شد و آب حیات ہو جائے اور اگر طالب
و مرید کھائے تو اُسکے ہوش بگڑ جائیں یعنی اسکو اُسکی برابر ہی نہیں کرنا چاہیے حضرت سلیمان نے رُت بہت بے
کما کہ میرے سوا اور کو اس ملک پر فتح و ظفر مت دے چنانچہ قرآن مجید میں یہ قول انکی طرف سے ہو رُت بہت بے کما
لَا یُغْنِیْ لَکَ الْخَدْرُ مِنْ بَعْدِیْ اے رُت میرے ایسا ملک جگو دے کہ سوا میرے کوئی اُسکے لائق نہ ہو تو یہ لطف و جو د مچھ کر میرے
غیر پر مت کر فرماتے ہیں اگرچہ یہ بات مشابہہ بحسد ہو لیکن حسد نہیں تھا تو کلمہ لَا یُغْنِیْ لَکَ الْخَدْرُ سے پڑھ اور پھر بعید
من بعدی کو بخل سے مت جان بلکہ یہ اس سبب سے کما کہ ملک میں انھوں نے سیکڑوں خطرے دیکھے کہ اس
ملک جہان کے بال بال میں یم سر ہو اور یم سر میں تینوں داخل ہیں سر اور بعید آئی اور دین مستقیم دیکھیے ان
سب کی محافظت رکھتا ہو یا نہیں ہکو امتحان ان باتوں کا نہیں ہو جس ایسے ویسے طالب کا کام نہیں ہو کوئی
سلیمان ہمت ہو کہ وہ لاکھوں رنگ و بو کے ساتھ اس ملک کو بسر کرے اور سنبھالے رہے یہ ایسا سہل کام
نہیں دیکھ تو حضرت سلیمان باوصف ایسی قوت کے کہ اُنکو حاصل تھی خود اُنکا اُس ملک نے کیسا دم بند کیا
جو معلوم ہوتے اب تو آیت اَلْقِیْنَا عَلَیْکَ رِیْطَہٗمُ جَدَہٗمُ کو پڑھ اور کیسے اپنے ملک و تخت سے خالی رہے تھے معنی
آیت کے ڈالا یعنی اُسکے تخت پر ایک ٹکڑا دھڑکا تشریح اسکی یہ کہ جب لشکر والے حضرت سلیمان کے
جہاد میں کمی کرنے لگے آپ نے دل میں خیال کیا کہ میری ستر عورتیں ہیں ایک رات میں سب کے پاس ہاون
سب حاملہ ہوں اور زمان محدود پر سب کے لڑکے ہوں تو ستر ہوں جہاد میں خوب مدد ہو جائے اور زبان سے
انشاء اللہ نہ کہا گو دل سے تو تصدیق تھی اسی کے نتیجہ میں یہ ہوا کہ سوا ایک کے کوئی حاملہ نہ ہوئی اور وہ بھی نصف دھڑ
کا بچہ جنی اُسکو اُنکے تخت پر لیجا کے ڈال دیا اور تاکید انشاء اللہ زبانی کہنے کی ہوئی پھر انھوں نے تو بہ کی
اور ملک و تخت جو اُنسے خالی ہوا اُسکی یہ صورت ہوئی کہ اُنکی عورتوں میں ایک عورت خفیہ بت پرست تھی
اللہ تعالیٰ کی آزمائش اُنپر آئی مخر جنی نے اُنکی صورت بنکے اُنکو ٹھنی اُنکی جسکے تابع سب جن و پری اور جش و
طیر تھے اُنکی عورت سے لیکے پہن لی سب اُسکے تابع ہو گئے آخر آصف بن برخیا نے جب قرآن یعنی زبور اُس
جن کے آگے پڑھی ایسا گھبرا کے بھاگا کہ راہ میں اُنکو ٹھنی نکل کے دیامین گری اتفاقاً ایک مچھلی نے نکل لی اور
حضرت سلیمان کا یہ حال ہوا کہ یہ اپنی ذلت و خواری کا سامنا دیکھے بھاگے اور ایک شہر میں بھینا رہ کے گھر
تخت مزدوری پر رہے ایک مچھلی وہ اُنکو دیتا تھا بعد چندے ایک مچھلی جو اُنکو دی اُسکے پیٹ میں وہ اُنکو ٹھنی
نکل آئی پھر بدستور اپنے حال پر ہو گئے بس اسی اندوہ کا جنار اُنپر بیٹھا تھا جو انھوں نے اپنی کیفیت دیکھ کے
اور بادشاہوں پر رحم کیا کہ شاید ایسا ملک پائیں اور میری طرح آزمائش میں پڑیں اس واسطے لَا یُغْنِیْ لَکَ الْخَدْرُ

من بعدی کہا اور سب پادشاہوں کے سفارشی ہو کر کہا کہ میرا سالک و جہنڈا اگر کسی کو دے تو میرا سالک بھی اسکو دے جو تو نے مجھ کو دیا ہو کہ متعل آزمائش کا بھی ہو سکے اور تو اپنے کرم سے ایسا ملک بالکمال جسکو دے اور بخشے تو وہ شخص سلیمان ہو اور وہ میں ہی ہوں وہ زمرہ بعدی سے نہوگا بلکہ معنی سے اور خود معنی کیا چیز ہو جس میں مغائرت ہی نہیں خاص میں ہی ہوں اور اس قول کا میرے کوئی معنی نہیں ہو سکتا جیسے شاعرین نے اعتراض و توجہ میں لکھی ہیں میری دانست میں اعتراض و توجہ کی کیا بات ہو اس میں تو مبالغہ کمال اتحاد و محاق اپنی صفات کا اس شخص میں فرمائے ہیں کہ جس میں میری صفات ہیں وہ میں ہی ہوں بدون قید معنی کے اور جو میری صفات پر نہیں اس کے لیے قید بعدی کی جو نہ کہ مطلقاً کسی کو نہ ملے اب مولانا رحمہ فرماتے ہیں کہ اس بات کی شرح کتنا فرض ہو لیکن میں قصہ اعرابی کی طرف پہرلوں سے ہوں اور ان دونوں عورت و مرد کا بیان کرتا ہوں

خلاصہ ماجرای اعرابی اور اس کے جفت کا

قولہ ماجرای مرد و زن را مخلصی و باز می جوید درون مخلصی و ماجرای مرد و زن اقتدا و نقل و این مثال نفس خود میدان و عقل و این زن و مردی کہ نفس ست و خرد و نیک پاست ست بہر نیک و بد و دین و دوا پاستہ درین خاکی سراہ روز و شب در جنگ و اندر ماجرا و زن ہمہ خواہد و جوہج خانقاہ و بچے آب و روان و خوان و بجاہ و نفس ہچون زن پے چارہ گری و گاہ خاکی گاہ جوید سرور می و عقل خود زین فکر با آگاہ نیست و در داغش جز غم اند نیست و گرچہ سر قصہ این دانہ است و ام و صورت قصہ شنوا کنون تمام و گریبان معنوی کامل شدی و خلق و عالم عاقل و باطل شدی و گرچہ فکر متبیت و صورت صوم و نماز نیستی و ہر یہ ہلے دوستان با یکدیگر نیست اندر دوستی الا صورت گواہی دادہ باشد ہر یہاں بر مجتہد مضر و خطا و زانکہ احسانہا ظاہر شاہد اند و بر مجتہدے سراہی جہندہ شادیت کہ راست باشد کہ دروغ و مست گاہی انے و گاہی زدوغ و دروغ خورہ مستی پیدا کند ہلے ہوے و سرگراینا کند و آن مرائی در صلوة و در صیام و مینا بد و ہمدے بس تمام و تا گمان آید کہ اوست و لاست و چون حقیقتہ نگری غرق ریاست و المعنی مخلصی خلاصی و بجا خلاص اور یہ لفظ بالفتح ظرف و بالضم مصدر می ہو اور بالضم اور کسر لام اسم فاعل خلاص کنندہ و بفتح لام اخلاص کردہ شد و آقا کرم مقام اصناف از جہندہ بجم موقوف مرد لائق و لا بکسر دوستی و محبت و نزدیکی ماجرا سرگذشت جوہج بروزن لہیر تصغیر حاجت اور یہ تصغیر تحقیر کی ہو یعنی ایک مخلص کا دل پھر طالب و جوہان اس بات کا ہو کہ مرد و زن کے مخلص کو بیان کروں کہ کون موقع اُنے رہائی کا ہو یہ جو ہم کہتے ہیں کہ ماجرا مرد و زن کا یہ تو ایک نقل ہو کہ کسی اسم کو کسی سے پر لیکے اصل مثال تو اپنے نفس و خرد کو سمجھ کہ مرد و زن ان دونوں سے مراد ہر بس یہ دونوں مرد و زن کہ نفس و خرد ہیں اچھے مفید کیے ہیں کہ انہیں دونوں سے بنیاد نیک و بد کی ہو اور دونوں اس سراہے خاکی خواہ دنیا

خواہ وجود انسان میں پابستہ بین اور رات دن ایک جنگ اور ایک سرگذشت میں بین عورت تو مرد سے
 حاجتیں گھر کی چاہتی ہو یعنی آبرو اور روٹی اور خوان طعام اور مرتبہ آور و عورت بھجوزن نفس ہو اور زن اسکو
 اس سبب سے کہا کہ قرآن شریف میں سپر طلاق تائید کا ہے جیسے نفس امارہ اور لوامہ و مطمئنہ و مطمئہ بتا ہے تائید
 یہ تو اپنی تدبیروں میں رہتا ہے کبھی خالی بنتا ہے کبھی سرداری ڈھونڈتا ہے لیکن عقل ان فکروں سے خبردار
 نہیں ہے اس کے دماغ میں سوا اللہ کے اور کسی بات کا غم نہیں وہ صرف اللہ ہی کو جانتی ہے اگرچہ بھید اس
 قصہ کا دانہ اور دام ہے یعنی اصل مطلب یہی کہ سب اس دانہ و دام میں پھنسے ہیں لیکن اب پوری پوری
 صورت قصہ کی سنو کہ معنی کے باتوں کا اگر پورا پورا بیان کیا جاتا تو ساری مخلوق اور تمام عالم آنکھوں سے بیکار و
 باطل ہو جاتا اور سلسلہ دنیا کا بگڑ جاتا شعراب بعد میں استفہام اقرار می ہے کہ اگر محب فکر معنی کا ہے تو کیا تو صورت
 اپنے صوم و صلوة کی نہیں ہے ضرور ہے اور یہ صوم و صلوة ایسے ہیں جیسے دوست ایک دوسرے کو تحفے بھیجتے ہیں
 یہ معنی کے تحفے ہیں اور تحفوں کی ضرورت کوئی صورت ہوتی ہے صورت سے خالی نہیں ہوتا تاہم تحفے مجتہدوں دلی
 پر جو پوشیدہ ہیں گواہی دین اس سبب سے کہ ظاہر کے احسان اور جہد پوشیدہ مجتہدوں پر شاہد ہیں اب
 اس میں ایک بات یہ بیشک ہے کہ شاید تیرا کبھی سچا ہوتا ہے کبھی جھوٹا کبھی شراب سے مست ہوتا ہے کبھی مست
 سے یعنی کبھی وہ باخلاص ہے کبھی بے اخلاص جیسے مٹھاپی لیا اور مست بن گئے ہاں ہو اور مستیان ظاہر
 کرنے لگے چنانچہ ریاکار صوم و صلوة میں بڑی جد و جہد پوری پوری کرتے ہیں تاکہ لوگ گمان کریں کہ مست
 محبت کے ہیں اور جو بحقیقت غور کردہ تو ریا میں ڈوبے ہوئے ہیں اختلاف شرح بحر العلوم میں کہ محبت فکرت و
 معنیستہ یہ مصرع یوں لکھا ہے میں نے اسکو یوں ٹھیک سمجھا ہے کہ محب فکرت معنیستہ اس واسطے کہ شرح میں غلطیان
 کتابت کی اکثر دیکھنے میں آئیں میرا اعتقاد اُس پر نہیں رہا ہے ہوں کو ہا سووے لکھا ہے غرق کو عرق قولہ
 حاصل افعال بروئے رہبرست ہا نشان باشد برا پنچہ حضرت ہا رہبر کہ حق بود گا ہی غلط ہا کہ گزیدہ باشد و
 گاہے سقط ہا شاہد صادق اثر دار دہے ہا لیکہ آنرا کے شناسد ہر کسے ہا یارب آن تمیز دہ مارا بخواست ہا نشانایسم
 این نشان کثر ز راست ہا حس را تمیز دانی چون شود ہا زانکہ حس بنظر بنور اللہ بود ہا در اثر نبود سبب ہم منظرست ہا
 ہجو خویشی کہ محبت خیرست ہا نبود آنکہ نور حقش شد امام ہا مراثر را یا سبہا را غلام ہا چونکہ نور اللہ درآمد در مشام ہا
 مراثر را ہچکس نبود غلام ہا تا محبت در درون شعلہ زندہ زفت گرد و ذراثر فارغ کند ہا حاجتش نبود پی اعلام مہر ہا
 چون محبت نور خود ز در سپہر ہا ہست تفصیلات تا گرد و تمام ہا این سخن لیکن مجتہد و اسلام ہا کہ چہ شد معنی ہرین
 صورت پذیرد صورت از معنی قریبست و بعید ہا در دلالت ہجو آئند و درخت ہا چون باہست روی و درخت ہا
 دانستن کہ خاک و آب و آفتاب ہا چون درخت گشت عالی در شباب ہا و رہا بہت بگردانی نظر ہا دور و نزدیک ہا

از یکدگر ترک ماییات و خاصیات گوہ شرح کن احوال آن دوزرق جوہ المعنی سقط در اصل بمعنی غلط و خطا کے ہر مجازاً بد مشام بفتح دملغ زفت محکم واستوار ماییت کسی چیز کی حقیقت بتائید سابق فرماتے ہیں کہ فعال برونی وظاہری سے جو حاصل ہوتا ہے وہی رہبر نشان مافی الضمیر کا ہوتا ہے کہ اسکے دل میں یہ ہے اور یہ راہبر کبھی حق ہوتا ہے کبھی غلط کبھی پسندیدہ کبھی بد آئینہ شاہد صادق کے اثر بہت ہوتے ہیں لیکن انکو ہر کوئی پہچان تو نہیں سکتا شعر آئندہ میں دعا ہے کہتے ہیں کہ ای پروردگار ہمارے ہم تجھے مانگتے ہیں تو وہ تیرا ہکوعطا کر جس سے ہم اس نشان کٹر کو راست سے پہچان لیں تو جانتا ہے کہ جس کو تیرا بذات خود کیسے ہو اس سبب سے کہ جس خود نور شہ کو ملتی ہے ہکوعطا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نظر بنور اسد یا کوئی حدیث ہے یا کوئی قول ہے اور جو اثر نہیں ہوتے تو سبب مظهر ہوتے ہیں جو فعال ہیں خواہ ربائی خواہ غیر ربائی جیسے خویشی و یگانگی کہ محبت سے خبر دیتی ہے مگر ہاں جبکا امام پیشوا نور حق کا ہے وہ اثر اور سبب کا غلام و مطیع نہیں ہوتا اس نور اسد کے ہونے کے جسکے دماغ میں بھر جائے ظاہر کہ وہ اثر کا کیون غلام ہوگا کہ محبت دل میں اثر کرے اور شعلہ زن ہو اور ہتھوڑا ہونے کے اثر سے فارغ کر دے اسکو حاجت کسی کے اعلام محبت کی کیون ہوگی جب اسکی محبت کا خود نور آسمان پر پہنچ گیا فرماتے ہیں کہ اس میں بہت تفصیل ہیں اگر وہ بیان کی جائیں تب سخن تمام ہو لیکن تو ان کو ڈھونڈ میں تو سلام کرتا ہوں اگرچہ جو کہا گیا کہ اسی صورت میں معنی ظاہر ہیں لیکن تاہم صورت معنی سے قریب بھی ہے اور بعید بھی اور دونوں ایسے ہیں جیسے دلالت آب و درخت کی کہ درخت آب ہی سے جستا بڑھتا ہے آب آئین ایسا آئینہ ہوتا ہے لیکن جو ماییت کو آب و درخت کی دیکھو تو دونوں نہایت دور ہیں و آنکہ دیکھ کہ آب و خشک و آفتاب سے کیسا درخت عالی جوانی کے وقت میں ہوتا ہے اور جب انکی ماییت کی طرف نظر کرے تو تینوں ایک دوسرے سے دور دور ہیں اب تو بیان ان ماییات و خاصیات کا ترک کر اور ان دونوں رزق جو کی جو اعرابی ہے اور اسکی عورت شرح کر الخلاف شرح میں در اثر کو در اثر اور مراثرہا کو سین سے اور بجائے عالی در شباب کے عالم در شباب

راضی ہونا اعرابی کا عورت کی التماس پر اور مبالغہ کرنا کہ مجھ کو اس تسلیم میں کوئی جیلہ اور امتحان نہیں ہے

قولہ مرد گفت اکنون گزشت از خلاف کہ علم داری تیغ برکش از خلاف کہ ہرچہ کوئی مرزا فرما نیرم کہ در بدو نیکب آید اور اینکرم کہ در وجود تو شوم من منعمم کہ چون مجھ حب نیمی و یضیم کہ گفت زن آہنگ بزم میکنی کہ باجیبت کشت سرم میکنی کہ گفت و البعد عالم السمرانی کہ کافرید از خاک آدم راضی کہ در سہ کز قالب کہ دانش را ہونہ ہرچہ در الواح و در الواح بودہ یا داد دشمن لوح محفوظ بودہ تا بدایت انجہ در الواح بودہ

تا ابد ہرچہ کہ از پس بود و پیش بہ درس کرد از علم الہامی خوش بہ تاملک بخود شد از تدریس او بہ قدس دیگر یافت از تقدیس او بہ آن کشادشان کز آدم رونمودہ در کشاد آسمانہا نشان نبودہ در فضائی عرصہ آن پاک بان بہ تنگ آمد عرصہ ہفت آسمان بہ گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است بہ من گنج بہج در بالا و پست بہ در زمین و آسمان و عرش نیز بہ من گنج این یقین دان ای عزیز بہ در دل مومن گنج ای عجب بہ گرم را جوئی در ان دلمہا طلب بہ گفت فاذل فی عبادی تکتفی بہ جثۃ من رؤیتی یا متقی بہ عرش با آن نور باہنای خوش بہ چون پدید اورا برفت از جلے خوش بہ المعنی تبر بالکسر و تشدید را نکوئی و احسان صفتی برگزیدہ الواح جمع شمتہ چو بی یاسی و حاجی فراتے بن اعرابی نے عورت سے کہا اب سارا جھگڑا اور خلاف میں نے چھوڑا حکم تیرے واسطے ہو ابھی تیغ میان سے کھینچ اور مجھ کو مار ڈال تو جو کچھ کہے میں تیرا فرمانبردار ہوں چلے نیک کر چلے بد میں کسی کی طرف دیکھو نگاہی نہیں اب میں تیرے وجود میں آپ کو معدوم کر دوں گا اس واسطے کہ جب تو میری محبت ہو اور احب یہی ویسم کہا ہو یعنی محبت اندھا بہر اگر دیتی ہو تو پھر تیرے نیک و بد کو میں کیسے ٹوکوں گا اور دیکھو نگاہ عورت نے کہا کہ ان باتوں سے ارادہ احسان و نیکی کا ہو یا تو اس جیل سے میرے دل کا بھید لیتا ہو مرد نے کہا قسم ہو اللہ کی جو جلتے والا اسرار پوشیدہ اور خفی کا ہو اور جسے خاک سے آدم کو چیدہ اور برگزیدہ پیدا کیا آئندہ اشعار پھر صفات خدا تعالیٰ میں ہیں اور وہ الصالحین نے تین گز کا قالب آدم کو دیا اور اس اتنے سے قالب میں جو کچھ الواح میں کہ آسمان میں تھا یا جو کچھ ارواح میں تھا اب ظاہر کر دیا اور سارے عالم وجود کی لوح محفوظ اُس کو یاد کرادی جو کچھ الواح میں تھا اب اُس نے جان لیا اور جو کچھ کہ ابد تک ہو کہ منجملہ اسکے جو پہلے وجود آدم سے ہو چکا تھا وہ اور جو بعد کو ہونے والا تھا اب کے اسم و نام پڑھادیے چنانچہ قرآن میں ہی و علم آدم الاسرار کما سکھائے اُس نے آدم کو جملہ چیزوں کے نام تو بہنگام عرض ملائک کے جو آدم نے نام اشیا کے ملائک سے پوچھے جملہ ان کے سبق سے حیران رہ گئے اور ان کی تدریس سے بخود ہوے اور انکی تقدیس سے دوسرا قدس انکو حاصل ہوا جیسا کہ فرمایا ہو نعم عرضہم علی الملائکۃ فقال انبئونی باسما ہولاء المکتوم صادقین پھر پیش کیا خدا نے اُن چیزوں کو فرشتوں پر کہ تم ان چیزوں کے اگر اپنی بات میں سچے ہو تو مجھ کو نام بتاؤ اور بات وہی جو فرشتوں نے کہا تھا کہ تو ایسے کو غیغہ کرنا چاہتا ہو جو زمین میں فساد اُٹھائیں گے اور غوریزی کریں گے جس جو کشاد کہ آدم سے فرشتوں کو حاصل ہوئی انکے آسمانوں میں نہ تھی اور آدم کی جہان پاک کے میدان کو ایسی فضا بخشی اور کشاد عطا کی جیسر میدان ہفت آسمان کا تنگ ہوا آسمان مقبول علی الصلیہ وسلم نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا جو کہ میں دراز میں و آسمان میں نہیں سماتا ہوں اور زمین آسمان ہی مطلق نہیں بلکہ عرش بھی پس ای عزیز اس بات کو تو یقین جان لے لیکن تعجب

مکھویہ ہو کہ مومن کے ذرا سے دل میں سما جاتا ہوں اگر کچھ ڈھونڈے تو ان دلون میں ڈھونڈنا اور فرمایا کہ تو میرے خاص بندوں میں داخل ہو ضرور دیکھے گا ایک جنت میری دیدار سے ایسی متقی جیسا کہ فرمایا فاعلی فی عبادی و اعلیٰ جنتی شعر مولانا رحم میں اقتباس اسی آیت سے ہو اور جو آیت میں فاعلی و اعلیٰ صیغہ مونث کے ہیں وہ برعایت نفس مطمئنہ کے ہیں اور شعر میں اعلیٰ صیغہ مذکر رعایت محل عرش نے باوصف اپنے نور و چوڑائی کے جو اسکو دیکھا تو اپنے آپ سے باہر ہو گئے الخلاف شرح بحر العلوم میں عالم السیرۃ فی بزیا دت و اولکھا ہو اور شان نبود کو ہندو قو کہ خود بزرگی عرش باشد بس پدید ہو یک صورت کیست چون معنی رسید ہر ملک میگفت مار پیش ازین ہا الفتی میبود بر روی زمین ہ تخم خدمت در زمین میکا شتیم ہ زمین تعلق با عجب میداشتیم ہ کین تعلق چیست با این خاک مان ہ چون سرشت ما بدست از آسمان ہ الف ما انوار با ظلمات چیست ہ چون تواند نور با ظلمات زیست ہ آدما این الف از بویے تو بود ہ زانکہ جسمت را زمین بدتا ریو ہ جسم خاکست را ازینجا یافتند ہ نور پاکت را درینجا یافتند ہ انکہ جان ما ز نورت یافتست ہ بیش بیش از خاک آن برتا یافتست ہ در زمین بودیم و غافل از زمین ہ غافل از بجے کہ دروے بدوین ہ چون سفر فرمودار از ان مقام ہ تلخ شد مار از ان تحویل کام ہ تا کہ جہتتا ہیگفتیم ما ہ کہ بجای ما کہ آید ایخدا ہ نور این تسلیج و این تسلیل ما ہ میفروشی بہر قال و قیل را ہ علم حق گستر دہر با بساط ہ کہ گوئید از طریق انبساط ہ ہر چہ آید بر زبان تان ہ یخدا ہ بچو طفلان یگانہ با پدر ہ ما ہیمدانیم خود را ز شہاد لیکہ مچویم آواز شہاد المعنی الف بالکسر خو گری و دوستی تحویل پھر نا پھر انا تسلیج سمان اللہ کننا تسلیل لالہ اللہ کننا بتائید صدر فرماتے ہیں کہ بزرگی عرش کی خود ظاہر ہو جسکی صفت میں مجید آیا ہو لیکن معنی کے ہوتے صورت کو گن پوچھتا ہو آئندہ کیفیت ملائک کی مذکور ہو کہ ہر فرشتہ کتنا تھا کہ قبل اس سے چکوزمین سے نہایت الفت تھی ہم خدا تعالیٰ کی بندگی کا تخم زمین میں بوتے تھے اور جو ہمارے دل کو ایک تعلق زمین سے غلبہ زمین پر دل لگتا تھا اس سے حیران و متعجب تھے کہ ہماری سرشت تو آسمان سے ہوئی پھر ہماری دل لگی خاک سے کیوں ہو ہمارے انوار کو الفت ظلمات سے کیوں ہو اور نور می ظلمت میں جو تیرہ خاک ہو کیسے زیست کر سکتا ہو آب ای آدم معلوم ہوا کہ یہ الفت تیری بوسے تھی اس سبب سے کہ تیرے جسم کا تانا بانا زمین سے تھا تیرے جسم خاکی کو یہیں سے بنا اور تیرے نور کو بھی یہیں چمکایا فاعل دونوں فعل کے قضا و قدر اور جو یہ ہماری جانوں نے تیرے نور سے نور پایا ہو بہت ہی بہت سبب خاک سے چمکا ہو ہم زمین میں تھے اور زمین سے غافل نہین جانتے تھے کہ ایسا بڑا خزانہ زمین میں دبا ہو جب چکوا اس مقام یعنی زمین سے سفر کا حکم ہوا موافق اس آیت کے انی باعلی الارض خلیفہ یعنی یہ کہ ای فرشتو تم زمین کو چھوڑ دو ہم اس میں اپنا ایک خلیفہ کریں گے تو چکوا اس جگہ پہنچانے سے

بڑی تلکامی ہوئی یہاں تک کہ ہم بڑی محنتیں کرتے رہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے قالوا اتجعل فیہا ویسفاک الدمار فرشتوں نے کہا کیا کرے گا تو زمین میں غلیظ ایسے کو جو اُس میں فساد اٹھائے اور خوریزی کرے اور کہتے تھے کہ اے خداوند کریم کون ہماری جگہ آئیگا ہمارے تسبیح و تہلیل کے نور کو جیسا کہ کہا و نحن تسبیح بحمک و تقدس لک یعنی ہم تیری تسبیح و تہلیل کرتے ہیں قال و قبل کے ساتھ پتا ہوا کہ تعالیٰ کے علم نے کہ ہمارے دل سے واقف تھا ہماری عرض معروض کا بساط فرخ پھلایا تھا بمقتضائے انبساط کہ جو تمہارا دل چاہے اور جو تمہاری زبان پر گزرے کہو ہم تمہاری بات سینگے جیسے پہلے ہوئے بچے باپ سے کہتے ہیں اگرچہ ہم تمہارا بھید خوب جانے ہوئے ہیں لیکن تمہاری آواز ڈھونڈتے ہیں یعنی زبان سے کہلانا قولہ زانکہ این دمابے نالائق ست بہ رحمت من بر غضب ہم سابق ست بہ ازپے اظہار این سبقت اے ملک بہ در تو نیم داعیہ اشکال شک بہ تا بلوئی و نگیرم بر تو من بہ منکر علم نیا ردوم زدن بہ صد پد ر صدمہ در اندر علم ماہ ہر نفس زائد در افتد در فنا بہ علم ایشان کف بحر علم ماست بہ کف رود آید وے دریا بجاست بہ خود چلویم پیش آن در این صدف بہ نیست الا کف کف کف کف بہ حق این کف حق آن دریاے صاف بہ کا متحانے نیست این گفت و نہ لاف بہ از سر مر و وفا ہست و خضوع بہ حق آنکس کہ بدودارم رجوع بہ گریہ پیش امتحانست این ہوس بہ امتحان را امتحان کن یک نفس بہ سر پیوشان تا پدید آید سرم بہ امر کن تا ہرچہ بروی قادرم بہ دل پیوشان تا پدید آید دلم بہ تا قبول کرد ہر انچہ قابلہم بہ چون کم در دست من چہ چارہ است بہ دگر تا جانن چہ کارہ است بہ المعنی دم نفس و فریب و لاف سبق بالفتح آگے چلنا اور دوسروں سے بڑھ جانا داعیہ خواہش و ارادہ کف بفتح و تشدید فاندی جھاگہ جیسے کف دریا و کف مایون خدا تعالیٰ نے فرمایا اس سبب سے ٹکڑ خست کہنے کی دیجاتی ہے کہ تمہارے دم نہایت نالائق ہیں یعنی فساد اور خشک دم اور دعویٰ تسبیح و لاف تقدیس جو قابل غتاب و غضب کے ہیں لیکن رحمت ہمارے غضب پر سابق ہے غضب قدم رکھنے نہیں پاتا کہ یہ اُس سے آگے قدم بڑھا کے رکھ دیتی ہے کہ فرشتہ تو نے جو اظہار اس سبق کا کیا ہے اور اور دن سے آگے بڑھ کے چلا ہے میں تجھ میں اشکال شک کی خواہش رکھتا ہوں یعنی ٹھہراتا ہوں کہ معذور تھا شک کی اشکال پیدا ہو میں اس سبب سے کہ اٹھا تو تو کہے اور میں پیچہ گرفت نکرون اور جو منکر میرے علم کے ہیں دم نہ مار سکیں ہمارا وہ علم جو کہ سیکڑوں پاپ اور سیکڑوں مان ہر دم اس میں پیدا ہوتی ہیں اور فنا ہوتی ہیں کہنے زیادہ دنیا میں کوئی شفیق و علیم نہیں سوائے یہ کیفیت ہمارے جو علم کا دریا ہے الکا علم اس دریا کی جھاگہ ہیں جو دریا میں آتی جاتی رہتی ہیں مگر دریا قائم رہتا ہے اب مولانا رحم فرماتے ہیں میں اُسکے علم کے سامنے کیا کسی کے علم کا نام لون کہان در کہان صدف بس جو کو ٹکا تو یہی کہون گا جھاگہ کی جھاگہ کی جھاگہ کا جھاگہ سوائے کچھ نہیں یہاں تک ذکر حضرت آدم اور ملائکہ کا تھا اب پھر وہ اعرابی اپنی عورت کے سامنے

قسم کما کے کتا ہو کہ قسم ہو اس کف یعنی علم ملیون اور اُس دریائے صاف کی جو علم خدا تعالیٰ کا ہو کہ میری یہ بات نہ امتحان تیرا نہ میری سنجی بمقتضائے مہر و وفا اور عجز و زاری کے ہو قسم ہو اُسکی کہ جسکی طرف میں رجوع ہو رہا ہوں اگر تیرے نزدیک یہ بات ہو کہ میں تیرا امتحان کرتا ہوں اپنی ہوس سے تو تو دم بھر میرے امتحان کا امتحان کر لے اپنا بھید مجھ سے مت چھپائے تو میرا بھید تجھ پر کھل جائے مجھے اُس بات کو کہ جس پر میں قادر ہوں دیکھ تو کرتا ہوں کہ نہیں تو اپنا دل مجھ سے مت چورائے تو میرا دل بھی کھلے اور جس چیز کے قابل ہو قبول کرے میں کیا کروں میرے اختیار میں کوئی بات نہیں ہو نہ مجھ کو کچھ بن آتا ہو تو میری جان کو تو دیکھ یہ کس کام کی ہوس ہے کیا ہو سکتا ہو الخلاف اندر علم ماکو علم ما اور ولی دریا کی جگہ دل دریا شرح بحر العلوم میں غلط لکھا ہے

مقرر کرنا عورت کا طریق تلاش روزی اور مان لینا شوہر کا

تو کہ گفت زن نک آفتابی یافتست و علی زور و شانی یافتست و نائب رحمن خلیفہ کر دگار و شہر بغداد است از وے نو بہار و گر بہ پیوندی بدان شہ شہ شوی و سوے ہر ادبار تا کے پیروی و دوستی مقبلان چون کیماست چون نظر شان کیماست خود کجاست و چشم احمد برا بوبکرے زدہ و از یک تصدیق صدیقی شدہ و گفت من شہ را پذیرا چون شوم و بے بہانہ سوے او من چون روم و نسبتی یاد مرا با حیلے و ہیچ پیشہ راست شد بے آتے و ہجو مجنونیکہ بشنید از یکے و کہ مرض آمد بہ لیلے اندکے و گفت آوہ بے بہانہ چون روم و در بہانہ از عبادت چون شوم و کیتے کنت طیباً عاذراً و کنت ایشے کھو کیتے شائفاً و قل تعالوا گفت حق را بدان و تا بود شرم دشمنی مارا نشان و شیران را اگر نظر آلت بدے و روز شان جولان و خوشحالت ہستہ و گفت چون شاد در کرم میدان رود و عین ہر بے آلتی آلت شود و زانکہ آلت دعویست و ہستیت و کار در بے آلتی و ہستیت و گفت کے بے آلتی سودا کنم و تانہ من بے آلتی پیدا کنم و پس گواہی باید مہر مفلسی و چشم رحمے کند در مطلبی و گو گواہی غیر گفت و کو درنگ و داکتا رحم آرد شاہ شنگ و کین گواہی کہ گفت وزنگ بد و نزد آن قاضی القضاۃ ابجرح شدہ و پس گواہی زاندر و ن می باید مہر و گواہی از برون می باید مہر و صدقے باید گواہ حال او و تا بتا بد نور او بے قال او و المعنی پذیرا مقبول کے معنی میں بھی ہو آوہ معنی آہ عیادت بکسر یا پر سی قاضی القضاۃ قاضی قاضیان جرح باضم ریش و زخم فرماتے ہیں کہ عورت نے مرد سے کہا ہے آفتاب نکلا اور جہان جو تیرہ و تاریک ہو رہا تھا روشن ہو گیا شہر بغداد میں ایک خلیفہ نائب خدا کا ہو جس سے بغداد و گلزار و بلخ بہار ہو رہا ہو اُس بادشاہ سے مل کہ تو بھی بادشاہ ہو جائے اس ادبار و بدبختی کے پیچھے کتبک پھر پگا مقبلوں کی دوستی مثل کیماست کہ کہ ایک دم میں داندے کو اعلیٰ بلقی ہو اور اُنکی نظر جیسی کیما کمان ہو کہ جس پر حیلے کندن ہو جائے دیکھو ذرا آنکھ کھلی جائے

آلی ابو بکر پڑھی ایک ہی تصدیق میں تمام عالم میں صدیق ہو گئے اعرابی نے کہا کہ میں پادشاہ کے یہاں مقبول کیسے ہو گا بدون کسی جیلہ بہانہ کے اسکے پاس کیسے جاؤں کسی جیلہ سے جکو نسبت ہونا چاہیے بھلا کوئی پیشہ بھی بے آلہ کے ٹھیک ہوا ہے جیسے مجنون کہ ایک شخص سے اسنے سنا کہ لیلی کچھ بیمار ہو گئی ہو کہا آہ بے بہانے کیسے جاؤں اور جو عیادت سے رہاؤں تو کیسا نا کارہ بنوں کیا اچھا ہوتا کہ میں کوئی طبیب عاذق ہوتا کہ اس جیلہ سے لیلی کی طرف پر شوق ہو کے جاتا اسد تعالیٰ نے بھی حضرت کو حکم کیا کہ تم انکو بلاؤ تا تمھارے بلانے سے انکے ناخواندہ بننے کی شرم ٹوٹ جائے اور انکو ایک نشان لمباے شہپرہ کے پاس مثل اور پرندوں کے آلہ نظر کا نہیں لہذا دن کو کو نوں میں گھستا پھرتا ہو اگر ہوتا تو یہ بھی اور پرندوں کے مانند اڑتا پھرتا اور خوش حالت ہوتا عورت نے کہا کہ جب پادشاہ میدان کرم میں جاتا ہے بیٹے سخاوت کرنے پڑا ہا ہو تو کسی جیلہ آلہ کی حاجت نہیں ہوتی بے آلتی عین آلت ہو جاتی ہو تو فکر بے آلتی کی کیوں کرتا ہو اس سبب سے آلت سے دعویٰ اور ہستی معلوم ہوتی ہو کہ ہم بھی کچھ ہیں اور معاملہ اچھا بے آلتی وہستی سے نکلتا ہو مرد نے کہا کہ ایسی بے آلتی کے خط کا میں کب خریدار ہوؤں اور اسکو اچھا جانوں جب تک کہ اپنی بے آلتی اچھی طرح نہ پیدا کر لوں پس اپنی مغلسی پر کوئی گواہ ضرور جیسے تو بادشاہ میری مغلسی پر رحم کرے اب تو یہی بتا کہ سواے رنگ برنگ باتوں کے اور کوئی گواہ بھی ہو کہ بادشاہ شوخ و طریف جسکی گواہی سنکے رحم کرے نہ کہ ایسا گواہ جو گفت و رنگ یعنی مکہ و فریب سے تھا قاضی القضاۃ کے نزدیک جو بادشاہ ہو اگر جرح ہو گیا اسے خاص جرح زخمی و ریش جو مراد بگڑے ہوے گواہ سے ہی پس مجھ کو تو گواہ اندرون سے چاہیے ہو نہ گواہ بیرون سے یعنی صدق درکار ہو کہ حال اندرون کا گواہ ہو تو نور اسکا بدون اسکی گفتگو کے چکے اختلاف شرح بحر العلوم میں شاد کرم کو شاد کرم لکھا ہو اور کو گواہی کو تو گواہی شاہ سنگ میں لفظ شاہ مکرر اور ابجرح کو ابجرح اور شاہ کو بتلید

تحفہ لیجانا اعرابی کا سبوا آب باران کا باد یہ سے بغداد کو خلیفہ کے پاس اس گلشن سے کہ وہاں پانی کا قحط ہے

قولہ گفت زن صدق آن بود کہ بود خویش پاک بر خیزے تو بامجہود خویش آب باران ست مارا در سیوہ ملک و سرمایہ و اسباب توہ این سبوی آب برابر دار و روہ ہدیہ ساز و پیش شاہنشاہ شوہ گو کہ مارا غیر ازین اسباب نیست در مظاہرہ ہیچ بہرین آب نیست کہ خزائنش پر زور فخر ست کہ اینچنین آبش نباشد نادرست چہیست آن کوزہ تن محصور ماہ اندران آب حواس شور ماہ ایخدا و ندان خم و کوزہ مراہ در پذیر از فضل اللہ اشتہری کہ کوزہ باونج لولہ تیغ حس پاک دار این آب را از ہر نجس کہ تا شود زین کوزہ منفذ سوے بحرہ تا بگردد کوزہ من خوسے بحرہ تلچہ ہدیہ پیش سلطان شہری بہ پاک بیند باشد شہ شہ مشتری بہ بے نہایت گرد و آبش جہاں ان

پیر شود از کوزہ تا صد جهان و لولہا بر بند و پر دارش زخم و گفت عنون ہوا البصار کمہ ریش او پر با و کین ہر پیر است
 لائق چونان شے اینست راست و ان ہند انست کا بچا پر گزردہ ہست جاری و جلد ہر چون شکر و در میان شہر
 چون دریا روان و پرز کشیتسا و شست ماہیان و رونبر سلطان و کار و بارین و حسن و جبرمی کشتا الا نہارین
 ہرچنین حسا و ادکات ماہ قطرہ باشد دران بحر صفا و بازو و بازین و بازیاب و از کہ از من عذرہ ام الکتاب
 المعنی تجود استطاعت و قدرت کردہ شدہ و کوشش کردہ شدہ معافہ و نفق و زلے معجمہ سیابان جس سے
 سسل گذر جائے تو کہ ہوا و مہول ہندی نوئی ام الکتاب سورہ الحمد و قرآن مجید و لوح محفوظ و عقل اول کہ مرتبہ مدت
 کا ہر عورت نے کہا کہ صدق تو یہ ہے کہ اپنی بود سے یعنی جو کچھ تیرے پاس موجود ہے تو اس میں سے کوئی پاک چیز اپنی
 استطاعت و لے کے پاس لیجا چنانچہ ایک گھڑ پانی مینہ کا گھڑے میں ہوا و تیری ملک اور چہے سرمایہ اور تیرے
 اسباب سے اس گھڑے پانی کو اٹھائے اور تھنہ کر کے شہنشاہ کے پاس لیجا اور کہہ کہ ہمارے پاس سوا اسکے کوئی
 اسباب نہیں ہے نہ ہمارے جنگل میں اس سے بہتر پانی اگرچہ خزانہ اسکا درفاخر سے بھرا ہو لیکن ایسا پانی اسکا یہاں
 بھی نہوگا یہ ایسا نادر ہے گو یا در خوش آب کی آب سے زیادہ آئندہ مقولات مولانا رحم فرماتے ہیں کوزہ کیا ہے یہ
 تن محصور ہمارا ہے اور اس میں آب شور جو اس کا بھرا ہے جس امر خدا و ندا اس میرے غم و کوزہ کو اپنے فضل سے
 قبول کر اور اسکا خریدار ہو جیسا کہ تو نے فرمایا ہوا ان السائل شرے من المؤمنین انفسهم و اموالہم بان لم یجتہ
 بیشک اللہ خریدتا ہے مومنوں سے انکی جان اور انکے مال کو اس عوض میں کہ انکے لیے جنت ہے جو یہ ایک
 کوزہ ہے کہ حسین پانچ ٹوٹیاں بیخ حس کی ہیں اس کے پانی کو ہر جس سے پاک رکھ تو اسکی راہ و جریان
 دریا کی طرف ہوا اور اس دریا سے اسکی خوبی دریا کی سی ہو جائے اور جب تھنہ اعرابی کی طرح تو اسکو سامنے
 سلطان کے لیجائے تو اسکی پاکی و طہارت دیکھ کے بادشاہ بھی خریدار ہووے اور جو بادشاہ خریدار ہو جائیگا تو پھر
 آسمین بے نہایت پانی ہو جائیگا جسے کہ اس ایک کوزہ سے سو جہان تک بھرا جائیگا تو اسکی ٹوٹیاں بند کر دے
 اور ختم سے بھرا رکھ جو عشق ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہو قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم و یحفظوا فروجہم ذلک
 از کی لہم ان السخیرہ یصنعون کہ امیر مومنوں کو کہ بند کرین انکھیں تا محرم سے اور محفوظ رکھیں اپنی فرجوں کو
 محل حرام سے یہ بڑی پاک بات ہے انکے واسطے بیشک السخیرہ دار ہے اس سے جو کچھ وہ کہتے ہیں آئندہ پھر ذکر
 اعزالی کی طرف رجوع فرمایا یعنی پانی لیکے چلے کا قصد تو کیا لیکن ریش پر باد تھی اس بات سے کہ ایسا تھنہ
 کے پاس ہے بیشک لائق ایسے ہی بادشاہوں کے ہے جیسا کہ بادشاہ بغداد کا ہے اور یہ نہیں یا تتا تھانہ ہوا
 بادشاہ بغداد کے جلد ہادی ہے جو مثل شکر کے شیرین ہے اور شیرین ترین اسکی دریا کی طرح جا ہی ہے میں کشتیاں
 کشتیاں ہیں کہ میں میں ایسی عقیق و عریض ہیں آب چل بادشاہ کے پاس واپس لکھنا و بادشاہ

کہ حسن تجریمی من تحتہ الاشارہ کا کھل رہا ہے یعنی جنت ہو رہا ہے پھر مقولہ مولانا راح کا ہے کہ ایسے ہی ہمارے جس اور ادراکات ایک قطرہ ہیں اُس بحر صفائیں جیسے اعرابی کا گھڑا تھا اور دجلہ آب تو پھر ڈھونڈو اور پھر دیکھ اور پھر حاصل کر اور کس سے جسکے پاس ام الکتاب ہے کہ وہ خدا تعالیٰ ہی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا علمائے دین الخلاف شرح بحر العلوم میں پاک بر چہرے کو پاک بر خیز می لکھا ہے اور تا صد جہان کو اصد لوہا کو تو جہاں بر بند کو بر بند

نزدین سینا عورت کا سپو کو اور اسپر مہر لگانا

قولہ مرد گفت اگر زن سپو را سر بہ بندہ بین کہ این ہدیہ است مارا سود مندہ درند در دوز تو این کو زہ را کہ تا کشاید شدہ بہدیہ روزہ را کہ چنچین اندر ہمہ آفاق نیست کہ جز حقیق و مایہ اذواق نیست کہ زانکہ ایشان را بہاے تلخ و شورہ دانما بر علتند و نیم کورہ مرغ کا ب شور ہا شد سکشن کہ او چہ دانہ جائے آب روشنش کہ ایکہ اندر چشمہ شورست جات کہ تو چہ دانی شط و جیحون و فرات کہ ایکہ تو نارستہ زین فانی رباط کہ تو چہ دانی سحر و سکر و انبساط کہ و بردانی نقلت از اب و جدست کہ پیش تو این ناما چون ابجدست کہ ابجد و ہوز چہ فاش است و پدیدہ بر ہمہ طفلان و معنی بس بعید کہ بس سپو برداشت آنزد عرب کہ در سفر شد میکشیدش روز و شب کہ بر سپو لرزان بد از آفات دہرہ میکشیدش از بیابان تا بشہر المعنی رحیق شراب خالص اذواق جمع ذوق شط کنار دیا و جو و رود جیحون و فرات ہر دو نام دریا سحر بالفتح ہوشیاری از مستی اور پاک ہونا آب پد رہ پدید ہونے کہا اگر عورت اس گھرے کا سر بند کر دے دیکھ یہ تحفہ ہمارے واسطے نہایت سود مند ہے اسکو نہ مین سی دے تو پاؤ شاہ اس تحفہ سے روزہ کھولے روزہ کھولنا اس سبب سے کہا کہ گویا ایسے نفیس پانی سے اب تک اُسکا روزہ تھا کبھی نہیں پیا اس سبب سے کہ ایسا پانی تمام جہان میں نہیں ہے یہ پانی رحیق ہے نہایت صاف اور مایہ اذواق یعنی مزے اس سے پیدا ہوتے ہیں اور بتے ہیں اور یہ اسوجہ سے اسنے کہا کہ ہمیشہ تلخ و شور پانی پی پی کے پر طلت اور اندھی و صندی ہو رہی تھی آئندہ مقولات مولانا راح جس مرغ کا کہ آب شور میں مسکن ہوتا ہے وہ قدر آب روشن کی جگہ کی کیا جانے اگر مخاطب تیری جب چشمہ شور میں جگہ ہے تو شط و جیحون و فرات کو کہ چشمے بستی ہیں کیا جانے تو تو اس فانی مسافر خانہ سے اسی خلاص نہیں ہو تو ہوشیاری اور مستی اور انبساط حق کو کیا سمجھے اور اگر کچھ جانتا ہے تو وہی نقل باپ دادے کی جیسی اُنسے سنتا آیا ہے اس سحر و سکر و انبساط کے نام سے اُنسے جگہ یا دین سے لڑکون کو لکھ اسکو تو خیال کر ابجد ہوز لڑکون پر کیسی فاش و ظاہر ہے لیکن معنی اسکے اُنسے نہایت دور ہیں یہی تیرا حال ہے آئندہ پھر ذکر اعرابی کا ہے کہ اُس اعرابی نے بعد درست ہو جانے کے گھرے کو اُٹھایا اور سکیا لڑات دن اُسکو لادے رہتا تھا اور آفات زمانہ سے ڈرتا رہتا تھا کہ ایسا نہویہ گھر لپکتا جلتا

اور جگل جگل سے شہر شہر کو لیے جاتا تھا اختلاف شرح بحر العلوم میں بجائے آبن کے آسے اور بجائے اذواق
اور اوراق قولہ زان مصلی باز کردہ از نیازہ رب سلم ورد کردہ در نماز کہ نگہدار آب مارا از خسان بہ یارب این مرد را
بدان در یارسان کہ گرچہ شویم آگست و پرفتن ست بہ لیک گوہر ہزاران دشمن ست بہ خود چہ باشد گوہر آب
کو شربت بہ قطرہ زان آب اصل گوہر است بہ از دعا ہے زن و زاری او بہ وز غم مرد و گرانباری او بہ سالم از دزدان
و از آسیب سنگ بہ برد تادار اختلاف بید رنگ بہ دید در گاہے پر از انعاما بہ اہل حاجت گستریدہ داماد بہ
و مہدم ہر سوی صاحب حاجت بہ یافتہ زان در عطا و نفع بہ بہر گہر و مومن و زیبا و زشت بہ ہیچو خورشید مطہل چون
ہشت بہ دید قوے در نظر آراستہ بہ قوم دیگر منتظر برخواستہ بہ خاص و عامہ از سلیمان تا بہرہ زندہ گشتہ چون جہان از
نفع صورہ اہل صورت زان جو اہر یافتہ بہ اہل معنی بحر در یافتہ بہ آنکہ بے ہمت چہ باہمت شدہ بہ آنکہ باہمت
چہ با نہمت شدہ بہ باہک نمی آید کہ ای طالب بیا بہ جو محتاج گدایان چون گدای جو محتاج ست خواہد طالبی بہ
ہیچنانکہ تو بہ خواہد تا بہی بہ المعنی مصلایا بجائے نماز مطر ابر بارندہ الغرض مرد تو اُدھر گھر لیک گیا عورت نے یہاں
مصلایا ہچھا کے بڑی زاری کے ساتھ رب سلم کا ورد نماز میں یعنی بخشوع و خضوع شروع کیا کتنی تھی ای میرے
پروردگار ہمارے پانی کو چورون وغیرہ سے بچاؤ اور اُس دریا تک پہنچاؤ اگرچہ شوہر میرا بڑا واقفکار و پرہیزجو
لیکن اُسکے پاس گوہر جو اور گوہر کے ہزارون دشمن چھوکتی تھی گوہر کیا چیز ہو وہ تو آب کو شربت اُس پانی کا تو
ایک قطرہ اصل و نژاد گوہر کی ہو بس عورت کی دعا و زاری اور مرد کی محنت و گرانباری کے تصدق سے چورون
اور سنگ سے صحیح و سالم اُس گھر کے کو بے تامل دار اختلاف تک لے گیا وہاں پہنچ کے ایک بار گاہ پر از انعام
و کیسی کہ ماہمند اپنے اپنے دام حاجت کے لگائے ہوئے تھے اور ہر ماہمند کو ہر طرف عطا و نفع مل رہا تھا
کافر و مومن اور اچھے بُرے سب کے حق میں وہ بار گاہ آفتاب تھی جس سے زرو جو اہر پیدا ہوتے ہیں اور ابر
باران جسکی صفت کشتی ہے من الماہر بلکہ بہشت تھی کہ جبین بہشتی کو سب کچھ حاصل ہوگا ایک قوم کو انعام الارم سے
آراستہ پیراستہ دیکھا ایک قوم منتظر خواستہ یعنی مال و عطا کی پانی تمامی خاص و عام سلیمان سے مورتک اُسکی عطا
سے ایسے زندہ ہوئے تھے جیسے نفع صورے جہان جی اٹھیکا جو اہل صورت تھے انھوں نے اُس سے جو اہر
پائے اور اہل معنی نے ایک بحر ناد رہا یا القصہ فیض صورت اور فیض معنی دونوں وہاں جاری پائے جو شخص
بے ہمت تھا اگر گدا و سائل ہمت والا یعنی بلند ارادہ اور بلند انداز ہوا اور جو باہمت تھا اگر شاگرد و صاحب کیسا
بہ نفع ہوا کہ جسکی حد نہیں اُس بار گاہ میں جو دیکھا رہا تھا کہ ای طالبو آؤ تمھاری طرح جو محتاج گدا کا ہو اور
محتاج محتاج کے کہ وہ طالب جو دکا جو طالب اُسکا جو جسے تو بہ تائب کو ڈھونڈ مٹی ہو کہ کوئی پختہ کار ہے
ہیچا جہان کہ جیسے گدا عاشق کرم کا ہو کرم عاشق گدا کا ہو اگر گدا کا صبر بڑھا جائے کرم گدا

کے دروازہ پر آئے اور کرم کا صبر ٹھہرایا تو گدا کرم کے دروازہ پر آئے لیکن صبر کمال
گدا کا ہوا اور نقصان کرم کا

قولہ جو دیوید گدا یان وضاعت بہ بچو خوبان کا نہ جو بند صاف بہ رے خوبان زائے زیبا شود بہ روی احسان
از گدا پیدا شود بہ چون گدا آئینہ جو دست ہان بہ دم بود پر دوسے آئینہ زبان بہ بس ازین فرمود حق وردہ الصبحی
بانگ کم زن ای محمد برگدا بہ بس گدا یان آئینہ جو دقتندہ وانکہ با جند جو مطلقندہ آن کی جو دش گدا آرد پدید بہ
واندگر کشند گدا یان را مزید بہ وانکہ جزاین دو بود خود مردہ ایست بہ او برین در نیست نقش پردہ ایست بہ
المعنی ضعات بہ کسر جمع ضعیف کم بعضی نفی مطلق کے ہر فرہاتے ہیں جو خود فقیر و ن اور ضعیفون کو دھونڈتا
ہو یہیے معشوق اچھا صاف آئینہ ڈھونڈتے ہیں صورت خوبون کی آئینہ سے زیبا ہوتی ہو اور صورت احسان
کی فقیر سے پیدا ہوتی ہو یعنی خدا کے احسان کی کس واسطے جیسے گدا تیرے احسان کا عاشق ہو تو خدا کا گدا ہو
اُس کا احسان بچہ عاشق ہو جس جگہ گدا آئینہ جو دائمی کا ہو تو خبردار سپردم پھونک کے یعنی سختی کے اُس آئینہ
کو تاریک مت کر کہ نقصان کی بات ہو پھر صورت جو کی مفقود ہو جائیگی اسی سبب سے خدا تعالیٰ نے سورہ
والضحیٰ میں فرمایا ہو فاما السائل فلا تنهر سائل کو محروم مت پھر اسی کا نفی مصرعہ ثانی اس شعر کا ہو بس علی العموم
فقیر آئینہ جو دق کے ہیں اور جو فقیر باقی ہیں وہ تو جو مطلق ہیں یعنی بلا اس قید کے کہ آئینہ جو دق کے ہیں
وہ خود جو دہی جو دہین مگر ان جو دالون ہیں کوئی ایسا ہو جس کا تھوڑا جو دہو کہ اُس کو گدا ناپا ہر کر رہا ہو اور کسی کا
مزید ہو کہ وہ فقیر و ن کو بہت بخشا ہو اور جو شخص ان دونوں کے سوا ہو ایک مردہ ہو اور وہ اس دروازہ پر ایسا ہو
جیسے دروازوں کے پردوں پر نقش تصویر کے ہوتے ہیں بچان اور بچس اور دروازہ سے باہر

فرق اس بات کا کہ ایک تو فقیر بھی خدا کا ہو اور تشنہ اور مشتاق بھی خدا کا اور ایک فقیر
خدا کا ہو اور تشنہ غیر کا

قولہ یک درویشی کہ او تشنہ خداست بہ ہست دائم از خدایش کار راست بہ یک درویشی کہ تشنہ غیر شدہ
او فقیر و ابلہ و بچہ شدہ نقش درویشی ست افنی اہل جان بہ نقش سگ را تو بیند از استخوان بہ فقر لغزدار و
نے فقر حق بہ پیش نقش مردہ کم نہ طبق بہ ماہی خاکی بود درویش نان بہ شکل ماہی یک از دیدمان بہ نقش
ماہی کے بود درویش آب بہ آن نہ آب نیگہ و در خراب بہ مرغ غناست او نہ سیرغ ہوا بہ لوت نوشاوند نوشد
از خدا بہ عاشق حق ست او بہر نوال بہ نیست جائش عاشق حسن و جمال بہ گر تو ہم میکند او عشق ذات بہ ذات
نیو و ہم اسما و صفات بہ وہم مخلوق ست و مولود آدم ست بہ حق نر اید ست اولم بولد ست بہ عاشق تصویر
و ہم غم نشین کے بود انہماستان ذوالامن بہ عاشق آئی و ہم کہ صادق بودہ آن جائز نش تاجہ بہ

شرح میخواب بیان این سخن در یک میترسم ز افهام کن در فهمای کنتہ کو تہ نظر صد خیال بد در آرد و فکر در
 ہر سلع راست ہر کس چہر نیست و طعمہ ہر مرغی انجہ نیست و خاصہ مرغی مردہ پوشیدہ چہ خیال ہی نادیدہ
 نقش ماہی را چہ دریا و چہ خاک و رنگ ہند و را چہ صابون و چہ زاک و نقش گر گلین نگاری بر ورق و ہا و نبار و
 از غم و شادی سبق و صورتش گلین و او فارغ از ان و صورتش خندان و او زان بے نشان و این غم و شادی
 کہ اندر دل خفست و پیش آن شادی و غم چہ نقش نیست و صورت خندان نقل ازہر نیست و تا از ان صورت
 شود معنی درست و صورت گلین نقش ازہر راست و تاکہ مارا یاد آید راہ راست و نقشہای کاہرین جامہاست
 ازہر و ن جامہ کین چون جامہاست و تابرون جامہ بینی و بس و جامہ بیرون کن در آرد ہم نفس و زانکہ جامہ
 در آنسور و نیست و جامہ از تن تن زبان آگاہ نیست و باز میگردم سوے قصہ عرب و از بیان سر را ز بلو لہجہ
 المعنی لوت بود و مجهول اقسام طعامی لذیذ فکر کسرا دل و فتح ثانی جمع فکر بالکسر و بالفتح کے زاک ہندی پشلی
 مولانا رحم فرماتے ہیں درویش دو قسم ہیں جیسے کہ سرخی میں لکھے گئے لیکن جو فقیر کہ نقشہ اور مشتاق خدا کے ہیں
 ہمیشہ انکا خدا تعالیٰ سے ہر کام راست و درست ہوتا ہے جو فقیر تشنہ اور مشتاق غیر خدا کے ہیں وہ محض محتاج اور
 احق اور بخیل ہیں وہ ایک تصویر درویش کی جو بیان اور نقش سگہ تو بھی انکی حیثیت کے مناسب اسکو ہندی
 والدے وہ فقیر لقمہ کا جو فقیر خدا کا نہیں ہوتا اور ایک مردہ پھر مردہ کے آگے طباق کیون رکھتا ہے جو فقیر روٹی کا جو
 وہ خاکی مچھلی ہے کہ صورت مچھلی کی رکھتا ہے اور دریا سے جو عشق ہو بھاگتا ہے مچھلی کی تصویر پانی کی محتاج ہوئی ہے
 ایسے کہ وہ بے پانی کے خراب نہیں ہوتی وہ گھر پھر غاؤ اسکی کیا پرواز کیا اڑان سیرخ نہیں ہو جو ہوا پر اڑتا ہے وہ
 لوگوں کی انواع اقسام نعمتیں لذیذ کھاتا ہے خدا کی محبت کی نعمت سے محروم ہے کوئی عشق مجازی کا ظاہر عاشق بنکے
 عاشق حسن و جمال خدا تعالیٰ کا بنتا ہے اور حقیقت جان اسکی عاشق نہیں ہے وہ عاشق نوال کا ہے تر نوالے کھائے کہ
 ملتے ہیں اور نذر و عطیات علاوہ اسکے اگر وہ اس عشق مجازی کو عشق ذات کا تو ہم کہے تو وہ عشق ذات نہیں
 ہے وہ ہم اسما و صفات کا ہے اسواسطے کہ وہ ہم صفات عشق سے پیدا ہوتا ہے اور یہ یعنی وہ ہم مخلوق و مولود ہے اور اللہ تعالیٰ
 کی ذات لم یولد کہ کسی سے وہ زائیدہ نہیں ہے پھر عاشق زائیدہ کا کیسے عاشق ذات کا ہو سکتا ہے جو شخص اپنی وہم
 کی تصویر کا عاشق ہے بس وہ عاشق خدا سے ذوالمنن کا کب ہے البتہ اگر وہ ہم کے عشق میں صادق اور پورا ہو اور
 جان سے عاشق ہو تو وہ اسکو حقیقت تک پہنچاتا ہے اب فرماتے ہیں کہ اس بات کا بیان بڑی شجہا ہوتا ہے مگر پرانی
 قصہ و النون سے ڈرتا ہوں نہیں کر سکتا جب لوگ کو تہ نظر اور پرانی فہم والے ہیں سیکڑوں خیال بد اپنی فکر میں
 لایکے خوب جان لو کہ سلع و جہد راست پر ہر کوئی غالب و قابو یافتہ نہیں ہے جیسے ہر مرغ حیرنا چیز کی خوراک
 نہیں نہیں ہے آہ خاصہ مرغ نہیں ایسا کہ مردہ گلا ستر پر خیال اندھا بیدار ظاہر ہے کہ مچھلی کی تصویر کو دریا و خاک

اور ہندو سیاہ رنگ کے رنگ کو صابون و پھنگری سب برابر ہیں وہ سفید ہی نہیں ہو سکتا اگر کسی کی تصویر ورق پر ایسی لکھی کہ جس سے حالت نگین کی مترشح ہو تو کیا اُسے غم و شادی کا سبق ہی نہیں پڑھا تصویر کی صورت نگین ہو مگر وہ اُس غم سے فارغ ہو اور کسی تصویر سے شگفتگی شکستی ہو مگر وہ اُس شگفتگی سے بے نشان ہو پس یہ غم و شادی ظاہری جو دل میں بھی ہوئی ہو اُس غم و شادی حقیقی کے مقابل سوائے نقش کے نہیں ہو لہذا اگر عاشق مجاز کے وہ صورت خندان نقش کی تیرے واسطے ہو کہ تو اُس صورت سے اپنے معنی کو درست کرے اور صورت نگین نقش کی جو عشق حقیقی ہو ہمارے واسطے ہو تاہو اپنی راہ راست یاد ہو جائے تمام مراد ذات انسان سے نقش تمام اسرار باطنی از برون برون ظاہر آزاہمین مجاوزت کا ہے یعنی ظاہر سے اُدھر جاوے جو دظاہری لکین میں کاف بیان جاوے کہ جام جام ہو جسکے معنی شیشہ جام ہوے معنی یہ کہ تیری ذات ایک جام ہو اسمین نقش و نگار اسرار کے لکھے ہیں اور اس وجود ظاہری کے اس پر شیشے لگا دیے ہیں تو باہر شیشوں سے جو کچھ ہو بیندہ پس اُسی کو دیکھے اندر کے نقش و نگار نہ دیکھنے پائے اب اگر ہمنفس اگر ہوس نقش و نگار اندرونی کی ہو تو اس بیرونی جامہ کو اُتار ڈال کہ قابل اندر جانے کے ہو جائے دیکھ تو جام میں کوئی بھی بغیر کپڑے اُتارے جاتا ہے ایسے ہی جامہ کے ساتھ اُدھر بھی راہ نہیں ملتی ہو کسو واسطے کہ وہ ایسی راہ ہو جہاں جامہ تن سے اور تن جان سے واقع نہیں ہو تا سب نسبتاً منسباً ہو جاتے ہیں شعر بعد گریز ہو کہ یہ راز تو بوجہ ہوا اسکا بھید بیان سے باہر اسکو چھوڑ کے قطعاً عرب کی طرف پھر لوٹتا ہوں الخلاف شرح میں بجائے از دریا رمان کے روان نقش کے قبل لفظ جز نہیں لکھا جامہ او بہون کے درمیان میں لفظ کین رہ گیا اور اخیر کا شعر یعنی زانکہ با جامہ الخ یہ نہیں قائم کیا ہے معنی دیگر اشعار میں اسکے الفاظ پائے جاتے ہیں

پیش آنا نقیبوں و ربانوں کا خلیفہ کے واسطے عزت اعرابی کی و قبول کرنا تحفہ کا

قولہ آن عرابی از بیابان بعیدہ بر در دار الخلافت چون رسیدہ پس نقیان پیش اعرابی شدندہ پس گلاب لطف بر رویش زدندہ حاجت او نعم شان شدیم قال کہ کار ایشان بد عطا پیش از سوال کہ پس بد گفتند یا وجہ العرب کہ از کجائی چونے از راہ و لعب کہ گفت و ہم گریا و بے دیدہ بے وجہ ہم چون پس ہشتم نہیدہ ایک در رومان نشان ہترہست کہ قرآن خوشتر ز زجریست کہ ایک یک دیدار تان دیدار ہا کہ ای نثار دید تان وینار ہا کہ ای ہمہ نظر بنور آمد شدہ کہ از برحق بہر بخش آمدہ کہ تازید آن کیما ہاے نظر بہر سر مسہلے شخاص بشرہ من غویم از بیابان آدم کہ برامید لطف سلطان آدم کہ بوسے لطف او بیابان ہا گرفتہ ذرا ہاے ریگ ہم جانز اگر گرفتہ تا بد بخا بہر دینار آدم کہ چون رسیدم مست دیدار آدم کہ بہر تان شمسے سوئے تا نو او دیدہ ذوا جان چون حسن تا نو ارا بدیدہ بہر فرج شد کہے تا گد تان کہ فرجہ او شد جال نامہ جان کہ پھر اعرابی کہ آجائے شمسے

آمد عباس حرب از بہر کین بہ برقع احمد واستیز دین بہ گشت دین را تا قیامت پشت و رو بہ نور خلافت او و
فرزندان او آمد عمر بقصد مصطفیٰ تیغ بر کف بستہ صد پیشا قتا بہ گشتہ اندر شرع میرا المؤمنین ہمیشہ او و مقتدا
اہل دین بہ آن علت کش سوے ویرا نہا شدہ بہ جو خبر گنج ناگہ باز دہ بہ تشنہ آمد سوے جوے آب خورد دید
اندر جوے خود شمس و قمر بہ من برین در طالب چیز آدم بہ صدر گشتم تا بدلیز آدم بہ آب آورد دم تبخیر بہر آن بہ سوے
تا ہم ہر دو تا صدر جہان بہ نان برون را اند آدمی را از بہشت بہ نان مرا اند رہشتی در سرشت بہ رستم از آب زان بہ چون
ملک بہ بغیرض گروم درین دور فلک بہ بغیرض نبود بگردش در جہان بہ غیر جسم و غیر جان عاشقان بہ عاشقان
کل نہ این عشاق جز بہ ماند از کل آنکہ شد مشتاق جز بہ چونکہ جزوے عاشق جزوے شود و زود مستو قش کل خود و دہ
ریش گا و و بندہ غیر آمد او بہ غرق شد کن در حیلشے در زدا و بہ المعنی قمع بانفع توڑ نا اور خوار کر تا عمر بضم و تحنیف ہم
و بصورت شعر تشدید ہم بھی جائز ہی نام خلیفہ دوم ریش گا و احمق حقیقش بفتح گیا و خشک یہ اشعار بھی مثل اشعار سابق
کلام اعرابی سے ہیں کتابی کہ دیکھو حضرت عیسیٰ دشمنوں سے بچکے ایک حجرہ میں جھپٹے وہ جھپٹنا انکا چوتھے آسمان
کا جھپٹنا ہو گیا کہ خدا تعالیٰ نے انکو اٹھالیا اور چوتھے آسمان پر پہونچا یا مختصر ذکر انکا یہ ہے کہ جب یہود نے قتل پر
مستعد ہوئے تو یہ ایک حجرہ میں کہ وہاں دو چار اور لڑائی بھی تھے گئے اور اسد سے پناہ چاہی آئے ان کو اٹھالیا
اور انکی شبیہ اور پر ڈال دی انکو انھوں نے سولی دیدی و آٹھ گندم کا دام آدم کلنا یہ اس دام میں پھنسے اور انکے
وجود سے خوشی مروم کی ہوئی باز اپنی خورش دیکھ کے دام میں آتا ہی پھر وہ پہونچہ بادشاہ کا پاتا ہوا و قبال دیدہ
چہرہ مکتب کو جاتا ہی کسب ہنر کے واسطے اس امید پر کہ باپ ہکو چڑیاں لے دیگا اور مہربانی کرے گا پھر وہ اُس مکتب
کی بدولت صدر نشین ہو جاتا ہی اور ماہانہ استاد کا مکے علم و فضل سے چودھویں شب کا پانچواں ہوا حضرت
عباس چچا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ انکا نام حرب بھی تھا عداوت کی رو سے جنگ بدر میں واسطے
شکست دینے اور خوار کرنے آنحضرت کے آئے اور مخالف و دشمن دین کے تھے آو رہی عباس ایمان لاکے
دین کے پشت و رو بن گئے اہل قوت و خوبی قیامت تک اور خلافت انکی اولاد کی سیکڑوں برس رہی آو ایمان
لانے کی یہ صورت ہوئی کہ جب آنحضرت سے شکست پاکے یہ اور قریش اسیر ہوئے حضرت نے سب سے
فدیہ طلب کیا عباس نے اپنے بھتیجے عقیل کا فدیہ دیکر کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہو آپ نے کہا کہ تھے ایک بدرہ
چلتے وقت جو ام الفضل کو دیا جو وہ زکرمان ہو پس انھوں نے جانا کہ اس بات سے تو سوا خدا کے کوئی خیر تھا انکو
پکھینے خبر ہوئی ضروریہ معجزہ ہوا کہ مسلمان ہوئے حضرت عمر کہ قریش سے سیکڑوں عہد و بیان قتل آنحضرت کا کہنے
تھی کہ کین آئے اور حال یہ کہ وہی امیر المؤمنین اور پیشوا و مقتدا دین ہوتے وہ کسی چیز کہ جنگ کو گمان لینے
گیا انکو کیا خبر تھی کہ جہان گنج جو چیز باؤں انکا گنج پر پڑا اور گنج پنا ایک پنا سنا کہ دہشت پنا گیا ہے اپنی

نہرین شمس و قمر پائے قمر اصطلاح کیا گیا کہ رونا میں نقرہ کو کہتے ہیں اور زر کی نسبت شمس سے ہو پس مبالغہ فرمایا ہو کہ نقرہ و زر کیا معنی جو اصل نقرہ و زر کے ہیں وہی ملنے اور پانی میں عکس الٹا ہوتا بھی ہو یہاں تک اس اعرابی کا بیان اس بات کا ہو کہ میں کیا خیال کرتا تھا اور کیا میرے دیکھنے میں آیا اب کہتا ہو کہ میں تو اس امید پر آیا تھا کہ کوئی چیز حاصل کرونگا سو یہاں آگے میں سائل سے صدر و بالائشیں ہو گیا میں روئی کے واسطے تحفہ میں پانی لایا تھا سو روئی کی بونجھو صدر جہاں تک لیگی عجب حال ہو کہ روئی نے آدمی کو بہشت سے نکالا اور میری روئی کا خمیر خاص بہشت میں ہوا جو مکان خلیفہ سے ارادہ ہوا اب میں مثل فرشتوں کے آبنان سے چھوٹ گیا یعنی آب و نان کا غم نہ رہا اس سے بری ہو گیا بے غم و بی فکر ہو کے اس دور فلک میں پھر ونگا اور بغیر غرض رہو ننگا آئندہ مقولات مولانا رکھے ہیں یعنی جہاں میں ہرگز کوگردش ہو مگر بغیر غرض نہیں اگر بغیر غرض ہو تو سوا جسم و جان عاشقوں کے نہیں وہ بھی جو عاشق کل کے ہیں اسی عاشق حقیقی نہ عاشق جزو کے اسی مجازی اس واسطے کہ جو جزو کا مشتاق ہوا وہ کل سے محروم رہا ظاہر ہو کہ کل ذات خدا تعالیٰ کی ہو اور ہر جزو اسکی خواہ عاشق ہو خواہ معشوق اور رجوع جزو کا کل کی طرف ضرور پھر جبکہ عاشق جزو کا جزو ہو اور معشوق اسکا اپنے کل کو چلا گیا یہ ریش گاؤ اور بندہ غیر کا ٹھہ گیا اور مثل اس ڈوبتے کے جو گھاس پکڑتا ہو جسکی ہندی ہو ڈوبتا سوار پکڑتا ہو کہ سوار پکڑنے سے بچ نہیں سکتا پس عاشق کل کا ہونا چاہیے جو باقی اور بے فنا ہو اگر یہ جزو فنا ہو کے اس کل میں ملا تب بھی نور علی نور ہو اور یسے بھی ہوا المقصود اختلاف شرح بحر العلوم میں دانہ گندم کے بجائے گندم گون کہ محل قافیہ اور بے معنی ہو اور میرا مومنین کی جگہ امیر المومنین اور حنیفہ کی جگہ خلیفہ مظلوم مثل عرب اذان بیت فاذن بالحرقة و اذان سرق فاسرق فی الدرة یعنی جب زنا کرے تو حرہ کے ساتھ کر اور اگر چوری کرے تو درہلی کر

قولہ نیست حاکم تا کند تیار او کار خواہ خود کند یا کار او فاذن بالحرہ ہے این شد مثل فاسرق الدرة بدین شد منتقل بندہ سوے خواہ شد او ماند زار ہوے گل شد سوے گل و اماند غار ہو چو آن ابلہ کہ تاب آفتاب دید بردیوار و حیران شد شتاب عاشق دیوار شد کین با ضیاست و بختبر کان عکس خورشید ساست و چون باصل خویش پیوست آن ضیاء دید دیوار سپہ ماندہ بجا او ماندہ دوران مطلوب خویش سے ضلع پنج باطل پائے ریش و پنجویا دے کہ گیر دسایہ و سایہ کے گرد و راسرا پد سایہ مرے گرفتہ مردخت و مرغ حیران گشتہ بر شلخ درخت کین مدغ بر کہ میخند و عجب اینت باطل اینت پوشیدہ سبب و و تو گوئی جزو و پیوستہ گلست و غار میخور خار مقرون گلست و جزو یکہ نیست پیوستہ بکل و ورنہ خود باطل بدے بعث رسل و چون رسولان از پے پیوستند پس چہ پیوندند شان چون می کنند این سخن پایان ندارد ابے غلام و

زانکہ جسے سخت دار و این کلام المعنی منتقل ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے والا مدفع و ملغ والا جبر بالفتح
و تشدید کشادہ کرنا ربط پہلے شعر کا سابق سے یہ کہ جب عاشق جزو کا بندہ اُسکا ہو چکا اور اُسکے گل میں لچلنے
سے ڈوبتے کی طرح پکڑنے لگا تو آب اسکا حاکم کون ہو کون اسکی غنوار سی کرے آب یہ اپنا کام آپ کرے یا
اسکا فعل جو عشق جزو کا ہو سو وہ جزو کمان قاذن باحرۃ اسی واسطے تو مثل ہوا اولیٰ ہی فاسرق الدرۃ یعنی
زنا کر حرہ سے اور چوری کر موتی کی قول عرب کا ہو مطلب یہ کہ ہمت پست نہ کرے بڑھی رکھے ایسی ویسی چیز پر
نہ گریہے بندہ تو اپنے خواجہ کی طرف گیا یہ زار و خوار رہ گیا بوسے گل کی گل کے ساتھ گئی غار رہ گیا جیسے وہ احمق
کہ اُسے چمک آفتاب کی دیوار پر دیکھی اور فوراً حیران ہو گیا اور عاشق اُسکا بگیا کہ یہ دیوار ہی پر بنی ہو اس سے
یہ خبر کہ یہ روشنی آفتاب آسمان کے عکس کی ہو جب وہ روشنی اپنی اصل سے جاملی تو وہی دیوار سیاہ اپنے
تھکنے رہی ہوئی دیکھی پس اپنے مطلوب سے دوڑ پڑا سہی برباد گئی رنج پیو وہ اٹھایا پاؤں گھائل ہوئے
اب قدم آگے نہیں بڑھ سکتا آؤ مثل اُس صیاد کے کہ کسی پرند کا سایہ زمین پر پکڑ کے بیٹھ رہا کہ مین نے مرغ
پکڑ لیا بھلا اس سایہ سے اُسکو کیا سرائیہ حاصل ہو گا یہ تو مرغ کے سایہ کو خوب زور سے پکڑے ہوئے ہو اور
مرغ شاخ درخت پر حیران ہو کہ یہ کیا کرتا ہو یہ بد ملغ کسپر ہنستا ہو عجب باطل شخص ہو اور عجب سبب اس کے
ہنسنے کا ہو آب فرماتے ہیں اگر تو یہ کہے کہ جزو تو کل سے پیوستہ ہوتا ہو الگ کب ہوتا ہو تو ہم کہتے ہیں تو گل
کی طرح خار تو کھالے خار بھی تو گل سے پیوستہ ہوتا ہو کل جزو ایک طریق پر کل سے پیوستہ نہیں ہیں اگر ایسا ہو
تو بوٹ پیغمبر و ن کا باطل ہو جائے یہ لوگ بھی تو واسطے ملانے جزو کو کل سے مبعوث ہوئے ہیں اور جب وہ
خوٹے ہوئے یکتین ہیں تو اب یہ کسکو ملائین القصہ فرماتے ہیں اس سخن کی تو اسے لڑکے کچھ حد نہیں ہو اس واسطے
کہ اس کلام میں نہایت بسط و شرح ہو الخلاف حیر العلوم میں بجائے تیارا تیار اور اس شعر میں چون باصل
انحد و سر مصرعہ دید پر دیوار و حیران شد شباب جو اوپر گنڈا پھر لکھ دیا ہو پیوستہ کل کو گل بکاف فارسی غلط لکھا ہو

دیدینا عرب کا تحفہ آب اپنا ملا زمان خلیفہ کو

تو کہ شج کن مال عرب امی با نظام ہ روزیکہ شد حکایت کن تام ہ بانقیان مال خود گفت آن عرب ہ چون
گفت او دید ہنگام طلب ہ آن سب سے آب را در پیش داشت ہ تخم خدمت را در آنحضرت بکاشت ہ گفت
این ہدیہ بر سلطان برید ہ سائل شدہ راجحت واخرید ہ آب شیرین و سب سے تیز بود ز آب ہارائے جمع آمد
بگو ہ خندہ می آمد نقیان را از ان ہ یک پذیرفتند آثر اچو جان ہ زانکہ لطف شاہ خوب با خبر ہ کردہ بود اندر
ہمہ ارکان اثر ہ خوش شاہان در عیت با کند ہ چرخ اخضر خاک را خضر کند ہ شرہ جو حوضی دان چشم چون
لوما ہ آب دولولہ رود از گولما ہ چونکہ آب جملہ از حوضیت پاک ہ ہر یکے آب دہد خوش ذوق ناک ہ

و دروران حوض آب شورست و پلید ہ ہر کے لولہ ہان آرد پدید ہ زانکہ پیوست است ہر لولہ محوض ہ ہ خوش کن
و معنی این حرف محوض ہ لطف شاہنشاہ جان بیو ملن ہ ہ چون اثر کردہ است اندر کل تن ہ ہ لطف عقل خوشنما دی
خوش بس است ہ ہ چون ہمہ تن را در آرد در ادب ہ ہ عشق شنگ بیقرار و میسکون ہ ہ چون در آرد کل تن را در تنوای ہ ہ
لطف آب بحر کو چون کوثرست ہ ہ سگریش جملہ در و گوہرست ہ ہ ہر نہر کا ستا بدن معروف شد ہ ہ جان شاگردش
بدان موصوف شد ہ ہ پیش استاد اصول ہ ہ ہم اصول ہ ہ خواند آن شاگرد چہست با حصول ہ ہ پیش استاد ختمیہ آن
فقہ خوان ہ ہ فقہ خواند بے اصول و بے بیان ہ ہ پیش استاد دی کہ او بخوی بود ہ ہ جان شاگردش از و نحوے
شود ہ ہ باز استاد دی کہ او مجربست ہ ہ جان شاگردش از و نحوست ہ ہ زین ہمہ انواع دانش روز مرگ ہ ہ دانش
فقرست زاد راہ و برگ ہ ہ المعنی گوہندی گرخصا خضر سبز لولہ ہ ہ او دوتوی کول بجان غمی تالاب کو چاک خوش بافتح
کسی فکر مین دوب جانا استا بالضم مخفف استاد زاد و برگ ہ ہ ہر دو معنی توشہ آور فرمایا ہ ہ کہ اس غلام اس کلام مین ہی
شرح و مبسط ہ ہ لہذا اب تو شرح حال عرب کی نظام کے ساتھ کریغہ موتی کی سی لڑی پرو دین ہ ہ مین ہ ہ شام ہونی
اسکی حکایت تمام کر حال یہ ہ کہ اس عرب نے نقیبون سے مال اپنا کہا جب کہ لیا تو انھون نے ہر یہ طلب کیا
اور دیکھا تو یہ وہی سبواب کا سامنے رکھے ہوئے تھا اور تخم خدمت کا اس بارگاہ مین بور ہا تھا کہ یہ ہر یہ خدمت
لایا ہون اور کہا کہ یہ تحفہ پادشاہ کے پاس لچاؤ اور مین ساہل پادشاہ کا ہون بگو ماجت سے چھڑاؤ اس
گھرے مین پانی شیر مین تیز بوینھ کے پانی سے تھا جو کسی گڈھے مین جمع ہو گیا تھا یہ کیفیت دیکھ کے نقیبون
ہنسی تو آتی تھی لیکن بجان و دل اسکو قبول کر لیا اس سبب سے کہ پادشاہ نہایت اچھا اور باخبر تھا اسکے لطف
نے تمامی ارکان دولت مین اپنا اثر کر رکھا تھا آئندہ مقولات مولانا رچا پادشاہ ہون کی خو رعیت مین جگہ کرتی ہ
دیکھ چرخ سبز مین کو کیسا سبز کر دیتا ہ پادشاہ ایسا ہر جیسے حوض لشکر و حشم جیسے ٹوٹیاں حوض کی پس
ٹوٹی مین پانی حوض ہی سے آتا ہ آب جو پانی جملہ ٹوٹیوں کا ایک ہی حوض پاک سے ہر تو ہر ایک
ٹوٹی آب خوش اور پاکیزہ دیگی اور اگر اس حوض مین آب شور و پلید ہر تو ہر ٹوٹی وہی ظاہر کی کسواسطے
کہ ہر ٹوٹی حوض سے پیوستہ ہر تو اس بات مین خوب حوض و غور کر اب فرماتے ہن کہ لطف شاہنشاہ کا مسافر
کی جان ہر جو کل تن مین اثر اپنا مثل جان کے کرتا ہر جیسے لطف عقل خوش نہاد کا نہایت خوش ہر کہ سارے
تن کو ادب مین گھیر لیتی ہر اور عشق شوخ و شنگ بیقرار و میسکون ہر کہ وہ تن کے کل کو اپنی خاصیت کے
موافق جنون مین گھیر لیتا ہر اسواسطے کہ یہ دونوں بھی پادشاہ ہن لطف آب اس دریا کا کہ وہ مثل کوثر کے ہر
اسکے سگریز جملہ در و گوہر مین ایسا معلوم ہوتا ہر کہ یہ دریا مراد دریاے علم سے ہر بقرینہ ذکر علوم کے جو مابعد
اسکے ہر جس ہنر مین جو استاد مشہور ہوا اسی سے جان شاگرد کی موصوف ہونی مثلاً جو استاد اصول کا ہر

اُسکا شاگرد اصول پڑھنے کے چست و با حصول ہو جاتا ہے اور جو استاد صرف فقہ کا ہے اُسکے آگے فقہ پڑھتا ہے
بے اصول و بے بیان کے بیان بھی ایک علم ہے اور جو استاد نحو کا ہے اُس سے شاگرد کی جان نحوی ہو جاتی ہے اب
رہا استاد دراہ طریقت یعنی خدا کا جو اُسین نحو ہے اُسکے شاگرد کی جان شاہ مین نحو ہو جاتی ہے تعالیٰ شانہ اُحاصل
یہ سب انواع دانش کے ہیں مگر مرنے کے دن دانش فقر ہی کی ساز و برگ و توشہ راہ کی ہے اور سب بیکار الخلاف
شرح بحر العلوم مین بچلے در دران حوض کے در دران خوش رہا دی مین یا نہیں لکھی

ماہر ایک نحوی کا کشتی مین کشتیان کے ساتھ اور جوابے نیا سکا

قولہ اُن کے نحوی کشتی درشت ہے رو کشتیان نمود اُن خود پرست ہے گفت ہیچ از نحو خواندی گفت لاہ
گفت نیم عمر تو شد بر فنا ہے دل شکستہ گشت کشتیان ز تاب ہے لیک آندم گشت خاموش از جواب ہے با کشتی را
بگردانی نکلند ہے گفت کشتیان بدان نحوی بلند ہے ہیچ دانی آتشا گردن بگو ہے گفت نے از من تو سہا ہی مجہد گفت
کلی عمرت ای نحوی فناست ہے زانکہ کشتی غرق این گردا بہاست ہے محوی باید نہ خواہیجا بدان ہے گر تو محوی بیخطر
در آب ران ہے آب دریا مردہ را بر سر نہند ہے و رہو دژندہ ز دریا کے رہدہ چون بمرودی تو زوا صاف بشیر ہے بکسارت
نہد برفرق سر ہے ای کہ خلقان را تو خرم خواندہ ہے این زمان چون خیرین سخ ماندہ ہے گر تو علامہ زلمنے در جہان ہے نک
فتاے اینجہا مین این زمان ہے مرد نحوی را ازان درد و غم ہے تا شمارا نحو آموختیم ہے فقہ فقہ و نحو نحو و صرف
صرف ہے در کم آمدیانی ای یار شگرت ہے اُن سببے آب دانشماے ماست ہے وان علیفہ و جلہ علم خداست ہے ما
سببوا پر بدجلہ میر ویم ہے گر نہ خردانیم ما خود را خیم ہے آنغرب باری بدان معذور بودہ کوز دجلہ غافل و پس دہر بودہ
گر ز دجلہ با خبر بودے چو ماہد او نہر دی آن سبور را جا بجا ہے بلکہ از دجلہ اگر واقع ہدی ہے آن سبور ابر سرنگی نہدی ہے
اُن سببے تنگ پر ناموس و تنگ ہے شد حجاب بجز زن اورا بنگ ہے المعنی درشت ای سوار شد سہا ہی
شناوری فقہ کہ علم معرفت احکام شریعت و دانشمندی نحو نام علم و راہ دامتد و ستوے و مند و اینک اسلوب
وہر گردانیدن صرف نام علم و بالکسر ہر شہر خالص ایک نحوی کشتی مین سوار ہوا اور ملح کی طرف وہ خود پرست
منوجہ ہوا خود پرست اس واسطے کہ اُن کا اسکو غور گھنڈ تھا اور ملح سے پوچھا تو نے کچہ نحو سے پڑھا ہے
ملح نے کہا نہیں کہا آدمی عمر تیری فنا پر گئی یعنی برباد ہوئی ملح اس بات کے رنج سے دل شکستہ تھا و لیکن
اُسوقت کچہ جواب نہ دیا خاموش ہو رہا اتفاقا ہوائے کشتی کو گرداب مین ڈال دیا اُسوقت ملح نے اُس نحوی
سے پکار کے کہا بتا تو کچہ پیر نا بھی جانتا ہے کہا نہیں مجھ سے سہا ہی کو کیا پوچھتا ہے مجھ مین سہا ہی کہاں ملح نے کہا
میری آدمی عمر تو نے فنا پر بتائی اب ای نحوی تیری کل عمر فنا پر ہے کس واسطے کہ یہ کشتی انھن گردابون مین اب نہتی ہے
اُن کے مقولات مولانا رحمہ کے ہیں کہ بس اسی کو جان لے کہ یہاں بھی نحو چاہیے ہے نہ نحو عشق کو نحو درکار نہیں ہے

ہاں اگر تو بخوار تو بخوف و بیخواس دریا میں گھس دیکھ تو آب دریا کا کیسا مردہ کو سپر رکھ لیتا ہے اور جو زندہ ہے وہ دریا سے بچ نہیں سکتا ایسے ہی اگر تو بھی اوصاف بشری سے مرہا نیگا تو بحر اسرار کا شجر فرق سپر رکھ لیگا آخر نحوی تو مخلوق کو بہت گدھا کرتا رہا ہے جیسے کہ عادت اہل علم کی ہے اکثر جاہل کو گدھا کہتے ہیں اس وقت میں کیسا خود گدھے کی طرح بیخ میں ٹھٹھکے رہ گیا ہے اور اس کا اشارہ وقت مرگ سے ہے کہ آدمی سرد ہو جاتا ہے ہم تو شجر علامہ نمان جب جانیں کہ اسی وقت میں فنا اس جہان کی دیکھے اور آپ کو فنا کرے اگر یہ نہیں تو کچھ علامہ نہیں ہے جو شخص نحوی ہے اس پر دروازہ بند کر دیا ہے تو مگو نحو کی پہننے سکھائی ہے خوب جان لے فقہ کی فقہ اور نحو کی نحو اور صرف کی صرف کہ عبارت تنیوں کی اصل اصول سے ہے ای بار شگرف کم آمد میں پایا گیا ہے عجز و فروتنی میں نہ یہ کہ مخلوق کو فر سمجھے اور اپنے علم پر فخر کرے یہ تو سمجھ وہ گھڑا جو اعرابی کا ایسی تو ہماری دانشیں ہیں اور جیسے خلیفہ ایسا دجلہ علم خدا کا ہے اب ہماری حماقت دیکھ کہ ہم گھڑا بھرے دجلہ کو لیے جاتے ہیں اس حال پر اگر ہم آپ کو خرنجانیں تو بیشک خود خرمین اور بھلا وہ عرب جو لے گیا تو وہ معذور تھا کہ دجلہ سے غافل اور بہت دور تھا اور اگر ہماری طرح دجلہ سے خبر ہوتا تو وہ بھی گھڑا اپنا جا بجا لیے نہ پھرتا بلکہ اگر دجلہ سے واقف ہوتا تو اس سب کو کسی سنگ پر مار دیتا پس یہ گھڑا تنگ و خرد تیرا جو ناموس و تنگ سے بھرا ہے اپنے ذرا سے علم سے توقع بڑی عزت و حرمت کی مخلوق سے رکھتا ہے اور اسی واسطے حاصل کیا ہے یہی حجاب و پردہ بحر علم خدا کا ہے اسکو پتھر پر مار دے اور اس بحر علم کا طالب ہو

قبول فرمانا خلیفہ کا اس ہدیہ کو بلماں نیازا اور سب کو زور سے بھر دینا

قولہ چون خلیفہ دید و احوال شتیدہ آن سبورا پر ز زکر و دوزیدہ داد بخشش و غلتے خاص بہ انقب را کرد از فاقہ خلاص پس نقیبہ را بفرمود آن قبادہ آبخمان بخشش و آن کرداد کہ بوسہ دہ این سبوی پر ز زردہ چونکہ و اگر دوسرے دہش بہرہ از رہ خشکش فتادست این سفرہ از رہ دہش بود نزدیکترہ چون بکشتی در شتید ریخ راہہ خود فراموشش شود این جاگاہہ پہنچان کرد و دادندش سبویہ پند و بر دند تا دجلہ دو توچہ چون بکشتی در شست و دجلہ دیدہ سجدہ میکرد از حیا و تحمیدہ کاسے عجب لطف این شہ وہاب راہہ دین عجب ترکوستہ آن آب راہہ چون پذیرفت از من آن دریائے جودہ آبخنان جنس دغل را ز دوز و دہ کل عالم را سبودان ای پسرہ پر شدہ از علم و خوبی تا بسرہ قطرہ از دجلہ خوبی اوست کہ کان ٹیکنچہ زہری زیر پوستہ و در بیدی قطرہ از دجلہ جدا کہ این سبوا و را فنا کردی فنا کہ گنج مخفی پذیر ہی پاک کردہ خاک را تابان تر از افلاک کردہ گنج مخفی پذیر ہی خوش کردہ خاک را سلطان اطلس پوش کردہ آنکہ دیدندش ہمیشہ بخوندہ میخوندانہ بر سبوستے زدندہ ای ز غیرت بر سبوستے زدہ و ان سبوز شکست کامل تر شدہ و خم شکستہ آب از ان تاریختہ و صد درستی زین شکستہ انگبختہ و جزو زخم بر قصہ ست و کمالہ عقل جزو را نمودہ این محالہ نے سبویہ پیدا درین حالت نہ آب و خوش سین و اشہ اعلم بالصواب

چون در معنی زنی بازت کنند پر فکریت زان کہ شبہ ازت کنند پر فکریت شد گل آلود و گزان بہ زانکہ گل خواری ترا
گل شد چوان بہ نان گاست و گوشت کمتر خور ازین بہ تانانی ہچو گل اندر زمین بہ خاک میخور دیم عمرے در تہ بہ خاک
مارا خور و آخر در جزاہ چون گرسنہ میشوی سگ میشوی بہ تند و بد پیوند و بد رگ میشوی بہ چون کشتی سیر مرداری شوی بہ
یخچر چون نقش دیواری شوی بہ بس دے مردار و دیگر دم گے بہ چون کنی در راہ شیران خوش تکی بہ آلت لشکار خود جز
سگ بدان بہ کمترک انداز سگ را استخوان بہ زانکہ سگ چون سیر شد سرکش شود کہ سوسے مید و شکارے خوش
دودہ آنر بہ راہینوائی میکشد بہ تابان در گاہ و آن دولت رسید بہ المعنی قبا و بالضم بادشاہ عظیم و آب بسیار
بخشنده جب خلیفہ نے اُس عرب کو دیکھا اور اُسکا حال سنا اُس گھرے کو تو زر سے بھر دیا اور اُسپر بھی زیادہ کیا
اوجہ نشین کین اور خلعت خاص دیا اور قانون سے چھڑا دیا پھر اُس بادشاہ عظیم جہان بخش بحر وادنے ایک
نقیب کو حکم دیا کہ یہ سب پر زر اُسکو دیدے اور جب لوٹ کے جاوے اُسکو دجلہ کی طرف لیجا خشکی کی راہ سے اُسکو ایسا
لبنا سفر پڑا کہ دجلہ کی راہ سے بہت نزدیک پڑیگا جب کشتی میں سوار ہوگا سرخ راہ جو اس جگہ تک آنے میں پڑا ہو خود
بھول جائیگا پس ایسا ہی کیا وہ سب پر زر اُسکو دیدیا اور دجلہ تک دو تو لیکے لیے چھپا کے جیسے کسی چیز کو دو تہ
میں چھپاتے ہیں جب کشتی میں بیٹھا اور دجلہ دیکھا سمجھے کرتا تھا اور جیسے جھک جھک جاتا تھا کہ اچھ جب
کیسا لطف اس بادشاہ بخشندہ کا ہو اور بڑے تعجب کی یہ بات کہ میرے اُس سیریل پانی کو اُس نے لیا کیسے اُس
دریاے جو دے میری کھوٹی جنس کو زود زود لینے لاؤ لاؤ کر کے خرید لیا اب مقولات مولانا رح کے ہیں کہ تین
اچھس تمام جہان کو ایسا جان جیسے سب پر زر اعرابی کا کہ علم و خوبی سے بھرا ہوا ہو سرتک اور لبالب سو یہ ایک
قطرہ اُسکے دجلہ خوبی کا ہو اور با وصف ایک قطرہ ہونے کے ایسا بھرا ہوا ہو کہ اپنے پوست میں نہیں سماتا
اور اگر یہ سب قطرہ کو دجلہ سے جدا دیکھتا تو اُسکو فنا کر دیتی یعنی سب اُسکو مانے اور جانے ہوے ہیں کوئی غافل
نہیں غفلت انکی موت و فنا ہو وہ ایک گنج مخفی تھا کہ اُسے خاک کو تابان تر از لاک سے کر دیا جیسا کہ فرمایا ہو گشت
کثر اُخفیاً فاجبت اَنْ اُعرف فخلقت اُخلق میں ایک خزانہ چھپا ہوا تھا سو میں نے اس بات کو پسند کیا کہ پہچانا
جاؤں پس مخلوق کو پیدا کیا پھر اسی کی تائید میں فرمایا کہ وہ ایک خزانہ پوشیدہ تھا بھرا ہوا اُسے جوش کیا اور
اس خاک کو سلطان اطلس پوش کر دیا اور جنھوں نے اُسکا جلوہ دیکھا ہو وہ ہمیشہ بخودین مصداق ع کا زاکہ خبر
نہ خبرش بازینا مد کے اور انھوں نے بخودون کی طرح اس سب پر سنگ مارا ہو جسکو گل عالم پر فرمایا ہو آخر مخاطب
بنجا ظہیر ہونے کے اگر اس سب پر تو نے پھر مارا اور توڑا تو سب توڑا نہیں بلکہ اس شکست سے کامل تر ہو گیا
ایسا ہوا کہ خم نوٹا ناگہ پانی اُس سے نہ بنا اسلئے کہ یہ شکست باطنی ہو نہ ظاہری بلکہ اس شکست سے سیکڑوں
درستیاں پیدا ہوئیں اور وہ یہ کہ جزو جزو خم کا رقص و مال میں ہو جو اس عقل جزوی ظاہری کو حال و بعد

معلوم ہوتا ہے اور معتقد علیہ اسکے نہیں اس وقت میں وہ حال ہوتا ہے کہ نہ سبب معلوم ہوتا ہے نہ آب و نہ جسم نہ جان پس اب تو اس کیفیت کو مزے سے دیکھ کہ تیرے حال کو اللہ تعالیٰ بہت اچھے طور پر جانتا ہے کسی کی عقل جانے یا نہ جانے کیا پرواہ اگر تو دروازہ معنی پر دستک دیکھا مضا و قدر ضرور کھول دینگے تو اپنی فکر ظاہری کے پروہاں نوح ڈال تو جگہ شبہا زبنا دین تیری فکر کے پرستی کے سنے لٹھڑے بھاری ہو رہے ہیں اس سبب سے کہ تیری عادت بکل خواری کی ہے گل جگہ نوان ہو رہی ہے نوان گل ہے اور گوشت بھی گل ہے ان دونوں کو نہایت کم کھا تو تو گل کی طرح زمین میں نہ بچا کئے اس واسطے کہ گلخوار کیلئے سست و مضمحل ہوتے ہیں جتنے ایک عمر غذا میں خاک کھائی ہے جسکو شعر صدر میں جتایا ہے آخر اسکے بدلہ میں خاک ہکو کھا لیگی اس گلخواری کی بدولت تیری یہ کیفیت ہے کہ جب بھوکا ہوتا ہے تو سگ ہو جاتا ہے تندا اور بد پیوند اور بد رنگ اور جب سیر ہوا تو مردار ہو گیا اور مثل نقش دیوار کے بچر او دھس بس جب تیرا یہ حال ہو گیا کسی وقت مردار کسی وقت سگ تو شیر و ن کی راہ میں تو خوش تک کب ہو سکتا ہے تو اپنا آلہ شکار کا سگ کو جان جو نفس ہے یہ جگہ عالم لاہوت تک پہنچانے کا گرا سکو بھوکا رکھ ڈھی اسکے آگے کم ڈال موٹا ست ہونے دے اس سبب سے کہ کتا جو موٹا اور سیر ہوتا ہے تو سرکشی کرتا ہے اور اچھی طرح مید و شکار کی طرف نہیں دوڑتا اس عرب کو تو خیال کر بیٹائی یہاں تک کھنچ کے لائی تو اس دنگاہ میں پہنچا اور وہ دولت پائی جیسا کہ معلوم ہوا اختلاف شرح بحر العلوم کے پہلے شعر میں بجائے شیند کے رسید غلط ہے قولہ در حکایت گفتہ ام احسان شاہ و در حق آن مینواسے بے پناہ و ہر چہ گوید مرد عاشق بوسے عشق و از دہانش بچہ در کوئی عشق و گر گوید فقہ فقر آمد ہمہ بوسے فقر آید از ان خوش و دمدہ و ورگوید کفر دار دوسے دین و آید از گفت شکش بوی یقین و ورگوید کثر نماید راستی و ای کثری کہ راست را راستی و کف کثر کثر بحر صافی غاشست و اصل صاف آن فرع را آراستہ است و آن کفش را صافی و مخلوق دان و بچہ و دشنام لب معشوق دان و گشت این دشنام مطلوب و خوش زہر عارض محبوب او و از شکر گر شکل نانے سپیری و طعم قند آید نہ نان چون بیزی و گرت زرین بیا بد مونی کے ہلدا اور اپنے سجدہ کنی و بلکہ گیر داندرا آتش انگند و صورت عاریش را بشکند و تا ناند بر ذہب نقش و شن و زانکہ صورت مانعست و راہزن و ذات زرش و ادراہنیت ست و نقش بت بر نقد ز عاریت ست و بہ یکیکی تو گلیسی را مسوزہ و ز صمد ع ہر گس گذار روز بہت پرستی گرمانی در صورت صورتش بگذار و معنی سانگہ مرد حے ہر بے حاجی طلب و خواہ ہند و خواہ ترک و یا عرب و سنگر اندر نقش و اندر رنگ او و بنگر اندر عرم و در آہنگ او و گریاہ است و ہم آہنگ تو است و تو سپیدش و ان کہ ہر رنگ تو است و این حکایت گفتہ شد زیر وزیر و بچہ کار عاشقان بے ہاوسہ و سرندار و کزانل بود دست بپیش و پاندارد با بد بو دست خویش و بلکہ چون آبست ہر قطرہ ازان و ہم سرست و ہا و ہم بے ہر دو آن و المعنی و دمدہ بفتح ہر دو دال مکر و فریب

و چا پلوسی و تشن بختین بت یکیک ہندی پتو صداع بضم در دوسر فرماتے ہیں کہ سہن اس حکایت میں بیان چہان
پادشاہ کا کیا ہو چسا کہ اُسے اُس مغل بے پناہ کے ساتھ کیا لیکن یہ کہ مرد عاشق جو کچھ کہتا ہو اُسکے دہان سے
بوسے عشق ہی عشق کی کو چہ میں کو اچھلتی ہو مثلاً اگر فقہ کو کہے کہ یہ بالکل فقر ہو مال آنکہ فقہ علم شریعت کا ہو اسکو فقر
سے کیا سرکار مگر فقہ سے بوسے فقر کی بر ملا کھلے اور اگر کفر کی بات کہے تو وہ بوسے دین سے بودار ہو اور وہ کلام
اُسکا جو شک والا ہو اُس سے بویقین کی آئے اگر کثر بات کہے تو راستی جتائے کہ او عجیب کثر ہو تو کہ تو نے راستی کو
آراستہ کیا کف سے مراد گفت ہو اور کف بر غایت بحر پس جو جھا کھنچ کہ بحر صاف سے اٹھا ہو یعنی جو بات کہے کہ عاشق
کے دل سے پیدا ہوئی ہو اُسکی اصل پاک صاف ہو اُسے اس فرع کو بھی آراستہ کر دیا ہو تو ان جھا کھن کو صاف
اور راست درست جان اور ایسا سمجھ جیسے معشوق کے لب سے گالی کہ گالی اگر نامطلوب ہو اور اسکا کوئی طالب
نہیں مگر عاشق کو جو طالب عارض محبوب کا ہو خوش آتی ہو اگر شکر سے بشکل نان کے کچھ پکائے تو جب کھائیگا
آمین مزہ قند کا آئیگا نہ روٹی کا کس واسطے کہ اصل اُسکی شکر ہو نہ گندم اور دشنام کی اہل لب معشوق اگر کوئی ہومن
بت زین پائے تو وہ اُسکو کسی سجدہ کرنے والے کے سجدہ کے واسطے ہرگز نہیں چھوڑیگا بلکہ اُسکو لیکے آگ میں
ڈالےگا اور اُسکی صورت عاریتی کو جو بت کی پیدا ہو گئی ہو بگاڑیگا اسواسطے کہ اس سونے پر نقش بت کا نہ رہے
اسیے کہ صورت آدمی کو معنی سے مانع اور راہزن ہو نہ یہ کہ زر کو پھینکے کسواسطے کہ وہ زر اُسکو داد آئی ہو نقش
بت کا جو اُسپر ہو یعنی ذات زیر پر وہ عاریت ہو تو جو یوں کے سبب سے کنبل مت جلا اور مکتھون کی دقت و در دوسر
سے دن کا کھانا مت چھوڑا ان اشارے یہ معلوم ہوتا ہو کہ تو عاشق کی اس قسم کی باتوں پر جو مذکور ہو ہیں مثل کفر اور
کج وغیرہ کے مت جا اُسکی اصل کو دیکھے رہ بت پرست مت بن اگر صورت میں پھنسا رہے گا بیشک بت پرست
ہی ٹھہریگا تو اُسکی صورت کو چھوڑا اور معنی کو دیکھ تو مردج کا ہو یعنی قصد ج کا رکھتا ہو کوئی حاجی جس سچ کر لیا ہو
اپنے ساتھ کو ڈھونڈو اور وہ چاہے ہندو ہو چاہے ترک چاہے عرب تو اُسکے رنگ و نقش کا مت خیال کر اُسکے
عزم و ارادہ کو دیکھ کہ تجھ سے پہلے حاجی ہو چکا ہو وہ اگر سیاہ ہو اور تیرا ہم آہنگ ہو تو تو اُسکو اپنی طرح سپید
جان کسواسطے کہ جس رنگ میں تو ہو اُسی رنگ میں وہ ہو آخر ایک ہی رنگ تو ہوا فرماتے ہیں کہ یہ حکایت اول سے
آخر تک جو مراد زیر و زبر سے ہو مثل کام عاشقون کے کہ عشق ہو بے پاور سرکھی گئی اور بے پاور اس اعتبار سے کہ
سراسر کا تو یوں نہیں کہ یہ ازل سے پہلے ہو جسکی صفت لا ابتداء کہ ہو بے پاس لحاظ سے کہ یہ ابد کی خویش و یگانہ
ہو جسکا وصف لا انتہاء کہ اور عشق کا ہونا قبل ازل سے ثابت چنانچہ منجملہ اول اقوال مولانا جامی رح کے یہ شعر ہو
شعر نواسے ولبری باخویش میا خستہ قمار عاشقی باخویش میا خستہ اب فرماتے ہیں بلکہ یہ حکایت مثل
دیبا کہ ہو ہر قطرہ جسکا یعنی نقطہ نقطہ ایک دیا ہو کہ اُسکا سر بھی ہو اور پائون بھی اور دونوں نہیں بھی اگر ہو

توسر اسکا کنارہ اور پائون اس کے روانی اور بظاہر نہ سہر نہ پائون الخلاف شرع بحر العلوم میں دن کو وقت مروجی کو روزمر
نہار و کو سر کرد قولہ حاش لہذا این حکایت نیست ہین ہ تقدیر حال ماوتست این خوش بین ہ پیش ہر صوفیہ کہ او
بافر بود ہ ہر چہ آن ماضیت لایذکر بود ہ چون بود فکرش ہمہ مشغول حال ہ ناید اندر ذہن او سر کمال ہ ہم عرب ماہم
سیر ماہم ملک ہ جملہ کا یوفکت عتہ من انک ہ عقل شود ان این فنون نفس وطیع ہ این دو ظلمانی و منکر عقل شمع ہ
بشنو اکنون اصل انکا راز یہ خاست ہ زانکہ کل را گونہ گونہ جزو ہاست ہ جزو کل نے جزو ہ نسبت کل ہنے چوبیس
گل کہ باخبر جزو کل ہ لطف سبز و لطف جزو کل بود ہ بانگ قمری جزوی از بلبل بود ہ گر شوم مشغول اشکال و حجاب ہ
تشنگان را کے تو نام داد آب ہ اگر تو اشکائے بگی و حرج ہ صبر کن انصبر مفتاح الفرج ہ احماکن جہان را بظاہر
زانکہ شیر اند در این بیشا ہ احتیاج برو و اسر و دست ہ زانکہ خاریدن فرونی کرست ہ احتیاج اصل دوا آمد
یقین ہ احتیاج توت جانت بین ہ قابل این گفتا شو گوشتدار ہ تا کہ از زر سازمت من گوشوار ہ گوشوارہ چہ کہ
کان زر شوی ہ تا گاہ و تاثر یا بر شوی ہ اولاً بشنو کہ خلق مختلف ہ مختلف حاملہ از یاتا العت ہ در حرمت مختلف
شور و شکست ہ گر چہ از یک روز مرتبہ پائی کیست ہ از یکے رو خند و دیگر متحد ہ از یکے رو ہزل و از یکے رو سہ جہا
المعنی حاش لہذا پائی ہر واسطے اللہ کے اشکال بالکسر و شوری و بفتح صورتہا و رسنا حرج بگی سختی احتیاج بالکسر
پر ہیز کرنا بجا کا اور حمایت کرنا متحد ایک ہونا قید بالکسر یعنی کوشش و ضد ہزل اور پر جو کھا ہوا این حکایت سہ حاش لہذا
یہ حکایت نہیں خبر دار یہ نقد ہمارے تیرے حال کا ہر اسکو اچھی طرح دیکھ اور غور کر جو شخص کہ صوفی ہر اور بافر بردہ ماضی
پر نظر نہیں کرتا ماضی کو لایذکر جانتا ہر اور جو ہمہ تن فکر اس کے حال میں مشغول ہوتی ہر اس سبب سے اس کے ذہن میں فکر مال
و انجام بھی نہیں گذرتی اور جو یہ کہتے ہین کہ عرب بھی ہم ہین سبوحی ہم ملک بھی ہم یہ سب وہ ہر کہ ہمتان کیا جاتا ہر اس پر
قسم ہمتان سے یہ جملہ فنون نفس وطیع کے ہین تو عقل بن اور ان کو پہچان یہ دونوں اندھیر جی ہین اور منکر عقل کے
جو مثل شمع کے ہر عقل شمع میری دانست میں مثل ب لعل کے ہر آب مجھ سے سن کہ اصل انکا رکی باہم نفس و
طیع اور عقل کے کیسے پیدا ہوئی ایسے پیدا ہوئی کہ وہ ذات جو کل ہر اس کے قسم قسم کے جزو ہین اور یہ جزو جزو
کل کے تو ہین لیکن ایسے جزو نہیں کہ کل سے ان کا لگا و ہو جیسے لوگل کی کہ جزو گل کی ہوتی ہر یہ ایسے جزو نہیں ہین
آسیا جانتا ہے جیسے سبزہ کا لطف جزو ہر لطف گل کا اور بانگ قمری کی جیسے بانگ بلبل کی کہ بذات خود
جد اجدا ہین آب نسرا ماتے ہین کہ اگر میں مشغول ان دشواریوں اور جواب کا جو ان میں ہین ہون تو یہ پاسون کو
پانی کیسے پہونچاؤں یہ پاسون سے مراد مشتاقان ثنوی ہین اور اگر تو ابھی اشکال و حرج کلی کے ساتھ
ہو کہ کل بیان کیا جاے تو صبر کر کس واسطے کہ صبر کنی کشود کی ہے اشکال و حرج ایسا ہے جیسے زید عدل
تو بیمار اندیشون کا ہر ان سے پر ہیز کراد پر کرنا ہون پر ہیز کر کس واسطے کہ یہ جنگ شیر و ن کے ہین خود جانتا ہو

پر ہیز سب دواؤں کا سردار ہو بہت کریمت کر اس واسطے کہ بہت کان کریدنے سے بہرا پن ہی ظہر مانتا ہے جس سے
دواؤں کی اہل پر ہیز پر اس پر سب کا یقین ہو تو پر ہیز کر پھر اپنی جان کی قوت دیکھ کیسی بڑھتی ہے تو مسیری ان
باتوں کو مان و قبول کر اور سن تو میں ایک گوشوارہ زر کا تیرے واسطے بناؤں آدو گوشوارہ کیا جیسے ہر کان زر
کی ہو جائے اور ماہ و فتر یا پر پہونت بجائے آگے بیان امسی گوشوارے کا ہر فرماتے ہیں کہ اول تو اس بات کو سن کہ
یہ خلق مختلف سب مختلف الحال ہیں مثل حروف الف بے کے یا سے الف تک کہ الف مراد واحد احد سے ہے اور جو
یا سے الف تک کما نہ بالعکس تو یہ ایسا ہر جیسے نیچے سے اوپر کو جانا بنظر ترتیب حروف الف بے کے الف سے
یا تک ہیں اس سبب سے کہ غرض بیان مخلوق سے ہے اور ساری مخلوق پستی میں ہے اور سب سے بالا حضرت
واجب تعالیٰ یا بضرورت قافیہ کے ایسا فرمایا ہے بنظر مال کہ دونوں طرح واحد ہر آب جو ہر حرف
کہ مختلف ہیں ان میں شور و شک ہے مثلاً آب ت ش اگرچہ یکروہین اور یک روئی کے سبب سے سراپا
ایک ہیں مگر نقطے جو مثل نقطون شک کے لگے ہوئے ہیں کہ مثلاً ع اختلاف مذاہب ہیں یہی باعث فتنہ اور شور
باہر گر کے ہیں اور یہ جو یکروہین کوئی ان میں ایک دوسرے کی ضد ہیں کوئی متحد ہیں مثلاً سنی شیعہ کہ دونوں
مسلمان ہیں اور کوئی اہل نزل اور کوئی اہل جہد جیسے اشتیاق اور اتقیا کہ یہ بھی اسلام کے رو سے یکروہین الخلاف
شرح بحر العلوم میں بکاسے حال وادست کے حال او ما ہم ملک کو ماتم ملک اور فنون کو وزن خاست کو خواست پجو
لوکل چہ بوالصبر کو کالصبر احتما کو اجتماعا حالند کی جگہ جالند اور جد کو حد قولہ بس قیامت روز عرض اکبر ست پ عرض او
خواہد کہ بازیب و فرست پ ہر کہ چون ہندو سے بدسو دایست پ روز عرضش توبت رسو ایتست پ چون نہ وارد
روسے ہون آفتاب پ او خواہد خربے ہون نقاب پ برگ یک گل چون خار و خار او پ شد بہاران دشمن ہمار
او پ دانکہ سرتا پاگست و سون ست پ پس بہار اور او دچم روشن ست پ خار بمعنی خزان خواہد خزان پ تا نزد پہلو
خود باگستان پ تا بنو خدا حسن آن و رنگ دین پ تا نہ بینی جنگ و آن و رنگ این پ پس خزان اور ہمار
است و حیات پ یک نہ ماندنگ یا قوی زکات پ باغبان ہم داند اترادر خزان پ یک دید یک نہ از دیہان پ
خود جان این یک گشت و باقیان پ جملہ اتباع و طفیل اندام و فلان پ او جہان کامل ست و مفرد ست پ
نسخہ کل وجود اور ابد ست پ بس بھی گویند ہر نقش و نگار پ مرده مرده تک بھی آمد بہار پ تا بود تابان شکوفہ
چون زرد پ تا کنند آن میوہ پید اگر پ چون شکوفہ ریخت میوہ سر کند پ چون کہ تن بشکت جان سر بر کند پ
میوہ معنی او شکوفہ صورتش پ آن شکوفہ مرده میوہ نمیش پ چون شکوفہ ریخت میوہ شد پید پ چون کہ آن
گم شد شد این اندر فرید پ تا کہ نان لشکت قوت کے دہد پ تا مشکہ خوشہ کے سے دہد پ تا ہلہ
نشد با دویہ پ کے شود خود صحت افزا دویہ پ المعنی عرض یا تعظ ہر کہ تا کسی چیز کا کسی پر بہا نہ ان میں

اعتقاد زائد ہر فرماتے ہیں کہ یہاں دنیا میں تو یہ طلل و اختلاف ہیں جو اشعار صدر میں مذکور ہوا اگر قیامت کا دن
 غرض الکر کا ہو خدا تعالیٰ پر اب بھی کچھ چھپا نہیں لیکن اس دن غرض پاکر ہو گا کہ سب کو اپنے اپنے عمل پر
 ظاہر کرنا ہوں گے پس غرض وہی چاہیگا جو با زیب و بافر ہو گا اور جو کوئی مثل ہندو نہایت سیدہ کار و سیدہ و ہر
 غرض کے دن اسکی باری رسائی کی ہر اب نہیں چھپ سکتا پھر فرماتے ہیں سبکی ایسی صورت روشن نہیں ہے جسے
 آفتاب دہ می چاہتا ہو کہ رات ہی رہے جو مثل نقاب کے ہو کہ میرا غیب ڈھکا ہو اسکو وہ دن سخت ناگوار ہو گا اسلئے
 کہ جب وہ بالکل ظاہر ہو ایک گل کا سامان بھی نہیں رکھتا تو وہ ہمارا اسکے اسرار کی دشمن ہو گی جیسا کہ قیامت کے
 روز کا فرد بد اعمال دنیا کو یاد کر بن گے اور چاہیں گے اور جو سر سے پاؤں تک گل ہو اور سوسن ہو یعنی آزاد اسکی
 اس ہمارے دونوں انگلیں روشن ہیں اسکو کچھ غم نہیں ہاں خار جو بے معنی ہو خزان ہی خزان چاہتا ہو تاگلستان
 کے ساتھ ہم نشست ہو اور اسکے پہلو میں رہے اور جو کہ خزان مراد دنیا سے ہو جو حن گل اور تنگ خار کو چھپائے
 ہو ہے کہ نہ تجھ پر اسکی خوبی ظاہر ہو نہ اسکی تنگ و دونوں کو نہیں جان سکتا اسلئے کہ یہاں دونوں برابر و یکساں ہیں
 بس خار کے لیے خزان ہو ہمارو حیات ہو کہ وہ سنگ و یاقوت کا تو ایک دکھا رہی ہو کات نام ایک شہر کا ہو خراسان
 سے معلوم ہوتا ہو کہ یاقوت وہاں کا اچھا ہوتا ہو آہستہ اسکو باغبان خزان میں بھی جاتا ہو کہ یہ حصار ہو یعنی کامل
 اسکے نیک بد سے خوب واقف ہو کہ یہ حسن و خوبی سے بالکل عاری ہو اور اس کامل ایک شخص کا دیکھنا اچھا ہو
 سارے جہان کے دیکھنے سے جو حشر کے دن کچھین گے پھر فرماتے ہیں کہ اگر فلاں اس کامل کو یک کس مت جان
 یہ خود ایک جہان ہو سو اس کے جو باقی ہیں سب اسی کے تلح اور طفیل ہیں جیسے قطب الاقطاب کے ہوتے ہیں
 اور وہی جسکو یک کس کہہ کر ایک جہان کامل ہو اور ہو مفرد کل وجود کا نسخہ اسکے ہاتھ میں ہو سب کو دیکھنا جانتا ہو
 تب اس نسخہ میں جو نقش و نگار ہیں یعنی نیک و صالح یا ہم خردہ پر خردہ ہو بچانے ہیں کہ دیکھو اب ہمارا آتی ہے
 اور اب شکوفہ زہر ہونے کی طرح چمکتے ہیں اور ان شکوفوں میں جو میوؤں کی گرہ ہیں ظاہر ہوتی ہیں جنمول ہو جب شکوفہ
 یعنی میوہ کا بچل چھڑ جاتا ہو میوہ ظاہر ہوتا ہو ایسے ہی جب تن شکستہ ہوتا ہو اور چھوٹتا ہو جان ظہور کرتی ہو لاجرم
 شکوفہ صورت ہو اور میوہ معنی ہو گویا شکوفہ خردہ ہو میوہ اسکی نعمت اور جب شکوفہ چھڑ گیا میوہ ظاہر ہوا
 بس وہ کم ہوا اسکی زیادتی ہوئی تیری دانست میں ہماروت ہو شکوفہ عمل صالح میوہ نتیجہ اسکا شکوفہ کا چھڑنا
 عمل سے چھوٹ جانا کہ بعد موت کوئی عمل نہیں اب نتیجہ ہی نتیجہ ہو اب دونوں شتر بعد کے نظیر ہیں یعنی جینک
 روٹی توڑ کے کھاتے نہیں توت نہیں دیتی اور بدون توڑنے خوشہ کے شراب نہیں بنتی اور جب تک ہلید
 اور دو اون کے ساتھ ٹوٹ کے نہیں ملتا وہ دوا صحت افزا نہیں ہوتی غرض ان دونوں نظیروں سے شکست
 ہو جیسے اوپر کہا ہو چون کہ تن شکست از اختلاف شرح میں ہمارا اسکے بجائے ہمارا غلط ہوا ہو چکا

ادویہ کے یہ جو لمبھی شش کے ہر لکھا ہر اور ہو سکتا ہے

بیان صفت پیر کہ کون ہے اور پیر دی اُس کی کس طور پر چاہیے

قولہ ام صیاد الحی حسام الدین بکیر ایک دو کا قد برفراور و صفت پیر ہر گرجہ صفت نازک ست دس نزار ہر برنی آید
جہاں رہے تو کار ہر گرجہ جسم نازک راز و نصیب ہر ایک بے خورشید مارا نور نصیب ہر گرجہ مصباح و زجاجہ گشتہ ہر
ایک سرخیل دل ہر رشتہ ہر چون ہر رشتہ بدست و کام تست ہر در ہاے عقد دل ز انعام تست ہر برنویس احوال
پیر راہ دان ہر پیر را بگزن دین راہ دان ہر پیر تابستان و غلقان تیر ماہ ہر خلق مانند شبند و پیر ماہ ہر کردہ ام
بخت جوان را نام پیر ہر گورخ پیرست نے را نام پیر ہر چنان پیرست کش آغا نصیب ہر با چنان در سیم انبار
نصیب ہر خود قوی تری بود خرمین ہر خاصہ آن غری کہ باشند من لدن ہر پیر را کہ بگزن کہ بے پیر این سفر بہت است
پر آفت و خوف و خطر ہر آن رہے کہ ہر با تو رفتہ ہر بے قلا و زاندران آشفتہ ہر پس رہے را کہ رفتی تو پہنچ ہر
این مرد تنہا ہر ہر سر پہنچ ہر ہر کا وہ بے مرشدے در راہ شد ہر او ز غولان گرہ در چاہ شد ہر المعنی مصباح بالکسر چراغ
زجاجہ بضم قندیل آگینہ درہ ہر ہر و تشدید را حروارید بزرگ عقد بالکسر مہدی لڑی تیر ماہ سالون من لدن از نزد خدا غول
بالضم دیو جن جو بیابان میں رہتے ہیں اور لوگوں کو بہکاتے ہیں مولانا رح فرماتے ہیں اور صیاد الحی حسام الدین
کی طرف مخاطب ہیں کہ ایک دو کا قد ہے اور صفت پیر میں انہر کچھ بڑھا اور زیادہ کر گرجہ جسم تیرا نہایت نازک و نزار ہے
تھل ایسی تکلیف کا نہیں لیکن کیا کیجیے کہ کام جہاں کا ہے تیرے نہیں نکلتا چھر کہتے ہیں اگر چہ تیرے جسم نازک میں زور
نہیں ہے مگر خورشید بغیر ہماری آگینیں بھی تو روشن نہیں اگر چہ تو مصباح و زجاجہ ہو گیا ہے لیکن سر گرہ اور ہر رشتہ دل کا
تو تلخ ہو آئے کر یہ مٹل توڑہ کشکا تو قہتا مضباح المضباح ہے و زجاجہ سے مثال اللہ کے نور کی ایسی جیسے
چراغدان اس پر چراغ اور چراغ بھی شیشہ کی قندیل میں یہ نہایت مبالغہ اُسکی صفت میں ہے کہ تو خدا کا نور
ہو گیا ہے اور خدا کے نور کا قندیل اور جو ہر رشتہ دل کا تیرے اختیار و تیرے منہ میں ہے لہذا یہ مروارید بزرگ جو میر
دل کی نظم میں ہیں تیرے ہی عطا و انعام سے ہیں تو کچھ احوال پیر راہ دان کا لکھ چنانچہ انھیں کی طرف سے کہتے
ہیں کہ پیر کو مخلوق میں سے چھانٹنے لے اور اسکو راہ دان کیا معنی عین راہ سمجھ پیر ایسا ہے جیسے موسم گرمی کا اور
مخلوق جیسے سالون کا مہینہ جس قدر گرمی زیادہ ہوگی اسی قدر سالون میں برسے گا اور مخلوق کو نفع پہونچے گا مخلوق
ایسی ہے جیسے رات تیرہ و تار یک اور پیر جیسے ماہ کہ اُسکے نور ہدایت سے راہ کے نشیب و فراز نظر آتے ہیں
پیر ایک بحث جو ان ہر مخلوق کے لیے کہ فوائد بہت جو ان کے ظاہر پہنچے اسکا نام پیر رکھا ہے لیکن اس سبب سے
پیر اسکا نام نہیں رکھا ہے کہ وہ زمانہ کا پیر کیا ہوا ہے اور حکم ملکہ خدا کی طرف سے پیر ہے پیر مگر کی تو ابتدا ہے کہ فلان سنہ
کی پیدائش ہو یا ایسا پیر ہے کہ اسکا کوئی آغاز نہیں پیر مگر کی عمری میں شریک بھی ہوتے ہیں یہ درہم ہے

اسکا کوئی شریک نہیں دیکھو شراب پُرانی کسی قوی ہوتی جو یہ بھی پُرانی شراب پُر اور خاص وہ شراب جو من لدن
 فیض عطاے الہی سے ہو پھر اسکی قوت کو خیال کرو تو پہلو کو چھانٹو اور اختیار کر کہ سب سے پہلے یہ سفر راہ خدا کا پُرانت اور
 پر خوت و خطر ہو خیال تو کروہ راہ کہ حسین بار ہا تو گیا بحر سے بہرے کے آئین کیسا پریشان ہوتا ہو چہرہ راہ کہ جس میں
 کبھی نہیں چلا ہو خبردار تنہا مت جا اور بہر کو مت چھوڑو جو شخص سب مرشد کے اس راہ میں چلا وہ ضرور غول و شیطان
 سے گمراہ ہوا اور کنوین میں گرا قولہ گر نباشد سایہ پیرا در فضول پس ترا سرگشتہ دار و بانگ غول و غولت از وہ
 می برد اندر گزند از تو و اہی تردین رہ بس بدند از نبی بشنو ضلال رہوان و کہ چنان کہ وہ بلیس بدروان و
 صد ہزار سال راہ از راہ دور و بردشان و کردشان زاد بار غور و استخوان ہما شان بین و موسے شان و جبر
 بین و مران خسوسے شان و گردن خرگبر دوسوے راہ کش یا سوسے رہبانان و رہدانان خوش و ہین ہل غمراہ
 دوست از موسے مار و زانکہ عشق اوست سوسے سبزہ زار و یکڑمانے گرفت و اہلیش و اور وہ فرسنگا سوسے
 حشیش و دشمن راہ مست خرست علف و اہر لبیا خربندہ را کہ وہ تلف و گردانی رہ ہر انجہ خرخواست و
 عکس آن کن خود بود آن راہ راست و شاوژد آہن پس انگہ خاں و اہن و ان من لم یصن تا لواء با واد از روم باش
 دوست و چون یضلیک عن سبیل اللہ اوست و این ہوا انشکند اندر جان و پنج چیزے ہجوسا ہر بان و
 المعنی غور بود و معروف بر ہنہ حشیش گیاہ خربند مالک خرینے اور فضول اگر تیرے سر پر سایہ پیر کا نہہ کا تو بانگ غول
 کی تجو سرگشتہ اور گمراہ کرے گی اور یہ غول تجو راہ سے پھیرے نقصان میں ڈالے گا جیسے داہی ہلے زیادہ اس راہ میں
 بہت ہوے ہیں قرآن سے گمراہی ان رہروہن کی سن کہ اُنکے ساتھ بلیس بدروان نے کیا کیا لاکھوں برس کی
 راہ جو راہ راست سے دور تھی و پسر انکو ڈالا اور بد بختی سے برہنہ کیا انکی ہڈیاں و کچھ اور بال و کچھ اور عبرت پکڑ اور
 اپنے خر کو اسطرح مت ہانک قید موہو و ان کی اس سبب سے ہو کہ یہ مدتوں رہتے ہیں تو اپنے گدھے کی گردن پکڑ اور
 راہ پر چھینچ لا اور جو راہ بان اور راہدان میں اسچھے انکی طرف لپکا خبردار تو اپنے خر کو خود زائے مت چھوڑ اور ہاتھ میں
 سے انگ مت کرا سوا سٹے کہ سبزہ زار کا عاشق ہو لینے اچھی خورش کا اسکو روکے رہ ایک دم بھی اگر غفلت سے اس کو
 چھوڑ دے گا تو کھاس کی خاطر کو سون چلا جائیگا مطلب یہ کہ خرم و فحش سے ہو اگر خوش خوراک بنا دے گا تو بھر قابو نہیں
 آنے کا جو خر مست علف کا ہو وہ راہ کا دشمن ہو ہر جگہ مٹھو مارے گا کہ ہی سبب سے بہت خربند تلف ہوئے ہیں
 اور اسکے مٹھو مارنے کی آفت میں پڑے ہیں اگر تو راہ سے ناواقف ہو تو نے ہم تجکو بتائیں کہ جو کچھ خیر اچا ہے اُسکے
 خلاف کر بس یہی مسیذھی راہ جو یہ کھس تیرا مونٹ ہو اور موخات کے معاملے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا ہو شاوژد آہن تم خالقوا و ان من لم یصن تا لواء یعنی عورتوں سے مشورہ تو کرو مگر اُسکے خلاف کرو اور
 بیشک جو خلاف نہیں کرتے گا مارا پڑے گا اسلیئے کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں پس خلافت انکا نہیں پڑیگا

یہی حال نفس کا ہے تو حرص و اُرزو کا دوست مت بن اور دلائع الہویٰ فیضات عن سبیل اللہ دھیان کر کہ یہ اللہ کی راہ سے بہکانے والے ہیں مت پیروی کر حرص کی کہ بہکانے لگو اللہ کی راہ سے لیکن اس کے توڑنے واسلے جہان میں سوائے سایہ ہمارا ہیون کے یعنی جو اس راہ چلنے والے ہیں اور کوئی جیسز نہیں ہے

وصیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قال انبی علی السلام اذا تقربت الناس الی فانفقہم بانواع البزق تقرب الی اللہ بانواع العقل و التبر تبسبغہم بالدرجات و الزواجر عند الناس فی الدنیا و عند اللہ فی الآخرۃ جسوقت کہ تقرب ڈھونڈھیں لوگ اپنے خالق کے سامنے قسم قسم نیکیوں سے تو تقرب ڈھونڈھ اے علی اللہ کی طرف قسم قسم کی عقل اور انواع انواع دل سے پس تو سبقت کرے گا لوگوں پر درجات و تقرب میں لوگوں کے نزدیک دنیا میں اور اللہ کے نزدیک آخرت میں

قولہ گفت پیغمبر علی را کہ اے علی ہ شیر خن پہلوانے پردلی ہ ایک بر شیر کن ہم اعتماد ہ اندرا در سایہ نخل امید ہ ہر کسے کہ طاعت پیش آورد ہ بہر قرب حضرت بیچون و چند ہ تو تقرب جو عقل سرخوش ہانے چو ایشان بر کمال ہ برخوش ہ یا علی از جملہ طاعات راہ ہ برگزین تو سایہ خاص اکہ ہ ہر کسے در طاعتے بگرختند ہ خوشن تحملی انمیتند ہ تو برودر سایہ قافل گرہ ہ تاری زان دشمنے پیمان ستیز ہ از ہمہ طاعات است لائق ست ہ سبق یابی بر ہر آنکو سابق ست ہ چون گرفت پیہر ہن تسلیم شو ہ مجھ موسے زیر حکم خضر و ہ اندر آہور سایہ انعامی ہ کش نشانہ بردار ہ ناقلی ہ پس تقرب جو بد و سوسے اکہ ہ سر بیج از طاعت او بیچا ہ ہ زانکہ او ہر غار گلشن کند ہ دید ہاے کورار روشن کند ہ نخل اواند رزمین چون کوہ قاف ہ روح او سیم رخ بس عالی طواف ہ دستگیر و بندہ خاص اکہ ہ طالبان رامبر و تا پیشگاہ ہ اگر بگویم تا قیامت نعت او ہ بیج اور غایت و مقطع مجو ہ آفتاب روح رانے آن خلک ہ کہ ز نورش زندہ اند انس و ملک ہ در بشرد و پوش گشت ست آفتاب ہ ہضم کن واللہ اعلم بالصواب ہ بمعنی ہر دل بہادر اعتماد مالہ اعتماد بر نکوی مستحق بالفتح پیش رفتن ناقل ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے والا پیشگاہ و حد مجلس و محن خانہ ایک دفعہ حضرت نے حضرت علی سے فرمایا کہ اے علی تم شیر خن کے ہمارے پہلوان ہ ہر دل ہو لیکن اپنی شیریں پر بھر و سامت کرو اور کسی نخل امید کے سایہ میں داخل ہجھ سے امید برائے جو لوگ کہ طاعت پیش لاتے ہیں تو اسی واسطے کہ قرب خدا قائلے کا حاصل ہو جو بیچون و چند ہر تم آسکا قرب اپنی عقل و دل سے ڈھونڈھو نہ اور دن کی طرح نیکی و کمال سے آخر علی جملہ طاعات سے جو اس راہ میں کرو ان سب سے سایہ کسی خاص بندہ خدا کا اختیار کرو ہر کسی نے ایک طاعت اختیار کی اور اپنے واسطے ایک غلص پیدا کیا تم جاؤ اور کسی قافل کے سایہ میں پناہ بگرو تب اس چھہ دشمن نفس سے رہائی پاؤ گے جملہ

طاغوتوں سے بھارے لائق مہی ہو اور جو لوگ سابق ہیں ان پر اسی سے سابق ہو جاؤ گے جب تم نے پیر بن تسلیم
 کا پنا تو جاؤ موسیٰ کی طرح خضر کے علم میں چلو ظاہر ہو خضر صرت بنے تھے اور موسیٰ رسول اولو المعزم لیکن بموجب
 حکم رب کے موسیٰ کو خضر کے حکم میں چلنا پڑا اسے حصول ہدایت کے تم اس عاقل کے سایہ میں داخل ہو کہ اسکو
 بھارے سر سے کوئی دوسری جگہ نہ لجا سکے بس ایسے سے قرب خدا کا ڈھونڈو اور اسکی طاعت سے کسی وقت بہت
 پچھرو اتن سبب سے کہ وہ ہر خار کو گل کیا گلشن بناتا ہو اور اندھون کو اٹھیا رہ کرتا ہو اسکا سایہ زمین میں ایسا ہے جیسے
 کوہ قاف بے جنبش اور روح اسکی ایک سمیرغ عالی طرف ہو وہ اسکا خاص بندہ ہو اور لوگوں کا دستگیر مظلوموں کو
 صد مجلس تک پہنچاتا ہو جو قرب الہی ہو اگر میں اسکی نعمت قیامت تک کروں تو اسکی نہایت و مطلق کو تب بھی مست
 و موصوفہ آفتاب روح کا فلک ہو اور وہ فلک نہیں جس کے نور سے اس و ملک زندہ ہیں یہ اور ہی فلسفہ ہے
 وہ ایک آفتاب ہے بشر بن چہا ہو اس اسی کو سچے لو اور الہی اچھی طرح جاننے والا ہے اختلاف تشریح میں جو بدو کو
 جوید و لکھا ہے قولہ صبر کن بر کار خضر سے بے نفاق ہوتا گوید خضر و ہذا فراق ہا گر حب کشتی بشکند تو دم مزین ہا گر حب
 طفلی را کشد تو موکلن ہا دست اور احق جو دست خویش خواند ہا ناید آئندہ فوق اید پیغمبران ہا دست حق تمیز اندیش
 زندہ کند ہا زندہ چہ بود جان پائینہ کند ہا یا باید راہ را تنہا برو ہا و ز سر خود اندرین صحرا برو ہا ہر کہ تنہا تادین
 رہ را برید ہا ہم لبون ہمت پیران رسید ہا دست پیر از غائبان کوتاہ نیست ہا دست او بر قبضۃ اللہ نیست ہا غائبان را
 چون چنین غفلت دہند ہا حاضران از غائبان لاشک پند ہا غائبان را چون نوالہ میدہند ہا پیش حمان تا پہنچتا ہند ہا گوئی
 کو پیش شہ بند دگر ہا با کسے کہ ہمت بیرون سوے در ہا فرق بسیارست ناید و حساب ہا آن را اہل کشف
 و این نزال حجاب ہا جہد نے کن تا رہی با بے درون ہا ورنہ مانی طلقہ وارانہ در بردن ہا چون گزیدی
 پیر نازک دل مباش ہا دست در بزدہ جواب و گل مباش ہا در ہر زخمے تو پر کینہ شوی ہا پس کجا
 بے صیقل آئینہ شوی ہا المعنی موکدن بال محسوس تھا جیسا کہ مانتی لوگ محسوس تھے ہیں تو کہ نعمہ کشف بالفتح معلوم ہوتا
 اور پردہ کسی چیز سے اٹھا دینا فرماتے ہیں اگر بے نفاق خضر کے کام پر جو کچھ وہ کرے صبر کر تو ایسا نہ ہو صبر
 موسیٰ کی طرح حق ہو کے کدے جاؤ اب ہمارے بھارے جدائی ہو جیسے موسیٰ سے کدیا تھا ہذا فراق نبی و
 بنیک اگر وہ کشتی توڑے دم مت مار اور اگر کسی طفل کو مار ڈالے بال مت کھوٹ جیسے خضر نے کشتی توڑی
 اور لڑکے کو مارا اسکے ہاتھ کو خدا نے اپنے ہاتھ کیا ہے جب تو یذ الدفوق اید پیغم جاری کیا ہے یعنی اسکا
 ہاتھ اولیاس کے ہاتھ پر ہو وہ ہاتھ حق کا پھیرتا ہو اور زندہ کرتا ہو بلکہ زندہ کیا جان پائینہ بخشتا ہے خبردار اس راہ
 میں بدون یار کے تنہا مت چل اور اپنی خود سری سے اس صحرا میں ہرگز مت چل جتنے تنہا بطور مشا ذماہ کے
 اس راہ کو قطع کیا وہ بھی بیرون ہی کی ہمت کی مدد سے پہنچا اگر یہ کہا جائے کہ وہ تنہا چلا پھر بیرون کی مدد

کسی تو کہتے ہیں کہ پیر کا ہاتھ غائبیوں سے بھی کوتاہ نہیں ہوا اور اسکا ہاتھ سوا قبضہ اللہ کے نہیں ہر کس یہ لوگ جب غائبوں کو ایسا خلعت دیتے ہیں حاضر تو بیشک غائبوں سے اچھے ہیں خیال کرنا چاہیے کہ جب غائبوں کو لو الہ دیتے ہیں تو مہمان کے سامنے کیسی نعمتیں نہ رکھیں گے کمان ہر شخص جو سامنے بادشاہ کے کمر بستہ کھڑا ہو معتابل اس شخص کے جو باہر دروازہ کے کھڑا ہو اور اہل حجاب جو غائبوں کی عون و مدد سے تعجب کریں تو کیوں نہ کریں اسکا کہ اہل کشف اور اہل حجاب میں بہت تفریق ہے جو حساب و شمار میں نہیں آتا آب تو ایسی جہد و کوشش کر کہ انکے درون مجلس میں راہ و دخل پائے نہیں تو حلقہ کے مثل باہر دروازہ کے رہ جائے گا اور یہ بھی تجھ سے کہے دینا ہوں کہ جب تو پیر اختیار کرے تو نازک دل مت ہو کہ ذرا میں بگڑ گئے اور گرا پڑا انکی طرح جو محض آرام طلب اور بالکل آب و گل ہیں صفت بن مستعد خدمت ہو خیال تو کر اگر دروازہ زخم میں تو پرکینہ ہوگا تو بے صیقل کے آئینہ کب بنے گا آخر آئینہ کو بھی تو کھرچتے پھیلے ہیں جب جلا پاتا ہوا خلاف شرح میں بجائے باکسے تاکسے دروازہ بروں کی جگہ از اندرون اور درمہر کو درمہر غسلا لکھا ہے

حکایت قزوینی کی کہ اپنے جسم پر صورت شیر کی بنوائی اور زخم سوزن سے گھرایا

تو کہ ابن حکایت بشنو از صاحب بیان ہر طریق عادت و قزوینیان ہر تن و دست و کتفا بید رنگ ہر میزند از صورت شیر و پلنگ ہر برجان صورت پیادے بے گزند ہر از سر سوزن کہو دیما ز نند ہر سوسے دلا کی بشد قزوینی ہر کہ بودم زنستان شیرینی ہر گفت چہ صورت زخم ای پہلوان ہر گفت بزن صورت شیر ثریان ہر عالم شیرست نقش شیر زن ہر جہد کن رنگ کہو دی سیر زن ہر گفت برہر معصیت صورت زخم ہر گفت برشاہ گم زن آن رقم ہر تا شود پشتم قوی در رزم و بزم ہر با چنین شیر ثریان در عہد جزم ہر چونکہ او سوزن فرو کردن گرفت ہر درد آن در شاہ کہ مسکن گرفت ہر پہلوان در نالہ آمد کا سنی ہر مرا کشتی چہ صورت میزنی ہر گفت آخر شیر فرمودی مرا ہر گفت از چہ عضو کردی ابتدا ہر گفت از درمگاہ آغازیدہ ام ہر گفت دم بگزار اسے دودیدہ ام ہر از دم و درمگاہ شیرم در گرفت ہر دلمہ او دلمہ حکم گرفت ہر شیر بیدم باش گو ای شیر ساز ہر کہ دلم سستی گرفت از زخم کا ز ہر جانب دیگر گرفت آن شخص زخم ہر عجا بایموا سائے و رحم ہر ہا نگ زد او کین چہ اندست از ہر گفت این کوششست ای مرد کو ہر گفت تا کوشش بنیاد ای ہمام ہر گوش را بگزارد کہ کن کلام ہر جانب دیگر خلش آغاز کرد ہر باز قزوینی فغانے ساز کرد ہر کین سوم جانب چہ اندست نیز ہر گفت نیست اشکم شیرایز ہر گفت گو اشکم بنا شد شیرا ہر خرد چہ شکم باید این او پیرا ہر المعنی حسنی بفتح روشن و تابان و رفیع کا ز معرض محابا و مواسا ہر دو بضم رعایت و دوستی ہمام سردار او پیرا مالہ او بار بدیقتی فترتے ہیں یہ حکایت سن کہ اہل بیان نے اسکو قزوینیوں کی عادت و طریق کے بیان میں لکھا ہے کہ وہ جسم اور ہاتھ اور دستاؤں پر جہان چاہتے ہیں صورت

شیر و پلنگ کے بیدارنگ بنواتے ہیں اور ایسی صورت پر پہاڑ سے نیلا گودواتے ہیں بس ایک
 قزوینی ایک دلاک کے پاس گیا کہ تجھ سے شیر مینی لے اور نیلا گودے دلاک نے جو مراد نیلا گودے والے
 سے ہی پوچھا کیا صبر بناؤں ای پہلو ان بتا کما شیر زبان کی صورت بنا تیرا طالع بھی شیر ہو اگر برج اسد تو بھی
 شیر بنا اسی میں جہد کر اور خوب گہرا نیلا بھر دے پھر دلاک نے پوچھا کس مقام پر صورت بناؤں کہا میرے شانہ گاہ
 پر نقش بنا دے تو پشت میری رزم و بزم میں قوی رہے ایسے شیر زبان سے اور ہر عزم و جزم میں یعنی ہر اڑد
 قطعی میں جب کہ وہ دلاک سوئی چوہنے لگا اور دروئے اسکے شانہ گاہ میں ٹھکانا پکڑا یہ چلانے لگا کہ اگر مرد دفع
 میں تو مرا جاتا ہوں تو کیا صورت بناتا ہی کہا آخر تو نے شیر کو کما تھا وہی بناتا ہوں کہا کون اعضا شیر سے شروع کیا ہو
 تمہا اسکی دم گاہ سے شروع کیا ہی کہا ای میرے دودیدے دم کو چھوڑ دے اسکی دم و دم گاہ سے تو میرا دم ایسا
 گھٹ گیا کہ مرا جاتا ہوں اور اسکی دم گاہ نے خود میری دم گاہ سختی میں ڈالی ہی اگر شیر بنانے والے دم مت بنا گو
 شیر بیدم ہو تو ہو کہ میرا دل زخم کا زخم مرد سوزن سے ہر گشت ہونے لگا جو مراد غشی سے ہر آب دلاک دوسری
 طرف زخم لگانے لگا بید صرک اور بے رعایت اور بے رحم پھر وہ چلا آٹھا کہ یہ شیر کا کونسا جسم ہو کہا ای بھلے آدمی
 یہ کان ہیں کما خبر دار کان اس شیر کے ای ہام نہون کے دیتا ہوں تو کانوں کو چھوڑ دے اور باتیں اپنی کم کر چھر
 اس نے اور طرف جھوٹا شروع کیا تب بھی قزوینی چلانے لگا کہ یہ تیسری جانب شیر کا کونسا بدن ہو کہا ای عزیز یہ
 شیر کا شکم ہو کما شکم بھی مت بنا گو شکم ہو یا نہوا ایسے مدبر کو شکم ہی کیا چاہیے اترا وہ مصد و بکاس مشتق دسٹے مزید
 مبالغہ کے ہر اختلاف تشریح میں بے گزند کی بلکہ بنگرند اور بجائے کو دی شیر کے شیر قولہ درد افزون گشت مکن
 زخمنا و خود چہ اشکم شیر را بہر خدا با خبر شد دلاک بس حیران کا نہ تا بدیر انگشت در دندان کا نہ ہر زمین
 زد سوزن از خشم او شاوہ گشت در عالم کسے را این قنادہ خبر بے گوش و دم و شکم کہ وہ بد و این چنین شیر خدا خود
 نا فرید و چون نداری طاقت سوزن زدن و از چنین شیر زبان بس دم مزن و ای برادر صبر کن بر مرد و بیش و
 تار ہی از پیش نفس کبر خویش و کان گرد ہے کہ رہید نذا وجود و چرخ و ہر وہاہ شان آرد و خود ہر کہ مرد اندر زن او
 نفس گہر و مرد از فرمان برد خورشید پیر و چون دلش آموخت نفع از دشتن و آفتاب اور ایا بد سوختن و گشت
 حق در آفتاب بنجر و کہ تزا در کذا عن کہنم و خدنگا نے کہ خدا بد کار شان و میل کردی آفتاب از غار شان و
 غار جملہ لطف چون گل مشود و پیش جزوے گوہر کل میشود و چیت تعلیمش خدا افزا شستن و خوشیتن را خاک
 و غارے داشتن و چیت تو حدیث خدا و موختن و خوشیتن را پیش واحد سوختن و گر ہی خواہی کہ بفرزدی چو روختن
 استی بچون شبے خود را بسوز و ہستیت در بہت آن استی نواز و بچو مس در کیا اندر گرد و در من و ماخت
 گردے نو دست و بہت این جملہ خرابی از دو بہت و المعنی خبر نہر گشتہ و حیران و متعجب گہر با ہست

دکات فارسی آتش پرست متبع بالضم روشن و تابان قزوینی کہتا ہے درود بہت ہونے لگا زخم کم لگا خدا کیواسے شیربے کے لیے شلم ہی کیا ہو یا ہوا دلاک متعجب ہوا اور حیران اور بہت دیر تک انگلی دانت میں دبائے رہا پھر اس استاد نے غصہ کے مارے سوئی زمین پر ٹپک دی اور کہا عالم میں کسی کو ایسا اتفاق پڑا جس نے شیربے گوش دوم و بے شلم کا دیکھا ہو یا شیر تو خدا نے پیدا ہی نہیں کیا جب کو طاقت ایک سوئی لگانے کی نہیں رکھتا تو شیر ژر یان سے بات مت کر آب مقولات مولانا رح کے ہیں کہ اگر بھائی نیش کے درد پر صبر کرتے اپنے غش کا ذرے نیش سے چھوٹے ٹھکس واسطیکہ گردہ کہ اپنے وجود و خودی سے چھوٹ گئے ہیں چرخ اور تھرو ماہ سب انکو سجدہ کرتے ہیں اور جس کے تن میں یہ نفس کا فرم گیا اس کے فرمانبردار خورشید و بارود و نون ہو گئے جن کا فیض بے پایاں ظاہر و عیان ہے جب دل اسکا سمع روشن کرنا سیکھا گیا اور سمع روشن کر لی تو پھر آفتاب اپنی حرارت سخت نہیں پہنچا سکتا جیسا کہ حق تبار نے آفتاب قائم اور روشن میں فرمایا جو قرآن مجید میں ہے اصحاب کہف کے ذکر میں و تری الشمس اذ طلعت تزا ورن اعظم ذات البین و اذ اغربت تقرضم ذات الشمال سینے دیکھے گا تو آفتاب کو جو وقت نکلتا ہے تو کتراتا ہے سب ہی طرف ان کے غار سے اور جب غروب ہوتا ہے تو الگ ہو جاتا ہے جانب چپ تا حرارت اسکی لٹکے غارتک نہ پہنچے وہ سونے والے جہا معاملہ خدا سے تھا کہ وہ اصحاب کہف ہیں آفتاب بھی وہاں ٹھجک کے بچ کے نکلتا ہے پس جب خدا تعالیٰ کا گرم ہوتا ہے تو خارجہ لطف مثل گل کے ہو جاتا ہے اور سامنے جزو کے گوہر کل ہو جاتا ہے جیسے آفتاب کہ وہ جزو ایک کل کا ہے اسکے سامنے اصحاب کہف گوہر کل ہو گئے ہیں اب فرماتے ہیں تعظیم کیا ہے خدا افراشتن یعنی خدا کا بلند کرنا اعلیٰ و اکبر ہر شخص سے اسی کو جانتا اور آپ کو اس کے سامنے خس و غار سمجھنا اور توحید کیا ہے خدا سیکھنا یعنی ایک جانتا ایک کہنا ایک سمجھنا فرض خدا ہی خدا کرنا اور اس واحد کے سامنے اپنی ہستی بلا کے خاک کر دینا و فی کا نام نہ رکھنا جیسے کسی کو کہتے ہیں کہ سو اس بات کے کچھ نہیں سیکھا ہے اگر چاہتا ہے کہ مثل روز روشن کے روشن ہو و ن کو یہ ہستی تیری جو مانند شب کے تیرہ و تاریک ہے اسکو جلا دے تو اپنی ہستی کو اس ہستی ہستی نواز میں اسی گلا دے جیسے کیمیا میں مس گل کے سونا ہو جاتا ہے تو نے من و مامین اپنا ہاتھ خوب جابا ہے لہذا جو کچھ خرابی ہے انہیں دے ہو تکرار بہت کی واسطے حریت تاکید کے ہر اختلاف تشریح بحر العلوم میں یہ مصرع یوں لکھا ہے شیربے دم و سر و شکم اذ اول تو دم کا غلط مشدہ ہوتا ہے تا موزون ہو دوسرے دلاک کے بنانے سے سر بنانا مشاعرے نہیں معلوم ہوتا بلکہ گوش ایس صحیح یوں ہی ہوگا شیربے گوش دوم و شکم اذ اور ذکر تزا ورن گذار کہ یہ بھی ناموزون ہے اور غلط و

توحید ہر دو باضافت جہا کما صنف الیہ تداردی

جانا گرگ و رو باہ کا ہمارا شیر کے شکار کو

قولہ شیر و گرگ و رو دہے ہر شکار و رفتہ بود ندو طلب در کو ہمارا و کان سے باہم اندران محراب سے طرف و صید ہا گیر بسیار

و شکر و تا بہ پشت ہمدگر رسید با سخت بر بند باز و قید را با گرچہ را ایشان شہر نر را تنگ بود با یک کردا کر ام
 و ہر ای نمود با انجین شہر را از شکر زمتست با یک ہمرہ شد جامعہ و جنتست با انجین میرا از اخر تنگہا ست با
 اب میان اختران ہر سخاست با امر شاہ ہم ہم پیر را رسید با گرچہ رائے نیست رایش را ندید با در ترانوہ جو رستیق زر
 شدست با بے از آنکہ جو چو زر جو ہر شدست با روح با قالب کنون ہمرہ شدست با مدتی سگ حارس در گشتہ شدست با
 چونکہ رقتند این جماعت موسے کوہ با در رکاب شہیر با فر و شکوہ با گا و کوہے و بز و خرگوش زفت با یا قند و کارایشان ہمیش
 رفت با ہر کہ باشد در پے شیر حراب با کم نیاید روز و شب اورا کباب با چون دہمیشہ آوردند خان با کشتہ و مجروح
 اندر خون کشان با گرگ و روبہ رایش بود اندران با کہ بدقت بعدل خسروان با المعنی قید با فتح نفع ندید یعنی مثل
 و ہمتا حارس نگہبان زفت با فتح سطر حراب با لکس جمع حرب جس سے مراد غلبی ہر شیر اور پھڑیا اور لوکھری تینوں شکار
 کی تلاش میں پہاڑوں کی طرف گئے اس امید سے کہ تینوں کے ہمارے کے بڑے بڑے جنگلوں میں بہت
 سے اچھے اچھے شکار ہر دین تھے کہ ایک دوسرے کی مدد سے کس کس کے گئے شکار اور قائدوں کے
 باندہ میں اگرچہ شیر کو ان سے ننگ تھی لیکن اپنی بزرگی و راکھی اور انکی ہمراہی کی آب مقولات مولانا رح کے
 بین کہ جیسی ان سے شیر کو ننگ تھی ایسی ہی بادشاہ کو شکر سے زحمت ہوتی ہر گروہا جماعت جب ہمراہ ہوئی تو رحمت
 سے منع بھی نہیں کرتا چاند کوتاروں میں ہوتا تنگ ہر کہ مثل بادشاہ و جماعت کے یہ بھی اسے ہمہ نہیں گروہ ان میں
 خاک کے واسطے شامل ہوتا ہر اور یہی سخاکہ اپنے نور سے اور دن کو چھپا دیتا ہر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
 کو حکم مشورے کا پہنچا چنا پھر قرآن مجید میں ہر و مشا و ہم نے الامر یعنی شیر کو و صاحب کو معاملات میں اگرچہ کسی کی را
 ہمتا ان کی رائے کی نہ تھی جو ترانوہ میں جو رفیق زر کا ہوتا ہر یہ وجہ ہمیں ہر کہ جو زر کی طرح جو ہر ہو گیا ہر
 بار روح جواب قالب کی ہمراہی میں ہر یا تھا کہ ایک مدت جو کیدار و رگاہ کا بنا ہر میری دانست میں سگ سے
 وہ سگ مراد ہر جو قالب حضرت دم کا کھا تھا جس قالب نہ روح ہو سکتا ہر نہ کتا مثل قالب آدم علیہ السلام کے
 پھر استینا فافراتے ہیں کہ جب ہر گروہ پہاڑ کی طرف شیر با فر و شکوہ کی رکاب میں گئے نیل گاہے اور جر کو ہی اور
 خرگوش بہت سے موٹے موٹے پائے اور خوب کام الکابن پڑا پھر مقولہ مولانا رح کا ہر جو کوئی شیر جنگلی کے پیچھے ہوتا ہر
 اسکو کسی وقت کباب کی کمی نہیں ہوتی رات دن افراط رہتی ہر جب اس شکار کشتہ خستہ کو خون میں اتھرتے ہوئے
 کو چنگل میں لائے تو پھیر با لوکھری کو یہ لالچ ہوا کہ اسکا حصہ موافق عدل بادشاہوں کے ہوا ہر برابر الخلافہ شہر
 بحر العلوم میں بار و قید با بقا باز و قید با بزا و قاف لکھا ہر خرگوش زفت کو زفت لکھا ہر قولہ نکس طبع ہر دو شان
 ہر شیر زرد ہر شیر دانست آن طمہا راستہ ہر کہ باشد شیر اسرا و امیر با او بداند ہر چہ اندیشہ ضمیر با ہمیں نگہ دارا ہر
 دل اندیشہ خو با دل ز فکر تھا سے بدور پیش او با داند او خرا ہمیں اند خورش با درخت خستہ دبر اسے روی پوش با

شیر چون دانست آن وسواس شان با دنا گشت و داشت آندم پاس شان بلیک با خود گفت بنمایم سزا با مرشمارا
 انحر حسینان گما با مرشمارا بس نیامد راسے من بظن تا نیست در اعطاسے من با کرد و جو درای تان از راسے من با
 از عطا داسے همان آراسے من بظن تا نقاش چہ اسکا لہ و گر با چون سگانش او ش بخشید و خبر با این چنین نطق
 خسیا نہ من با مرشمارا بود رنگ نہ من بظن تا نقاش چہ اسکا لہ و گر با چون سگانش او ش بخشید و خبر با این چنین نطق
 با ماند دجان این دوستان با شیر با این فکر میزد و خندہ فاش با از تبسمہاے شیر این مباشر با مال دنیا شہماے
 حق با کرد و با انصاف ہم ضرور و دوق با فقر و بخوری بہشت ست اے سند با کان تبسم دام خود را بر کند با اطمینان
 بسند بختیقن حکمہ گاہ و نسبت چیزے پیچھے اور بلندی کسی چیز کی ذوق گداسے و تبشید قاف کوٹنا آٹما کر ناسینے
 جب گرگ و روباہ کو پہلا بچ پیدا ہوا ہر برخصہ کا تو اسکا عکس مشہر پر بھی پڑا اور اُسے نسبت اُنکی طرف سمجھی تبسیر
 مقولاست مولانا رحمت کے جن کہ جو شخص شیر اور بادشاہ اسرار کا ہر جو کچھ کسی کا دل سوچے وہ جان لیتا ہے تبسیر دار
 اے دل اندیشہ خواب کو اُسکے سلسلے اندیشہ بد سے بچائے رہ وہ جانتا ہے لیکن اپنے خر کو چپ چاپ ہانکے
 جانتا ہے زبان سے کچھ نہیں کہتا اور تیرے سامنے اپنی رو پوشی کے لیے ہنستا ہے تبسیر استیانت ہر کہ جب شیر نے
 ان کا دوسواں جان لیا کچھ نہیں کہا اور اسوقت انکا پاس دنا رکھا لیکن اپنے دل میں کہا کہ تمکو اسکی سزا دیکھا و ن گاہ
 کہ تم ناچیز و گدا ہو میری راسے کو کافی ہوتی جو گمان تھا را میری عطا و ن میں اس قسم کا ہر تم کیا ہو تمھاری راسے
 کا وجود میری ہی راسے سے ہوا میری ہی عطا و ن همان آراسے بھلا نقاش نقاش کے ساتھ کیا سوچے اور کیا
 اندیشہ کرے جبکہ جو کچھ سوچ و سنگاش نقاش کی ہر وہ نقاش کی بخشی ہوئی ہر تم اور ایسے ظن ناچیز و ن کے سے میرے
 ساتھ یہ تو تمھارے واسطے میرے ساتھ بڑے تنگ کی بات تھی بس اگر ظن عمیق بظن تا نقاش اسکو کا جو تم ہو سرتہ کا و ن
 تو نہایت ہی خطا ہے یعنی گمان کرنے والے اللہ کے ساتھ گمان با تم وہ ناچیز ہو کہ تم سے آسمان کو تنگ
 ہو اس واسطے کہ وہ آباے علوی کہلاتا ہو اور تم موا لید ثلاثہ سے اب میں تم کو تمام کر کے تمھارے تنگ
 سے اُس کو چھڑا دوں گا تو جہان میں یہ بھی ایک داستان رہا ہے تبسیر اس فکر سے بر ملا ٹھٹھے مارتا تھا مولانا رح
 فرماتے ہیں کہ شیروں کے ہنسنے سے بچنت مت رہو انکا ہنسا ضرور شکر و رائے گا یہ دنیا کا مال بھی خدا تعالیٰ کا
 تبسم ہر جس نے ہم کو مست و مغرور و فقیر اپنا بنا رکھا ہو البتہ فقر و بخوری بہشت ہو اس کے ساتھ وہ تبسم دام اپنا
 آکھٹیر لیتا ہو یہ اس کے چہنساو سے کل کے بہشت میں پڑ جاتا ہو الخاتمہ شریعت شریعت شریعت کی

جگہ خاصت لکھا ہے

کہنا شیر کا گرگ کو بطور امتحان کہ اس شکار کا حصہ کر

قولہ گفت شیر از گرگ این را بخش کن با عدلت را تو کن از گرگ کن با نایب من با شش و قیمت گری با

تا پدید آید کہ تو پہ گوہری چگفت از نہ گدو حشی بخش تست بہ آن بزرگ و تو بزرگ وزفت و حبت بہ ہر مرا کہ ہر میانست
 و وسط بہ رو بہا خر گوش بستان بے غلط بہ شیر گشت اگر گرگ چون گشتی بگو بہ چون کہ من باشم تو کوئی ماد تو بہا گرگ
 خود پہ سگ بود کو خوش دید بہ پیش من چون شیر بے مثل و ندید بہ گشت پیش آکس خرے چون تو ندید بہ پیش آمد
 پنجہ زد اور اورید بہ چون ندیدش مغز تہ ہرے رشید بہ در سیاست پوستش از سر کشید بہ گشت چون دید منت از
 خود ہر دہا این چنین جان را باید زارم دہا چون نہ گشتی فانی اندر پیش من بہ فرغ آمد مرا گردن زدن بہ گر چہ
 غالب دارم اندر بذل فضل بہ گاہ گاہے ہم کنم از عدل فضل بہ کل شئی ہالک الا وجہ او بہ چون نہ در وجہ او ہستی
 مجو بہ ہر کہ اندر وجہ ما باشند فنا بہ کل شئی ہالک نبود ہزا بہ زان کہ در الاست او از لا گذشت بہ ہر کہ در الاست
 او فانی گشت بہ ہر کہ بر در او من و ما می زند بہ رو بہ است و بر لامی تند بہ الطعن و وسط چیزے کہ متوسط با شد
 ای میانہ سیاست سزا شیر نے کہا اگر گرگ اس شکار کو تو ہی تقسیم کر کہ تو گرگ کہن ہو تو ہی معات کو تازہ کر اسکی تقسیم
 میں تو میرا نائب بن تو میرے جوہر ظاہر ہوں کہ کیسا جوہر والا ہو اگر گرگ نے کہا ای بادشاہ گادو حشی تو میرا حصہ ہو
 جو بڑی اور موٹی ہی اسیلے کہ تو بزرگ ہو اور یہ شکار بھی بزرگ و موٹا اور جو بڑی ہیں کہ وہ میانہ اور متوسط ہیں میرے
 مناسب اور ای رو بہا تو خر گوش لیلے اس میں کچھ غلطی نہیں ہو ٹھیک تقسیم ہو شیر نے کہا اگر گرگ بتا یہ تو نے کیسے
 کہا کہ یہ میرا ہی تیرا میرے ہوتے تو ما تو کیسے کہ سکتا ہو گرگ کیا چیز ہو ایک سگ ہو جس نے اپنے آپ کو
 دیکھا اور پھر مجھ سے شیر بے مثل و بے ہمتا کے سامنے بس گرگ سے کہا سامنے آتجہ ساگدھا کسی نے نہ دیکھا ہوگا
 جب سامنے آیا ایک چیمہ مارا سکو بچا ڈالا اسیلے شیر نے اس میں مغز نہ دیکھا نہ تدبیر رشید تو سیاست میں پوست اسکا
 کھینچا اور کہا کہ جب میری دید نے تجکو بخود نہ کیا اور تو آپکو نہ بھولا تو ایسی جان کو زار و خوار مرنے چاہیے اور جب تو میرے
 سامنے قافی نہوا تو تجکو فرغ ہوا تیرا گردن مارنا اگر چہ بخشش میں میرا فضل غالب ہو لیکن کبھی کبھی عدل سے فضل
 کرے ہوں لیکن عدل بھی کرتا ہوں کہ عدل بھی فضل ہو خوب جان لے کہ ہر شئی قافی اور ہلاک ہونے والی ہے
 مگر اسکی ذات اور جو تو اسکی ذات میں نہیں ہو تو اپنی ہمت مست و عوندہ تو بھی اور وں کے مثل قافی اور ہالک
 ہو اور جو ہماری ذات میں فٹا ہو اسکا بدلہ کل شئی ہالک نہیں ہو الا سے مراد اثبات ہو لا سے مراد نفی پس جو
 شخص ہماری ذات میں لا ہو چکا وہ نفی سے گذر گیا اب وہ مقام الا پر ہو یعنی اثبات پر اور جو اثبات پر ہو وہ قافی
 نہیں ہوتا اور جو کوئی ہمارے دروازے پر من و ما کرتا ہو وہ رو بہ آب ہو اگر ڈوبنے والا اور عجیب کہ اپنی نفی پر
 غر کرتا ہو وہ رو بہ آب بر عایت لفظ ما کے کہ باقی کے معنی میں بھی ہو کیسا با آب ہو الخلاف متشرع ہیں ہر مرا
 کو ہر مرا و بدل کو بند لکھا

قصہ اس یار کا کہ ایک یار کے دروازہ پر گیا

قولہ آن یکے آمد در بارے بزد گفت یا بش کیستی ای محمد گفت مگن گفتش برو ہنگام نیست ہا چنین خوانی مقام خام نیست ہا
خام را جز آتش مجر و فراق ہا کہ بزد کہ دار ہاند از نفاق ہا چون توئی تو ہنوز تو نہ رفت ہا سوختن باید ترا در نار گفت ہا رفت آن
مسکین دسلے در سفر ہا و فراق دوست سوزید از شر ہا پختہ گشت آن سوختہ پس باز گشت ہا باز گرد خاندہ نیا گشت ہا
حلقہ زہر در لہد ترس و ادب ہا تانہ بکبے ادب حرفے ز لب ہا بانگ زہر بارش کہ برو کیست آن ہا گفت برو در ہم
توئی ای دلستان ہا گفت اکنون چون منے ای من در آ ہا نیست گنجائش دو من در یک مرا ہا چون یکے باشند
ہم نہ دو توئی ہا ہم منے برخیزد آگجا ہم توئی ہا نیست سوزن را سر رشته دوتا ہا چونکہ بیکتا فی درین سوزن در آ ہا رشته را
باشد لبوزن ارتباط ہا نیست در جز با عمل سم الخیاط ہا کے شود بار یک ہستی جمل ہا جز بمقرض ریاضات و عمل ہا
المنے ایک شخص آیا اور اُس نے ایک یار کے دروازے پر دستک دی یار نے اُس سے کہا اؤ معتمد تو کون ہو
کہا میں کہا جا وقت ملاقات کا نہیں ایسے خوان پر مقام خام کا نہیں خام کو سوائے آگ مجر و فراق کے کون پکائے
اور کون نفاق سے چھڑائے جب توئی تیری تجھ سے نہیں گئی تو تجھ کو آتش گرم میں جلنا چاہیے بس وہ مسکین گیا اور
سال بھر آتش فراق دوست سے سفر میں جلتا رہا جب پختہ ہو گیا جل کے تب لوٹا اور پھر اپنے شریک کے
گھر گیا اور اُس کے دروازے پر حلقہ سیکڑون ادب اور خوف سے کیا تاکوئی حرف بے ادب لب سے
نکل جائے یار نے اُس کے پکار کے کہا کہ دروازہ پر کون ہو جواب دیا کہ ای دلستان تو ہی ہو کہا اب جو تو میں ہو تو کون
بے تامل چلا آسوا سطلے کہ دو من لائق گنجائش ایک کے نہیں ہیں اور جب کی ہو جاتی ہو بالکل تو دو توئی نہیں رجعتی
منی توئی دونوں اکٹھے جاتی ہیں دیکھ تو سوزن کے ڈورے کا سرود ہر نہیں ہوتا اگر ہی سوزن میں گھستا ہو
بس تو کیٹا ہو تو اس سوزن میں گھس رشتہ کو سوزن سے رہا ہونا چاہیے اور اونٹ کے لائق سوئی کا تاکہ نہیں
ہوتا اور وہ اونٹ نفس ہو اور اسکی ہستی بار یک ہونے کا علاج یہ ہو کہ مقرض ریاضت سے اسکو بار یک
کرے تب سوئی کے ناکے میں نکالنے کے لائق ہو جائے شعر صدر میں جو اشارہ لایۃ خلون انجنتۃ حشر علیٰ غفل
فہ سیم الخیا ہا کا جو یہی بات ہو کہ نفس تیرا جب تک اونٹ کی طرح موٹا اور قابل سوئی کے ناک کے نکلنے کے
نہیں ہو دخول جنت ممکن نہیں قولہ دست حق بایہ مرآۃ فلان ہا کان بود بر ہر محاسن کن فلان ہا ہر حال
از دست او ممکن شود ہر حمد انیم اوسا کن شود ہا لکہ دابر ص صہ باشند مردہ نیز ہا زندہ گرد و از فسون انوریز ہا
دان عدم کہ مردہ مردہ تر بود ہا در کعب ایجاد و مضطر بود ہا کس یوم ہنوز ہے فلان بخوان ہا مرد را بیکار و بی یاری
مدان ہا کستہ بین کارش بہر روزان بود ہا کوسہ لشکر را روانہ می کند ہا لشکرے زار صلاب سوسہ امات ہا
بہر آن تا در رحم روید نہات ہا لشکرے زار حام سوسہ خاکدان ہا تازہ زو ماہ ہا برگرد و جہان ہا لشکرے

از خاکدان سوے جل بہ تا بہ میند ہر کسے حسن عمل بہ باز بیشک پیش زانہامی رسد بہ انجہ از حق سوے جانہامی رسد بہ
 وانجہ از جانہما بد لہما میرسد بہ وانجہ از دہما بگنما میرسد بہ انیت لشکر ہائے حق مجید و مہذب از بے این گفت ذکر علی لبشر بہ
 این سخن پایان ندارد و ہن بتا بہ سوی آن دو یار پاک و پاکباز بہ المعنی حرون نفع سرکش لکہ بنعم و تشدید کاف و نافع
 ابرص برص والا قرمانے ہن ریاضات نفس کے واسطے مدد و توفیق خدا تعالیٰ کی بھی درکار ہو کس لیے کہ یہ
 ایک امر محال ہو اور ہر محال کے حق میں مدد اسکی کن فکان یعنی مجر د علم کے دیر ہی نہیں ہوتی جہاں کس ہوا
 نوراً ہو گیا اسکی مدد سے ہر محال کا ہو جانا ممکن ہو ہر سرکش اسکے خوف سے مطیع و ساکن ہو جاتا ہو لکہ اور ہر
 جو قسم جذام سے ہن اور مرض مرہن کیا چیز ہن مردہ بھی تو اس عزیز و غالب کے حکم سے زندہ ہو جائے اور وہ
 عدم کہ مردہ سے بھی مردہ تر ہوے وہ جموقت اسکو پیدا کرے تو اپنی پیدا بش میں مضطر و بچین ہو جائے اور نوراً
 ظہور کرے تو قرآن مجید سے محل یوم ہوئے شان کو پڑھ لینے ہر روز وہ ایک حال میں ہو بس اسکو کیا دیکھا
 مت جان اونے کام اسکا ہر روز یہ ہو کہ وہ تین لشکر کو روانہ کرتا ہو ایک لشکر تو آب کے پشتون سے کہ وہ نطفے
 ہن اہمات کی طرف بھیجتا ہو تا وہ رحم مادر میں جھٹے کو چھوٹا ہن اور پھر ایک لشکر انھیں رجوں سے اس خاکدان دنیا
 کی طرف روانہ کرتا ہو تا وہ مارہ سے جہاں بھر جائے پھر ایک لشکر اس خاکدان سے اجل کی جانب ہانکتا ہو
 تو ہر کوئی اپنے اعمال کا حسن دیکھے اور کچھ شک نہیں کہ پہلے انسے وہ اعمال جو انھوں نے کیے اور خدا تعالیٰ
 سے انکی جانوں کو پہونچے ہن اور جانوں سے دونوں کو اور دونوں سے جموں کو سب بے کم و کاست ان کو
 پہونچتے ہن یعنی اول قصد ہر کام کا خدا تعالیٰ سے جانوں میں پیدا ہوتا ہو اور جان سے دل میں آتا ہو اور دل سے
 جسم میں اور جسم اسکو جاری کرتا ہو یہ عجب لشکر حق کے مجید و شمار ہن اسی واسطے منہ مایا ہو ذکر علی لبشر
 اور پوری آیت یہ ہو و کالیم مجنود زکات الا ہو و ما ہے الا ذکر علی لبشر یعنی تیرے رب کے لشکر کو کوئی نہیں
 جانتا مگر وہی اور ہیایت تو صرف آدمی کی نصیحت کے لیے ہو آئندہ گریز اس سخن کی پھر حد میں ہو اب تو جل
 اور ان دونوں یار پاک و پاکباز کا بیان کہ انخلاف شمس میں بجائے زندہ کے لرزہ اور بجائے ذکر کی کے ذکر

بلانا اس یار کا یار کو بعد تربیت پانے کے

تو کہ گفت یارش کا نذر آہی جملہ میں ہنے محال فون گل و خار چمن بہ رشتہ یکتا شد غلط کم شد کنون بہ گرد و تابی
 حروف کاف و نون بہ کاف و نون ہچون کند اندر جذوب بہ تا کشاند مر عدم را در خطوب بہ پس دوتا باید کمند
 اندر صور بہ گر چہ یکتا باشد اند و در اثر بہ گرد و پاگر چار پارہ را برو بہ ہجو مقراض دو و پاکیک پاشو بہ آن
 و ما نازان گا در را بین بہ ہست در ظاہر خلاف آن و این بہ آن کیے کر پاس در جو سیر زند بہ و ان دگر
 انبار خشکش میکند بہ باز و آن خشک را تر میکند بہ گو یاز ستیزہ عند برے تند بہ یک اند عند استیزہ نما بہ

ایک دل و یک کار باشند اور فتا بہ ہر نبی و ہر ولی را مسلکے است ہا لیک ناحق میسر و جملہ کیے است ہا المعنی خطوب
جمع خطب بمعنی کار بزرگ کر پاس بالکسر نہ مجازاً جامہ تینے جب وہ یا تربیت پا گیا تو اس کے بارے میں اس سے کہا
اندر آہ اب تو جملہ میں ہو گیا مجھ میں تجھ میں فرق نہیں رہا نہ ایسے مخالفت جیسے چین میں خار و گل آہ رشتہ یکتا ہو گیا
اور غلط کام کیا مثل حروف کن کے کہ اگرچہ بظاہر کاف و نون دو حرف ہیں مگر اثر میں ایک ہیں کثہ میں کاف و نون بھی
ہو اور مد بھی ہر بمعنی کشش تیس کاف و نون مثل کند کے اپنی کشش میں ہیں تا عدم کو بڑے بڑے کاموں کی طرف
کھینچیں تیس جملہ صورتوں میں دوہری کند چاہیے اگرچہ وہ دو نون اثر میں یکتا ہیں اگر دو یا نون واسے ہیں یا
چار یا نون واسے دو نون راہ قطع کرتے ہیں جیسے مقراض دو یا والی ایک پا ہو جاتی ہر جیسا کہ کترنے کے وقت
اس کا ایک ہی یا نون چلتا ہر پھر دوسری مثال ہر مثلاً وہ دھوبی جو دو شریک ہیں انکو پچشم غور دیکھ کہ بظاہر ایک
دوسرے میں خلافت ہر ایک تو کپڑا تھہر میں طاقا بھگوتا ہر دوسرا شریک اسکو خشک کرتا ہر پھر وہ اس خشک کو تر
کرتا ہر گویا خصوصیت سے خند کو پورتا ہر لیکن یہ دو نون عند باہد گر اور استیزہ نما ہوتے ہیں مگر ایک دل اور ایک کار
تو اور فتا چھی طرح اسکو غور کر کے دیکھ لیتی ہی ہر ا بنیا وادیا کی اپنی اپنی ایک راہ ہر لیکن وہ راہ ان کو حق نامک
یجاتی ہر بس جملہ ایک ہر اختلاف تشریح میں کثہ اندر کی رے رہی اور کثہ اندر کو گند را ورا بنا زکو انبار اور
باز او کو باز دان غلط لکھا ہے

منہر بگاڑنا سخن سے بسبب ملائت سننے والوں کے

قولہ چونکہ حج مستحب و خواب برد ہا سنگھاسے آسارا آب برد ہا رفتن این آب فوق آسیاست ہا رفتش در آسیا بہر ثما
ست ہا چون شمار حاجت طاحون نہاند ہا آب را در جوے اصلی باز راند ہا ناطقہ سوے وہاں تعلیم راست ہا ورنہ خود
آن آب را جوے جداست ہا میر و دیے ہا نگ و بے تکرار ہا ہا تھتا الا تھار تا گلزار ہا ہا ا و خدا جان را تو بجا آن مقام ہا
کاندر و بھرت می روید کلام ہا تا کہ سازد جان پاک از سر قدیم ہا موسی عرصہ حق زمیناے عدم ہا عرصہ بس با کشاد و با فصحا ہا
دین خیال نہ نیست نہ و با بدلو ہا ہا تنگ ترا مد خیالات از عدم ہا ہا زان سبب ہا شد خیالی اسباب نعم ہا ہا باز ہستی تنگتر
ہا ہا ا خیال ہا زان شدہ روے نم ہا چون ہلال ہا ہا باز ہستی جہان جس درنگ ہا ہا تنگتر آمد کہ زندان بہت تنگ ہا
عدت تنگ بہت ترکیب وعدہ ہا جانب ترکیب ہما می کشد ہا زان سو جس عالم توحید دان ہا ہا گر کیے خواہی بد انجا ہا
بران ہا امر کن یک فعل بود و نون و کاف ہا ہا در سخن انتاد منے بود صاف ہا ہا این سخن پایاں نداد و باز گرد ہا ہا چہ
شدا حوال گرگ اندر نہر ہا ہا المعنی طاحون آسیرا قمر مے ہیں جب جماعت سننے والوں کی سو گئی اور کوئی میرے
سخن کا سننے والا نہ رہا تو میرے دہن کی بچکی جو آب نطق سے چل رہی تھی اس کے پتھر بھی پانی بہا لے گیا
اور یہ بچکی بھی بگڑ گئی میرا دھن پانی کا جو مردانہ طہر ہر مافوق آسیرا غلک سے ہر اور جو اس آسیرا دھن میں جاری ہا

یہ مختار سے نفع کے واسطے ہر آب جو تم کو حاجت اس چلی کی نہ رہے تو اس آب کو اُسکی اصلی نہر کی طرف جس کو فوق آسیا
 کہا ہے پھیر دیا یہ ناطقہ آب جوے خدا کا ہے اور جریان اسکا دین مین واسطے تعلیم کے ہے جب یہ بات نہیں رہتی تو خود خاموش
 ہے آواز اور بے تکرار اُن گلزاروں کو جو تختہ الایمان ہاں چلا جاتا ہے سینے جنات جنکی صفت ہے جنات یہ تجربی مہن
 تختہ الایمان آب دعا کرتے ہیں کہ امی بار خدا یا تو میری جان کو ایسا نظام دکھا جس مین بے حرف و لفظ کے کلام پیدا ہوتا
 ہے امی کلام نفسی تا جان پاک میرے سر سے قدم بنائے اور مہنائے عدم سے غصہ حق کی طرف دوڑے کہ وہ ایک میلان
 نہایت کشادہ اور بافصا ہے جس سے یہ عالم خیال و نیست تو شہ اور سامان پاتا ہے یہ خیالات جو اس عالم خیال
 مین نظر آتے ہیں اور عدم سے آئے ہیں مگر نہایت ہی تنگ آئے ہیں اس سب سے ان کو ہر
 خیال اسبابِ غم کا ہوتا ہے یعنی جو کچھ مہیاں ہو وہ خیال ہی سببِ غم کا ہو جاتا ہے جیسے جامی رحمہ اللہ نے نفی ہنگام
 شعر ہے ہر جان شاعری با مالیت و بیتی در خوابے یا خیالیت و بچہ ہستی جو ہوئی وہ خیال سے بچی تنگ تر
 ہوئی اسی سبب سے روئے قمر بلال ہو گیا کہ قمر اور بلال مین کیا دوست ہے فقط دس بارہ روز تھوہ ہستی جہاں جس دنگ
 کی نہایت ہی تنگ ہوئی اسی کی زندان بھی ایسا تنگ و قلیل نہیں غرض اسکو کچھ ثبات و قیام ہی نہیں اور علت
 تنگی کی ترکیب و عدد ہر اور اسی ترکیب کی طرف جس سبب کی کھینچی ہیں اور اس عالم جس کے بے طرف عالم توحید ہے
 اسکو جان اور اس تعدد سے گزر کر ایک کو چاہتا ہے تو اس طرف اپنی حس کو دوڑا کر کن ایک فعل تھا کہ جو ارادہ
 اکی مین گذرا ہو کیا وہی فعل کاٹ و لون سے سخن مین پڑا اور سخن بنا اس لیے کہ معنی توصاف تھے لیکن اس فعل کا
 اطلاق بھی کسی سے ضرور چاہیے تھا تو بس اسی ارادہ کی تاویل اس کاٹ و لون سے ہے کہ گزیرا کہ یہ سخن
 انتہا نہیں رکھتا تو بٹے اور گرگ کا حال بیان کر کہ مشیر کی لڑائی مین اسکا کیا حال ہوا الخلاف تشریح مین
 بلال کو بلال لکھا ہے اور عدد کو عدد

ادب کرنا مشیر کا گرگ کو بسبب اُسکی بے ادبی کے

قولہ گرگ را بر کند سر آن سرفراز و تانماند دوسرے واقعات ہر فانتنا منہم ست ای گرگ پیرا چون نمودی مردہ در
 پیش امیر و بعد از ان رو شیر بار و باہ کرد و گفت این را بخش کن از بہر خور و پے سجدہ کرد و گفت کین گا و سہن چاہشت
 خوردت با مشد ای شاہ مہین و آن بزاز ہر میانہ روز را بیچنے با شد شہ فیروز را پادان دگر فرگوشش
 ہر شام ہم و شب چروا ای شاہ با لطف و کرم و گفت ای رو بہ تو عدل افزودختی و این چنین قسمت زد کہ موختی و
 از کجا موختی این ای بزرگ و گفت ای شاہ جہاں از جان گرگ و گفت چون در عشق ما شستی گرد و ہر سدا
 بر گزرد بستان دیرو و رو بہا چون چلی مار شدی و چون ہفت آزاریم چو نوما شدی و ما ترا و جملہ
 اشکال ان ترا و پاستہ پر گردون ہفت نمبر آ و چون گرفتہ عبرت از گرگ دنی و پس تو رو بہ عیسی شہیر مینی و

عاقبت آن باشد کہ عبرت گیر دازد مرگ یاران و بلا سے محترز بدو بہ اندوم بر زبان شکر راند با کہ مرا شیر ز پس آن گرگ خوانند
 گر مرا اول بفرمودی کہ تو بہ بخش کن این را کہ جان بر دی از و بہ المعنی حسین فرہہ تخمینی جو دوسرے وقت کو اٹھا
 رکھیں محترز نہیے والا بہ المعنی حبیب بھڑپے کا شیر نے سر توڑ ڈالا تا دوسرے اور میرے تیرے کا امتیاز نہرے دوسرے
 شعر میں خطاب اپنے شخص سے ہو کہ اگر مرگ پر خداوند تعالیٰ اسنے فاقمنا ثم فاقمنا فاقمنا ثم فاقمنا فاقمنا ثم فاقمنا
 یعنی بدلانا یا ہم نے قوم فرعون سے اور ڈوبایا نکور یا میں اگر تو اپنے حاکم کے سامنے مردہ نہ بنے گا تو دیکھ میں نے
 تیرے اس کے انتقام سے خبردار کر دیا پھر شیر نے روباہ کی طرف متوجہ ہو کے کہا کہ تو اس شکار کو کھانے کے واسطے
 تقسیم کر اسنے سجدہ کر کے کہا کہ ای شاہ بزرگ یہ جو فرہ اور موٹی کلمے یہ یہ تو میری نہاری ہو او جو بزرہ تیرے
 میانہ روز کی گئی ہو اور جو خرگوش ہو وہ شام کی چکی شیر نے کہا ای روباہ تو نے ٹھیک ٹھیک عدل کیا مگر ای بزرگ یہ تو
 بنا کہ یہ عدل تو نے کس سے بکھا کہا بھڑپے کی جان سے شیر نے کہا کہ اب تو ہمارے عشق میں گرد ہوئی جان تیرا
 کو اٹھاے اور تو ہی لیلے ای روباہ جب تو بالکل ہمارے واسطے ہو گئی اور آپ کو سہو محو کر دیا تو کج کیسے متاوان
 کہ تو اور میں ایک ہو گئے ہم بھی تیرے واسطے ہیں اور جلد شکار بھی تیرے واسطے اب تو ہم غم فلک پر پاؤں رکھ اور چڑھ
 جا جب تو نے گرگ نابھیز کے مال سے عبرت حاصل کی تو تو روباہ نہیں میری شیر ہو عاقل وہی ہو کہ اپنے
 یاروں کے مرنے سے عبرت حاصل کرے اور بلا سے بچا رہے روباہ نے ہر وقت اول شکر اس بات کا کیا کہ بہت اچھا
 ہوا کہ شیر نے بعد بھڑپے کے جھکوٹا یا اور تقسیم کرانی اگر پہلے بھلاتا اور تقسیم کرتا تو اس سے کون جان بچا پاتا
 الخلاف تشریح بحر العلوم میں نجاس مردہ مردہ بر کو بر کو دیگر لکھا ہے

مقصود حکایت در فضیلت آخر زما تیان

قولہ پس سیاس اور کہ مارا در جہان ہا کر پیدا انہیں پیشینیاں ہا تا شنیدم از سیا ستہاے حق ہا بر قرون ماغیہ
 اندر سبق ہا تاکہ ما از حال آن گرگان پیش ہا ہجو رو بہ پاس خود داریم پیش ہا امت مرحومہ زین روخواند تان ہا آن
 اصول حق صادقہ زیان ہا استخوان و شہم گرگان عیان ہا بنکرید و پند گیرید ای همان ہا عاقل از سر نہد این سہی باو ہا
 چون شنید انعام سر عثمان و عاد ہا ورنہ نہد دیگران از حال او ہا غیرے گیرند از اضلال او ہا المعنی از سر نہدان
 کسی چیز کا چھوڑ دینا باو غور اضلال گمراہی یعنی جب روباہ نے گرگ کے حال سے عبرت حاصل کی جو اسکے
 سامنے ہوئی تہذا مولانا فرماتے ہیں کہ شکر خدا کا جس نے ہم کو جہان میں ابدا گلے لوگوں کے پیدا کیا تو سامنے
 دشمنین جو کچھ سیاستیں حق بنی ان پر ہوئی تھیں اگلی صدیوں میں اور سابق میں کہ ان کے بھڑپوں کا حال سننے
 مثل روباہ کے اچھی طرح آپ کو بچاے رہیں مگر جو امت مرحومہ رسول برحق صادق در بیان یعنی محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو تو یہی وجہ ہو کہ اب جو بھڑپاں اور پشہاں ان بھڑپوں کی عیان ہیں تم احو

بزرگوں کو دیکھو اور نصیحت پکڑو اور حدیث یہ ہر امتی بذمہ مرحومہ لیس لما عذاب فی الآخرة عذابا لہما فی الدنیا العنتن و
الزلزل والقتل امت میری مرحوم ہو انکو عذاب آخرت میں نہیں ہر اور عذاب اُن کا دنیا میں نفع ہے ہن اور زلزلے
اور قتل نفعی عذاب آخرت کی یہ کہ اکثر قبل دخول دوزخ سے مشغول ہن اور بعض جو دوزخ میں داخل ہون گئے ان کو
تھوڑا قیام ہوگا اور جو ہمیشہ رہیں گے وہ غشی میں رہیں گے ان کو عذاب معلوم نہ ہوگا جو عاقل ہن وہ اپنی ہستی و
خود کو بالکل ترک کرتے ہن جب انھوں نے فرعون اور ناد کا حال سنا اور انجام کو سمجھا اور جو ترک نہیں کرے گا تو اس
قابل ہو جائیگا کہ اور لوگ اس کی گراہی کا تجربہ دیکھ دیکھ کے عبرت پذیر ہوں گا

تہدید کرنا نوح علیہ السلام کا قوم کو کہ مجھ سے مست لڑو میں روپوش ہوں خدا کا پس تحقیقت
خدا سے لڑتے ہو نہ مجھ سے

قوله گفت نون اند نصیحت قوم را بدین پرید از خدا آخر عطا بنگرید اور سرکشان من من نیم ہ من بجان مردم بجانان نیز نیم ہ
من ز جان مرحوم بجانان زندہ ام ہ نیست مرگم تا بد پابندہ ام ہ چون مردم از حواسات بشر ہ حق مرا شد سمع و
ادراک و بصیر ہ چونکہ من من نیستم ایندم زہوست ہ پیش ایندم ہر کہ دم زد کا فراوسیت ہ ہست اند نقش این
روباہ شیر ہ سوے این رو بہ بناید شد ویر ہ گززد دے صورتش می نگردی ہ غرض شیران از وی نشوی ہ
گر نبود وی نوح را از حق ندی ہ پس ہمانے را چنان بوم زدوی ہ تہد ہزاران شیر بود اندرتن ہ ہر دو عالم را
ہمی دیدار زدن ہ او ہر دوں رفتہ بذا دامنے ہ او چو تیش بود دو عالم خرمنے ہ چونکہ خرمن پاس عطر او شد ہ
او چنان شعلہ بران خرمن گماشت ہ المعنی ہو بالضم اسم ذات خدا سے قائلے ندی اما لہذا ارزن بالفتح
چنینہ باجرہ غشتر بالضم فہم حصہ ایودہ یک حضرت نوح نے اپنی قوم سے نصیحت میں کہا مختارے بیچ میں میں
بنی عطیات خدا سے ہوں اس عطا کو اسکی مانو اور ای سرکشو غور کردین میں نہیں ہوں میں تو اپنی جان سے مر گیا
اب جانان کی مدد سے جیتا ہوں میں اپنی جان سے تو مر گیا جانان سے زندہ ہوں اور اب مجھ کو موت نہیں میں
ہمیشہ ہوں جب میں حواسات بشری سے مر گیا تو حق قائلے ہی میری آنکھ کان اور ادراک ہو گیا
اور جب کہ میں میں نہیں ہوں اور یہ دم میرا ہو یعنی ذات خدا سے ہر بس اسی دم کے سامنے جو کوئی
دم مارے گا کافر ہوگا میرے اس نقش میں جو ہنزلہ رو باہ کے ہر شیر ہر اس رو باہ کے سامنے دیر
نہ جانا چاہیے اگر از روے تصویرت کے تو گرویدہ نہیں ہوتا اور ایمان نہیں لاتا تو کیا غرض شیر کی بھی نہیں سنتا
کہ وہ وحی ہو اگر نوح کو خدا قائلے سے ندانہ ہوتی تو ایک جہان کو ایسا لوٹ پوٹ کیسے کر دیتے نوح
کے ایک نعلین ضعیف میں لاکھوں شیر قوی تھے جب تو وہ دونوں جہان کو مثل دائہ ارن کے بے حقیقت
سمجھتے تھے وہ مادہ می و خود می سے نکلے ہوئے تھے وہ مثل ہنگ کے تھے اور عالم ایک خرمن ہر گاہ خرمن

خاندان کے عشر کا نکلیا تو انھوں نے ایسی آگ سپر تعینات کی کہ اس خرمین ہی کو نہ چھوڑا اختلاف تشریح میں دلیر کو دیر لکھا ہوا اور ندی کو پیرے قول ہر کہ اور پیش این شیر نہان ہا بے ادب چون گرگ کشاید وہاں ہا ہا جو گرگ ان شیر برور اندیش ہا فائتقما منتش بر خواندش ہا زخم یاد ہا جو گرگ از دست شیر ہا پیش شیر ابلہ بود کو شد دلیر ہا پیش شاہ و شیر ہر کو شد دلیر ہا غالباً از جان خود گشت سیر ہا کاشکے آن زخم بر جسم آمدی ہا تابدی کا بیان و دل سالم بدی ہا تو تم گبست چون انجار سید ہا چون تو انم کردن این سر را پدید ہا یک ہم رزمے بگویم ہا شما ہا ہو کہ وریا بید گردید آشنای ہم جو آن رو باہ کم اشکم کنسید ہا پیش اور وہا بازی کم کنید ہا جملہ ما و من ہر پیش او نہید ہا مالک ملک دست ملک اور او ہید ہا چون فقیر ایند اندر راہ راست ہا شیر و صید شیر خود آن شماسست ہا زانکہ او پاک دست و سبحان و صفت اوست ہا بے نیازست او ز فقر و مغر و دست ہا ہر شکار و ہر کراماتے کہ ہست ہا از ہر اسے بندگان آن شہست ہا گفت الیس اللہ بکاف عہدہ ہا تا بگرد بندہ ہر سو حیلہ جو ہا نیست شہ راطع بہ خلق ساخت ہا انیمہ دولت خنک آنکو شناخت ہا آنکہ دولت آفرید و دوسرا ہا ملک و دولت چکار آید ورا ہا پیش سبحان بس نگہدارید و دل ہا تا نگردید از گمان بدخل ہا کہ بہ بند فکر و سر و جستجو ہا بچو اندر شیر خالص تار مو ہا آنکہ او بے نقض و سادہ سینہ شد ہا نقشہا غیب را آئینہ شد ہا سر ہا بیگان موقن شود ہا ترا کہ مومن آئینہ مومن شود ہا مومن او و مومن تو بیگان ہا در میان ہر دو فرق بیکران ہا چون زندا و نقد ہا را ہر محک ہا پس یقین را با زندا و زند شک ہا چون شود جاننش محک نقد ہا ہا پس بہ بند نقد را و قلب را ہا لہنی رو باہ بازی مکاری تموقن یقین کنندہ قلب بالفتح کھوٹا جو کوئی سامنے اس چھپے شیر کے بے ادب ہو کے گرگ کے مثل ٹھہ کھولتا ہا شیر گرگ کی طرح اسکو بچھاڑ داتا ہا اور فائتقما منم اس سے کہد تیا ہا کہ بے تیرے فعل کا یہ بہ لا ہا وہ شخص گرگ کی طرح شیر کے ہاتھ سے زخم ہی پائے گا جو الحق کے مانند شیر کے سامنے دلیر جا بیگا شیر اور شاہان و دونوں کے سامنے جو شخص دلیر گیا وہ اکثر اپنی جان سے سیر ہوا اور وہ زخم شیر کا ایسا نہیں جو جسم پر آئے اگر جسم پر آتا تو اچھا ہی نہوتا دل و ایمان تو سلامت رہتا اب اس موقع پر میری قوت نے مجھ کو جواب دیا پھر کیسے اس بھید کو ظاہر کر سکوں لیکن ایک رزمہ ہر تمسے کون شاید تم اسکو سمجھ جاؤ اور اس سے آشنای ہو جاؤ رزمہ کہ اس کو پھری کی طرح شکم کو کم کر داور وہ بازی و مکاری مطلق نہ کرو جتنے ما و من اور عجیب و غرور ہیں سب اس کے سامنے رکھ دو اسلیئے کہ مالک ملک کا وہی ہو پس اسکی ملک اسی کو دید و تم اپنا سمجھ کے ما و من میں مت پڑو جب تم فقیر ہو حبیب اللہ الفی و انتم الفقرا اور راہ راست پر تو شیر اور صید شیر سب مختاری ملک ہو اس واسطے کہ وہ پاک ہو اور سبحان و صفت اسکا وہ نورا و مغر اور پوست سب سے بے نیاز ہو جو شکار اور جو کرات ہر اس پادشاہ نے سب اپنے بندوں کے واسطے پیدا کیا ہا دیکھ تو اس نے الیس اللہ بکاف عہدہ کھا ہو یعنی کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہر جو بندہ ہر طرف حیلہ و وسوٹا صفا پھر سے اس پادشاہ کو کچھ طمع

کسی سے نہیں ہے مخلوق ہی اس کے واسطے سب کچھ اور یہ دولت بنائی ہو کیا خوش وہ شخص ہو جس سے اس کو بچا نہ خیال تو کر بیٹے
وہ دولت پیدائی اور دونوں جہان ملک و دولت اس کے کس کام کا ہو اور اس کے نزدیک کیا چیز وہ پاک سبحان جو کم اپنے
دل کو اس کے سامنے رکھے۔ یہ تو کافی گمان بدہ ہے اس لئے جس سے نہ امت ہو کس واسطے کہ وہ تیری فکر اور بھید اور سچو
آباد رہا جاتا ہو جیسے شیر خاں میں بال دیکھ لیتے ہیں اس سے اپنے سر جینے کو نقش ہو اور ہوس سے صاف و سادہ کیا اسکا سینہ
غریب کے تشنوں کا کراہ اسرا غریب بین آئینہ بنا وہ ان عیدوں کا جو پہنچے ہیں بیشک انھیں کندہ ہو جاتا ہو اس لئے کہ اسکا
نام بھی مومن ہو اور یہ بھی اب مومن ہو گیا جس بلوچ المومنین براق المومنین کے مومن آئینہ مومن کا ہو یہ بھی آئینہ اس کا
ہو گیا اب فرماتے ہیں کہ اسکا نام مومن تو ہو اور توشی مومن ہو اگر دونوں میں فرق ہے حدیث اس واسطے وہ کہ کسی کے
نقد ایمان کو کوئی امتحان پر لگا کے جانچتا ہو رکھتا ہو اور یقین و شک کو خوب جان لیتا ہو لینے جس وقت کہ جان مومن کی
مخاطب اس کے نقد کی ہوتی ہو تو وہ دیکھ لیتا ہو کہ یہ نقد ہو اس کا کھرا اور وہ کھوتا ہو اگر اختلاف تشریح بحر العلوم اور نہایت
علی دونوں میں فاقہ نامہ رسم لکھا ہو جس سے شعر موزون نہیں ہوتا اور ردیہ کو جوہ اور سر مار اور موہ بہت
او موہ اور نقد مارا میں نے متم کو متمش اور سر مار کو سر مار اور موہنے او موہنے کو مومن او موہنے اور
نقد مار کو نقد مارا بنایا ہو ناظرین کو اختیار ہو اگر اچھے معانی مربوط انھیں غلط سے جو شرح اور تعلیمی میں لکھے ہیں بہت
کر لین بہتر محکو دونوں کا اعتبار نہیں کہ غلطیان دیکھتا چلا آتا ہوں کیا عجب کہ یہ بھی مثل انھیں غلط سبب
کے ہوں

جٹھانا پادشاہوں کا صوفیوں کو تو چشم انکی حق سے روشن ہو

تو کہ پادشاہان راجین عادت بود این شہید باشی از یاد بود دست چپ شان بہد انان استندہ ان کہ
دل پہلوے چپ باشد بہ بندہ مشرف و اہل قلم بردست راست ہذا کہ علم ثابت و خط آن دست راست ہذا
حاجبان پیش رو موضع و ہند ہکا کہ بندہ بافتد و آئینہ ہندہ حاجیان این صوفیاندا پرستہ سادہ و آزادہ و
افسندہ سر سینہ صیقل زوہ از ذکر و فکر ہتا پذیرد آئینہ دل نقش بکر ہر کہ او از صلب فکر خوب زاوہ
آئینہ در پیش او باید ہادہ عاشق آئینہ باشد روے خوب و صیقل جان آمد و تقوی القلوب ہر کہ دارد روے
خوب با نظام طالب آئینہ باشد و اسلام ہا المعنی مشرف بالضم نویسنہ جو اور نویسنہ و ن کی خبر داری کو تعین ہو حاجب
در بان مثبت با نفع قرار دینا لکھتا فرماتے ہیں یہ تو نے سنا ہوگا اور تجھ کو یاد بھی ہوگا کہ پادشاہوں کی عادت ہوتی ہو
کہ بائین ہاتھ کو ان کے پہلو ان کھڑے ہوتے ہیں اس واسطے کہ دل بھی بائین پہلو میں مقید ہو تا ان سے اسکا
تقویت ہو اور مشرف و محرر سید ہاتھ کو بدین مناسبت کہ علم تحریر و خط اسی ہاتھ سے تعلق رکھتا ہو حاجبان کو سنا
چکے دیتے ہیں کس سے کہ آئینہ جان کے ہیں اور آئینہ سے بہتر ہیں اور وہ حاجب بھی صوفی لوگ

ہن اچھو اور کیسے کہ سادہ اور آزاد سرگندہ سینے ذکر و فکر آئی سے صیقل کیے ہوئے تول ان کا جو آئینہ ہی
نقش بکرو جو کسی کا چھو ہاتھ لگایا ہوا نہیں ہی کپڑے مقولات مولانا سے ظاہر ہی جو کوئی پشت فطرت سے خوبصورت پیدا
ہو اچھو اسکے سامنے آئینہ رکھنا چاہیے کس واسطے کہ اچھی صورت عاشق آئینہ کی ہوتی ہی اور اوروں کے جان کی
صیقل اور تقویٰ سے طلب کا قائل الدفائے دین یفتم شفا سر اللہ فائما من قلوبی القلوب پھر فرماتے ہیں جو کوئی
خوبصورت ہوتا ہی اور بانظام اچھو مناسب الاعضادہ آئینے کا طالب ہوتا ہی الخلافت شرح میں بجا سے
عاجان کے موقیان اور عاجان کو عاجیان فطرت کی جگہ نکرت لکھا ہی

آنا ایک آشنا کا سفر سے واسطے ملاقات یوسف علیہ السلام کے

قولہ لشبرا کنون یک مثال منوی ہے تا نو دیگر قول صورت نشونی ہے آمد از آفاق یار سے مرہبان ہے یوسف صلی
راشد مہمان ہے کا شتابود عودت کو دیکھے ہے بر سادہ آشتاے منگی ہے یاد دوش جوراخوان و حسد ہے گفت آن
زنجیر بود و ما اسد ہے عار بود شیر را از سلسلہ ہے از قضا ہے حق ندادم ما گلہ ہے شیر را بر گردن از زنجیر بود ہے بر ہمہ
زنجیر بازان میر بود ہے گفت چون بودے تو در زندان و چاہے ہے گفت تجھون در محاق و کاست ماہ ہے در محاق الزماہ نو گرد
دوتا ہے سنے در آخر بود ز گردن رہا ہے گرچہ در وادہ نہماون کو قند ہے نور چشم و دل شد فغ گزند ہے گدھی را زیر خاک
انداختند ہے پس ز خاکش خوشنا بر غا ستمد ہے بار دیگر کو قندش را سیاہ ہے قیامتش اسرود و دان شد جانفشرا ہے
بازمان را زیر دندان کو قند ہے گشت عقل و جان و فہم سو دمند ہے باز آجان چونکہ محو عشق گشت ہے یوجب الترراع
آید بعد گشت ہے باز آجان چون حق او محو شد ہے باز ماند اسکر دسوے صومند ہے غاے رازان صلاح آمد شر ہے قوم دیگر
را فلاح منتظر ہے این سخن پایان نداد و باز گرد ہے تاکہ با یوسف چہ گفت آن تیک مرد ہے اسٹھے و سادہ بکسر باش
و بالین منگی بالضم تیک زندہ صوبیداری مولانا فرماتے ہیں اب مجھ سے ایک مثال منوی سن تو تو پھربات بھی صورت
کی نہ سنے وہ یہ کہ حضرت یوسف صدیق کا ایک یار مرہبان جہان میں پھر کے آیا اور ان کا همان ہوا اہن واسطے کہ
لڑکائین کی آشنا کی تھی اور آشتائی کے گندہ منگی اور سنے انکو جو و حسد بھائیون کا یاد دلایا کما وہ زنجیر تھی او میں
شیر چا شیر کو زنجیر سے کب عار ہوتی ہو اور فصلے حق تھی میں میں قضا کی شکایت نہیں کرتا شیر کی گردن پر گچہ زنجیر
تھی پھر بھی وہ سب زنجیر بلذون کا سردار تھا پوچھا زندان و چاہا میں تو کیسے رہا کسا جیسے محاق و کاست میں چاند
دیکھ تو محاق میں اگرچہ ماہ نو دھرا ہو جاتا ہی بالآخر بد از سبمان کا نہیں ہوتا موتی کو خیال کہ مکہ ہا دن میں
کوئے پیستے ہیں وہی نور چشم و دل کا ہوا غامز اور دشت نقصان کا لڑائی اسکا پکڑ نہیں گبڑتا گھوٹون کو خاکست میں
لا دیتے ہیں کیسے خوشے خاکستے اس میں پیدا ہوتے ہیں پھر ان خوشون کو جب کوٹا اودھکتی سے اسکی
قیمت بڑھی تو ان جانفشرا ہونے پھر وہ روٹی دانتون تلے کچی جاتی ہی تو وہ عصقل اور جان اور فہم

سودمند ہو جاتی ہو پھر وہ جان جب عشق میں محو ہو جاتی ہو مصداق لیل الزراع یعنی خوش کرتی ہو زراع کو ہوتی ہو
اور وہی جان جب حق میں محو ہو جاتی ہو بس نشہ سے دور ہو کے بیداری کی طرف جاتی ہو پھر اس سے ایک جہان کی
صلاح کا ثمر حاصل ہوتا ہو اور دوسری قوم کے جو آئندہ میں منتظر طور کے ہیں ان کی صلاح یہ ہو جاتی ہو یعنی آئندہ
لوگ اسی پر چلتے ہیں شعرا بعد گریز تینے اس بات کی حد نہیں ہو تو اس سے لوٹ اور یہ بتا کہ یوسف سے اس فکر
سے کیا کیا اختلاف بجائے اور زحیر آزاد و ربیعہ زنجیر با زبان زنجیر سارن لکھا ہو

طلب کرنا یوسف علیہ السلام کا ارمان اس شخص سے

قوله بعد قصہ گفتش گفت ای فلان ہ میں چہ آوردی مرا از ارمان ہ بردی یا ران تمہی دست آمدن ہ ہست بے گندم
سوسے متاحون شدن ہ حق تقاے غلق را گوید بکشر ہ ارمان کو از براے روز نشر ہ جستمونا و فرادے بے نوا ہ
ہم بدانسان کہ غفلت کم کذا ہ میں چہ آوردید دست آویز را ہ ارمان نے روز رستاخیز را ہ و امید باز گشتن تان نمود ہ
وعدہ امروز باطل نمود ہ منکرے حمایت را از طری ہ بس ز مطیع خاک و خاکستر خورمی ہ و رہنما جنین
دست تھی ہ بردر آن دوست ہ چون بے نہی ہ اند کے صرفہ کن از خواب و خور ہ ارمان بہر ملاقاتش ہیر ہ
شو قلیل النوم تھا مجھ کو ہ باش در اسرار از شیفتہ رو ہ اند کے جنبش کن بچون جنین ہ بتا بہ بخشدت حواس
نورین ہ وز جانے چون رحم بیرون روی ہ از زمین در عرصہ واسع شوی ہ آن کہ ارض اللہ واسع گفتہ اند ہ
عرصہ دان کا بنیاد در رفتہ اند ہ المعنی ارمان بفتح و یضم میم تحفہ جنین وہ بچہ جو زہدان میں ہو روز نشر روز
قیامت پھر اصل کی طرف رجوع فرمائی کہ حضرت یوسف نے لہد نصتہ کہنے کے جو او پر گذر ارمان سے کہا کہ اس
فلان میرے واسطے اس سیر سے کیا تحفہ لایا یا غالی ہاتھ یا رون کے دروازے پر آنا ایسا ہی جیسے بے گندم
چکی کے پاس جانا کہ اسکو دانہ ٹوٹنا بھی نصیب نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ حشر کے دن مخلوق سے کہے گا کہ اس
روز نشر کے واسطے کچھ تحفہ لایا ہو وہ کمان ہو عرض کر دو سدا شہر مفتیس ہو آیا کہ یہ و لغد جستمونا و فرادے
کما خلقکم اؤل مرقوہ و عمرکم ما خوئناکم و را اظہرکم تحقیق آئے تم ہمارے پاس تنہا جیسے کہ پیدا کیا تھا
تم کو تنہا پہلی دفعہ بے مال و متاع و نیوی کے اور چھوڑا تم نے پس پشت وہ جو دیا ہم نے تم کو دنیائے
غرض دنیا کا مال و متاع وہیں چھوڑا اس دن کے لیے کیا تحفہ لائے کہ وہ اعمال صالح میں غبردار ہو کر اس
روز رستخیز کے واسطے کیا تحفہ لائے ہو اور کونسی دستاویز تھا رہے پاس ہو یا تم کو امید اس بات کی نہ تھی
کہ تم ہمارے پاس لوٹ کے آؤ گے اور یہ آج کا وعدہ تم باطل سمجھتے تھے تو تو اپنے گدھے پن سے منکر
اسکی معافی کا ہر بس اس کے باورچی خانے سے کیا خاک و خاکستر کھائے گا اور جو منکر نہیں ہو تو ایسے دوست
کے دروازہ پر غالی ہاتھ کیوں قدم رکھتا ہو اپنے خواب و خور روزمرہ میں ذرا کمی و تنگی کرا و تحفہ اسکی ملاقات

[illegible]

کی دونوں سے بچ رہی ہو، نہ اسکو خیر کی خبر نہ شر کی الخلاف شرح میں بجائے خشک شام کے شام شام چاشنی
دانی تو کی جگہ صرف چاشنی دان ذات کہ کی جگہ ذات اور

کناہان کا یوسف علیہ السلام کو کہ تیرے واسطے تحفہ میں آئینہ لایا ہوں کہ جب آئین
منہ دیکھو مجھ کو یاد کرو

تو کہتے یوسف ہیں بیاورار منان + اور شرم این تقا عا و رنخان + گفت من چندار منان بستم ترا ہا افغانہ
در نظر نامد مرا + جبہ را جانب کان چون ہرم + قطرہ را سوسے عمان چون ہرم + زیرہ را من سوسے کرمان
آورم ہا گر بہ پیش تو دل و جان آورم + نیست تجھے کا دین انبار نیست + غیر حسن تو کہ اورا بار نیست + لائق
آن دیدم کہ من آئینہ نو پیش تو آرم چون نورسینہ + تا بہ بینی روے خوب نمودوران + ای تو چون خوشید شمع آسمان ہا
آئینہ آوردست ای روشنی + تا چون بینی روے خود یاد مکنی + آئینہ بیرون کشید او از غل + خوب را آئینہ
باشد مشغل + آئینہ ہستی چہ باشد نیستی + نیستی بگزین گرا بلہ نیستی + نیستی و نقص ہر جائے کہ خواست + آئینہ
خوبی جملہ ہستاست + بہر آن کہ نیستی پاود گیت + ہوا پنجہ این ہستی ہمہ آلود گیت + چونکہ جامعہ چست و
دزدیدہ بود + منظر فرہنگ درزی کے شود + تا ترا شیدہ ہی یا بد جزوے + تا دروگر اصل سازد یا فروغ +
خواجہ اشکستہ بند آبخار وود کہ در آبخا پاسے اشکستہ بود + کے شود چون نیست رنجور و نزار + آن جمال
صنعت طب آشکار + خوار و دود نے مسہا ای کیا ہا گر نباشد کے نماید کیا + نقصہا آئینہ صفت کمال +
دان حقارت آئینہ عز و جلال + المعنی جبہ بفتح و تشدید با وزن یک سرخ ہندی رتی زیرہ معروف اور کرمانی
قسم اول ہوتا ہا پاود گئی پاودن سے صاف کرنا جذوع بغضتین تنہ ہاے درخت حضرت یوسف نے اپنے
ہمان سے کہا خبردار ہو ہمارے لیے جو تحفہ لایا ہو وہ لا اور اسکا حال یہ کہ اس تقاضا کی شرم سے غمان کرتا تھا کسا
میں نے تمہارے واسطے بہت تحفہ ڈھونڈھا کوئی تحفہ تمہارے لائق میری نظر میں نہیں آیا خیال کیا رتی
بھرنے کو کان کے پاس کیا لجاؤن اور قطرہ کو عمان کے سامنے کیا لاؤن دل میں گذرتا تھا کہ دل و جان بہت
عزیز چیز ہیں انکو ارمان بناؤن لیکن کتنا تھا یہ تو ایسا ہر جیسے زیرہ کرمان کو لے جانا کوئی تم ایسا نہیں جو انبار دنیا
میں نہو اگر نہیں ہو تو تمہارا سا حسن نہیں ہر جس میں کوئی شریک نہیں جس میں نے تمہارے لائق یہ بات
دیکھی کہ ایک آئینہ تمہارے پاس مثل نورسینہ کے لجاؤن تو تم اپنے روے خوب کو اس میں دیکھو کہ تم مانند
خوشید شمع آسمان کے ہو اور یہ بھی ہو کہ جب تم اس آئینہ کو ای روشنی عالم کی دیکھو گے تو مجھ کو بھی یاد کرو گے
یہ میرا یادگار ہو کا یہ کہم کے آئینہ نفل سے لگا لا اور سامنے رکھ کے کہا کہ خوبصورت سب آئینہ سے مشتغل
ہوتے ہیں اب مقولات مولانا رہ کے ہیں فرماتے ہیں کہ تیسری جو یہ ہستی ہو اسکا آئینہ نیستی جو اس ہستی کو

فنا کر تو اصل ہستی کی نیسی آئینہ بنے اور صورت اسکی اس آئینہ میں نظر آئے پس اگر تجکو خدا نے عقل دی ہو اور
 احمق نہیں ہو تو نیستی اختیار کرے در نیستی کو فت تاہست شدہ اور وجہ اسکی یہ کہ جس جگہ نیستی دکی پیدا ہوتی ہو وہی
 نیستی و نقص آئینہ خوبی جملہ ہست کے ہو جاتے ہیں اس واسطے کہ نیستی ایک پاؤدگی ہو جس سے تمامی آرایش
 سے صاف ہو جاتا ہو اور جو یہ ہستی تیری ہو یہ بالکل آلودگی جس میں تولد ہوتی ہو رہا ہو خیال تو کہ جب کچرا خوب چست اور
 ٹھیک سیاہ ہوا ہوتا ہو کچر درزی کو اس میں ہوشیاری جتنے کی کب حاجت ہوتی ہو جب بڑھئی نگرئی تراشیدہ یعنی
 تہ درخت سے جدا پاتا ہو تو اس میں وہ اپنی کار گیری کر کے اصل و فرع کسی شے کی بنا کے دکھاتا ہو جس خواہہ کا کوئی عضو
 ٹوٹ جاتا ہو تو وہ وہیں جاتا ہو جہاں اور شکستہ پاتے ہیں یہ کب ہو سکتا ہو کہ کوئی شخص رنجور و نزار نمودار اسپر
 جمال فن طب کا ظاہر کیا جائے اور انا اگر تانبون میں ناچیزی وہ تو قیری نہ ہو تو کیا ان کو کیوں دکھائی جائے
 یہ نقص جو تیرے آئینہ میں ہیں کہ تو ان کو وصف کمال کا سمجھتا ہو خوب جان لے کہ اس سمجھنے میں تیری حقارت آئینہ
 عز و جلال کی ہو کہ ناقص کو کامل اور کامل کو ناقص جان رہا ہو اختلاف شرح میں ہستیا کو ہستیا لکھا ہو قولہ
 زانکہ صندرا صند کند پیدا یقین ہ زانکہ باہر کہ پدیدست انگین ہ ہر کہ نقص خویش را دید و شناخت ہ اندر استکمال
 خود و واسپہ تاخت ہ زان مٹی پر و لبوسے ذوالجلال ہ کو گمانے می برد خود را کمال ہ عظمت بدتر ز پندار
 کمال ہ نیست اندر جانت ای مغرور و ضال ہ از دل و از دیدہ ات بس خون رود ہ تا تو این مجھے بیرون روڈ
 علت ابلیس انا خیر بدست ہ دین مرض و نفس ہر مخلوق ہست ہ گرچہ خود را بس شکستہ بیندا و ہ آب صافی دان ہ
 سرگین زیر جو ہ چون بشواری و در امتحان ہ آب سرگین رنگ گرد و در زمان ہ در تک جو ہست سرگین ایفت ہ
 گرچہ جو صافی نماید مرا ہ ہست پیر راہ دان پر فطن ہ با غماے نفس گل را جوے کن ہ جوے خود را کے تو اند
 پاک کرد ہ نافع از علم خدا شد علم مرد ہ کے ترا شد تیج دستہ خویش را ہ رو بکراچی سپار این ریش را ہ آب جو سرگین
 نغاند پاک کرد ہ جہل نفسش را نہ و بد علم گرد ہ بر سر ہریش حج آمد گس ہ تانہ بیند حج ریش خویش کس ہ وان گس
 اندیشما و مال تو ہ ریش تو آن ظلمت احوال تو ہ در ہند مردم بیان ریش تو پیر ہ آ زمان ساکن شود در و نفیر ہ
 تانہ پنداری کہ صحت یافتہ است ہ پر تو مرہم در آنجا یافتہ است ہ ہین زمرہم سرکش ای پشت ریش ہ وان ز پر تو
 دان بدان از اصل خویش ہ این سخن پایاں ندارد ای جوان ہ بشنو اکنون قصہ و ضمن آن ہ اسنے دو اسپہ اسپہ
 ڈاک مراد عجلت سے قتال گراہ متجھے مغروری تیج بقاوت دیاے ریم ہندی پرپ بتاؤید سالی فرمایا کہ نقص
 سے کمال اور کمال سے نقص جانا جاتا ہو اسواطیکہ باہم صندہین اور صند کا یقین صند ہی پیدا کرتی ہو جیسے
 مقابل سرکہ کے شہد ظاہر ہو جسے اپنے نقص کو دیکھا اور پہچانا وہ اس کے استکمال میں دو اسپہ دوڑا یعنی
 نہایت شتابی کی اور جس نے آپ کو کمال گمان کیا وہ خدا ذوالجلال کی طرف نہیں اڑ سکتا جملہ علمون سے

ایسی علت بدتر کوئی نہیں ہے جیسی کہ علت پندار کمال کی اور مغرور گمراہ تیری جان میں ہے یہ علت سو بڑی مشکل سے
 جانے لگی اور بڑی مصیبت سے یہ مغروری تیری مٹے گی کہ دل و دیدہ سے بڑے خون بہا نا پڑیگی شیطان کی علت
 انا خیر تھا حبیب قرآن شریف میں ہر قال انا خیر منہ کما ابلیس نے میں آدم سے بہتر ہوں بس راندہ گیا یہی مرض ہر مخلوق
 میں بکثرت ہے سب اس مرض میں مبتلا ہیں بہت ایسے ہیں کہ وہ آپ کو نہایت مشکستہ اور خاکسار دیکھتے ہیں لیکن
 حال یہ ہے کہ جیسے اوپر صاف پانی نہر کا اور نیچے اُسکے گوبر اگر امتحان کی راہ سے اُس پانی کو کھلکھلاؤ تو وہ پانی مصیقت
 گوبر کا ہر گنگ ہو جائیگا بس اگر قاتری نہر کی تک میں گوبر ہو اگرچہ بجو نہر صاف معلوم ہو مگر پیرا ہوا ان پر غصہ جو
 کل باغون نفس کا نہر کن ہے وہی اسکو صاف کرے ورنہ نہر آپ کو کب پاک کر سکتی ہے خدا کے علم سے آدمی نے
 نفع پایا ہے جیسے ابتداء آدم علیہ السلام نے بس اسی کے علم سے امید صغائی کی رکھتی ہے اپنے دستہ کو آپ کیسے
 تراش سکتی ہے جا یہ زخم کسی جراح کے سپرد کر جب جو سرگین کو پاک نہیں کر سکتا اور جہل نفس کی گرد کو علم حجاز نہیں
 سکتا اور وہ پیش جب کو ہم کہتے ہیں جراح کے سپرد کر اسپر کھیاں بہت گھری ہیں جن کے سبب سے کوئی پیپ
 اُس ریش کی دیکھ نہیں پاتا اب جانا کھیاں کیا ہیں تیرے اندیشے اور تیری امیدیں اور زخم کیا ہے ظلمت تیرے احوال کی
 اور اگر اُس زخم پر تیرے کوئی پیر مرہم رکھے اور اسوقت درودِ نفیر سے تجھ کو تسکین بھی ہو جائے تو ہرگز یہ گمان مت کر کہ صحت
 ہوگی یہ نہیں یہ اُسی مرہم کا پرتو اسپر چمکا ہے جو تسکین ہوئی ہے خبر دار تیری پشت ریش ہے مرہم سے کنارہ کش مت ہو
 اور اسکو جو تسکین ہوئی ہے اُسی مرہم کے پرتو سے جان نہ اپنی اصل سے آئندہ گریز ہے دوسرے قصہ کی طرف کہ
 اگر جو ان اس بیان کی تو پابان نہیں اُسکے ضمن میں اب دوسرا قصہ سن الخلافہ شرح بحر العلوم میں راہدان
 کو راہدان قح کو قح سرکش کو سرکہ کش لکھا ہے

مرتد ہونا کاتب وحی کا اس سبب سے کہ پرتو وحی کا اسپر بڑا اور اس آیت کو قبل آنحضرت
 سے پڑھا اور کہا کہ میں محل وحی ہوں

قولہ پیش از عثمان کیے نسخ بود کہ کوہ نسخ وحی جد سے مینودہ چون بنی از وحی سرمودی سبق ہے ادا مان لاوا لوستی
 بر ورق ہے پرتو آن وحی بروے تافقی ہے اور دون خولش حکمت یافتی ہے عین آن حکمت بفرمودی رسول ہے بنیقہ
 گمراہ شد آن بوالفضل ہے کا پنجمی گوید رسول مستیزہ مرماہست آن حقیقت در ضمیر ہے پرتو اندیشہ اش ز دبر رسول ہے
 قہر حق آورد بر حاش نزول ہے پرتو آن ناگش بدل بتافت ہے در دون خولش حریف نیافت ہے ہم زناخی
 بر آمد ہم زوین ہے شد عدد و مصطفیٰ از روے کین ہے مصطفیٰ فرمود کا کبر و عنود ہے چون سبقتی اگر نور از
 تو بود ہے گر تو بیبوع آبی بودہ ہے این چنین آب سیہ کشودہ ہے اندرون می سوختش ہم زین سبب ہے تو بہ
 کردن سے نیارست اگر عجب ہے تاکہ نامو کش بہ پیش این و آن ہے نشکند بر بست از تو بہ دھان ہے

آہ میکر و دینودش آہ سودہ چون در آمد تیغ سر را در بود کہ دق ناموس را صد من حدید پناہی بسا بستہ بہ بند ناپدید بہ کبر و کفر
 انسان بہ بند در راہ را بہ کو نیار دکر دظاہر آہ را بہ المعنی نساخ تہ شد یہ سین زائل کرنے والا اور بدتر کو بہتر سے بدل دینے
 والا اور کتاب لکھنے والا جبر کبر و تشدید وال کوشش مستنیر نور یا بندہ تہمید بالفتح چشمہ آب سہ آب عمیق و سیاہی و دوات
 حدید بفتح قیر و آہن یعنی حضرت عثمان جامع القرآن سے قبل ایک کتاب تھا کہ وہ وحی کے لکھنے میں بڑی کوشش
 رکھتا تھا اور اس کتاب کو بعض نے مسیلہ کذاب بتایا ہے اور بعض نے عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح کو کہا ہے اور اسی قول
 کو صحیح لکھا ہے مگر مولانا نے ابھی کسی کا نام نہیں لیا ہے اور یہ جو کہا ہے زمان عثمان سے قبل بدین مناسبت کہ پہلے
 قرآن شریف ہر شخص کے پاس جبر و جبرو تھا اسکے وقت میں جمع ہو کے مجموع ہوا غرض جب حضرت وحی کا سبق فرماتے وہ اسکو
 ورق پر لکھ لیتا تھا جو کہ پرتو اس وحی کا اسکے درون پر پڑتا تھا اور وہ اپنے درون میں اس پرتو سے حکمت پاتا تھا
 اور عین وذات اسی حکمت کو آنحضرت فرماتے تھے پس اتنی بات سے وہ کاتب بوالغفل مگر آہو گیا اور کہا
 جو کچھ نور وحی سے رسول مستنیر نور پاتے اور بہرہ یاب ہوتے ہیں اس کی حقیقت و اصلیت میرے دل میں ہوتی ہے
 من بعد ایک پرتو اس اندیشہ کا اس کے رسول مقبول کے دل پر پڑا کہ اس کتاب کو یہ اندیشہ اور خیال ہے مؤثر خدا
 کا اس کے حال پر نازل ہوا کہ ناگاہ ایک پرتو قہر کا اس کے دل پر ایسا پڑا کہ پھر اپنے دل میں اس نے ایک
 حرف بھی نہ پایا سب سہو محو ہو گیا پس سناخی سے بھی گیا اور دین سے بھی اور بمقتضائے عداوت حضرت مصطفیٰ علی
 اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے ٹھہرا چنانچہ آنحضرت نے سہرمایا کہ امی کبر اور عنود اب تو کیسے سیاہ ہو گیا اور وہ نور
 واصل اگر تیرا تھا تو کدھر گیا اگر تو چشمہ نور آئی کا تھا تو یہ آب تو نے کیسا بہمایا ہے جو مراد کفر اور ارتداد سے ہے
 اور اس سبب سے اس کا بھی اندرون جلتا تھا اور اسی مخاطب تعجب یہ کہ تو بہ نہیں کر سکتا تھا عوام کے سامنے
 اسکی عزت و حرمت نہ بگڑنے پائے ہیں تو بسے منہ بند ہو گیا تھا آہن کرتا تھا اور ان سے کچھ فائدہ نہ تھا اور کیسے
 ہوتا وہ تو بیخ قہر آبی کی تھی دفعہ ثانی اور سہر تار کے لے گئی خدا تعالیٰ نے ناموس لینے عصمت و عفت
 کو اسپر سیکڑوں میں بوجھ لوسے کا کر دیا کہ ہل نہ سکا الحق بہت لوگ بستہ بند ناپدید کے ہوتے ہیں یعنی
 غیب کی قید کے مقید اور وہ بند بسبب کبر و کفر کے ہوتی ہے اور یہ دونوں ایسی اس کی راہ بند کرتے ہیں
 کہ وہ آہ کو اپنی اس خرابی پر ظاہر نہیں کر سکتا آہ عبارت تو بہ و ندامت سے ہے اختلاف تہج من
 بچاے بروے برو تافتے اور نساخی کو گستاخی کیر و عنود بدون عطف حدید کو جدید نہ بند کی جگہ نیست
 کہ یہ نیست ہے لکھا ہے قولہ گفت اغلالاً نعم بہ معقون یا نیست آن اغلال مارا از برون یا خلفہم سدا غشیانا
 ہمو بہ سے نہ بنید بندہ را پیش و پس او بہ رنگ صحرا دار دآن سدی کہ غاسست بہ او یعنی داند کہ آن سدا
 قضاست یا شاہد تو سدا رو سے شاہد است نہ مرشد تو سدا گفت مرشد است یا کفار را سودای دین نہ

بندشان ناموس و کبر آن و این با بند پنهان یک از آہن تبر با بند آہن را کند پارہ تبر با بند آہن را توان کردن جدا
بند غیبی را نہ داند کس دوا با مرد را زہر اگر نیش زندہ طبع او آن لحظہ بردفعے تند با زخم نیش اما چو از ہستی
تست با غم قوی گردد و در دست با شرح ابن از سبب بیرون می جہد با لیک می ترسم کہ نومیدی دہد
نہ نشو نومید و خود را ستاد کن با پیش آن فریاد رس فریاد کن با کاسے محب عفو از ما عفو کن با ای طیب رب
نا سو بر کن با عکس حکمت آن شقی را یادہ کردہ خود مبین تا بر نیار داز تو گردہ ای برادر بر تو حکمت جاریست
آن ز ابدانت بر تو عاریہ ست با گرچہ در خود خانہ نورے یافتست با آن ز ستم پادشاہان یافتست با شکر
کن غوہ مشو مینی مزن با گوش دار و پنج خود مینی بکن با عدد ہزاران آہ کین عاریتی با امتان را دور کرد و از امتی با
من غلام آنکہ اود ہر رباط با خویش را واصل نہ بیند بر سماء با بس رباط کہ بباہر ترک کردہ تا بمسکن در رسد
یک روز مرد با گرچہ آہن سرخ شد و سرخ نیست با بر تو عاریتے آتش ز نیست با المعنی جہتی زدن انکا رکرتا
رباط لنگر خانہ سماء دسترخوان پہلے دد و نون شعر مقتبس ہین آئہ کریمہ سے جو یہ ہر انا جعلنا فی اعانتا قلم

اغلا لا فی الی الاذقان فم تمحون وجعلنا من بین ایدہم سدا من خلفہم سدا فاعشینا ہم فہم لا یبصرون بیشک کیے ہم نے
گردن میں کا فردن کے طوق سودہ اسکی ٹھوڑی تک ہین کہ سر اٹکا د پری کور ہتا ہی جھکتا نہیں اور بنائی ہم نے
سلسلے اسکے ایک دیوار اور پیچھے اسکے ایک دیوار جو پردہ کیے ہر ان کے واسطے کہ اپنا پیش و پس انکو نہیں
سو جھتا یعنی ہماری آیتوں کے منکر ہین اور راہ ایمان کی انکو نہیں سو جھتی اور یہ اغلال خارج سے نہیں اور یہ
دیوار جو اسکے آگے پیچھے پیدا ہوئی ہر مثل صحرا کے ہر کہ جہین میدان ہوتا ہی کوئی آڑ نہیں ہوتی اور وہ مطلق
نہین جانتا کہ یہ دیوار حکم خدا کی ہی اور غیبی نہ خارجی تیرا معشوق جو کبر و ناموس ہی یہی سد صورت معشوق حقیقی کا ہر بار
مانع اسکی دید کا اور مرشد تیرا جو نفس و مشطبان ہی یہی سد قول اصلی مرشد کا ہر کہ اسکو سننے سمجھنے نہیں دیتا
اجر مخاطب اکثر ایسا ہوا کہ کفار کو سوداے دین پیدا ہوا مگر یہی ناموس و کبر اور شرم لوگوں کی ان کی بند طبع
ہو گئی اور دین سے انکو باز رکھا یہ چھپی قید ہی لیکن قید ظاہر آہن سے بہر ہی اس لیے کہ قید آہن کو تو گھڑی
پارہ پارہ کر سکتی ہی بخلاف اسکے کہ یہ قید غیبی ہی اسکو کوئی جدا نہیں کر سکتا نہ اسکی کچھ دوا چہر بطور مثال
فرماتے ہین کہ اگر کسی آدمی کو زہر کاٹے تو طبیعت اسکی جو منتظم جسم کی ہر فوراً اسکی دفع پرستہ ہوئے
اور دفع کرے لیکن یہ ٹنک جو تو نے اپنی ہستی کا کھایا ہی یہ دفع ہونے کا نہیں ہر یہ تو ایسا ہی کہ جتنا تو غم کھاتا
جاے اتنا ہی غم قوی ہوتا جاے اور در دست نہوتے اب فرماتے ہین کہ مخرج اس نیش ہستی کی
میرے سینے سے باہر اچھل رہی ہی لیکن اس بات سے ڈرتا ہوں کہ بیان کردن اور نومیدی اسکا نتیجہ
ہو فرماتے ہین نومید مت ہو اور خوش رہ اور سامنے اس فریاد رس کے فریاد کر کہ ای محب عفو کے جو کچھ ہماری

خطا ہو اسکو ہم سے غفور اور ای طیب بچنا سورکن کے تیری حکمت کے عکس یعنی پرتو نے اس بد بخت کو کہ مراد اسی نسخ سے ہے بیہودہ اور گمراہ کیا پس ہر شخص کو چاہیے کہ خود بین نہ بنے تا قہراً اسکا اسکو برباد نہ کرے آخر برادر خوب جان لے کہ حکمت اسکی تجھیر جاری ہے اور وہ ابدان سے ہے کہ تیرے پاس عاریت ہو اگرچہ کسی نے خود ہی اپنے گھر میں نور پالیا ہے وہ بھی اسی پادشاہ کی شمع سے چمکا ہے جیسے اسی کا عطیہ پادشاہان میں الفنون زائد ہے تو اس کا شکر کر مفر دست ہوا نکار نکیر میری بات دل لگا کے سن اور خود بینی کی جڑ نکال کے پھینک دے لاکھوں آہن کرتا ہوں میں اس بات پر کہ اس عاریتی نے جسکو اوپر بدن کہا ہے بیسیون امتون کو امت پن سے دور کر دیا ہے تین تو غلام اسکا ہوں جو بے طمع اور بے پروا ہے اور کسی ننگر خانے کے دسترخوان پر آپ کو پہنچا ہوا نہیں پاتا بس یہ دنیا کہ ایک رباط و مسافر خانہ ہے اسکو ترک کرنا چاہیے تو کسی دن مرد اپنے مسکن اور منزل مقصود پر پہنچے آہن اگرچہ آگ سے شمع ہو جائے وہ سخی اسکی نہیں ہے وہ پرتو عاریتی کسی آتش زن کا ہے اگر حقیق کا الخلاف شرح میں بچاے اغلال مارا از کے اتال لکھا ہے اور خاست کو خواست بینی بزن کو بینی بکن قولہ گر شود پر نور روزن یا سرا ہے تو بدان روشن مگر خورشید را ہے و در دیوار گوید روشنم پرتو سے غیرے ندارد بن منم پاپس بگوید آفتاب ای نار شید ہے چونکہ من غائب شوم آید پدید ہے سبز با گویند ماسبز از خودیم پاشاد و خند انیم و پس زیبا خدیم پافصل تابستان بگوید کاسے امم پافولش را بینید چون من بگذرم پاتن ہی نازد بخوبی و حال پاروح بہمان کردہ فر پروبال پافولش ای مزبلہ تو کیستی پافیک دور و زار پرتو من زبستی پافخج و نازت می نگزد در جہان پافاش تاکہ من شوم از تو جہان پافگرم و اراحت تر اگوری کنند پافک کشانت در تک گور کنند تاکہ چون در گور یا اراحت کنند پافطمہ موران و مارا اراحت کنند پافگیر داز گندم تو بینی آن کسے پافکہ بہ پیش تو ہی حروکے بسے پافپرتو روح مست نطق و چشم و گوش پافپرتو آتش بود در آب جوش پافآن چنان کہ پرتو جان برنست پافپرتو ابدال بر جان من بست پافجان جان چون بر کشد پاراز جان پافجان چنان گردو کہ بے جان تن بدان پافسرازان روحی نم من بر زمین پافتا گواہ من بود در یوم دین پافیوم دین کہ زلزلہا پافاین زمین باشد گواہ حالسا پافگو تختہ جہرہ اخبار ہا پافدر سخن آید زمین اوجی لہا پافلسفی گوید ز معقولات دون پافعقل از دہلیز می ماند برون پاففلسفی منکر شود و در فکر ظن پافگو برو سر را بران دیوار زن پاففلسفی کو منکر خانہ ایست پافاز حواس انبیا بیگانہ ایست پافنطق آب و نطق خاک و نطق گل پافہست مخصوص حواس اہل دل پافالمعنی خد بالغ و خسار مزبلہ پافعنت و باب موحہ غلام مفتوح جگہ نجاست اور گو بر طوائف کی جہان بکسر جہندہ گندہ بوسے بد بتائید صدر فرماتے ہیں کہ اگر روزن یا گھر پر نور ہو جائے تو تو اسکو پرتو منت جان مگر خورشید روشن کو جس سے وہ پرتو ہو ہے اور جو در دیوار کمین کہ ہم روشن ہیں کسی غیبر کا پرتو ہم پر نہیں ہے ہم آپ ہی

آپ ہین تو نور شدید کتا ہر کہ ای گراہ جب مین چھپ جاؤ لگا تب بجو ظاہر ہو جاہر گناہ کن روشن تھا اور کس کی روشنی
تم مین تھی ایسے ہی سبزے اگر کہیں کہ ہم آپ ہی سبز مین اور شاہ و خدان وزیا رخسار تو فصل گرمی کی جو بہار ہر کہتی ہر کہ
ای گروہ جب مین نمون تب آپ کو دکھیو کہ کس سے سبز اور زیبا خد ہو رہے تھے تن انسان کا اپنے جمال و خوبی پر
کیسا اترتا و فخر کرتا ہر اور پوشیدہ روح نے اسکو زیبائی اور پرواں دیے ہین جو ایسی اڑن مین اڑتا ہر نور و روح
کہتی ہر کہ ای شخص محل نجاست تو کون ہر یہ چند در میرے ہی پر تو سے تو نے زندگانی کی ہر اور غنچ و ناز جان
مین دکھائے ہین ایسے جو جان مین نہیں سماتے رہ کہ مین تجھ سے الگ ہو جاؤں پھر تو اپنا حال دکھیو کیا ہوتا ہر
جو تیرے دوست گر مارم ہین وہی تیرے واسطے گور کھودین گے تاکہ تجکو چھینچ کے گور کے گڑھے مین ڈال دین
اس لیے کہ جب تیرے یار تجکو گور مین ڈال دین تو تو خوراک مور و مار کی بنے اور یہ حال تیرا ہو کہ جواب تیرے سامنے
مارے محبت کے مے جاتے ہین مچی تیری بدبو سے اپنی ناک بند کرین اور سخت متفر ہون انسان مین جو نطق اور
چشم و گوش ہر جیسے گویا و بینا و شنوا ہو رہا ہر یہ سب روح کے پر تو سے ہر جیسے آگ کے پر تو سے پانی مین
جوش ہوتا ہر آب فرماتے ہین جیسے پر تو جان کا تن پر ہر ایسے ہی پر تو ابدال کا میری جان پر ہر کہ نطق و سمع و بصر
اُسکی اُس سے ہر معاذ اللہ اگر وہ جان کی جان اپنا قدم جان سے ہٹائے تو جان ایسی بیکار رہ جائے
جیسے تن بجان بیکار ہو جاتا ہر سہرا پنا زمین پر اس سبب سے رکھے رہتا ہون کہ زمین یوم دین مین میری گواہ
بنے اور یوم دین وہ ہر کہ زمین جس دن ہلائی جائے گی زمین ہلایا جانا کا قال اللہ تعالیٰ اذ زلزلت الارض
زلزلا آدرا ظاہر باتین کرے گی اپنی خبر و ن سے جو اسکو معلوم ہون گی اعمال مردم سے حکم و وحی خدا تعالیٰ
کے جیسا کہ قرآن مجید مین ہر یومینہ تحدث اخبارا بان ربک اوحی لما آج بیان کرے گی زمین جن سے وہ
خبردار ہر اس سبب سے کہ ایسا ہی حکم اللہ تعالیٰ کا اسکو ہر آئندہ اعتراض ہین فلاسفہ پر جنگو زمین کی تحدیث
مین احتجاج ہوتا مافریا کہ فلسفی کے مقولات پنج پوچ کیا چیز مین جنگی عقل بارگاہ الہی مین دروازے کی دہلیز پر
پاؤن نہیں رکھ سکتی باہر ہی کھڑی رہتی ہر فلسفی اگر اپنی فکر و گمان مین منکر اس بات کے ہون تو ان سے
کہہ دے جاؤ اپنا سر اس دیوار پر مارو فلسفی تو منکر گریہ خانہ کا بھی ہر جس کو اس وقت کے سب لوگوں نے
سنا اور روناسکا ثابت ہر وجہ یہ ہر کہ جو اس انبیاء سے بیگانہ اور غیر مین اپنے سے جو اس اُنکے بھی
جانتے ہین کس واسطے کہ نطق آب و خاک و گل کی سنائیہ اہل دل کے جو اس سے مخصوص ہون اہل عقل کے الحلاف و شرح
مین اپنے رسم خط کے خلاف گوری کو کورے اور کو کثافات کے بجائے کش اوحی لما کی جگہ فارہا قولہ گویدا
کہ پر تو سوداے خلق ہا پس خیالات آور و در راے خلق ہا بلکہ عکس آن فساد و کفر اور ہا دین خیال منکرے را
نہ در و ہا فلسفی مردیور منکر لود ہا و رہا مذم منکر دیوے شود ہا گر نہ یدی دیور اخود را بسین ہا بے جنون نبود

کہو دی ہر حسین ہر کردار دل شک و بچانیت و فلسفی و منکر نہایت ہر مینا پر اعتقاد و گاہ گاہ ہر آن رگ فلسفہ
 کند رویش سیاہ ہر الخذر ای مومنان گو در شام است ہر در شام بس عالم بے منتہاست ہر جملہ ہفتاد و دولت و دولت ہر تو بہت
 وہ کہ روزی آن برآمد از تو دست ہر کہ اورا برگ این ایمان بود ہر ہنچو برگ از نیم اولرزان بود ہر بر بلبل و دیو
 زان خندید ہر کہ تو خود را نیک مردم دیدہ ہر چون کند جان باز گو نہ پوئستین ہر چند وادیا بر آید ز اہل دین ہر
 دکان ہر زرخاخذان شدہ است ہر زانکہ سنگ امتحان پنهان شدہ است ہر پردہ ای ستار از وادیا گیر ہر باش اندر امتحان
 مارا مجیر ہر قلب پہلو میرند باز ریشب ہر انتظار روز می دارد و سبب ہر بازبان حال زر گوید کہ باکش ہر ای مزدور
 تا بر آید روز فاش ہر صد ہزاران سال ابلیس عین ہر بود ز ابدال و امیر مومنین ہر پنجہ ز دبا آدم از نازیکہ داشت ہر
 گشت رسوا ہنچو سرگین وقت چاشت ہر پنجہ با مردان مزین ای بو البوس ہر بر تر از سلطان چہ میرانی فرس ہر
 المعنی الخذر ہنچو فلسفہ با فتح فلسفی بن مجیر بضم د سنگیر و پناہ د ہندہ فلسفی کہتا ہر کہ سودا و خبط مخلوق کا ایسے خیالات
 جیسے خانہ کا گریہ و غیرہ پیدا کرتا ہر ہر اور انکی رائے میں فتور ڈالتا ہر اور یہ ہر نہیں بلکہ ہر یہ کہ خود اسکے فساد و کفر
 نے اپنا عکس اس پر ڈال ڈال کے اس خیال منکری میں اسکو ڈالا ہر فلسفی منکر شیطان بلکہ اقسام جن کا ہر اور
 شیطان خسوقت وہ انکار کرتا ہر اسی وقت اسکو مسخرہ بناتا ہر کہ دکھ میں موجود ہوں اور خود اس پر سوار اور یہ منکر ہوتا ہر
 ای فلسفی اگر تو نے جو شیطان کو نہیں دیکھا ہر تو اپنے آپ کو دیکھ کہیں بھی سیاہی پیشانی کی بے جنون کے ہوتی ہر جو علامات
 سودا کی ہر اور سودا مایہ جنون اور جنون والے آپ کو کہیں مرنے سمجھنے لگتے ہیں کہیں گاؤ چنانچہ عقلیں انکی
 کتب طبیہ میں مسطور ہیں ایسے ہی تو نے کجی شیطان سے آپ کو انسان سمجھ لیا ہر اور جو شخص ایسا ہر کہ اس کے
 دل میں ان باتوں سے شک اور انہیں ہر وہ چھپا ہوا فلسفی اور منکر پنهانی ہر کبھی کبھی جو اعتقاد اپنا اظہار کرتا ہر
 تو کیا اعتبار فلسفی بن کی جو رگ اس میں ہر وہ تو سمجھ اسکا لا کر ہر ہر ہنچو ای ایمان والو ان لوگوں سے کہ یہ لوگ تھیں میں
 ہیں انکی بات مت سنو تھارے بیچ میں بھی تو بے انتہا عالم ہیں ان کی بات پر کان لگاؤ جملہ ہفتاد و دولت تجھ میں ہیں
 اس اعتبار سے کہ یہ بہتر فرشتے اہل اسلام کے ہیں اور تو بھی اہل اسلام مگر افسوس کی بات ہر کہ یہ
 فلسفی بن تجھ سے ظاہر ہو جس کو کہ خدا تعالیٰ نے برگ اس ایمان کا دیا ہر یعنی ایمان اسکیا ہر وہ بے نتیجہ طرح
 اس کے خوف سے کا ہنتر رہتا ہر کہ ایسا نہو میرا ایمان سلب ہو جائے تو جو ابلیس و شیطان پر ہنستا ہر یہ وجہ ہر
 کہ آپ کو نیکر سمجھتا ہر اور جب جان تیری اس پوئستین کو جو اٹھا پہننے ہوئے ہر لوٹے تو پھر دیکھ اہل دین تیرا
 حال دیکھ دیکھ کے کیسی وادیا کرتے ہیں تہر دکان زر پر زر نما یعنی صاف زر فروش خرم و خندان ہر اور
 ہنچو زما نہ روئے اس سبب سے کہ سنگ امتحان چھپا ہوا ہر اور ہر زر کا عیب در پردہ اسی خیال سے
 فرماتے ہیں کہ ای ستار تو پردہ ہمارا جس سے ہمارے عیب ڈھکے چھپے ہیں مت اٹھا اور وقت امتحان کے

ہمارا دستگیر و پناہ بن زر قلب رات کو زنجیر کی برابری کرتا ہر دونوں یکساں معلوم ہوتے ہیں اور ذہب و آہن کا کرتا ہر دن ہو تو میری اسکی کیفیت کھلے اور زبان حال سے کہتا ہر کہ ایسا مکار موزور ذرا ٹھہرا رہ دن نکل آنے سے تو تیرا حال فاش ہو جائے لاکھوں برس بلبس یعنی ابدال رہا اور امیر مومنین کہ مومنین مراد فرشتوں سے ہو انکا یہ معلوم تھا آخر آدم کے ساتھ بچہ کیا اور اس ناز پر جو رکھتا تھا اترا یا لاجرم گھر کی طرح دوپہر کے قرب کیسا ایسا و فضیلت ہو اگر اور چاشت سے یہ مناسبت کہ اسوقت بسبب حرارت آفتاب کے گو برین سے نہایت بد بو پھوٹی ہے جیسے بلبس سے پھوٹی بس ایسا ہوا اس پنجہ مردوں سے مت کر پادشاہ سے اپنے گھوڑے کو آگے کیوں بڑھاتا ہو گستاخی و بے ادبی سے ڈرتا نہیں الخلاف شرح میں شک و بیچانی کو شک بیانیست ہا زربشب کو باز مرشب لکھا ہے

دعا کرنا بلعم با عور کا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو جو اس شہر کو محاصرہ کیے ہیں بیمار اور ٹوٹا اور قبول ہونا دعا کا

قولہ بلعم با عور راخلق جہان ہا سغبہ شد مانند غلبے زمان ہا سجدہ ناور و ندکس رادون او ہا صحت رنجور شد افسون او ہا پنجہ زرد ہا موسیٰ سے از کبر و کمال ہا آنچنان شد کہ شنیدستی تو حال ہا صد ہزار ابلیس و بلعم و رجمان ہا بچینین بودست پیدا و نہان ہا این دورا مشہور گردانید اکہ ہا تاکہ باشد این دو بر باقی گواہ ہا رہزنان رادو بیابان چون کشند ہا یک و دو تن راسوے وہ زایشان کشند ہا تا بہ بینند اہل وہ گیرند پند ہا رویت ایشان بود شان انچو بند ہا این دو دزد آویخت بردار بلند ہا ورشاند شہر بس دزدان بہند ہا این دورا پرچم بسوے شہر برد ہا کشتگان قہر را نتوان شمر د ہا نازنینے تو ولی در حد خویش ہا الدالد پامنہ از حد تو بیش ہا گرز نے بر نازنین تر از خودت ہا ورتک ہفتم زمین زیر از دت ہا قصہ عاد و ثمود از ہر حیثیت ہا تا بدانی انبیا را تا زکیست ہا این نشان خست و قدوت و صاعقہ ہا شد بیان غر نفس ناطقہ ہا جملہ حیوان را پے انسان بکش ہا جملہ انسان را بکش از ہر پیش ہا المعنی بلعم ابن با عور ایک شخص تھا مستجاب الدعوات کفایتوں سے خدا تعالیٰ نے اسکو اسم اعظم عطا کیا تھا اسکی برکت سے اسکی دعا قبول ہوتی تھی جب حضرت موسیٰ نے جبار یون پر جہاد کیا ان کے کہنے سے اس نے دعا کی خلاف مرضی حضرت رب العزت کے بس را ندہ گیا چنانچہ اسکی شان میں نازل ہوئی کہ مثل الکلب ان تکل علیہ ملیث او تر کہ ملیث پس مثل بلعم با عور کی مثل کہتے کہ ہر کہ اگر تو اس پر حملہ کرے جب بھون سے اور نہ حملہ کرے جب بھون سے غرض وہ کتا ہو گیا سغبہ بالفتح فریضہ اور کوئی جگہ چیز خست بالفتح زمین میں و خستنا قدوت بالفتح پتھر ڈالنا صاعقہ کوک بادل کی جس کو رعد کہتے ہیں بلعم بن با عور کی تمام مخلوق جہان کی فریضہ تھی جیسے زمان حضرت عیسیٰ بن مریم کی جن کا مجسمہ احیا و موتی اور ابراہیم رضی اللہ عنہما

سوا اُسکے کسی کو سجدہ نہیں کرنے تھے جو مراد کمال اطاعت سے ہر اس لیے کہ اُسکے دم سے مریض صحت پاتے ہیں اسی اسم اعظم کی برکت سے اس بلغم باعور نے حضرت موسیٰ سے پیغمبر کیا آخر وہ حال ہوا جیسا تو نے سنا ہے اب کہتے ہیں کہ لاکھوں بلغم اور ابلیس جہان میں ہوئے ہیں کوئی ظاہر ہو گئے کوئی چھپے رہے ابلیس و بلغم سے یہ مناسبت ہے کہ انجام میں حضرت موسیٰ کی دعا سے یہ ابلیس کا تابع ہو کے کافر ہو گیا جملہ اُن لاکھوں کے ان دو کو اللہ تعالیٰ نے مشہور کر دیا تھا یہ دونوں باقی پر گواہ ہوں جیسے رہزنوں کو جنگل میں مار ڈالتے ہیں دو ایک کو بستی میں بھی کھینچ لاتے ہیں اور مارتے ہیں تو بستی والوں کو بھی پند و عبرت ہو اور ان کا حال دیکھنا ان کے لیے قید ہو جائے تا وہ ایسے فعل میں جنبش نہ کر سکیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چوروں کو اونچی سولی پر لٹکا یا ہر در نہ شہر میں بہت چور تھے ان دونوں کو نیزہ اُسکے تھر کا شہر میں بیگیا جیسے دشمن کا سر کاٹ کے بر سر نیزہ شہر میں پھراتے ہیں واللہ جو اُس کے تھر کے کشتہ ہیں وہ تو بے گنتی ہیں اب فرماتے ہیں اگر تو اُسکی بارگاہ عالی میں ناز والہ ہو تو اپنی حد پر رہ اور حد سے خبردار پائون مت نکالے اور ایسے سے اگر کھڑا جو تجھ سے ناز والا زیادہ ہے جیسا کہ موسیٰ اور بلغم کا حال تھا کہ موسیٰ رسول اولوا العزم اور بلغم صرف ایک شخص مستجاب الدعوات بطفیل اسم اعظم تو وہ حکموزمین کا ہفتم طبقہ جھکائے گا غاؤ نمود کا قسطہ جہان میں کیوں مشہور ہے اسی واسطے کہ تو جانے انبیاء کو حق تعالیٰ کے سامنے بہت بڑا ناز ہے نازک میں کاف تصنیف تعظیم کا ہر وہ جو خست ہو کہ قارون زمین میں دھنس گیا اور قذوف جس سے قوم لوط پر تجھ پر سے اور صاعقہ جو قوم ثمود میں فرشتہ نے آواز سخت کی تھی یہ سب بیان انبیاء ہی کے نفس نامطق کی عزت کا ہے جیسے کچھ رب العزت کے سامنے اُسکی عزت تھی انسان ایسا اشرف المخلوقات ہے کہ جملہ حیوان کو اُسکے واسطے مارتا رہا اور ہوش کے واسطے جملہ انسان کا قتل روا ہے کہ جو انبیاء سے ظہور میں آیا الخلاف بحر العلوم میں بجائے محب صحبت از خودت کی جگہ بر خودت قولہ ہشش ہے باشد عقل کل اے ہوشمند ہ عقل جزوے ہش بود اما نثرند ہ جملہ حیوانات وحشی زادی ہ باشند از حیوان انسی در کمی ہ خون آنها خلق را باشد سبیل ہ زانکہ وحشی اند از عقل جلیل ہ خون ایشان خلق را باشد روا ہ زانکہ انسان را نیند ایشان سزا ہ عزت وحشی بدن ساقط شدست ہ کان مر انسان را نفاعت آمدست ہ پس چہ عزت باشدت اے نامرہ ہ چون شدی تو حمر مستغفر ہ خرنشاید گشت از بہر صلاح ہ چون بود وحشی بود خوش مباح ہ اگر چہ خرد ایش آخور بود ہ پیچ معذوش نمی دارد و درود ہ پس جو وحشی شد از آدم آدمی ہ کے بود معذورا اے یار سخی ہ لا حسبم کفار را خون شد مباح ہ زانکہ ایشان دور بودند از صلاح ہ جفت و فرزند ان شان جملہ سبیل ہ زانکہ بے عقلند و مطرود و ذلیل ہ ہ باز عقلے کو رمد از عقل عقل ہ کرد از عقلے بچوانات نقل ہ المعنی نثرند بفتح دکر اول سرنگون و پست و خوار و سرگشتہ نامرہ طحوتی آخور ہندی بخان اسپان و خزان و غیرہ سخی یعنی ہنام فرماتے ہیں اے ہوشمند تو نے جانا ہوش

کیا چیز ہو عقل کل ہو اور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور عقل بزدلی جو مشہور ہو یہ بھی ہوش ہو لیکن نرند و گشتہ جتنے
 حیوانات ہیں خواہ وحشی خواہ آدمی سب حیوان انہی سے کمتر و کم ہیں سوائے انسان کے سب کا خون مباح ہو
 اس واسطے کہ یہ عقل جلیل سے وحشی ہیں و حیثیوں کا خون کرنا مخلوق کو روا ہو اس سبب سے کہ یہ لائق و مقابل انسان
 کے نہیں ہیں و حیثیوں کی عزت اسوجہ سے گر گئی ہو کہ یہ انسان کے مخالفت ہیں بس اس کو کھونٹے ناقص تیری عورت کیا
 ہو کہ تو بھی حرم مستنفرہ سے ٹھہرے اقتباس ہو یہ کریمہ سے کانہم حرم مستنفرہ فرت من قسورہ گو یا کہ وہ کافر گدھے
 ہیں اپنی حماقت میں اور عدم فہم حق میں کہ بھاگتے ہیں شیر سے بس گدھے کفار اور شیر انبیا جسے گدھے بہت
 ڈرتے ہیں خر خانگی کو سبب صلاح کے کوئی نہیں مارتا کہ اس کو میل و انس آدمی سے ہو جاتا ہو اکثر گھر کی اور آدمی کی
 للکار و غیرہ کو سمجھتا جانتا ہو اور جو وحشی ہوتا ہو اس کا خون مباح جلتے ہیں اگرچہ سب جانتے ہیں کہ گدھا اپنا تھکان
 نہیں پہچانتا لیکن جبکہ گھر جاتا ہو وہ مار کے بھاگتا ہو کوئی معذرت نہیں رکھتا اتنی ہی جب آدمی بن سے آدمی وحشی
 ہوا تو ای بار ہمنام وہ کیسے معذور رہیگا لاجرم خون کفار کا کہ یہ بھی صلاح سے دور رکھے اور محض وحشی کھے مباح ہوا
 اور ان کی عورتیں اور بچے بھی مباح ہوے اسلئے کہ سب بے عقل اور مردود و ذلیل ہیں اور وہ عقل و عقل کی عقل سے
 بھاگے یعنی عقل کامل سے مطلب یہ کہ وہ عقل و مطیع انبیا کا تو ہو مگر انبیا کی عقل میں اپنی فکر کو ملاتا ہو اس کو اتنا ہی کہنا
 چاہیے کہ اسے انسانیت سے حیوانیت کو نقل کی ہو اس مشابہت حیوان ہو نہ مباح الدم الخلاف بحر العلوم میں بجائے
 ناسرہ نادورہ آخر کو آدم کو آدم لکھا ہو غلط ہو

اعتماد کرنا ہاروت ماروت کا اپنی عصمت کو ہر فن میں

قولہ ہجو ہاروت جو ماروت شہیرہ از تبر خورند زہر آلودہ تیرہ اعتمادے بود شان بر قدس خویش و پست بخر
 اعتماد گامیش و گرچہ و بشیر صد چارہ کند و شاخ شاش شیر زہر پارہ کند و گرشود پر شاخ ہجوں خار پشت و شیر خواہد
 گا و رانا چار کشت و باد صرصر کو درختان میکند و با گیاہ پست احسان می کند و ضعیفی گیاہ آن باد تندہ رحم کرد ای دل تو
 از قوت مکند و تیشہ راز انبوی شاخ درخت کے ہر اس آید بر ملت و ملت و ایک بر برگے کوید خویش را و جز کہ بر ریشہ نکوبد
 نیش را و شعلہ راز انبوی ہیزم چہ نعم کے رند قصاب انانہ غم و پیش معنی صیت صورت بس زبون و چرخ را
 معیش می دارد نگون و توقیاس از چرخ و دلابے بگیر و گردش از کبست از عقل منیر و گردش این قالب
 ہجوں سپر و ہست از روح مستر ای سپر و المعنی شہیر مشہور بطریقین نافرمانی و ناسپاسی غار پشت نام جانور
 ہندی سیلی مستر بروزن موطر پوشیدہ بتائید صدر فرماتے ہیں جیسے ہاروت ماروت نے جن کا قطعہ مشہور ہو
 اپنی نافرمانی و ناسپاسی سے تیر زہر آلودہ کھایا اور قصہ ان کا بغیرہ اپنے قدس کے زمین پر آنا اور زہرہ نامے
 عورت پر فریفتہ ہونا اور اسم اعظم اس کو سکھانا اور اس کا اسمان پر آنا اور بصورت ستارہ کے مسخ ہو جانا

اور انکا چاہ بابل میں قیامت تک اسیر ہونا غلط صحیح جو کچھ مشہور ہو وہ معلوم مولانا فرماتے ہیں انکو اپنے قدس پر
 بہت بھروسہ تھا دوسرا مصرعہ مولانا کی طرف سے ہے کہ کوئی اسے پوچھے کہ گادیش کا اعتماد شیر پر یہ بھی کچھ چیز ہو اگرچہ
 گلا و میش شیر کے ساتھ سیکڑوں چیلے و چارے کرے لیکن شیر اسکی شاخ شاخ کو جب چاہے پارہ پارہ کر دے
 اگر گلا و میش غار پشت کے پر شاخ ہو شیر جب بھی اسکو مار ہی ڈالے گا غرض یہ کہ خداوند تعالیٰ کے آگے کسی کا زور
 و خود ریش نہیں جاتا البتہ مجر و فروتنی جیسے آندھی اگر چہ بڑے بڑے درختوں سر کشیدہ کو اٹکھڑ ڈالتی ہے لیکن گیارہ پست سے
 احسان ہی کرتی ہے اور ہر گاہ باوند نے گیارہ کی ضعیفی پر رحم کیا تو کبھی اے دل چاہیے کہ اُسکو اپنی قوت سے نہ اٹکھڑے
 اور ضعیف پر رحم کرے تیشہ کو انہو ہی شاخ درخت سے کیا ہر اس اور کیا دوسرا سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا ہے
 لیکن کسی برگ نرم کو اپنی چوٹ نہیں پہونچاتا اور اپنا ڈنک سواریشہ درخت کے کسی پر نہیں مارتا شغلہ کو انہو ہی
 ہیزم سے کیا غم بھلا قصاب بھی گلہ نعم سے بھاگتا ہے فرماتے ہیں یہ نظیر تو ہم نے بصورت ظاہر کے کمین
 لیکن بحقیقت معنی بہت قوی چیز ہے صورت اس کے مقابل نہایت عاجز و زبون دیکھ تو چرخ جیسے زبردست
 و قوی کو اس کے معنی ہی نے نگون کر رکھا ہے اسی کے بوجھ سے جھکا ہوا ہے تو اپنی عقل منیر سے اسی چرخ دولابی
 پر قیاس کر اور سوچ کہ اسکی گردش کس سے ہوتے ہیں بتاؤں یہ قالب پنجو سپر چرخ کا جو تھکوار پر نظر آتا ہے
 گردش اسکی روح سے ہے جو زمین چھپی ہوئی ہے اختلاف شرح بحر العلوم میں پنجو ہاروت کی جگہ چو لکھا ہے
 قولہ گردش این باد از منی اوست پنجو چرخ کو اسیر ہو جو بہت پنجو ہاروت و دخل و خرج این نفس پنجو لکھا ہے
 جز زجان اے پر ہوس پنجو گاہ ہمیشہ میکند گاہ و دال پنجو صطحش میکند گاہے جدال پنجو ہمیشہ سے برد
 گاہے یسار پنجو گلستان میکند گاہ ہمیشہ خار پنجو ہمچنین این آب را یردان پاک پنجو کرد بر فروغ خون مہناک پنجو
 پنجنین این باد را یردان ما پنجو کردہ بدر عادی پنجون اثر دیا پنجو باز ہم آن باد را بر مومنان پنجو کردہ بر صلح و مراعات
 و امان پنجو گفت اعمی ہوا لبد شیخ وین پنجو معنیہا ست رب العالمین پنجو جملہ طباق زمین و آسمان پنجو خاشاک کے
 دران بحر روان پنجو مہلما ورقص خاشاک اندر آب پنجو ہم ز آب آمد بوقت اضطراب پنجو چونکہ ساکن خواہش
 کرد از مرا پنجو سوسے ساحل انگند خاشاک را پنجو چون کشادہ سا حلش در موج گاہ پنجو آن کند باد کہ آتش با گیاہ پنجو این
 حدیث آخر غار و باز ران پنجو جانب ہاروت و ماروت ایوان پنجو اعمی بین جانب راست یسار جانب چپ طباق
 بانقہ جمع طبق مراد بکسر اول حیال و ستیر و خود نمائی مثل امثال سابق کے فرمانے ہیں کہ یہ پہو جو عالم میں حلقی ہے اسکی
 گردش بھی اسی کے معنی سے ہے جیسے چرخ کہ وہ اسیر ہو جو کابری جب پانی نہر سے پاتا ہے تو نہر گھومتا ہے یہ سانس آدمی کی
 اسکا آمار چڑھاؤ اور آمد و خرج بتاؤ کیس سے ہے آخر روح سے ہے اور روح خود معنی اور کبھی معنی کو جیم بناتا ہے اور
 جسم کبھی حا و دال یعنی روح و دل کبھی صلح ہر اسکو لاتا ہے کبھی جنگ پر کبھی داہنی طرف لے جاتا ہے جو اعمال صالحہ سے

عبارت ہر کبھی بائیں جانب کہ مراد اعمال بد سے ہر اور غلطی ہذا گلستان و خار یا گلستان و خار جوانی و پیری ایسے ہی
یہ پانی جو دنیا میں روان ہوا اسی پانی کو نیروان پاک نے فرعون پر خون سمٹا کر دیا کہ ہر ظرف آب میں خون ہی
خون تھا چنانچہ فرمایا وارسلنا علیہم الطوفان واطرادوا قتل والصفاء والدم اور بھیجا ہم نے قوم فرعون پر طوفان
اور طبری اور جون اور مینڈک اور خون پھر اسی ہوا کہ ہمارے خدا نے قوم عاد کے واسطے ایک اژدہا بنا دیا کہ سب کو
مکھلی اور اسی سما کو مومنوں پر صلح اور مراعات و امان کر دیا کہ مومنوں کو اُس با دقہر کی ہو ابھی نہ لگی اسی سبب سے شیخ دین
نے کہا ہر المعنی ہوا اللہ کہ دریا جملہ معانی کا رب العالمین ہر جس دریا میں جملہ طبق زمین و آسمان کے اور ما فیہا
خس و خاشاک کی طرح ہیں تو دیکھتا ہے کہ جنبش میں اور رقص خاشاک کے جیسا کہ پانی میں وہ گھومتا ہے یہ سب اضطراب
اُس کا پانی سے ہے اور جب اسکو اس اضطراب سے ساکن کرنا چاہتا ہے تو مکھلی پر ڈال دیتا ہے پھر کنارے سے اسکو
جب دریا میں پہنچ لیتا ہے جو موج گاہ ہر تو وہ کام اُسکے ساتھ کرتا ہے جو آگ گھاس کے ساتھ کرتی ہے اسی نیست و نابود
آئندہ گریہ ہو کہ اے جوان یہ حدیث ایسی ہے کہ اسکا آخر نہیں اب تو ہاروت ماروت کے قصہ کی طرف پھر چل
انحلاف تشریح بحر العلوم بین سمناک کو سمناک لکھا ہے

باقی قصہ ہاروت و ماروت اور غلاب ان کا دنیا میں بچا ہا بابل

تو کہ چون گناہ و فسق خلقان جہان ہمی شدی روشن بایشان آن زمان ہ دست خائیدن گرفتندی بخشم ہ یک
عیب خود نہ دیدند بکشم ہ خویش در آئینہ دید آن زشت مرد ہ رو بگردانید ازان و خشم کرد ہ خویش بن چون
از کسے جرے بید ہ آتش در دے ز دوزخ شد بید ہ حمیت دین خواند ازان کبر را ہ نگر در خویش نفس کبر را ہ
حمت دین را نشانے دیگرست ہ کہ ازان آتش جہانے اخضرست ہ گفت حق شان گر شمار و شکر گرید ہ در
سپار ان منقل نگرید ہ شکر گوئید ای سپاہ و چاکران ہ رستہ اید از شہوت و از چاک راں ہ گر ازان معنی نہم من شہوت
مرضا را بیش پذیرد سما ہ عصمتی کہ مرشمار در تنست ہ آن ز عکس عصمت و حفظ منست ہ آن زمن پذیرد از خود
ہین و ہین ہ تانہ چہر بد بر شاد و یحیی ہ آنچنان کہ کاتب و حی رسول ہ دید در خود حکمت و نور و اصول ہ خویش را
ہم کن مرغان خدا ہ میثم در آن بد صغیر بچہ جدا ہ کن مرغان را اگر و صفت شوی ہ بر ضمیر مرغ کے واقف شوی ہ
گر بیاموزی صغیر طبلے ہ تو چہ دانی کو چہ گوید با گلے ہ و ربدانی باشد آن ہم از گمان ہ باشد آن بر عکس آن اے
نا توان ہ المعنی حمیت بفتح تھانی و بالکسر حفاظت و نگہبانی اخضر سبز چہرہ ہ ای غالب شود یعنی جب ہاروت ماروت کے
گناہ و بدکاریاں مخلوق کی اُس وقت میں ظاہر ہوتی تھیں تو مارے غصے کے ہاتھ چاہتے تھے اور اپنے
عیب کی طرف نظر نہیں کرتے تھے وہ مثل تھی کہ ایک بد صورت نچا پنی صورت آئینہ میں دیکھ کر منہ
پھسیر لیا اور اُس صورت پر بہت غصہ ہوا مٹول ہر جو خویش بین ہر جہان اُسے کسی کا کچھ حیرم دیکھا

بس اُس میں ایک آگ دوزخ کی سی پیدا ہو جاتی ہو اور وہ ہوتی ہو بمقتضائے کبر لیکن اسکو حمیت دین بتاتا ہو اور اپنے نفس کا فرکو نہیں دیکھتا کہ بانی اسکا یہ ہو تجھ اس نفسانیت کو حمیت دین سے کیا نسبت حمیت دین کے نشان ہی اور ہیں کہ اُس آگ سے ایک جہان سرسبز ہو حمیت کے معنی گرمی کے بھی ہیں مبالغہ آتش فرمایا اور لطف یہ کہ آگ سے سرسبزی پیدا کی ہو جب یہ کیفیت انکی خدا قائل نے دیکھی فرمایا اگرچہ تم مہجلا کام کو نہ والے ہو مگر سیہ کاروں مفضل کی طرف مت دیکھو اور شکر کرو اور سپاہ اور چاکر و کہ تم شہوت اور چاک ران سے جو فرج ہونچے ہوئے ہو اگر میں تم پر یہ باتیں رکھ دوں تو پھر آسمان تم کو اپنے بیچ میں کبھی ٹھکانا نہ دے یہ عصمت جو نھارے تن میں ہر تھسے نہیں ہو میری عصمت و حفظ کا عکس ہو فقر دار خبردار اس کو مچھی سے سمجھے رہو تا شیطان لعین تم پر غلبہ ہونے پائے جیسا کہ وہ کاتب وحی رسول کا تھا جس نے اپنے آپ میں حکمت و نور و اصول سمجھا کہ یہ مجھ سے ہر آپ کو وہ بد صغیر ہم آواز مرغان خدا کا جانا تھا مثل خدا کے جو لوتی ہو یعنی یہ جانتا تھا جو میرے دل میں پیدا ہوتا ہو وہی حضرت کے منہ سے نکلتا ہو مانتا ہم نے کہ تو نے وصف آواز مرغون کا اپنی آواز میں پیدا بھی کر لیا نب کیا من کے بھید پر تو واقف نہیں ہو گا کہ وہ کیا کتا ہو اگر بلبل کی آواز سیکھ لی تو وہ آواز ہی تو ہی یہ تو نہ جانا کہ بلبل نے گل سے کیا کہا اور بالفرض اگر گمان سے کچھ یہ بھی جانا تو اہر ناتوان وہ برعکس اسکے ہو گا ٹھیک کبھی نہیں ہو گا اختلاف شرح میں بجائے سما کے ثما اصول کو موصول لکھا ہو

بیمار پرسی کو جانا ایک بہرے کا جو اسکا ہمسایہ تھا اور رنجیدہ ہوتا بیمار کا

قولہ آن کوے را گفت افزون مایہ کہ ترا بخورشدم ہمایہ کہ گفت با خود کر کہ با گوشش کران ہامن چہ در باہم ز گفت آن جوان ہ خاصہ رنجور و ضعیف آواز شد ہ ایک باید رفت آجانست مگر ہ چون بہ یتیم کان لبش جنبان شود ہ من قیاس سے گرم آن را از خود ہ چون بگویم چونے اے محنت کشم ہ او بخوابد گفت نیکم یا خوششم ہ من بگویم شکر چہ خوروی ایا ہ او بگوید شربتے یا آٹما ہ من بگویم صبح نوشتم کیست آن ہ از طبیبان پیش تو گوید ظلان ہ من بگویم بس مبارک پاست او ہ چونکہ او آمد شود کارت نکو ہ پائے او را آرمود ستیم ما ہ ہر کجا شد می شود حاجت روا ہ این جوابات قیاسی راست کرد ہ عکس آن واقع شد اے آزادہ مرد ہ گویا رنجور را خاطر ذکر ہ اندکے رنجیدہ بود اے ہر ہنر ہ کردہ آمد پیش رنجور نشست ہ بر سر او خوش ہی مالید دست ہ گفت چونی گفت مردم گفت شکر ہ شد ازان رنجور پیر آزار و مسکر ہ این چہ شکر ست او مگر با ما بد سنت ہ کہ قیاس سے کرد و آن کر شکر ست ہ بعد ازان گفتش چہ خوروی گفت زہر ہ گفت نوشتم با د افزون گشت قمر ہ بعد ازان گفت از طبیبان کیست او ہ کوہی آید بچارہ پیش تو ہ گفت غدا بل می آید برو ہ گفت پائش بس مبارک شد و ستو ہ این زمان از نزد او ایم برت ہ گفتم اورا تا کہ گرد و غم خورت ہ اے شربت بالفی ایک دفعہ کھانے یا پینے کی چہیتر

اور دو خشک ہو یا تر صحیح تندرست آتش تن ایک بہرے سے ایک مالدار نے کہا کہ تیرا مہسا یہ بیمار ہو گیا ہے بہرے
نے کہا میں اگر جاؤں کجی تو اپنے بہرے پن سے کیا جانوں گا کہ اُس جوان نے کیا کیا خاص اس حال میں کہ وہ بیمار ہو
آواز بھی اُسکی ضعیف ہوگی اور شد بھی ضعیف جو مراد بلندی و پستی آواز سے ہر مطلقاً بہر حال جانا تو چاہیے کچھ
بُرا بھی نہیں ہو میں جب دیکھوں گا کہ اُس کے ہونٹہ ہلے ہین میں عقل سے قیاس لگاؤں گا کہ یہ کتنا ہر مثلًا میں کہو کچھ
کہ تیرا کیا حال ہے اور میرے محنت کش تو ضرور وہ یہی کہے گا کہ اچھا ہوں یا خوش ہوں میں کہوں گا شکر ہے اب
بتاؤ نے کچھ کیا وہ کہے گا شربت یا آتش کسی قسم کا لیٹے خواہ دو ایتھائے خواہ غذا بتائے میں کہوں گا طیبیوں سے
تیرے تن کا صحیح کرنے والا تیرے یہاں پیش کون ہے وہ کہے گا فلاں شخص میں کون گا وہ بڑا مبارک قدم ہے جب کہ
وہ آتا ہے تو تیرے حال کی خوب اصلاح ہو جائے گی میں نے اُسکے قدم کو خوب آزمایا ہے جہاں وہ جاتا ہے حاجت
اُس سے روا ہوتی ہے اُسے تو یہاں جواب گرٹھ گرٹھا کے ٹھیک کیے اور اُمیر آزاد مرد وہاں عکس اس کا واقع ہوا شاف
بغور کی خاطر اس بہرے سے کچھ رنجیدہ تھی جب تو جواب اس کے سوال کے اُس نے اُسے دیے چنانچہ بہرے اُس کے
سامنے آکر بیٹھا اور اُس کے سر پر خوشی سے ہاتھ پھیر کے کہا کیا حال ہے بیمار نے کہا مرنے کا بہرے نے کہا شکر ہے بیمار
اس بات سے بہت رنج اور تعجب میں ہوا اور دل میں کہا کہ یہ شکر کیسا بیشک اس کے دل میں میری طرف سے بدی
ہو اسکو جو کہ قیاس کیا تھا کہ نہیں کرتا ہے تیرے نے پوچھا تو نے کیا کیا یا کہا زہر بہرے نے کہا خدا تجکو چنا پچنا
کرے یہ سُنکے بیمار کا اور کجی قہر بڑھا پھر بہرے نے کہا طیبیوں سے کون ہے جو تیرے علاج کو تیرے پاس آتا ہے
کہا جاعزائیل آتا ہے کہا اُس کا قدم بہت مبارک ہے تو خوش ہو ابھی اُس کے پاس سے میں تیرے پاس آیا ہوں میں
اُس سے کہدیا ہے تیرا تیری غمخواری کرے الخلاف تشریح مذکور میں آواز کے بعد دو اعطفت نہیں ہو نہ معلوم شدت کچھ ہیں
بالضم یا شد بالفتح ایا کو با آ شہما کو ماشہما صح نوشت کو صح نوشت قولہ کہ بردن آمد گفست او شادمان ہ شکر کش
گفتم مراعات ابن زمان ہ خود گمانش از کرے مملو بود ہ این زیان محض را پنداشت سود ہ و ہر ہ میگفت ہ
با خود از عا ہ شکر کہ کردم عیادت جارا ہ گفت رنجور این عدوے جان ماست ہ مانند انستیم کوکان جعاست ہ
خاطر رنجور گویان صد سقط ہ تاکہ پیغامش کند از ہر منط ہ چون کہے کو خوردہ باشد آتش بد ہ مے بشور اندوش
تا فے کند ہ کظم غیظ انیت آن راتے مکن ہ تابا بی در جز اشیرین سخن ہ چون نبودش صبر
مے چیداد ہ کین سگ زن رو سپے نا چیز گو ہ ما بریم بر دے انچہ گفتہ بود ہ کا زمان شیر ضمیر م
خفتہ بود ہ چون عیادت بہر دل آرمیت ہ این عیادت نیست دشمن کا بیست ہ تا بہ بیند دشمن خود را بزار ہ
تا بگیرد خاطر زشتش قرار ہ بس کسان زمینان عیاد تھا کنند ہ تا برضوان و صواب آن زنند ہ خود حقیقت
مصیبت باشد خفی ہ بس گذر کا نرا تو پنداری صفے ہ ہجو آن کر کو بھی پنداشت است ہ

کہ کوئی کر دم آنخو بد بدست ہے اولشہ خوش کہ خدمت کردہ ام بہ حق مہسایہ بجا آوردہ ام بہر خود او انکشی افروختست ہے
 در بل رنجور خود را سوختست ہے فالتوا النار اللتی او قد تموا ہے انکم فی المعصیۃ از دو تموا ہے گفت پینہر بیک صاحب ریا ہے
 غفلت انک لم تصل یا فتا ہے از بر اسے چارہ این خوفا ہے آہ اندر ہر نازی اہدا ہے کین نمازم را میا میزا حق خدا ہے بانماز
 ضالین اہل ریا ہے از قیاس سے کہ بگردان کرگزین ہے صحبت وہ سالہ باطل شد بدین ہے خاصہ او خواجہ قیاس حس دون ہے
 اندر آن وحی کہ شد از حد فزون ہے خواجہ پندار کہ طاعت میکند ہے بے خبر کز معصیت جان مے کند ہے رو قیاس خوشنیت
 راترک کن ہے کز قیاس تشو و ریشیت کن ہے گوشش حس تو بحر افرد و خورست ہے دان کہ گوش عیب گیر تو کورست ہے
 المعنی جبار مہسایہ سقط الفحیتین مجازاً بزرگوار کو سپی زن فاحشہ عیادت بیمار پر سی فرماتے ہیں بہر اتو بیمار کے مگر سے
 خوش خوش بکھلاش کر کرتا ہوا کہ اسوقت میں نے رعایتین منکسب حال کے خوب اراکین اور خود اپنے بہرے پن کا
 اٹا لگان تھا کہ میں نے موافق اسے جواب کے جواب دیا ہوا اور تھا وہ محض زیان جسکو فائدہ سمجھا تارہ میں چلا جاتا تھا
 اور اندھے پن سے کہتا تھا کہ خدا کا شکر میں نے اپنے پڑوسی کی بیمار پر سی کی اور بیمار کا یہ حال کہ وہ کہتا تھا کہ
 یہ میری جان کا دشمن ہے میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کان جفا ہو قاطر ہیہ رکی سیکڑوں گالیان دتی تھی تا بڑی
 بُری باتیں ہر طرح اُسکو کھلا بھیجے تمہول ہے جو کوئی آتش بدکھاتا ہے ضرور دل اُسکا لوٹتا ہے تو قے کر دے تو لا با
 منہر ماتے ہیں کہ یہ آتش بد نہیں ہے یہ غصے کا کھانا ہے اس کو قے سے مت نکال اسکی نسبت تو خدا تعالیٰ
 نے فرمایا ہوا اَلْکَاطِیْنِ الْفٰیظِ وَالْعٰفِیْنَ عَنِ النَّاسِ کُلِّھُمْ وَالْاٰدِیْمُوْنَ سے خطا کے بس اگر غصہ کو کھائے گا تو اس کے بدلے اپنے مالک سے سخن شیرین سنے گا لیکن
 اُس بیمار کو صبر نہ تھا اس سبب سے بل کھاتا تھا اور گالی دے کر کہتا تھا کہ اس سگ رو سپی زن ناچیز گونے
 کیا سمجھا میں اُسپر اب اُن باتوں کی بوچھاڑ کروں گا جو اُس نے مجھ کو کین ہیں اُسوقت میں تو میرے دل کا شیر سوتا
 تھا عیادت تو واسطے دل آرامی کے مقرر ہوئی ہے اسکی عیادت کیا ہے دشمن کامی ہے یعنی میرے دشمنوں کا میرے
 حق میں جو مقصد ہو وہ اسکا ہے اور مقصد دشمنوں کا یہی تو ہوتا ہے کہ کوں ساقت ہو تو ہم اپنے دشمن کو نزار دیکھیں تو خاطر
 بد اُسکی قرار پائے بہت لوگ اسی قسم کی عیادت کرتے ہیں کہ دیکھیں مرنے میں کیا دیر ہے اور بظاہر رضوان
 اور ثواب پر اُس کو لگاتے ہیں اور حقیقت میں ثواب کس کا وہ مصیبت خفی ہوتی ہے بس اس خفی کو چھوڑ جسکو
 تو صغی و بر گزیدہ جانتا ہے جیسے وہ بہر لگان کرتا تھا کہ میں نے نیکی کی ہے اور وہ بدی ٹھہری وہ خوش بیٹھا تھا
 کہ میں نے خدمت کی اور پڑوس کا حق ادا کیا حال آنکہ اپنے واسطے ایک آگ بھڑکائی ہے بیمار کے دل
 میں اور آپ کو اُس میں جلایا ہے سو پکاؤ تم اُس آگ سے آپ کو جو تم نے بھڑکائی ہے بے شک تم نے
 گناہ میں زیادتیان کی ہیں مصرع پہلا فحوا سے آیت کریمہ کا ہے جو فرمایا ہے فالتوا النار اللتی وقد وہا الناس والحجارۃ

پس چہ تم اُس آگ سے جلکی چھٹیاں آدمی اور پھر میں حدیث میں ہو کہ اُن حضرت علیہ السلام نے ایک
ریاکار سے کہا کہ اے جوان نماز کر بیشک تو نے نماز نہیں کر لی اُس نے نماز کر لی پھر اپنے کمال فائز کہ تم فصل غرض
تین بار ایسے ہی ہوا بعد اُس کے آپ نے نماز کے قواعد اُسکو تعلیم فرمائے حاصل یہ کہ نماز دل لگا سکے موافق قاعدہ
شرعیہ ادا کرے اور یہی خوف نماز میں لگے ہوئے ہیں خلکی چارہ جوئی ہر نماز میں ابدنا الصراط المستقیم سے کجانی ہو
یعنی ہر قیام میں جناب باری سے ملتی ہوئے ہیں کہ ہم کو سیدھی راہ چلا اور اُس نماز کو ہماری عنایں اہل ریاء سے
مست ملا جیسا کہ فرمایا ہو غیر المنضوب علیہم ولا الضالین نہ راہ اُن لوگوں کی جو غضب کیے گئے ہیں اور نہ راہ ہیکے
ہوؤں کی دیکھ تو وہ قیاس جو مہرے نے اپنے دل میں پسند و اختیار کیے تھے ذرا دیر میں صحبت دس برس کی
کہ مدت دراز سے تھی باطل ہو گئی اور مایہ بیخ ہمایہ کی ہوئی پھر آخر قیاس میں پانچ برس کے اور خاص وحی اور حکم
خدا میں کہ وہ آدمی کی حد سے زیادہ ہو کہ مثل اُس کے کوئی نہ کہ سکا سب عاجز ہوئے با آنکہ فالتو بسورۃ من مسئلہ
حکم عام تھا یعنی کوئی سورۃ مثل اسکے لاؤ عجب معاملہ ہو خواجہ تو اس بھروسے کہ میں طاعت کرتا ہوں اور اس سے
بیخبر کہ مصیبت میں جان مار رہا ہو تھا تو اپنے قیاس کو ترک کر کے تیرے قیاس سے مصیبت تیری پُرانا گھاؤ
ہو جائے گی اگر تیرے حق کی کان باتیں ہی سننے کے لائق ہیں تو خوب جان لے وہ کان تیرے جو عیب گیری
کر رہے ہیں اور تیرے عیب تجکو بتائیں وہ بہرے ہیں اختلاف تشریح میں کہ ہر دو کو گرو سپے کو روئی خود کو خود لکھا ہو

اس بات کا بیان کہ پہلے جس نے نص صریح کے مقابل اپنا قیاس لگایا ابلیس تھا

قولہ اول آنکس کین قیاس کما نمود پیش انوار خدا ابلیس بودہ گفت نارا خاک بیشک بہترست ہا من زنا را و زور
خاک اکدرست ہا بس قیاس فرع بر اصلش کنم ہا اور ظلمت ما ز نور روشنم ہا گفت حق نے بلکہ لا انساب
شد ہا زہد و تقویٰ فضل را محراب شد ہا این نہ میراث جہان فانیست ہا کہ با نسا بش بیابی جانیست ہا بلکہ این
میراثما سے انبیاست ہا وارث این جانیست ہا انقیاست ہا پوران پوجیل شد مومن عیان ہا پوران لوح
بنی از گربان ہا زادہ خاکی منور شد چو ماہ ہا زادہ آتش توئی اے روسیہا ہا این قیاسات تحری روزا پر ہا شایب
ہر قبلہ را کردست جبر ہا لیک با خورشید و کعبہ پیش زد ہا این قیاس و این تحری را جو ہا کعبہ نا دیدہ مکن ہا روزو
متاب ہا از قیاس الداعلم بالصواب ہا چون صغیرے لشنوی از مرع حق ہا ظاہر شہ را یاد گیری چون سبق ہا
وانگے از خود قیاسا نے کنی ہا مر خیال محض را ذاسنے کنی ہا اصطلاحات نیست مر ابدال لا ہا کہ بنا شد زان خبر
عقال را ہا منطق الطیر بصوت اموختی ہا صد قیاس و صد ہوس افروختی ہا چچ آن رنجور دہما از تو خست ہا توجہ
پندار اصابت گشتہ مست ہا کاتب آن وحی زان آواز مرع ہا بردہ غلنی کہ منم انبا ز مرع ہا مرع پرے ز دورا
او را کو رکود ہا نیک فروز و خوش بقعر مرگ و درد ہا ہین بطنے یا بکے ہم شما ہا در مہنہ مقامات سما ہا

گرچہ ہمارے دید و مارت و فزون و ازہمہ برہام بخن الصافون و برہمہ یہاں سے بہ ان رحمت کنسید و برہمہ و خویش
 بنی کم تیند و ہین مبادا غیرت آید از کمین و سرنگون آفتید از قعر زمین و ہر دو گفتند اے خدا فرمان تراست و
 بے امان تو امانے خود کا ست و این ہم گفتند و دل شان میطپید و بد کا آید زمانہم البید و خار خار و دفرشتہ
 ہم نہشت و تاکہ تخم خویش بنی رانکشت و پس ہم گفتند کاسے ارکانیان و بجز از پیا کیے روحانیان و ما برین
 گردون متقامی تنیم و بر زمین آئیم و شادروان زیم و ہر دو شان گفتند مارا پاک نیست و کہ سرشت ما ز آب و خاک نیست
 عدل و وزیم و عبادت آوریم و تازہ شب سوے گردون بر پریم و تا مشویم اعوجبہ دور زمان و تا ہم اندر زمین ہن
 و امان و آن قیاس حال گردون بر زمین و راست ناید فرق دار و در کمین و آئینے قیاسک میں کاف تھین و تحقیر
 کا ہر اکدر مکر تر تحریر لغت صواب جستن و قصد گردن لبوے قبلہ عقال بضم و تشدید کاف حج عاقل ارکان اربع
 عناصر ترقی بعینین سرا پرہ و شادردان بضم اول پرہ و شامیانہ اعوجبہ بالضم ہندی انوکھا قندمانے ہین
 اول وہ شخص جسے انوار خدا کے مقابل اپنا قیاس ناچیز لگایا البیس تھا اور کہا کہ آگ خاک سے بیشک بہتر
 ہو اور بن نارسے ہوں اور وہ خاک مکر سے ہر تیس فرع کو اسکی اصل پر قیاس کرتا ہوں کہ وہ ظلمت سے ہو
 اور میں نور روشن ہوں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے ہرانا حیر منہ خلقنی من نار و خلقتم من طین میں
 اُس سے بہتر ہوں پیدا کیا تو نے مجھ کو گنگ سے اور پیدا کیا اُس کو مٹی سے حق تعالیٰ نے نہر مایا کہ یہ بات
 نہیں ہو بلکہ ہم نے فرمایا ہو قادر الخ فی الصور فلا انساب بینم یعنی جب صورت پھولکا جائے گا تو کچھ نسب انہیں
 یعنی انسان میں نہیں رہے گا اور نسب کی پریش نہوگی تو اپنا نسب آگ سے کیا بنا رہا ہو ہاں زہد و تقویٰ
 فضیلت کی محراب ہو اس میں نہر جھکانے سے فضل حاصل ہوتا ہو اور ایک کو دوسرے پر زیادتی ہوتی ہو یہ میراث
 جہان فانی کی نہیں ہو کہ اسکو انساب سے تو پانے یہ جانی ہو اسی منسوب بہ لاصح و جان بلکہ یہ میراث پیغمبر دن
 کی ہو اسکی وارث متقیوں کی جان ہو ظاہر ہو کہ ابو جہل کا لڑکا مومن ہوا اور حضرت نوح بنی کا لڑکا کافر ہون
 سے ہوا دیکھ تو زادہ خاک کا کہ عکرمہ بن ابو جہل ہو کیسا ماہ منیر سا منور ہوا ایک تو زادہ آفتش ہو اسی رو سیاہ
 یہ قیاسات شرعی کہ قبلہ کدھر ہو اور جدھر بخوبی قیاس ہے اُدھر ہی کو نماز پڑھے ابر کے دن ہین یا راست
 میں ہین کہ قبلہ کج میں نہیں آتا اسواسطے جبر یعنی درست کیے گئے ہین نہ کہ آفتاب بھی موجود اور قبلہ بھی پیش رو
 پھر اس قیاس کا اور قبلہ کی جستجو کرنا کیا ضرور کعبہ تو دیکھ رہا ہو اور زبردستی ناویدہ بقنا ہو پھر کیون اللہ کے قیاس
 سے جو طرہ اجالنے والا ہو مٹھا پھیرے لیتا ہو تیرا یہ حال ہو کہ اگر صغیر کسی مرغ حق کی سننا ہو تو بظاہر اس کو مشعل
 سنن سکے یا ذکر لیتا ہو پھر اپنی طرف سے قیاسات ان میں لگاتا ہو کہ وہ محض خیال ہین تو ان کو ایک ذات و وجود
 مٹھ دیتا ہو اور حکم راہبہ انبال کا بکشا ہو انکی اصطلاحات جدا ہین جسے حاطون کو مطلق خبر نہیں محض سبے ہرہ

تو نے منطق الطیر یعنی گویائی پر ندون کی صرف آواز سے سیکھ لی اُنکی سی بولی بولنے لگا اور سیکڑوں قیاس اور سیکڑوں ہوسین دل میں افروختہ کین مثل اُس بیار کے کہ اکثر دل تجھ سے خستہ شکستہ ہوئے اور تو اپنے گمان کی رسائی و خوبی میں مست کہ میرا اچھا اور رسا گمان ہو ایسے ہی کا تب اُس وحی کا اُس آواز مرغ سے گمان لیگیا کہ میں بھی شریک مرغ کا ہوں آخر اُس مرغ نے ایک پر مار کے اُسکو اندھا کیا اور قمر مرگ و دروہ میں اُسکو ڈالا اب مخاطب ہر باروت و ماروت سے کہ یہ سب نظائر تم نے مئے خبردار کسی گمان یا کسی عکس پڑنے سے تم مقامات عالیہ آسمان سے پستی میں مت گرو تھنے ظن و عکس و لون کا حال سنا اگرچہ تم ہاروت و ماروت ہو اور بام سخن الصافون پر سب سے زیادہ تھکو چاہیے کہ بدون کی بدی پر جو بالفرض بشر ہیں رحمت کرو اور بہت سی مہنی و خودی اپنے اوپر مت پورو پہلے شوق میں تلخ ہر آیت کریمہ انما نحن الصافون وانا نحن المستحسنون بیشک ہم گروہ ملائک کے صف کشیدہ ہیں اور ہم تسبیح کرنے والے ہیں تھیر فرمایا خبردار ایسا نہ ہو کہ غیرت ہماری گھات سے نکلے اور تم اندھے قور زمین میں گرو جیسا کہ چاہ بابل میں اوندھے قید ہوئے دونوں نے کہا کہ اے خدا حکم تیرے ہی واسطے ہر اور بے تیرے امن کے اور امن ہی کمان ہر عرض یہ تو کہتے تھے مگر دل انکا تڑپنا تھا اور کتا تھا کہ ہم نیک بندوں سے ہیں ہمسے بدی کیسے ہوگی خار خار یعنی اندیشہ مرغوب نے اُن کے ان دونوں فرشتوں کو نہ چھوڑا جب تک کہ انھوں نے تم خوشنیتن بینی کا نہ بولیا بس یہی کہتے رہتے تھے کہ اے اربعہ عناصر والو تم ہم روحانیون کی پاکی سے بیخبر ہو ہم اس آسمان پر سراپردے اور شامیائے تانے ہوئے ہیں اب زمین پر آئیگے اور شادروان قائم کریگے یعنی پادشاہ بنیں گے پھر دونوں نے کہا ہر کچھ خوف نہیں ہر اس واسطے کہ ہم آب و خاک سے مرثہ نہیں ہیں جو ہم سے بدی ہو تم عدل و عبادت کریگے دن بھر اور رات کو بھر آسمان کی طرف اُڑ جائیں گے تم بھی اس زمین میں ایک عجوبہ اور انوکھے دور زمانہ تک جو نکلے اور زمین میں خوب امن و امان پھیلانے کے اب مقولہ مولانا کا ہر انھوں نے آسمان کے حال کو زمین پر قیاس کیا کہ شہوات وغیرہ سب سے مبرا تھے حال آنکہ وہ یہاں کب ٹھیک آتا ہر اور بڑے فرق کین میں رکھتا ہر اختلاف شرح میں بجائے بیانی بیانی لکھا ہے

اس بیان میں کہ اپنے حال وستی کو جاہلون سے چھپانا چاہیے

قولہ لبسنا لثنا حکیم پردہ ہر سر ہم آجنانہ کہ بادہ خوردہ ہر چونکہ از بجانہ مستی ضال شد ہر تسخیر باز کچھ اطفال شد ہر می فتد اوسو بسودر ہر ہے ہر در گل و میخندوش ہر بطلے ہر اوچنین و کودکان اندر پیش ہر بے خبر از مستی و ذوق میمش ہر خلق اطفالند جز مست خدا ہر نیست بالغ جز رسیدہ از ہوا ہر گفت دنیا لہو و لعبت و شہا ہر کو کبید اور است فرماید خدا ہر از لعب بیرون زنی کو دے ہر بے زکات روح کے باشی زکی ہر چون جاع طفل دان این شہوتے ہر کہ ہمیر اندامی خجایہ سخت ہر این جاع طفل چہ بود بازی ہر با جباع رستی و بازی ہر

ایسا ہی جانتے ہیں حامل ہیں یعنی بارگناہوں سے لڑے ہوئے جیسا کہ فرمایا وہ ہم بھگون اور اہم غلے غلو رہا ہم
 لیکن وہ اٹھانے والے ہیں اپنے گناہ کے بوجھ اپنی پشتوں پر اور جہالت سے سر اٹھانے ہیں اور آپ کو
 راغب و محمول راہ کا جانتے کہ ہم سوار ہیں اور اوپر پر لڑے ہوئے تو ذرا ٹھہر اُس دن دیکھو جس دن کہ محمول حق کے
 گھوڑے دوڑاتے ہوئے نہ طبق فلک کے اُس پار ہونگے معنی شروع کی عروج کو رینگنی روحین اُسکی طرف
 مع فرشتوں کے اور ان روحوں کے عروج سے فلک جنبش میں آئے گا ایسی کثرت انکی ہوگی و آو و الملک کی
 میری دانست میں معیت کی ہر شارح نے عطف تفسیری لکھا ہے اور وہی روحین جو اُسکی طرف فرشتوں کے
 ساتھ عروج کو رینگنی سب موصوم بچوں کی طرح دامن سوار جیسے نوزاد بچہ کو بنظر احتیاط ان کے بچھونے سمیت
 ہاتھوں پر اٹھالیتے ہیں یا دامن پر اور ہر ایک گوشہ دامن کا پکڑے ہوئے جیسے خادم گوشہ گھوڑے کے
 زین کا پکڑتے ہیں حق تعالیٰ سے یہ خبر پہنچی ہے ان اظن لایفنے من الحق ثلثیا بیشک گمان نہیں ہے پروا کرتا ہے حق سے
 ذرا لیجئے حق و یقین ہونا چاہیے نہ گمان کہ مرکب گمان کا آسمان پر کب پہونچتا ہے اور اغلب دو گمانوں کا اس ترجیح میں
 براہی شمس یقین کی اپنی توضیح میں نہیں کر سکتا جب آفتاب حق کا قیامت کے دن مستوی ہوگا اور راہ یافتہ اور
 گمراہ دونوں پر برابر چمکیگا اُسوقت اپنے اپنے مرکب دکھین گے کہ اپنے پاؤں ہی سے مرکب بنائے ہیں اختلاف
 شرح میں آنجا کو بدین صورت آجائے ہمیز همان کو بطف جملتان کو جملہ تان جدا جدا سر زہل کو خود جہل کھا ہے
 قولہ وہم و فکر جس وادرا کات ما ہے مجھ کو نہ دان مرکب کو دک ہلا ہے علماے اہل دل حال شان ہے علماے
 اہل تن حال شان ہے علم چون بر دل زندیاری شود ہے علم چون بر تن شود دیاری شود ہے گفت از دیکل اسفارہ ہے
 بار بار شد علم کان بنور ہو ہے علم کان بنور ہو ہو بسط ہے آن نیاید مجھ رنگ ماضی ہے لیک چون این بار را نیکو
 کشی ہے بار برگیرند و بخشندت خوشی ہے میں مکش بہر ہوا این بار علم ہے تا بہ بینی در درون انبار علم ہے تاکہ بہر
 رہو ار علم آئی سوار ہے بعد از ان افتد ترا از دوشش بار ہے از ہوا ہا کے رہی ہیجام ہو ہے اے نہ ہو
 قانع شدہ بانام ہو ہے از صفت و زنام چہ زائد خیال ہے دان خیالش ہست دلال وصال ہے دیدہ دلال ہے
 بدلول پایچ ہے تا نباشد جادہ بود غول پایچ ہے پایچ نامے ہے حقیقت دیدہ ہے یاز کاف و لام گل گل چسیدہ ہے
 اسم خوانندی و رسمی را بہ جو ہے مہ بالادان نہ اندر آجکو ہے گر ز نام و حرف خواہی بگذری ہے پاک کن خود را ز خود بان
 یکسری ہے مجھو آہن زانے ہیرنگ شود ہے در ریاضت آئینہ بیزنگ شود ہے خویش را صافی کن از اوصاف خود
 تا بہ بینی ذات پاک و صاف خود ہے بینی اندر دل علوم انبیا ہے بے کتاب و بے معین و اوستا ہے
 گفت پیغمبر کہ ہست از اتم ہے کہ بود ہم گوہر و ہم تم ہے مر مر از ان نور پسند جان شان ہے کہ من ایشان را ہی نیم بدان ہے
 بے صحیحین و احادیث و روایات ہے بلکہ اندر مشرب آب حیات ہے سر اسنا کر دیا بدان ہے راز

اصبنا عرابیا بخوان ہر سر اسینا و اصبتنا ترا میرساند جانب راہ خدا ہر در مشائے خواہی از عظم منہان ہر قصہ گویان
 رومیان و صبیحان ہر المعنی ہر لایح کلمہ تنلیہ کا ہر بمعنی خبردار باش احمال بالفتح بار ہر کبیر بالکل تمجید لہضم ویلے
 معرفت اعادہ کنندہ ہر بار ہر گویندہ فرماتے ہیں یہ دہم و فکر و حس و ادراکات جو ہمارے ہیں خبردار ان سب کو
 ایسا جان جیسے لوگوں کا گھوڑا نے کا اور علم کی یہ کیفیت کہ جو علم اہل دل اور کاملین کا ہر وہ انکا حال و بردارندہ ہر یہ
 اُس کے محمول ہیں اور جو علم اہل تن کا ہر کہ تن پروری کیو اسطے حاصل کرتے ہیں وہ انکی پیچھے کا بوجھ ہر قیامت کے دن
 ان پر لگایا جیسے اور گناہ لہ نیگے اسو اسطے کہ جو علم دل پر اثر کرتا ہر اور یہ اسکا عامل بنتا ہر وہ علم یا رو مددگار ہوتا ہر اور
 جس علم کا اثر تن پر ہوتا ہر اور اسکو ذریعہ حصول دنیا کا بنانا ہر وہ روز قیامت میں ایک بار غیلم ہر جس سے چلنا دشوار
 ہوگا اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے علم والے کو گدھے سے تشبیہ دیکر مکمل اسفار افرمایا ہر پس یہ علم جو اُس سے نہیں
 ہر محض بار ہر تو اسم ذات خدا تعالیٰ کا ہر اور جو علم اُس سے ہر وہ نجات ہر ورنہ فرمایا مثل الذین حملوا النورانیہ ثم
 حملوا کمثل الحمار کمثل اسفار مثل ان لوگوں کی کہ لادے گئے ہیں تو ریت اور نہ اٹھا یا حق اُسکے اٹھانے کو یعنی اُسپر
 عمل نہ کیا مثل گدھے کی ہر کہ لادے ہوئے ہر کتا بین جو علم کہ وہ ہو اسطے ذات الہی سے نہیں ہو گیا انقاد و علم لدن
 اسکا قیام اسی دنیا تک ہر زیادہ پاداری نہیں جیسے رنگ ماضیہ کا جسکی زیبائی ایک دور و زرنگ ماضیہ لگائی
 وسمہ وغیرہ جو عورتوں کے ہنگام بناؤ لگا دیتے ہیں لیکن اس بار کو اچھی طرح اگر تو اٹھائے گا اور اسکا عامل بنے گا تو
 تیرا بار گناہ تجھ سے اتنا رنگ اور تجھ کو خوشی و خوشحالی بخشیں گے جس خبردار بار علم کا حرص و ہوا کے واسطے مت لاد
 تو اپنے دل میں انبار علم کے دیکھے گا اور رہو اعظم پر سوار ہوگا اسکا بار بار بنے گا اور تیرا بار تیرے کندھے سے خود اتر
 جائے گا مگر ہوا سے نجات پانا بے جام ہو کے دشوار ہر اور اری مخاطب یہ بھی نہیں جیسے تو ہو سے مرث نام ہو پر قلن
 ہو رہا ہر اور فقط زبان سے ہو ہو کرتا ہر بھلا کسی کا نام لینے یا اسکی صفت جان لینے سے کیا پیدا ہوتا ہر خیال اُس
 خیال ہی کو تو دیکھنے ہی میں دلال وصال کا جان لے یہی مطلوب سے ملا دیتا ہر تو نے کہیں ایسا بھی دیکھا ہر کہ دلال
 ہوا و مدلول نہوا و رجادہ نہوا و رغول ہو جس لیے ہی کوئی نام بے حقیقت کے بھی تو نے دیکھا ہر کہ نام ہوا و رسکا
 مسملی نہوا یا گل کے نام میں جو کاف و لام ہر اُس سے گل چنے ہوں لاجرم جب تو کسی کا نام لے تو اُسکے مسملی کی جستجو
 مسملی ضرور ہر اور جب چاند کا عکس آجوبین دیکھے تو یہت جان لے کہ یہی چاند ہر بلکہ یہ جان کہ چاند اوپر ہو مینے
 آسمان پر تاب اگر تو چاہتا ہر کہ اسم و حرف سے گذر کے سمسے تک پہنچ جاؤں تو خبردار ہو بالکل اپنی خودی سے
 مکمل جا اور اس ہستی سے نیست ہو جا اور مثل آہن کے رنگ آہن پن سے بزرنگ ہو اور مصلی بریاضت کی اٹھا اٹھا
 ایک آئینہ بزرنگ بن جا جیسے سکندر کے وقت میں آئینہ آہن کا بننا تھا تو آپ کو اپنے اوصاف بشری سے صفت
 کر تو دیکھے گا کہ تیری ذات کیسی پاک و صاف ہر جو علوم کہ انبسا کو حاصل تھے ان کو تو اپنے دل میں لے لیا ہر

اور بے اعادہ بار بار سبق اور بے استاد کے موجود پائے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت سے ایسے لوگ ہیں کہ میرے ہم گوہر اور ہم ہمت ہیں خلکو انکی جان اُس نور سے دیکھتی ہے جس نور سے میں اُن کو دیکھتا ہوں اور یہ دیکھنا ایسا نہیں ہے کہ ان کے دیکھنے اور حدیثوں اور روایتوں کے ہو کہ وہ ان کو جانتے ہیں اور ان کے عامل تو گویا دیکھتے ہی ہیں بلکہ مشرب کی رو سے جو آبیات ہے اور مشرب کے معنی مجازاً اتعناع معنوی کے بھی ہیں دیکھ تو اُس کرد کو جو ملک فارس سے تھا زبان عرب سے محض نا آشنا کیا اُسے اسسینا اور اسسینا عربوں کی طرح کہا ذرا اس راز و بھید کی طرف تو غور و لحاظ کر شارح نے لکھا ہے ابوالوفانا نے کہا ہے کہ صحنشینوں سے تھا ایک پرچہ پر بسم اللہ لکھی ہوئی پانی خود ناخواندہ تھا کسی اور سے پڑھو اسکے کیفیت معلوم کی اور اونچی جگہ رکھ کے رات بھر مودب ہاتھ باندھے اسکے سامنے کھڑا رہا صبح کو جذب الہی سے باطن اُسکے کھل گیا اور بہت علم اُسپر منکشف ہو گئے اور مسجد میں جا کر منبر پر بوضاحت تمام کما الحمد للہ الذی اسسنا واصبعنا شکر اُس خدا کا جس نے غام کرائی ہوئی اور صبح کرائی ہم کو پس بھی بھیدا اسسنا واصبعنا کا جو جذب الہی تھا تجو خدا کی راہ تک پہنچا دیا اور جو تجو اس علم نہانی کے مثال کی حاجت ہو تو رومی اور حبیبیوں کے قصص کو بیان کر الخلاف شرح میں بجا ہے بہر ہوا بہر خدا لکھا ہے اور پاک و صاف میں دا و عطف کا نہیں لکھا اور اسسنا کو اسسنا شاید کل صیغہ معکمل کا لکھا ہے حال آنکہ اسی الگ ہے اور ناظم پر منصوب منفصل جدا

قصہ رومیوں اور حبیبیوں کا صفت نقاشی و صورتگری میں

تو کہ چینیان گفتند ما نقاش تیرہ رومیان گفتند ما را کرد فرہ گفت سلطان امتحان خواہم درین ہر کز شما خوبیت در دعویٰ مبین ہر چینیان گفتند ما خدمت کنیم ہر رومیان گفتند در حکمت تنیم ہر اہل چین و روم حاضر آمدند ہر دو میان در علم و اہل واقع تیرہ بند ہر چینیان گفتند یک خانہ بجاہ خاص بسپارید و یک آن شامہ بود دو خانہ مقابل و در بدرہ زان یکے چینی ستر زومی در گہ چینیان صدر رنگ از شہ خواستند ہر پس خزانہ بار کرد و آن ارجمند ہر صباہی از خزینہ رنگا ہر چینیان را را تیرہ بود و عطا ہر رومیان گفتند ز نقش و رنگ ہر در خور آید کار را جز دفع رنگ ہر در فرہ بستند و صیقل میزدند ہر تیرہ گروہ سادہ و صافی شدند ہر از دو صدر رنگے یہ ہر رنگے رہیست ہر رنگ چون ابرست و ہر رنگے مہیست ہر ہرچہ اندر ابرضوینی و تاب ہر آن را خردان و ماہ و آفتاب ہر چینیان چون اگل فارغ شدند ہر از بے شادی و ہلہا میزدند ہر شہ در آمد دید آنجا نقشا ہر میرہ بود آن عقل را و فہم ہر ہر بعد از آن آمد بسوے رومیان ہر پردہ را برداشت رومی از میان ہر عکس آن تصویر و آن کھڑا ہر ہر ہر برین ضاتی شدہ دیوار ہر ہرچہ آنجا بود بجا بہ نمود ہر عید را از دیدہ خانہ میرہ بود ہر رومیان آن صوفیانستند ہر ہر ہر نے تو کراکتاب بے ہنر ہر ہر یک صیقل کردہ اند آن سینا ہر پاک ہر از در حوض و بجل و کینہ ہر

المعنی تمبین بضم روشن آن بالمد ملک تنو بافتح روشنی آفتاب چینیون نے کہا ہم بڑے نقاش ہیں رومیون نے
 کہا یہ کرو فرما رہے واسطے ہو بادشاہ نے کہا ہم اسکا امتحان کریں گے دیکھیں تم میں سے کس کا دعویٰ روشن و بین
 ہو چینیون نے کہا ہم خدمت کریں گے رومیون نے کہا ہم بھی اپنی حکمت کریں گے بس اہل چین و روم دونوں حاضر
 ہوئے رومی اپنے علم میں زیادہ تروافت تھے چینیون نے کہا ایک خانہ خاص ہمارے حوالہ کر دو اور ایک نم اپنی
 ملکیت کر لو بس دو مکان تھے مقابل در بدر ان میں سے ایک چینیون نے لیلیا اور ایک رومیون نے چینیون
 نے سیکڑون رنگ بادشاہ سے مانگے بادشاہ نے خزانہ انہ پر کھول دیا کہ جو چاہو وہ لو لہذا ہر صبح چینیون کو خزانہ سے
 رنگ کا راتب تھا اور عطا تھی جو چاہتے تھے وہ لیتے تھے رومیون نے کہا اس کام کے واسطے نہ نقش چاہیے نہ
 رنگ یہاں صیقل اور دفع رنگ ہی لائق و کارآمد ہوئے جو نیز کر کے دروازہ بند کر لیا اور صیقل کرنا شروع کی کہ
 مثل گردون کے سادہ و صاف ہو گئے سب در و دیوار اس کے آب مقولات مولانا رکے ہیں کہ سیکڑون
 رنگ سے بیرنگی کی طرف راہ ہو جیسے چینیون کے رنگ رومیون کی بیرنگی کی طرف گئے ایسا ہو جیسے ابرو اور
 جیسے ابرو میں جو کچھ روشنی اور فروغ ہوتی ہو سب نارون اور چاند و سورج کی ہوتی ہو پھر رجوع کیطون
 ذکر رومیون اور چینیون کے کہ چینی اپنے کام سے جب فارغ ہوئے تو خوشی کی ڈھول بجاتے تھے بادشاہ آیا
 اور وہاں ایسے نقش دیکھے جو عقل و فکر و فہم کو یہ جاتے تھے بعد اسکے رومیون کی طرف گیا رومی نے پردہ درمیان سے
 اٹکھا دیا پھر پردہ اٹھانے کے چینیون نے جو نقش و نگار در و دیوار پر بنائے تھے سارے کرتب انکے
 رومیون کے در و دیوار صافی شدہ میں جھکنے لگے بلکہ جو کچھ وہاں تھا اس سے یہاں بہتر معلوم ہوتا تھا گویا آنکھ
 کو اس کے گھر سے کھینچے لیتا تھا آنکھ اس کے دیکھنے میں بے اختیار ہوئی جاتی تھی پھر مقولات مولانا رکے ہیں فرماتے
 ہیں کہ صوفیون کو تو ایسا جان جیسے رومی کہ انکے یہاں نہ تھکرا کتاب کی ہونہ ہنر کی لیکن اپنے سینوں کو صیقل
 کر کے خوب پاک صاف کیا ہو کہ حرص و آز و بخل و کینہ کا مطلق نام نشان نہیں چھوڑا ہو قولہ آن صفائی آیت
 وصف و دست بہ صورت بے منتہا را قابل ست بہ صورت بھورتی مجید و عیب نہ ز آئینہ دل تاقت بر موسیٰ ز حبیبہ
 گرچہ آن صورت نگنجد در فلک نہ نے بعرش و فرش و دریا و سمک نہ ز انکہ محد و دست و معد و دست آن نہ آیت نہ
 دل را بنا شد بدان عقل اینجا سکت آید یا مضل نہ ز انکہ دل با اوست یا خود اوست دل نہ عکس ہر نقش
 نتابد تا بد نہ جزو دل ہم یا عدد ہم بعید نہ تا بد نہ تو تصور کا بد نہ و نہ میا بد نہ حجابے اندرو نہ اہل صیقل بستہ اند
 از بود رنگ نہ ہر دے بیند خوبی بید رنگ نہ نقش دفتر علم را بگذاشتند نہ رایت عین یقین افراشتند نہ
 رفت فکر و روشنائی یا قند نہ بود بحر آشنائی یا قند نہ مرگ کنو سے جملہ اندر و حشتند نہ می کنند آن قوم
 بردے نشیند نہ کس نیا بد بدل ایشان طغر نہ چون صدف گشتند ایشان پیر گہ نہ گرچہ خود و فقہ را بگذاشتند نہ

ایک مجبور و فراق پر دستند با تا نقوش ہفت جنت تافت مست دل شازادہ پیر یافت مست با برتر انداز
 عش و کرسی و غلا با ساکنان مقعد صدق خدا صد نشان و دارند و محو مطلقند یہ نشان بل عین دیدار حقند
 المعنی سمک بختین محلی اور وہ محلی جسکے سر پر زمین رکھی ہو مفضل بزم گمراہ عین الیقین وہ درجہ یقین کا جو آنکھ کے
 دیکھنے سے حاصل ہو رشید تسخیر غلاب فتح جابے خالی لینے وہ جو صوفیوں نے صفا آئینہ کی کی ہو یہ صفا آئینہ
 وصف آن کے دل کا ہو کہ مثل آئینہ کے صاف ہو رہا ہو اور اس صورت کا جو مجید والا انتہا ہی یعنی نور خدا تعالیٰ اسکا
 قبول کرنے والا ہو اسی آئینہ دل کی جیب سے ایک صورت جو بصورت اور بے حد اور بے عیب ہو حضرت موسیٰ
 پر چکی کہ وہ معجزہ دیدہ مضاہر اگرچہ وہ صورت نہ فلک میں ساتی ہو نہ عرش و فرش اور نہ دریا و سمک میں اس سبب سے
 کہ یہ سب اشیاء مذکورہ محدود و محدود ہیں اور آئینہ دل کی حدان کے ساتھ حد نہیں ہو اب عقل بہان
 خاموش ہوتی ہو یا بہکتی ہو کہ یہ دل اس کے ساتھ ہو یا خود وہ دل ہی ہو جو اس میں سما جاتا ہو عکس ہر ایک نقش
 کا جواب تک ہونے والا ہو کسی چیز سے نہیں چمکتا ہو سوائے دل کے خواہ وہ با عدد ہو خواہ بحد ہو یعنی مخلوق
 سے ہو یا خالق سے دونوں اس سے مرئی ہوتے ہیں اور ابد تک نئی نئی صورتیں جو ہر دے کا آتی ہیں
 اور صورت پکڑتی ہیں سب بوجہ و بہ ملا اس میں معلوم ہوتی ہیں جو اہل صیقل ہیں وہ رنگ و بوجہ اسباب ظاہر سے
 ہو خلاص یافتہ ہیں اور ہر دم ایک مستوح کو بے تامل دیکھتے ہیں بقول شاعر شعر دل کے آئینہ میں ہر تصویر یار
 جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی ان لوگوں نے نقش و خرم کے چھوڑے ہیں اور جھنڈا عین الیقین کا بلند
 کیا ہو لینے اور تو اپنے علم ہی سے جانتے ہیں جو جانتے ہیں یہ تو آنکھ سے دیکھ رہے ہیں توجہ و فکر سے یہ
 گزرتے ہوئے ہیں جو تیرگی پیدا کرتی ہو اور روشنائی ان کو حاصل ہو اور جھل کے جھل اور دریا کے
 دریا ہر شستانی و محبت کے آنکھوں نے پائے ہیں یہ مرگ جس سے ساری دنیا وحشت میں ہو اس سے ان کو
 تسخیر و استہزا ہو کہ کیا اور وں کو مارنا پھر تار ہو ہکھو مارے تو جانیں مرگ کیا کوئی چیز انکے دل پر ظفر یاب نہیں ہو سکتی
 یہ ایسے صحت کی طرح اپنے مقصود سے پر گھر ہوئے ہیں اگرچہ کچھ وقفہ کو جو علوم ظاہری سے ہیں انکھوں نے
 ترک کیا ہو لیکن جو فقر کو جو علوم معنوی ہیں بخوبی حاصل کیا ہو جسب سے نقوش ہفت جنت کے چمکے ہیں
 انکی تختی دل کو انکھوں نے پذیرا پایا ہو اور سالوں کے رنگ اس میں نقش پذیر ہیں گویا ہر وقت جنت میں ہیں
 جہنم کے آرزوین لوگ عمر بھر رہتے ہیں وہ لوگ عرش و کرسی اور اس خلا سے جس میں ساری دنیا بستی ہو
 سب سے برتر ہیں اور مقعد صدق خدا کے ساکن ہیں چنانچہ فرمایا ان الیقین انہ جہنم و جہنم مقعد
 محمدی حوزہ فیکتہ ہدایت منقہ جنتوں میں ہیں اور جہنم میں اور بھی نقش و نگار ہیں خدا کیستہ بادشاہ
 جہنم کے ہر ایک سیکڑوں تختان ہیں تو خود خود ہر ایک میں ہر ایک کی ایک ایک تصویر ہے

حق بن جیسے بایزید نے کہا سبحانی ما اعظم شانی اور صبیحہ نے لیس فی جنتی سوے اللہ الخلاف شرح میں بجاے
عیب غیب اور نقش دفتر کو نقش دفتر لکھا ہوا

پوچھنا رسول مقبول کا زید سے کہ آج میری کیا کیفیت ہو اور کس حال میں تو سو کے
اٹھا اور جواب اسکا صبحت مومنہا

تو کہ گفت بنو صبا زید را با کیفیت صبحت اور رفیق با صفا با گفت عبد المومنا بازو ش گفت با گوشان از باغ
ایمان گر شکفت با گفت تشنه بوده ام من روز با شب نخستم ز عشق و سوز با تا روز و شب جدا گشتم چنان با
کہ زاسپر بگذرد نوک سنان با کہ از انور روز و شب ملت کی است با صد ہزاران سال و یک ساعت کجاست با
ہست ازل را و ابد را تا حد عقل را را نہایت سوے افتاد با گفت ازین رہ کورہ آور وے بیار با در خور فہم و
عقول این دیار با گفت خلقان چون بہ بنیاد آسمان با من بہ بہیم عرش را بہ عرشیان با ہشت جنت ہفت دوزخ
پیش من با ہست پیدا ہجو بہت پیش تمن با یک بیک و امیثنا سم خلق را با ہجو گندم من ز جو در آسبا با
کہ ہستی کہ و بیگانہ کیست با پیش من پیدا جو مار و ماہیت با این زمان پیدا شدہ ہر این گروہ با ہوم
تبویض و تسود و جوہ با پیش ازین ہر چند جان پر عیب بود با در رحم بود و ز خلقان غیب بود با الشقی من شقی نے
بطن ام با من سمات الدیرت عالم با تن جو ما و طفل جانرا حاملہ با مرگ و در زادن ست و زلزلہ با جملہ جانہا
گذشتہ منتظر ہتا چگونہ دلائل جان بطر با المعنی افتاد با لکسر گم کر تا و گے ہوے کوڈ ہونڈ ہنا زہ آور و تحفہ
جو عزیزوں کے واسطے کہین سے لائین شمن بختین بت پرست لہر بختین و ہشت و حیرانی و غفلت و ناسرمانی
و شادی مفرط حضرت رسول مقبول نے ایک صبح زید سے کہا کہ آج کی صبح اور رفیق با صفا تو نے کیسے کی کہا اس
حال میں کہ میں عبد مومن تھا پھر اس سے کہا کہ اسکا نشان بنا جو گل تیرے باغ سے کھلا ہو جو لوگتا ہو صبحت
عبد المومنا کہا میں مدتوں پیاسا رہا ہوں روزہ میں اور راتوں کو سوز عشق میں نہیں سویا ہوں تو اس روز و شب
سے ایسا نکل گیا ہوں جیسے پیر سے نوک سنان کی نکل جاتی ہو روز و شب سے مراد زمانہ ہی یعنی زمانے
سے الگ ہوں کس واسطے کہ اس روز و شب کے اس پار ایک ہی ملت ہی یعنی وحدت جان لا کھون
برس اور ایک ساعت ایک ہو غرض یہ کہ تعدد و تعین نہیں ہو مکی ہی مکی، مازل اور لا ابتدا و لا انتہا و لا
سے موصوف ہیں دونوں محب ہیں عقل کو و دخل نہیں ہو جو کسی گے ہوے کوڈ ہونڈ سے یعنی جو
کیفیتیں کہ ازل میں نہیں وہ جمیع موجود ہیں اور جو اب تک ہوں گی وہ بھی حاضر آپ نے سنا یا کہ اس راہ
سے کیا رہ آور و تحفہ لایا ہو مکی ہوئی کہ مگر موافق کھ اور عقول اس ملک دنیا کے جو سب کچھ ہیں کہا مخلوق
کے لوگ جیسے آسمان کو دیکھتے ہیں زمین سے ہی عشق کو عشق ہون سمیت و کچھ ہون آسمان جنت سلطان

ہوتا ہر ایک کے رونگٹے رونگٹے سے واقف ہو سکتا ہے اب فرماتے ہیں کہ دراصل آب مٹی کا سپیدہ و ستھرا ہوتا ہے لیکن اگر رومی ہی یا حبش اسکی صورت کو جبکہ لفظ خلقنا الانسان فی حسن تقویم فرمایا ہے پیدا کیا ہے انسان کو اچھی صورت میں عکس جان کا رنگ دیتا ہے اور اس نیم کو جو روم و حبش کا نصف ہے دونوں میں سے ایک کو اسفل اسفلین میں لیجاتا ہے جیسا کہ فرمایا تم رووناہ اسفل سافلین پھر لوٹا دیا ہے اسکو جو حبش تھا اسی منکر و مقہور طرف پست ترستی والوں کے آب جس دن کہ بعض روسیہ اور بعض روسید ہون گئے اس دن ترک اور ہندو سب پر مشہور دظاہر ہو جائینگے کہ یہ ہندو ہیں یہ ترک ہیں بدکاروں کو کاروں اس دن حال کھل جائیگا کہ تو گاہ ہی یا گاہ اسی خفیت و سبک یا گران اور باوقار ہندو ہی یا ترک ہر گروہ چکو جان لے گا رحم میں ظاہر نہیں ہوتا ہے ہندو ترک جب پیدا ہوتا ہے تو ہر فرد بزرگ اس کو جان لیتا ہے جیسی اسکی کیفیت ہوتی ہے پس یہ عالم بروز ایک رحم پر حشر کے دن ہر ایک کا حال کھلے گا پھر گریز ہر اس بات کی تو کچھ حد نہیں پھر لوٹیں تو قطار کا روان سے الگ نہ رہ جائیں انخلا ف شرح بحر المعلوم میں بجائے بس نمائند کے پس نمایاں درہ بود کی جگہ زہ بود لکھا ہے

باقی جواب زید بن حارثہ کا حضور میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

قولہ جلد را چون روز رستاخیز من ہ فاش می بینم عیان از مردوزن ہ ہین گویم یا فرد بندم نفس ہ لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس ہ یا رسول اللہ! گویم سر حشر ہ در جہان پیدا کنم امر و زشر ہ ہل مرا تا پردہ را بردرم ہ تا جو خورشید سے بتا بدگوہرم ہ تا کسوف آید من خورشید را ہ تا نایم نخل را و مید را ہ و نایم روز رستاخیز را ہ نقد را و نقد قلب آمیز را ہ دستا پیریدہ اصحاب شمال ہ و نایم رنگ کفر و رنگ آل ہ و اکثایم ہفت سوراخ نفاق ہ و وضیایے ماہ بے صفت و محاق ہ و نایم من پلاس اشتیاق ہ بشنواںم طبل و کوس انبیا ہ و وزخ و جنات برزخ در میان ہ پیش چشم کاfran آرم عیان ہ و نایم حوض کوثر را بکوش ہ کاب بروشان زندیا نیش بگوش ہ و آنکہ تشنہ گرد کو فرمے دوند ہ یک بیک را نام گویم کہ اند ہ مے بساید و دوش شان بردوش من ہ نور ہ شان میر سدر گوش من ہ اہل جنت پیش چشم را اختیار ہ در کشیدہ یکدگر را در کنار ہ دست یکدیگر زیارت میکنند ہ و زبان ہم بوسہ غارت می کنند ہ گبر شد این گوشت زبا نگ آہ آہ ہ از حنین و ناہ و حسرتا ہ ہ این اشارتہاست گویم از نولی ہ ایک می نرم ز آزار رسول ہ ہمچنین می گفت سرست و خراب ہ و دا پیچہ گریانش تباب ہ گفت ہین در کش کہ اسبت گرم شد ہ عکس حق لایستی زد شرم شد ہ آئینہ توحست بیرون از خلافت ہ آئینہ و میزان کچا گوید خلافت ہ آئینہ و میزان کچا بند نفس ہ ہر آزار و حیا سے یکپس ہ آئینہ و میزان محکمے سنی ہ گرد و صد سالش تو خدمتہا کنی ہ کہ نہ براس من بیوشان راستی بل فزون بنا و منہا کاستی ہ اوت گوید ریش و سببت بر مخند ہ آئینہ میزان و انگہ رپوشند ہ المعنی پہلا شرف تیناف ہے جو او پر چھڑا ہے کہ ہشتی و دوزخی مثل مارو ہا ہی کے میرے سامنے ظاہر ہیں بتائید

اسی کے کتا ہو کہ مثل روز قیامت کے تمامی مرد و زن کی کیفیت عیان و بر ملا ظاہر دیکھ رہا ہوں قبر وار ہو سکے جاؤں یا خاموش ہو جاؤں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہونٹ دانت تلے دبا یا جس سے اچا کھا کہ بس کر زید نے کہا یا رسول اللہ کچھ تو بھید حشر کا کیوں اور جہان میں پریشانی ڈالوں اور کج ہی نشر پیدا کر دوں مجھ کو چھوڑ دو اور اجازت دو تو پردے بھید کے بھاڑوں جس سے گوہر میری ذات کا مثل خورشید کے چمکے اور مجھ سے خورشید میں کسوف آجائے جیسا کہ قیامت کو ہو گا ایسا بیان کروں اور نکل خرما اور بید کو ظاہر کر دوں کہ فلاں مثل خرما کے رطب سے پر بار ہو اور فلاں مثل بید کے بے بار اور کیفیت روز قیامت کی کھول دوں جس میں نقد جید اور نقد قلب آمیز ہر ایک کا ظاہر ہو جائیگا اور دستا بردہ جسکی عربی پر تبت یدا کے دعاے بدین عرب استعمال کرتے ہیں زید بشارت دم صاحب شمال کے حق میں کھلے کتا ہوا ان کے ہلاک کی کیفیت ظاہر کروں جسکو سن کے یہ بائیں ہاتھ والے لینے گنہگار جنکے بائیں ہاتھ میں ناٹھ عمل دیا جائیگا اپنی خرابی کو جانیں اور رنگ کفر کو جو سیاہ ہو اور رنگ اسلام کو جو سرخ ہو دکھاؤں کہ یہ حال کفر کا ہو اور یہ سلام کا اور وہ سات سوراخ جو نفاق کے ہیں لینے کبر و حسد و شہوت و جہل و غضب و حقد و حرص اور قبول بعض شرک بالبد و سحر و قتل حرام و زنا و سودا اور مال یم کا کھانا اور کفار کی لڑائی سے بھاگنا انکو کھول دوں ہفت سوراخ مراد درکات دوزخ سے ہو کہ سات ہیں از بس تیرہ و تار یک اور تیر روشنی ماہ سے جو نکو کار ہیں اور ایسے ماہ جنکو خسوف و محاق ہمیں جیسے یہ ماہ خسوف میں بھی آجاتا ہو اور ہر مہینہ محاق میں جو محقق شمع آفتاب میں ڈوبتا رہتا ہو پڑ جاتا ہو اشتیاق کو پلاس نصیب ہو وہ بھی دکھا دوں انبیا کے طبل و نقارہ کی آواز بھی سنوا دوں کہ کیسا ڈنکا پادشاہی کا بجا رہے ہیں اور اشتیاق کسی دولت و خوارمی میں ہیں دوزخ اور جہنم جن میں بالفعل ہرزخ ہو رہا ہو اور کافراں برزخ کے باعث کنگے منکر ابھی اُنکی آنکھوں کے سامنے ظاہر کر دوں حوض کوثر کے بھی منکرین منکرین اسکو بھی جوش مارتا ہوا دکھا دوں ایسا کہ پانی اُن کے بر رہا ہو اور آواز جوش کی اُنکے کان میں پہنچے اور وہ لوگ جو پیاسے اُسکے گرد بچرتے ہیں اور دوڑ دوڑتے ہیں ایک ایک کا نام بتا دوں کہ کون کون ہیں اُن کے دوش میرے دوش سے لگے ہوئے ہیں اور اُنکے نوے میرے کان میں پلے آتے ہیں اور جتنے اہل جنت ہیں اور جو انکو اختیار ہیں سب میرے آنکھ کے سامنے ایک دوسرے سے جلیگر ہیں اور باہم ہاتھ سے ہاتھ ملا تے ہیں اور لبوں سے بوسے بھی ہاتھوں کے لوتے ہیں نور و جواہر آفاکہ اور گرہ در و ناک اور نالہ و حسرتا کی ہو رہی ہو دوزخیوں سے وہ بھی میرے کان میں اسی آ رہی ہو جس سے کان میرے بہرے ہو گئے یہ اشارے دور کے ہیں اور سب کامل کہ میں کہ رہا ہوں لیکن خوف ناراضی رسول مقبول سے کہ حکم اخفا کا فرماتے ہیں منفصل اور ہیں نہیں کہہ سکتا بس ایسے ہی وہ کہ رہا تھا در حالیکہ مسرت و مدح تھا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے گریبان اُسکا اٹھ دیا لینے گلا اُسکا بند کر دیا اور منہ فرمایا اور کما خیر دہا ہوتیرا گھوڑا بہت تیز دگر ہو گیا اسکو روک تجھ پر عکس حق ملا یعنی کا پڑا تیری مشرم جاتی رہی نیچے جولا تیبھی کا حق ہو اُسکا پرتو اور اللہ سبحانہ

یہ ہو جیسا کہ فرمایا ان اللہ لایستجی ان لیضرب مثلاً ما بوضہ بیشک اندھین شرم کرتا بیان کرنے کی مثل سے مثل چھپے
 وغیرہ کے بس تو نے بھی اسی کا عکس پڑنے سے افتا سے راز میں شرم نہ کی اور بے تکلف ظاہر کر دیا تیرا آئینہ جو دل ہو
 غلاف سے اگل پڑا اور ظاہر ہو کہ آئینہ اور میزان دونوں خلاف نہیں کہتے نہ آئینہ صورت کی نقص بتانے میں کسی سے
 شرماتا ہو نہ میزان کی جتانے میں کوتاہی کرتی ہو آئینہ اور میزان کسی کے رنج و حیا کا خیال کر کے کب خاموش
 رہتے ہیں آئینہ اور میزان دونوں ایک روشن کسوٹی ہیں اگر دوسو برس تو انکی خدمت و خوشامد کرے اس نظر سے
 کہ میرے واسطے تم اپنی راستی کو چھپا لو اور راست پن کو چھوڑ دو بلکہ بڑھتی دکھاؤ کمتی مت دکھاؤ تو وہ یہی کہیں گے کہ تو اپنی
 ڈاڑھی مونچ پر آپ مت ہنس لینے خود مسخرہ مت بن بھلا آئینہ اور میزان اور پھر ان سے توقع مکر و فریب کی الخلاف
 شرح میں ورنیا کو ورنیا برزخ کو برزخ آدم آدم کنید کو کنید غلط لکھا ہو قولہ چون خدا مارا سراے آن فراخت ہ
 کہ بابتوان حقیقت را شناخت ہ این نباشد ماچہ از زیم ایوان ہ کے ستویم آئینہ روے نیکوان ہ ایک درکش
 در فل آئینہ را ہ کز تجلی کرد سینا سینہ را ہ گفت آخر بیج نجد در فل ہ آفتاب حق و خورشید ازل ہ ہم غل را ہم غل را
 بردرد ہ نے جنون ماند بہ پیش نے خرد ہ گفت یک اصبح جو بر خیمے نمی ہ عالم از خورشید بینی تو تمی ہ یک سر انگشت
 پردہ ما شد ہ دین نشان ساتری شاہ شد ہ تا پو شاہد جہان را نقطہ ہ ہر گرد منخست از سقۃ ہ ب ب ہ بند و غور
 دریائے مگر ہ بحر احق کہ محکوم بشر ہ ہچو چشمہ زنجبیل و سبیل ہ ہست در حکم بہشتی و جلیل ہ چار جوے جنت
 اندر حکم ماست ہ این نہ زور ما بقرمان خداست ہ ہر کجا خواہیم داریمش روان ہ ہچو سحر اندر ادراسا حراں ہ ہچو
 این دو چشمہ چشم روان ہ ہست در حکم دل و فرمان جان ہ گز کوخا ہد رفت سوے زہر مار ہ در کوخا ہد رفت سوے
 اعتبار ہ گز کوخا ہد سوے محسوسات رفت ہ در کوخا ہد سوے محسوسات رفت ہ گز کوخا ہد سوے کلیات را ند ہ در کوخا ہد
 صبر جزایات ماند ہ بچین بے ریج حص چون نائزہ ہ ہر مرد ادم دل شد جائزہ ہ ہر طرف کہ دل اشارت کرد شان ہ
 میر و ہر پنج حص دامن کشان ہ المعنی سینا کیمر نام کوہ طور اصبح انگشت منقطہ بالفہم بارہ ابرو پارہ ہ ہچو اور گز ناڈ گان
 نائزہ ہندی ٹوٹی جائزہ صلہ و انعام اور وہ نشان جو نفل کی ہوئی شو پر لگاتے ہیں لینے وہ آئینہ اور میزان یہ کہیں گے
 کہ خدا تعالیٰ نے ہم کو واسطے بلند کیا ہو اور عت دی ہو کہ ہم سے حقیقت شے کی پہچان سکے ہیں کہ ٹھیک ہو یا نہیں
 بس سادہ حوالہ یہ بات کہ ہم کئی بیشی کو ٹھیک نہ بتائیں اور مکر و فریب کریں ہم سے نہیں ہو سکتی ہو بھلا ہم کس لائق تھے کہ
 آئینہ صورت حسینوں کا بنیے جیسی اسے عت بخشی ہو اگر یہ بات ہو جو مذکور ہوئی کہ آئینہ چھپا نہیں سکتا لیکن حضرت
 نے فرمایا کہ آئینہ کو اپنے بل میں دبا جیسے تیرے سینے کو کچلی نور اکھی سے طو سینا بنا دیا ہو زید سے کہا بھلا
 آفتاب حق کا و خورشید ازل کا کہیں نفل میں سما سکتا ہو نہ ترا بھی اسکی نگاہ میں ہو یہ تو وہ ہو کہ نفل کو کچلی بھلا سکتے
 اور نفل کو کچلی بھلا سکتے نہ اسکا سر سے جو رخ مٹے نہ خورشید سے فرما کیسے کہتا ہو کہ چھپ نہیں سکتا کچلی کو انکی

انگلی آنکھ پر رکھ کے دیکھے گا تو سارے جہان کو خورشید سے خالی پائے گا اور ایک انگلی کی اڑپن وہ چھپ جائے گا اور
ایک ہی سہرا نکشت ماہ کا پردہ ہو وہ بھی آسمین چھپ جائے پس یہی نشان اُس بادشاہ کے چھپاؤ کا ہو اپنے لب پر انگلی رکھ
خاموش رہ وہ خود چھپا رہے گا نقطہ مراد آفتاب سے ہو پس فرمایا حضرت نے اس وقت تک کہ یہ نقطہ جہان کو چھپائے
یعنی آفتاب سیاہ ہو کے زمین پر گر پڑے کہ مراد قیامت سے ہو تو اپنے لب بند کر اور اس بحر اسرار کی گہرائی کو
دیکھتا رہ قیامت کے دن یہ سب حال منکشف ہو جائے گا وہ دن اسکے ظاہر ہونے کا ہو اللہ تعالیٰ نے اس
بحر راز کو محکوم بشر کا کیا ہو کہ اسکو نظر آتا ہو جیسے چشم زنجبیل اور سلسبیل کے بہشتی بزرگ و جلیل کے حکم میں ہیں
دیکھ تو چارون نہرین بہشت کی جو کثرت نیم سلسبیل زنجبیل ہیں ہمارے حکم میں ہیں اور یہ کچھ ہمارے زور سے
نہیں بلکہ خدا کے حکم سے ہم جہان چاہیں انکو جاری رکھیں جیسے جادو جادو گردن کی مراد کے موافق کرتا ہو جیسے
یہ دو چشمے دو دنوں آنکھوں کے جاری ہیں جو دل و جان کے حکم میں ہیں اگر دل و جان چاہتے ہیں تو یہ زہر مار کر طواف
جاتے ہیں یعنی لذات جسمانی انکو اچھا دکھاتی ہیں اور اگر دل و جان چاہیں تو اعتبار کی طرف جاتے ہیں اور ہر شے
سے عبرت جتاتے ہیں اگر وہ انکو محسوس چیزوں کی طرف بھیجتے ہیں تو ان حسی ظاہری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور
اگر محسوس کی جانب یعنی وہ چیزیں جن میں اسرار مقید ہیں تو ان اسرار کی طرف جاتے ہیں اور چاہے یہ دونوں
انکو کلیات کی طرف ہانک دیں چاہے جزئیات کی قید میں چھوڑ دیں ایسے ہی پانچوں جن جو مثل نازہ کے جسم میں
انسان کے ہیں انہر اسکا جائزہ لگا ہوا ہو جسکو کھول دیتا ہو اُس سے لطف و فائدہ حب مراد دل کے پاتا ہو پانچوں
دل کے حکم میں ہیں جس طرف دل ان کو اشارہ کرتا ہو مستعد وہیں چڑھائے اسی طرف جاتے ہیں اختلاف شرح
بحر العلوم میں کہ زنجبیل کی جگہ کرکھا ہو قولہ دست و پا در آمد دل شد مبتلا ہو چو اندر دست ہو سی آن عصا ہو دل ہو خواہ
پا در آید زو برقص ہو یا گر نرد و سوے افزونی و نقص ہو دل ہو با در دست آید در حساب ہو یا اصابع تا نوید او کتاب ہو
دست در دست نہانی ماندہ است ہو اور ورون تن را برون بنشانہ است ہو گر بخواہد بر عدد و مارے شود ہو و بخواہد
بروے یا سے شود ہو گر بخواہد کفج ہو زور دنی ہو در بخواہد گزردہ منی ہو دل چہ میگود بدایتان اعجب ہو طریقہ
وصلت طرفہ پنهانی سبب ہو دل مگر مہر سلیمان یافت ست ہو کہ ہمارے حق بر تافت ست ہو بیخ سے از برو و بیخ
او بیخ سے از برون مامور او ہو جس ست و نفعت اندام دگر ہو انچہ اندر گفت ناید مقرر ہو چون سلیمان دلاؤتری ہو
بریزی ہو و یوزان انگشتی ہو گر دیرین ملکست بری باشی از یو ہو کے مستانہ خاتم از دست تو دیو ہو و یوزان
عالم بگیرد اسم تو ہو و جہان محکوم تو ہو چون جسم تو ہو و دست دیو خاتم را بر و ہو پا بر شاہے فوت شد بخت بر و ہو
بعد از ان یا حیرت شد علیہ و بر شیا محکوم تا یوم التعلد ہو و بتو دل ہو بہشتین را میگوید ہو چون دوتے آجھا
تو بخشن بگری ہو کہ خود ہو اگر تو کار آوری ہو از ترن و ہم جان کے ہوئی ہو این سخن با یانی ہو چو کہ

تاکہ میوہ آپیش بہر فرغ ہو و لقمان در غلامان چون طفیل ہو پر معانی تیرہ صورت بچہ لیل ہو آن غلامان میوہ ہاے
 جمع را خوش بخوردند از میب طبع را ہو خواہہ را گفتند لقمان خورد آن ہو خواہہ ہر لقمان ترش گشت و گران ہو چون
 نقص کرد لقمان آن سبب ہو در عتاب و خواہہ اش بکشا و لب ہو گفت لقمان سید آپیش خدا ہو بندہ خائن نباشد
 مرتبے ہو امتحان را کار فرما ہو کیا ہو شربت گرم آب وہ مہر بلا ہو امتحان کن جملہ ملازم کریم ہو سیرمان در دہ توارکب
 جیم ہو بعد ازان مارا لصحر اے کلان ہو تو سوار و ما پیادہ بردوان ہو انگلمان بنگر تو بد کردار را ہو صنماے کاشف
 اسرار را ہو گشت ساقی خواہہ از آب جیم ہو مر غلامان را خوردند آن زیم ہو بعد ازان میر اند نشان در دستہا ہو
 مید ویدند آن نفرحت و علا ہو تے در افتادند ایشان از عنا ہو آب می آورد و ایشان میوہ ہا ہو چونکہ لقمان را در آمد
 تے زنا ہو می بر آمد و در و نش آب صاف ہو حکمت لقمان چو تا ند این نمود ہو پس چہ باشد حکمت رب الوجود ہو
 ہوم ان تبلی السرا رکما ہو بان منکم کا من لا یشتہا ہو چون سقوا و حیما قطع ہو حمله الاسرار مما مضت ہو المعنی
 مرتجی بالغم امید و اغمیم گرم انضاح فیضیت و سوا کرنا فرماتے ہین لقمان اپنے خواہہ کے سامنے اور بند و ہین
 نہایت حقیر و نا چیز تھا ایک دن خواہہ نے غلاموں کو جانب باغ کے میوہ لانے کو بھیجا تا فرغ کے وقت کاغزل
 ہو یہ بچارے ان غلاموں میں ایسے تھے جیسے کوئی طفیلی محض ہے اعتبار اور سیاہ رنگ مثل رات کے پسکن
 پر معانی بڑے ان غلاموں نے جو کچھ میوہ جمع تھا خوب کھایا طبع کی لوٹ سے لینے طبع ان کی لوٹ میں بڑ گئی کہ
 یہ بھی لیلون وہ بھی لیلون اور خواہہ سے آکر کہدیا کہ لقمان سب میوہ کھا گیا خواہہ لقمان پر نہایت ترش اور گران ہوا
 جو مراد بھاری پڑ جانے سے ہر جب لقمان نے سبب اسکا ٹٹولا اور باعث عتاب کی جستجو کی تو خواہہ نے بیان
 کیا لقمان نے کہا اے سرور خدا کے سامنے بندہ خائن امیدوار نہیں ہوتا پس اے خداوند تو امتحان کو عمل میں لا اور
 گرم پانی آزمائش کے واسطے دے یعنی اے کریم ہمارا سب کا امتحان کر اور گرم پانی پیٹ بھر کے ہمو بلا بعد اسکے کسی
 بڑے جنگل میں تو سوار ہو کہ ہمو پیادہ دوڑا چھو دیکھ بد کردار کون ہو اور خدا تھا کہ بھید ظاہر کر دینے والا ہو
 اسکی صنعتوں کو غور کر انقض خواہہ نے خود سب غلاموں کو گرم پانی پلا یا اور مٹھون نے ٹھکے مارے بیا چھو ان کو
 جنگل میں لے گیا کبھی ادھر کبھی اُدھر دوڑاتا تھا اور وہ سب نشیب و فراز میں دوڑتے تھے چھو وہ سب تین
 بڑے اور قز کرنے لگے وہی گرم پانی انکے پیٹ سے میوے نکالتا تھا جب لقمان کی ناف سے قز آئی تو وہی پانی
 صاف نکلا جس میں میوے کا نام نہ تھا اب مقولات مولانا راز کے ہین کہ جب لقمان کی حکمت نے ایسے بھید و
 عیب ظاہر کر دیے تو پروردگار عالم وجود کی حکمت کو غور کر وہ کسی ہو اس سے کوئی چھپ سکتا ہو متعنی اشار
 عربی کے یعنی قیامت کا وہ دن ہو کہ ظاہر کیا ہین گی کل بھی چیز ہین اور ہون گی تم سے پوشیدہ باتیں جنکو ظاہر ہونا
 نہیں چاہتے تھے اور جب گرم پانی در زخ میں پلانے جاؤ گے تو قطع کیے جائینگے پر دے چھپاؤ گے ہس چیز سے

جو فیضیت و رسوا کرے گی اس شعورین اقتباس ہو آہ کر یہ سقوا ما زحمیما فقطع امما رہم بلایا جائیگا پانی گرم پس کٹ پرین گی
 آئینہ انکی اور پہلے شعورین یوم تلی السرا سے الخلاف شرح میں و عتاب کو د عتاب لکھا ہو قولہ نار ازان آمد عذاب کا قرآن ہے
 کہ حجر نار باشد امتحان ہا این دل چون سنگ راتا چند چند ہا نرم گفتم و نی پذیرفت پسند ہا ریش بردار و سے
 بد یافت رگ ہا مر سر خررا سرد دندان سنگ ہا للخیثات للخیثون حکمت سست ہا زشت را ہم زشت جفت بابت
 سست ہا پس تو ہر جفتے کہ میخوای بگیر ہا محو و باش و صفات او پذیر ہا نورخوای مستعد نور شو ہا دورخوای خوش
 بین و دور شو ہا ور رہی خواہی ازین سخن خرب ہا سرکش از دوست و اسجد و اقرب ہا سرکش ترا بین سرا سرد و عذاب
 سربہ والد اعلم بالصواب ہا این سخن پایان ندارد نیز زید ہا بر براق ناطقہ بر بند فید ہا المعنی بابت لائق و
 سزاواری دلائق و سزاوار خرب نفع اول و کسر ثانی ویران سخن بالکسر زندان فید بالفتح نفع قرمٹے ہن کا فزون
 کے عذاب کو جو نار مخصوص ہوئی اسوا سست کہ تہجر کا امتحان آگ سے ہوتا ہو تہنہ بھی اپنے دل چون سنگ کو نرم
 نرم جو نصیحت کی اور بہت ہی بہت لیکن اسنے مطلق نہ سنی جو ریش بد ہوتا ہو اسکا علاج بھی بد ہونا چاہیے محکو
 خوب اسکی رگ معلوم ہوگی ہر جیسے گدھے کے سر کو گتے ہی کو دانت لائق چنانچہ مشہور ہو گوشت خوردندان سنگ
 اور الد تقالے نے بھی غیث عورتین غیث مردون کے لیے خاص کی ہن اسلیے کہ زشت کے واسطے زشت ہی
 جفت لائق ہو اتو چاہیے جس جفت کو اختیار کر خواہ غیث خواہ طیب بس اسی میں آپ کو مطاوعے اور اسی کی صفات
 اختیار کرے تو رہنا چاہتا ہو نور کی استعداد آپ میں پیدا کر اور جو اس سے دور رہنا چاہتا ہو خویش میں ہو بس دور
 رہے گا اور جو اس ویرانہ اور زندان میں راہ خلاص کی ٹھونڈھٹا ہو تو سرکشی مت کر سر سجدہ زمین پر رکھ اور قرب اسکا
 حاصل کر خوب جان لے جو سرکش ہن وہ سرا سرد عذاب میں ہن تو سر رکھ دے پھر آگے صواب غیر صواب کا الد خوب
 جاننے والا ہو آئینہ گریز زید سے کہتے ہن ای زید اس بات کی تو پایاں نہیں ہو تو اٹھ اور ناطقہ کے براق پر کچھ
 فائدہ اور نفع لاو الخلاف شرح میں بجائے دوست دست و اسجد لکھا ہو اور فید کو تہید

بقیہ حکایت زید بابا بنعمیر صلی اللہ علیہ وسلم وجواب آنحضرت

قولہ ناطقہ چون فاضح آمد عیب را ہا میدراند پردہ ہاے عجیب را ہا غیب مطلوب حق آمد چند گاہ ہا این دہل ترن
 را بران بر بند راہ ہا نک مران درکش فنان مستور بہ ہا ہر کس از ہذا رخو د سر در بہ ہا حق ہی داند کہ نو میدان او ہا زین
 عبارت ہم نگر و اندرو ہا ہم مشرف در عبادتہاے او ہا مشتغل گشتہ بطاعتہاے او ہا ہم بامیدے
 مشرف میشوند ہا چند رونے و در رکابش میدوند ہا خواہد آن رحمت بتابد بر ہمہ ہا بر بدونیک از محوم مرہم ہا حق
 بھی خواہد کہ ہر میر و اسیر ہا بار جا و خوف باشند و حذیر ہا این رجا و خوف و پردہ بود ہا تاپس این پردہ پروردہ شود ہا
 چون دریدی پردہ کو خوف و رجا ہا غیب باشد کہ و فرے بر ملا ہا المعنی فاضح فیضیت کنندہ خدیو ترستا کہ

فرماتے ہیں کہ ناطق آدمی کا آدمی کو نصیحت کرنے والا ہر اور غیب کے پردے بھارتا ہر یعنی ایک شخص کا غیب تو خدا تعالیٰ دہائے ہوئے ہر یہ اسکو فاش کرتا ہر بہت جگہ اور موقع ایسے ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو چھپاؤ اس کا مطلوب ہوتا ہر میں اس ڈھنڈ درپے کی اوھر سے راہ بند کر اوصہ نہ جانے پائے دیکھ سلی باگ کے رہ اسکا چھپا ہوا بہتر ہر اور ہر کوئی اپنے گمان و بندار ہی میں خوش اچھا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہر جو اس سے نومید ہو گئے وہ تیرے ناطقہ کی عبارتیں کب سنیں گے اور کب اس سے منہ پھریں گے اور جو لوگ اس کی عبادتوں سے شرف پار ہے ہیں اور اسکی طاعت میں مشغول ہیں وہ اپنی امید پر شرف ہوتے ہیں حال یہ کہ چند ہی روز اسکی رکاب میں دوڑتے ہیں اور خدمت بجالاتے ہیں وہ یہ چاہتا ہے کہ رحمت میری سب پر چکے خواہ نیک ہو خواہ بد اس واسطے کہ اسکی رحمت عام ہر مطلب اس پردہ سے یہ ہر کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہر کہ ہر میر و امیر خوف ورجا میں رکھ کر ڈرتے بچتے رہیں اور یہ رجا و خوف پردہ میں رہے تا خوف ورجا والا اس پردے کے نیچے خوب پختہ اور پردہ ہو جاے اور جب تو نے پردہ بھارتا الا تو پھر خوف ورجا گمان البتہ جتنا چھپا ہر تب تک ہر ورنہ غیب کا کردار فرمایا جاتا رہا

حکایت

قولہ برب جو بردننے یک فتا ہر کہ سلیمان ست ماہی گیر ماہر گرویت این از بہ فر دست و خفیت ہر ورنہ سہاے سلیمانیش چسیت ہر اندرین اندیشہ می بود او دودل ہر تا سلیمان گشت شاہ مستقل ہر دیوزت از ملک تخت او گزشت تیغ تختش خون آن شیطان برکت ہر کرد در گشت خود انگشتری ہر رفت اندیشہ و گمانش یکسری ہر وہم انگاہ است کو پوشیدہ است ہر این گمان خود ار پے ناویدہ است ہر بد خیال غالب اندر سینہ زفت ہر چونکہ حاضر شد خیال او برفت ہر گر شہاے نور بے باری نہیت ہر ہم زمین تار بے بالید نہیت ہر گروچہ ست اظہار کردن ہم کمال ہر میر ہاند جانہارا از خیال ہر لیک یک در صد بود ایاں لغیب ہر نیک دان و بگذرا از ترویر و ریب ہر دیومتون ہر لغیب عیا بد جہاں زان بہستم روزن فانی سرا ہر چون شکاف آسمان را در حضور ہر چون بگویم ہر تری فیما فطور ہر تا وین ظلمت تخری میکنند ہر ہر کے روجا نے می آورند ہر مدتے مکوس باشند کار ہر ہر شمعہ را وزد آور دہد ار ہر تاکہ بس سلطان عالی ہمتی ہر بندہ بندہ خود آید مدتے ہر بندگی و غیب آید خوب کش ہر حفظ غیب آید در سہاد خوش ہر گو کہ مرج شاہ گوید پیش او ہر باکہ و غیبت بود او شرم رو ہر المعنی تا کہ معنی آب زفت با لفتح سخت و سطر و ہر تخری تسلی اور سزاوار و لائق اور طو حوٹھنا اور قبلہ کا کسی طرف قصد کرنا کش با لفتح بمنے خوش کیفے کنارہ نہر کے ایک جوان کو بہ گمان ہوا کہ یہ ماہی گیر جو ہماری ٹھیلیاں بکڑ رہا ہر سلیمان ہر لیکن اگر وہ سلیمان ہر تو ایسا تنہا و پوشیدہ کیوں ہر اور جو سلیمان نہیں تو سہاے سلیمان یعنی علامین سلیمانی اس میں کیوں ہیں وہ جوان اسی سوچ میں دودل رہتا تھا کہ حضرت سلیمان پھر شاہ مستقل ہو گئے دیو سخت و سطر ہر جوان کے تخت پر بیٹے کے ملک بہتر تھ

ہو گیا تھا تخت و ملک چھوڑ کے بھاگا اور ان کے نصیب کی تیغ نے خون اس شیطان کا بہا یا اور وہ انگشتی جو اس
 دلو نے پانی تھی پھر انکو لگئی جسکو انگشت میں پہننے سے سب گمان اور اندیشے جاتے رہے اور کیسے نہ جاتے رہیں
 ہر شے کا معمول ہر کہ مبتلا وہ پوشیدہ ہوتی ہر سوقت تک اس میں وہم ہوتا ہر اس واسطے کہ وہ نادیدہ ہر سامنے نہیں ایسے
 ہی اس جوان کا سینہ بھی خیال غائب سے زفت و مالامال تھا جب وہ غائب حاضر ہو گیا وہ خیال بھی جاتا رہا آب
 مقولات مولانا رحمہ کے ہیں فرمایا اگرچہ آسمان نور کا ہے بارید نہیں ہر نور اس سے برستا ہی رہتا ہی لیکن یہ زمین
 تاریک بھی ہے بارید نہیں ہر اسکی تاریکی بھی بڑھتی رہتی ہر غرض یہ دنیا نور و ظلمت دونوں کی جگہ ہر اسکی کفر و اسلام
 اب آنحضرت زید سے پھر فرماتے ہیں اگرچہ اظہار کرنا بھی کمال ہر کہ جانیں خیالات سے چھوٹ جاتی ہیں اور ظاہر
 دیکھ کے مطمئن ہو جاتی ہیں لیکن غیب پر ایمان جو لاتے ہیں ان کا ایک حصہ ایمان جو حصہ شمار ہوتا ہر اس ایمان کو
 اتنی فضیلت ہر تو اس بات کو خوب جان لے اور اصلاح شک و فریب مت سمجھے تجکو تو یو منون باغیب ہونا چاہیے
 یعنی چھپی چیزوں پر ایمان لانا کہ خدا تعالیٰ اور پیغمبر اور فرشتے اور کتابین آسمانی اور قیامت وغیرہم ہیں اسی
 سبب سے میں نے روزن اس سراے فانی دنیا کا بند کر دیا تجکو تیرے بیان سے روکا اب میں آسمان کو تیرے
 سامنے کیسے بچاؤں اور کیسے کہوں کیا تو شگاف آسمان کا دیکھتا ہر اس واسطے کہ اس اندھیری رات دنیا میں ہر کوئی
 اپنے اپنے قبلہ کا قصد کرتا ہر اسکی طرف متوجہ ہوتا ہر اور ایک مدت جو قیامت ہر ایسا ہی اٹھا معاملہ چلا جا کرگا
 اور سخنوں کو چر سوں بیان دین گے مطلب یہ کہ کجرو آپ کو راست رو جانیں گے اور دین راست کے محافظوں
 کو ایزد ائین دین گے یہ ان تک کہ بڑے بڑے سلطان عالی ہمت جو اولیا و اکابر دین ہیں بندے اپنے
 بندوں کے بنیں گے لیئے بحقیقت جو بندے انکے ہیں اور انکی اطاعت و انقیاد ان پر واجب و لازم وہ
 اکابر ان مطیعوں کے مطیع و منقاد ہوں گے بہر حال بندگی غیب ہی کی خوب و خوش ہوتی ہر اور حفظ غیب کا
 دوری میں اچھا ہوتا ہر ایسا کمان ہر کہ ایک شخص تو مدح بادشاہ کی اس کے منہ پر کرتا ہر اور ایک شخص بادشاہ
 کی شان و شوکت سے شرماء کے غیبت میں اسکا مدح ہر تو وہ پہلا اس دوسرے کے مقابل ہو اس سے
 اس سے بڑا فرق ہر اختلاف تشریح بحر العلوم میں زفت کو رفت با کہ در غیبت کو تا کہ شرم کو رد کو شرم او غلط لکھا ہر
 قولہ قلعہ داری از کنار مملکت و دور از سلطان و سایہ سلطنت و پاس داری قلعہ را از دشمنان و قلعہ لغز و دشمنان
 بیکران و غائب از شہ در کنار شہر و ہر ہر حاضر و نگہ دار و وفا و پیش شہ بہتر بود از دیگران ہر کہ بخدمت حاضر آید جانفشان و
 پس یقینیت نیم ذرہ حفظ کار و ہر کہ اندر حاضری زان صد ہزار ہر طاعت و ایمان کنون محمود شد و بعد مرگ اندر
 عیان مردود شد و چون کہ غیب و غائب در و پوش بہ و پس دہان برستہ لب خاموش بہ و اسے برادر
 دست داد از سخن و خود خدا پیدا کند علم لدن و پس بود خورشید را رویش گواہ و اتی شہی اعظم الشاہد کہ ہر

نے بلکہ جو قرین شد و رمیان بہ ہم خدادہم ملک ہم عالمان بہ شہدائند و الملک و اہل العلوم بہ اندلارب الامن یدوم
چون گوہی داد حق کہ بد ملک بہ تا شود اندر گوہی مشترک بہ زانکہ شمشاع حضور آفتاب بہ برتا بد چشم و دلہا
خراب بہ چون خفاش کو قف خورشید را بہ برتا بد بگسلد امید را بہ پس ملائک را چو ماہان بازوان بہ جلوہ گر
خورشید را بر آسمان بہ کین صنیا ما ز آفتابے یافتیم بہ چون خلیفہ بر ضعیفان یافتیم بہ چون مسہ نو یا سہ روزہ یا کہ
بدر بہ مرتبہ ہر یک بود و نور و قدر بہ زاجمہ نور ثلاث اور باع بہ بر مراتب ہر ملک رازان مشاع بہ ہمو پر ہاے
عقول انبیان بہ کبے فرقت شان اندر میان بہ پس قرین ہر شہر در نیک و بد بہ آن ملک باشد کہ مانندش بود بہ
چشم اعش نور خورشید چون بر تافت بہ اختر اور انجم شد تارہ بیافت بہ المعنی ثغر بالفتح سر حد میان ملک کفر و اسلام
شمشاع روشنی آفتاب اعش بالفتح وہ شخص جسکی آنکھوں سے پانی بہتا رہے بسبب مرض کے یعنی اسکی سلطنت کا
جو ایک کنارہ ہو کہ یہی دنیا ہو ایک قلعہ ارتو بھی ہو اور قلعہ بدن اسکا کہ پادشاہ سے دور ہو اور اس کے سایہ سلطنت
سے بھی دور اور پادشاہ کی طرف سے قلعہ جسکے سپرد ہوتا ہو تو اس واسطے کہ دشمنوں سے قلعہ کو بچائے رہے نہ کہ مال
بیکران کی حرص و طمع سے قلعہ کو بچ جائے اور دشمنوں کے کہ یہی حرص و ہوا ہیں دخل و تصرف میں کر دے جو شخص
کہ بادشاہ سے غائب ہو اور ان سرمدون پر تعین جو کفر و اسلام کے درمیان ہیں اور وہ مثل حاضر کے نگہداشت
وفا کی کردہ ہو کہ پادشاہ کے سامنے اور دن سے بہتر ہو گا کہ وہ اس کی خدمت میں جانفشان حاضر ہو گا بسبب
میں اگر حفظ کام کا نیم ذرہ ہو گا اور عاضی میں اس سے لاکھ حصہ بڑھ کے تو ہر گز یہ اس نیم ذرہ کو نہیں پہونچے گا
نہ وہ طاعت و ایمان کہ اب تو سب کی نظروں میں محمود ٹھہری اور بعد مرنے کے اسکی بدولت ظاہر مردود ہوئی
اب فرماتے ہیں کہ ہر گاہ غیب اور غائب اور روپوش بہتر ثابت ہوے تو دہن بستہ اور لب خاموش ہی
اچھا ہے بھائی تو سخن سے پناہ تھ روک یہ سب علم لدن ہیں جو تو نے دیکھے ان سب کو ایک دن آپ خدا تعالیٰ
ظاہر کر دے گا تو آج ظاہر مت کر تجھلا آفتاب کے لیے کسی گواہ کی کیا حاجت ہو خود اسکی صورت ہی گواہ کافی ہو پھر
کوئی شہر بہت بڑی گواہ ہو خدا سے جیسا کہ فرمایا قل ای شئی اکبر شہادۃ قل اللہ شہد نبی و نیکم نبی جب کفار نے آپ سے
گواہ چاہا تو حکم ہوا پوچھو تمہارے نزدیک بڑا گواہ کون ہو سب چپ ہوے پھر حکم ہوا کہ گواہ ہی ہمارے
تمہارے درمیان میں اور اب جو یہ بیان قرین بشادات ہو تو میں کہتا ہوں کہ ایک خدا ہی نہیں خدا بھی اور
فرشتے بھی اور عالم بھی چنانچہ شفعہ نبی بعد کا اسی کا فحے ہو کہ گوہی دیتا ہو اللہ اور فرشتے اور اہل علوم
سب اس بات کی کہ بیشک شان یہ ہو کہ کوئی پروردگار نہیں ہو مگر وہی کہ جو قائم و دائم ہو مطابق آیہ کریمہ
شہد اللہ ان لا اکہ الا ہو و الملک لکۃ و اولو العلم قائم بالقسط اب فرمایا کہ ہر گاہ خدا تعالیٰ نے خود گوہی دی تو اسکے ہونے
فرشتے کیا چیز ہیں جو گوہی میں شریک کیے گئے اس سبب سے کہ چمک آفتاب کی حضور آفتاب میں ہر چشم و

دل خراب نہیں اٹھا سکتا ہو اور مثل چمکا ڈر کے کہ وہ متحمل گرمی آفتاب کا نہیں ہوتا نا امید ہو کے کونون گوشون میں جھپٹتا پھرتا ہو جس فرشتوں کو ایسا جان جیسے ماہ کہ آسمان پر جلوہ گر خورشید سے ہو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ روشنی ہمیں آفتاب حقیقی سے پائی ہو مثل خلیفہ کے ضعیفوں پر ہم چلے ہیں یعنی جیسے ماہ خلیفہ آفتاب کا ہم خلیفہ آفتاب حقیقی کے ہیں اور جیسے ماہ ٹوید اہل دنیا کا ہو نور بصیر وغیرہ میں ہم بھی یار و مددگار ضعیفانے دنیا کے ہیں اور جو ماہ کے تین درجے ہیں ہلال تین دن تک کہ ضعیف و نحیف ہوتا ہو اور پھر قمر کھلتا ہو جو دمھوین تک اور جو دمھوین کو بدر کہ ہر درجہ کے موافق نور و قدر رکھتا ہو ایسے ہی ان فرشتوں کے بازو ہیں تین میں یا چار چار اور ہر ایک کو موافق مراتب کے اس نور سے شعاع حاصل ہو جیسا کہ مسر مایا جاعل الملائکہ رسلاً اودے اجتہد مئی وثلاث و رباع کرنے والا فرشتوں کا رسول کہ صاحب بازو دو دو اور تین تین اور چار چار کے ہیں رسول بدین نظر کہ انسان کے محافظ ہیں جیسے کرام کا تبیین اور اعمال نویس اور کام انجام کرنے والے اور وحی لائے والے اور اور بہت امور اور جیسے بازو فرشتوں کے ہیں ایسے ہی پر عقول انسان کے ہیں کہ در حقیقت عقل بھی ایک فرشتہ ہو کسی کے ساتھ کہ اسکو نیک راہ سمجھاتا ہو مگر عقول میں بہت فرق ہو کوئی کیسی کوئی کیسی جس ہر بشر کا مصاحب ہر نیک و بد میں وہ فرشتہ ہوتا ہو کہ اسکا مثل و مانند ہو جیسے اوپر تفصیل کی ہو کہ کوئی ہلال ہو کوئی قمر ہو کوئی بدر ہو اور کوئی دود و بازو والے کوئی تین تین کوئی چار چار اور یہ فرشتوں کا قرین ہونا ہو اس لئے کہ جب مخلوق کی آنکھ آتش ہو متحمل نور آفتاب کی نہیں تو یہ ستارے انکی سمع بینین تو وہ راہ پائین آفتاب مراد نور خدا تھا لے سے اختلاف شرح میں از کنار کو کنار اور حاضر آید کو حاضر انداد اور کو دآ و از ششاع شمشاع ماہان کو ماہا لکھا ہو

کنا حضرت کا زید کو کہ یہ زار اس سے زیادہ فاش مت کر

تو کہ گفت بنبر کہ اصحاب نجوم بدر ہر دو ان راسخ و شیطان را رجوم ہمہ ہر کسی را گردی آن چشم زور نہ کہ گرفت ز آفتاب جرج نور نہ کے ستارہ حاجت سے ای دلیل نہ کہ بوی بر نور خورشید آن دلیل نہ بیج ماہ و آخری حاجت نبود نہ کہ بود بر آفتاب حق شود نہ ماہی گوید یا بر د خاک و فے نہ من بشر بودم و لے یوحی اے چون شتا تاریک بودم و رہنما نہ یوحی خورشیدی جنین نورم بدادہ ظلمتی دارم بنسبت با شمس نہ نور دارم بہر ظلمت نفوس نہ زان ضعیف تا توانی آوری نہ کہ مرد آفتاب آوری نہ بچو شمس و سرکہ در ہم تا فیم نہ تا سو سے بچ جگر رہ یا فیم نہ چون زعلت و اہیدی ای رہین نہ سرکہ را بگذارد و مجور انگبین نہ تخت دل نمود شد پاک از ہوا نہ بروی الرحمن علی العرش استوی نہ حکم بردل بعد ازین بے واسطہ نہ حق کند چون یافت دل این رابطہ نہ نیست حکمت گفتن ابن اسرار نہ چون قیامت میرسد اظہار را نہ این سخن پایان ندارد در زید کو نہ تا ہم چند شمس کہ رسوائی مجو نہ المے رجوم وہ ستارے جن سے

شیاطین کو مارتے ہیں شہود بھیتیں ساکون کی اصطلاح میں دیکھنا خدا تعالیٰ کا ہر کہ مراتب کثرت اور مہمات
 صوری سے گذر کے مقام توحید عیانی کو پہنچے اور جو کچھ دیکھے حق کو دیکھے سننے بالفتح سایہ جو دو پہر ڈھلنے کے بعد
 ہوتا ہے اور جو دو پہر تک ہوتا ہے اسکو خل کہتے ہیں شمس نفع سرکش و بد خو فرماتے ہیں کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب سارے ہیں سالکان راہ خدا کے تو رہنا اور شیطانوں کے حق میں رجوم اور
 شہاب ثاقب جسے فرشتے شیاطین کو مارتے ہیں انہیں دیتے اگر ہر کسی کو ایسا زور چشم حاصل ہوتا کہ آفتاب
 برج سے نور پذیر ہو جاتا تو ستاروں کی کیا حاجت ہوتی جو نور خورشید پر دلیل بنتے اور ان کے دیکھنے سے
 جانا جاتا کہ ان میں نور آفتاب کا ہے جیسا کہ اب جانا جاتا ہے اسوقت میں کسی ماہ و اختر کی کچھ حاجت نہ تھی کہ آفتاب ذات حق
 کا ظاہر ہوتا اور اسپر ماہ و اختر کو شہود ہوتا جیسا کہ سعدی رح نے فرمایا ہے شعر چو سلطان عزت علم بر کشد بہ جان منکر حجب
 عدم در کشد بہ آب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کو ماہ قرار دے کے فرماتے ہیں کہ خود میں ابرو خاک و باد
 جو مخلوق ہے غلطہ حد حشیت کہ کوئی مثل ابر کے ہو اور کوئی برنگ خاک اور کوئی ہنجو سایہ زوال چھپانے والے
 ماہ کے کہ میں بھی بشری تھا مثل تمھارے لیکن مجھ میں تم میں اتنا فرق ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے جیسا کہ قرآن مجید
 میں ہے انا بشر مثکم لویحی اے یعنی میں بشر ہوں مثل تمھارے کہ میرے پاس وحی آتی ہے مجھ کو دعویٰ رو بیت کا نہیں
 پہنچتا بھی اپنی سرشت و ذات میں تمھاری طرح تیرہ و تاریک تھا جب مثل ماہ کے اپنی ہستی سے خورشید کے سامنے
 قالب تہی کیا تو اسکی وحی نے مجھ کو ایسا نورانی کر دیا اور ایک ظلمت رکھتا ہوں کہ اسکی نسبت شمس اور سور کے ساتھ
 ہے یعنی کفار جو مجھ کو مثل اپنے جانتے ہیں اور نور بھی رکھتا ہوں تا جانوں اور رد خون کو ظلمات سے پاک کر دوں اور لفظ اس
 جو ایسا ضعیف و نحیف ہوں اس سبب سے کہ تو تاب لاسکے اور تحمل اس نور کا ہو اسواسطے کہ تو مرد آفتاب انور کا نہیں
 ہے اسکے تحمل کی تاب نہیں رکھتا میں مثل شہد و سرکہ کے درہم نافہ ہوں اگر آمیختہ کہ شہد بھی ہے سرکہ بھی جب رنج جگر کی
 طرہ مجھ کو راہ دی ہے جس پر میں رنج جگر کے جب تک اس علت میں مبتلا ہے سرکہ کا استعمال کو یعنی محنت و ریخت
 اور جب اس سے نجات پا جائے تو مزے سے شہد کھایا کر تو من کا دل عرش خدا کا ہے جب یہ دل حرص و ہوا سے پاک ہوا
 قابل آبادی کے ہو گیا اور آبادی یہ کہ جو اس آئہ کریمہ کا مصداق ہے الرحمن علی العرش استوی یعنی رحمن عرش پر
 قائم ہے پس یہ دل اسکا مقام ہو جاتا ہے جب اس دل کو ایسا رابطہ حق قائل سے ہو جاتا ہے تو بے واسطہ حکم خدا تعالیٰ
 کا خاص اس دل پر صادر ہوتا ہے اب آنحضرت فرماتے ہیں کہ اس بھید کا کتنا حکمت نہیں ہے خدا تعالیٰ نے اسکو
 چھپایا ہے قریب قیامت اسکے ظاہر کرنے کو آتی ہے آپ ظاہر ہو جائے گا جس اس بات کی توحید و غایت نہیں زید
 کسان ہے کہ اسکو نصیحت کروں کہ تو رسوائی مت ڈھونڈھے اور اس راز کو ظاہر مت کرے الخلاف تشریح بحر العلوم
 میں چشم زور لکھا ہے میں نے اس داد کو حکم کر دیا اور ماہ میگوید میں نے اسکو ماہ من گوید لکھا ہے اور ہجہ شہد اس

شعر میں دونوں جگہ یا فتم لکھا ہو میں نے پہلے مصرع میں تاسم دوسرے میں یا فتم

رجوع بحکایت زید رضی اللہ عنہ

قولہ زید را کنون نیابی کو اگر نیت ہے جست از صفت فعل و فعل رکبت ہے تو کہ باشتی زید ہم خود را نیافت ہے بجز اختر کہ بر خود رشید طاقت ہے نے از نقشے بیلے نے نشان ہے نے کہے یا بی نہ راہ مکشان ہے شد حواس لطیف ہے پایاں ماہ محو ز دانش سلطان ماہ صبا و عقلماشان در درون ہے موج در موج لدینا محضون ہے چو شب آمد باز دقت بار شد ہے انجم پنهان شدہ بر کار شدہ خلق و عالم حلکی سہیش شونہ ہے پردہا بر رو کشند و بخونہ ہے صبح چون دم زد علم افراشت نور ہے ہر تنے از خوابکہ برو آشت سر ہے پیشان را وادہ حق ہو شہا ہے حلقہ حلقہ حلقہا در گوشہا ہے پاسہ کو بان دست افشان و رشتا ہے ناز نازان ربنا جیتنا ہے آن جلو دو آن عظام رختہ ہے فارسان گشتہ غبار انکسیت ہے جملہ آئند از عدم سوے وجود ہے در قیامت ہم شکور ہم عنود ہے سر چہ می پیچی کہ بس ناویدہ ہے در عدم زاول نہ سر چہ پیچیدہ ہے در عدم فشرده ہوئی پاسہ خویش ہے کہ مرا کہ بر کند از جاے خویش ہے می نہ سنی صنع ربانیت را ہے چون کشید آن موے پیشانیت را ہے تا کشیدت اندرین انواع حال ہے کہ نبوت در گمان و در خیال ہے آندہم اورا ہمارا بندہ است ہے کارکن دیوا سلیمان زندہ است ہے دیو میاں از جفان کا جواب ہے زہرہ نے تادفع گوید یا جواب ہے خویش را ہین چون ہیلری زیم ہے مر عدم ریز لرزان دان مقیم ہے المعنی صفت فعل صفت آخرین مجلس جہان جوتیان اُتارین نعل رختین دو طرنا اسب کا اور رخا رے رہا کا جلو جمع جلد فارسان سواران کو تودفع تاسپاس ہمارہ نفع اندازہ و حساب ہمیشہ مخففت ہمارہ یعنی او پر جو کہا ہے کہ زید کمان ہو اسکو نصیحت کروں بھلا زید اب کمان ملتا ہے جب کہ وہ اپنی خودی سے بھاگ گیا اور صفات بشریہ سے نکلیا کہ یہی صفت فعل تھی ایسا شباب زدہ اس سے بھاگ کہ نعل بھی گر گیا فرماتے ہیں تو کس گنتی میں ہے جب زید ہی آپ کو بھول گیا جیسے اختر خورشید کی شمع سے نیست و بے نمود ہو جاتا ہو پس ایسے ہی اب نہ اسکا نقش ہے نہ نشان نہ مکشان کی طرح کہیں اسکی کاہ نہ راہ تیتے جیسے مکشان کو راہ بتاتے ہیں اور واقعی وہ راہ ہمیں اور لفظ کاہ سے مرکب کیا ہے اور دراصل آسمین کاہ نہیں صرف ایک نام ہی نام ہے پس یہی حال زید کا ہے کہ کوئی صفات بشری آسمین نہیں رہی البتہ نام بشر کا زید کہنے کو رہ گیا اب مقولات مولانا رح کے ہیں کہ ایک زید کیا اور ہم کیا بچدو بے پایاں نطق و حواس ہم جیسوں کے اس بادشاہ کے نوزدانش میں مو ہو گئے اور مٹ گئے اور یہ مو ہو جاتا ایسا نہیں کہ بالکل معدوم سمجھا جاے بلکہ بشمار حس اور محاسب عقول جن لوگوں کے درون میں تھی اور مو ہو میں وہ سب موج در موج اس کے پاس حاضر و موجود ہیں جیسا کہ منسرمایا و ان کل لما یجمع لدینا محضون اور ساری مخلوق میں کوئی نہیں جو اکٹھے ہمارے پاس نہ پکڑے آدین بس یہ جو فرمایا ہے لدینا محضون یعنی جملہ حواس و جملہ عقول ہمارے پاس حاضر رہتے ہیں و در کہیں جلو اسکی کیفیت تودات دن ظاہر ہوتی رہتی ہے

مشکلات جب ہوتی ہر اور انجمن نہان شدہ دن کے برسر کار آتے ہیں تو رات کے حمل کا وقت ہوتا ہے کہ جتنے کاروبار دن میں پیش ہوتے ہیں سب موقوف ہو کے رات کے شکم میں مثل حمل کے پوشیدہ ہو جاتے ہیں دوسرے دن پیدا ہوتے ہیں اسی سبب سے شب کو حاملہ کہتے ہیں لہذا شب میں تمامی خلق و عالم بیہوش ہو جاتے ہیں اور چادرین منہ پر تان کے سو رہتے ہیں جب صبح ہوتی اور آفتاب نے اپنا جھنڈا اٹھایا ہر تن اپنے خوابگاہ سے سر اٹھاتا ہے خدا تعالیٰ ان بیہوشوں کو جو رات بھر بڑے رستے ہیں ہوش عطا کرتا ہے اور حلقے کے حلقے حلقہ درگوشوں کے اچھے طرح لوگوں کے اسکی حمد و ثناء میں ناپچے اور تالیان بجاتے ہیں کمال و جد اور اپنے ناز پر جو رب العزت کے سامنے مقبول ہے ناز کرتے ہوئے کہتے ہیں ربنا اجیتنا یعنی اے رب ہمارے تو نے ہم کو زندہ کیا ایسے ہی وہ جلدین اور بڈیان بھری ہوئی اور غبار انگشت جو مراد قبر سے ہر سب فارس بننے جو بھنی سوار کے ہر عدم سے قیامت کے دن طرف وجود کے آئین گئی اور جیسے یہاں روزمرہ ہر صبح کوئی شکوہ اٹھاتا ہے کوئی کنوڈ یعنی ناسپاس ایسا ہی حال اس دن ہوگا اب مخاطب ہیں طرف منکر لطف کے کہ تو اس سے کیسے سرتابی کرتا ہے کہ میں نادیدہ ہوں تو تو روزمرہ کی کیفیت دیکھ رہا ہے نادیدہ کیسے ہے اور جب تو عدم میں تھا اور خدا تعالیٰ عدم سے تجکو میان لایا تب تو نے سرتابی نہ کی تو تو عدم میں پانوں کا طے ہوئے تھا اور منتظر کہ کون تجکو اس جگہ سے اٹھائے پھر نہیں دیکھتا کہ صنعت ربانی کیسی تیری جو ٹیپو کے گھنچ لائی اور قسم قسم کے حال میں تجکو ٹیپو والا جو تیرے گمان و خیال میں نہ تھے وہی عدم اسکا ہمیشہ کا بندہ ہے جو چاہے وہ کام اس سے لے تو اے دیو منکر لطف کے بے اے شیطان جا اپنا کام کر سلیمان جو مراد پادشاہ حقیقی خدا تعالیٰ سے ہے وہ وحی و قائم ہے چاہے جسکو وجود سے عدم میں لیجائے چاہے جسکو عدم سے وجود میں لائے جیسا کہ تو دیو ہے ایسے دیو ہمارے سلیمان کی طرح اس کے مزدورے اور مطیع ہیں کہ سلیمان کے لیے بڑے بڑے پیانے مثل حوض کے اور بڑی بڑی دہلیں اور محرابین اور تصویریں بناتے تھے اور کیا طاقت کہ حکم کو ٹال سکیں یا جواب دین جیسا کہ فرمایا ہے یلہون لہ ما یشار من محاریب و تمایل و جہان کا لوباب و قدور راسیات یعنی بناتے تھے دیو سلیمان کے واسطے جو کچھ وہ چاہتے تھے محرابوں اور تصویروں اور پیالوں سے حوض حوض کے تھے اور اونچی اونچی دہلیں تو آپ کو تو خیال کہ عدم کی دہشت سے کیسا کاہتا ہے ایسے ہی عدم ہمیشہ اس کے خوف سے لرزتا ہے اختلاف شرح میں بجائے بیاد شب کے صبح نے نہ بنی کوئی نہ بنی لکھا ہے قولہ ورتو دست اندر مناصب میزنی ہ ہم زترست آنکہ جانے میکی ہ ہر چہ جز عشق خداے حسن مست ہ گرسکر خواریت آنجا کندن ست ہ چیت جان کندن سوی مرگ آمدن ہ دست در آہے حیاتے نازدن ہ خلق را دودیدہ و رفاک مات ہ صد گمان دارند در آب حیات ہ جہد کن تا صد گمان گرد دلدود ہ شب برزدور تو بچشی شب ہ در شب تاریک جو آن روز را پیش کن آن عقل ظلمت سوز را ہ در شب بدرنگ بس نیکی بود ہ آب ہوان جفت تاریکی بود ہ سر ز خفتن کے توان برداشتن ہ

باچنین عدم غفلت کاشتن و خواب مردہ قلمہ مردہ یارشد و خواجہ خفت و دزد شب درکار شد و تو نمیدانی کہ خضمت
 کیندہ ناریان خضم وجود خاکیندہ نازختم آب و فرزندان اوست و بچنانکہ آب خضم جان اوست و آب آتش را کش
 زیر کہ او و خضم فرزندان آست و وعدہ و بعد از ان این نارتار شہوتست و کاندرو اصل گناہ وزلت است و المعنی
 یعنی تو عدم سے لڑتا کانپتا ہو اور مناسب و مراتب میں ہاتھ ڈالتا ہو یہ بھی تو ترس و خوف سے ہر اور ایسا کہ خود اپنی
 جانکشی آپ کرتا ہر اصل یہ کہ جو چیز سوائے عشق خدا کے ہے جو سب میں ہر احسان کرنے والا ہے اگر شکر خواری ہے تو وہ بھی
 جانکندن ہے جسکی تلخی کے مقابل کوئی تلخی نہیں بتا تو جانکندن اسکے سوائے اور کیا ہے کہ موت کی طرف رجوع ہونا و آبیات
 میں ہاتھ ڈالنا اگر منصب ہے تو کیا آخر اسکے لیے موت ہے مگر عشق آبیات جسکو موت نہیں تباری مخلوق کی دونوں بچتیں
 موت کی خاک میں لگی ہیں یعنی جو چیز دنیا کی ہے موت کی خاک ہے اس میں کچھ شبہ ہی نہیں اور آبیات اس میں سیکڑوں
 گمان کہ وہ عشق ہے تو ایسی کوشش کر کہ جلا سودر ہے جو گمان تیرا ہو وہ نوے درجے تو ہو جائے کچھ تو گھٹے اور
 اسی شب میں جو جوانی اور عمدہ وقت ہے راہ خدا کو چکر جائیسا نہ تو ہو جائے اور یہ رات غفلت میں گزر جائے تو اسی
 اندھیری رات میں اس دن کو ڈھونڈو اور وہ عقل روشن جو ظلمت سوز ہے اسکو اپنا پیشکار بنا دیکھ تو اسی شب سیاہ
 میں کتنی بہت خوبیاں ہیں ابھرو ان ہی کو خیال کر کہ حقیقت تاریکی کا ہے مگر ہو کیسے اول تو تو خواب غفلت میں ایسا ڈوبا
 ہوا کہ سر نہیں اٹھا سکتا اور اسکے ساتھ انواع اقسام غفلت کی تخریزی کر رہا ہے ایک تو خواب مردار و مردی حرام اور
 اسکا مددگار ہو القمہ مردار پس وہ حال ہوا کہ گھر کا مالک تو غافل ہو کے سویا اور دزد و شب نے اپنا کام کیا تو نہیں
 جانتا کہ دشمن تیرے کون ہیں سارے ناری یعنی جن و شیاطین دشمن خاکین کے ہیں تو انسان ہیں آگ دشمن آب
 اور تہائی اسکے فرزندان کی ہے جیسے آب دشمن آگ کی جان کا ہے آب سے مراد انسان کما قال اللہ تعالیٰ خلق من ماء و افق
 پیدا کیا گیا انسان آب جسدہ سے آب و خاک و لون انسان کے پھرانے میں یہ نکتہ ہے کہ اول قالب حضرت
 ابوالبشر کا خاک سے بنا ہوا پھر سلسلہ توالد کا آب منی سے چلا آب آتش کو اس واسطے مارتا بکھاتا ہے کہ دشمن آب اور
 اسکے فرزندان کی ہو اور بعد اسکے کہ آگ ویسی ہی دشمن خاکین کی ہے ایک آگ شہوت کی ہے جس میں اصل گناہ وزلت
 کی ہے یعنی سارے گناہ وزلتیں اس سے پیدا ہوتی ہیں الخلاف شرح میں تجسی کو بخشی قولہ نار بیرونی بابی لغیر و
 نار شہوت تاہد و زرخ میبر و نار شہوت می نیار ادب آب و زانکہ دار و طبع و دوزخ و درغلاب و نار شہوت را چہ چارہ نور وین
 نور کم اطفال نار الکافرتین و چہ کشد این نار نور خدا و نور ابراہیم راسا دوستا و تاز نار نفس چون مردود توہ و اسد این جسم
 بچون عود توہ کے سیم گرد و آتش روے خوب و کونہد گلگونہ از تقوی القلوب و نار پاکان را ندارد و خود زیان و
 کے زخاشا کی سوزد و رہا مہمان و ہر کہ تریاک خدے را بخورد و ہاگر خود زہر سے گولیش کو ببرد و خور کند بخور را بخورد ترہ
 و انکہ مہرست از مہر تر و گر طبیعت گوید ای رنجور زار و از عمل پرہیز کن ہین ہر خدا و ہاگر جو آتش گوید از جہل آن عظیم و

کہ چرا تو میخوری بے ترس و بیم ہگو بیت درد دل حکیم نکتہ دان ہکثر قیاس سے کردہ چون اہلہان ہادر تو علت میفرورد ہچو نار ہا
ہین کن بانار ہیزم را تو یار ہ زمین دو آتش خانہ ات ویران شود ہ قالب زندہ از ویجان شود ہ درین آن نارے مست
مست آن ہچو نور ہ تاز صحت در تن افزاید سرور ہ تاز صحت چون فرورد در وجود ہیزیان تن بود صد گونہ سود ہ شہوت ناری
برانہن کم نشد ہ او بماندن کم شود بے بیج بد ہ تاکہ ہیزم می نہی بر آتش ہ کے بمیرد آتش از ہیزم کشی ہ چونکہ ہیزم باگیری
نار مرد ہ زانکہ تقوے ابروے نار بود ہ آئینے فرماتے ہین یہ نار خارجی ظاہری تو پانی سے کچھ جاتی ہ لیکن نار شہوت
کی دوزخ کو لجاتی ہ نار شہوت کی پانی سے نہین دہتی اس سبب سے کہ عذاب میں اسکی اور دوزخ کی ایک طبیعت
و سرشت ہ آتہ ای نور دین نار شہوت کی کیا علاج اور کیا تدبیر پس یہی نور نکھلا جو نور دین ہ کہ کچھ جانے والا نار کافرون کا
ہ نار کافرون کی خواہ نار انکی پرستش کی خواہ شورش کفر کی کس واسطے کہ اس نار کو نور خدا کا کھاتا ہ تو نور ابراہیم
کو اس معاملہ میں اپنا استاد بنا جو جملہ نور دن کو کھچوڑ کے اسی کے نور کی طرف متوجہ ہوے تھے تو آگ اس نفس
ہچو نور دے سے جسم تیرا جو مثل خود کے نرم و زود سوز ہ بن کجائے آتش سے ہر شے جلکے سیاہ ہو جاتی ہ مگر جو روے
خوب ہ اور جس پر لگنہ تقوے القلوب کا لگا ہ وہ سیاہ نہین ہوتا چنانچہ فرمایا من اعظم شغائر الدفانہ من تقوے
القلوب اور جو شخص کہ تعلیم کرے اللہ کی نشانیوں کی کہ اسکی طرف متوجہ ہوئے پس بیشک وہ نشان پر ہیز گاری
قلوب کی ہ جو پاک پر ہیز گار ہین نار انکا کچھ لگا نہین کرتی کس واسطے کہ دریا کو لے سے کب چھپتا ہ جسے تریاک اکبر
خالق اکبر کا کھایا ہ اگر وہ زہر کھائے تو اسکو میت کہہ کہ یہ اب مرا جو شخص بخور ہ اسکو خورش زیادہ بخور کرتی ہ اور جو
تندرست ہ و وہ خورش سے اور زیادہ تندرست ہوتا ہ اگر طبیب تجھ سے کہے کہ ای رنجو ضعیف تو شہد سے پرہیز کر
تو خبردار پوشیار ہو شہد سے بچا ہی رہ اگر وہ بیمار جاہل طبیب کو جواب دے کہ مجھ کو منع کرتا ہ تو کیسے بید مضرک بخوف کھاتا
ہ تو وہ حکیم نکتہ دان تجھ کو یہی جواب دیگا تو بڑن کقیاس ہ مثل الحقون کے قیرے بیج میں تو علت مثل آگ کے
بھڑک رہی ہ اب تو شہد کھا کے خبردار ہیزم کو یا نار کا مت بنائے کہ ان دونوں آگون سے تیرا گھویران
ہو جائے اور یہ قالب زندہ ہ یجان ہو جائے تجھ میں تو یہ ایک آگ مست ہچو نور ہ اس واسطے کہ صحت سے تن
میں سرور طبعاتی ہ اور جب تاز صحت کی وجود میں بھڑکتی ہ تو تن کو کوئی نقصان نہین پہونچتا بلکہ سیکڑوں طرح
کے فائدے پہونچتے ہین یہ شہوت ناری جاری کرنے سے کم نہین ہوتی بلکہ زیادہ مگر چوڑ دینے سے کم ہوتی ہ یہی
اسکی علاج ہ اور کچھ نہین بد با لضم علاج و جبارہ جیسے لا بد مذہ خیال تو کہ جب تو اسکو جاری کر رہا ہ تو گویا لکڑیاں آگ پر
رکھ رہا ہ پھر کہیں بھی آگ لکڑیاں لگانے سے کبھی ہر جب لکڑیاں اس سے آگ کرے گا پس فوراً کچھ جلے گی
اس سبب سے کہ تقوے اسکی آبرو کو بگاڑتا ہ اختلاف شرح میں کو شہد کو گو شہد ہفت ہفتا سی لکھا ہ اور تاز صحت
کو تاز صحت اور بمیرد کو بمیرد لکھا ہ

آتش لگنا شہر میں پنج عہدہ صی اللہ عنکے

قولہ آتشی اُفتاد در عہد عمر پہنچو چوب خشک میخورد او حجرہ در فدا اندر بنا و خانہا پہ تاز و اندر پر مرغ و لاناہا پہ
نیم شہر از شعلہ آتش گرفت پہ آب میر سید ازان و می شگفت پہ مشکماے آب و سرکہ میزدند پہ بر سر آتش کسان ہونہند
آتش از استیزہ افز و دی لہب پہ میر سید اورا مدد از صنع رب پہ آتش از استیزہ افزون میشدے پہ میر سید اورا مدد از یحیرے پہ
خلق آمد جانب عمر شتاب پہ کاتش مامی غیر و بیج ز آب پہ گفت ابن آتش از آیات خداست پہ شعلہ از آتش بجل شاست پہ
آب بگذازد و نان قسمت کنید پہ بجل بگذازد اگر آل مفید پہ خلق گفتندش کہ در کبشودہ اکیم پہ ماسخی و اہل فتوت بودہ ایم
گفت نان بر رسم و عادت دادہ اید پہ دست از بہر خدا نکشادہ اید پہ بہر خیر و بہر توش و بہر ناز پہ نہ از براے ترس
تقوے و نیاز پہ مال تخمست و بہر شورہ منہ پہ تیغ را در دست ہر رہن مہدہ پہ اہل دین را بازوان از اہل کین پہ
ہمنشین حق بجو با و نشین پہ ہر کسے بر قوم خود ایشار کردہ کاغذ بندارد کہ او خود کار کردہ المعنی لاندہ برون کا جھتاو
آشیانہ مرغان لہب لہفتجین شعلہ عمر میں تشدیدیم بھی جائز ہر توش بوا و مجبول توت کاغذ شرح میں بمعنی حق کے
لکھا ہے یعنی حضرت عمر کے وقت میں ایسی آگ لگی کہ پتھر کو چوب خشک کی طرح کھاتی تھی تمام مکانون اور
بناؤں میں گھس گئی تھی کہ پرندوں کے پرندوں اور آشیانوں کو جلا دیا آدھے شہر میں اُسکے شعلے پہنچ گئے پانی بھی
اُس سے ڈرتا تھا اور چوب کترا جو لوگ کہ ہونہند تھے مشکین پانی اور سرکہ سر آتش پر چڑھتے تھے اگر آگ اپنی خصوصیت
سے شعلے ہی بڑھاتی تھی اور صنعت اُسی سے اُسکو مدد پہنچے جاتی تھی آگ خصوصیت سے کم نہیں ہوتی تھی اور اُسکو
مدد کسی بجد سے پہنچتی تھی ساری مخلوق حضرت عمر کے پاس دوڑتی گئی کہ آگ ہمارے پانی سے نہیں بجھتی کہا یہ آگ آیات
اللہ سے ہو اور ایک شعلہ تھاری آتش بجل سے ہر پانی ڈانسا سپر چھڑو وادہ روٹی بانٹو اور بجلی توک کر جا اگر میرے
اہل سے ہر مخلوق نے کہا کہ ہم نے تو دروازہ کرم کھول دیا ہو اور ہم سب سخی اور اہل فتوت ہو گئے ہیں کہا تم نے
روٹی برسم و عادت کے موافق دی خدا کے واسطے ہاتھ نہیں کھولا ہو اور ایں اپنا خرقہ و قوت و ناز سمجھا ہر نہ خوف خدا
نہ تقوے اور نیاز مال ایک تخم ہر اُسکو کھاری زمین میں مست بکھر جس سے نتیجہ نیائے اور راہزنوں کے ہاتھ میں تیغ
مست دے جو اہل دین ہیں انکو اہل کین سے تمیز کرو اور ہمنشین حق کا طوطو نہ ہر سکا ہمنشین بن تم سے ہر کسی نے
اپنی قوم پر بیکشیش کی اور حق جاننا ہر کہ ہم نے اچھا کام کیا حالانکہ وہ چھپر بھی نہیں

پتھوک و بنا ایک دشمن کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر اور ڈال دینا تلوار ہاتھ سے

قولہ از علی آموز اخلاص عمل پہ شیر حق را دان منزہ از دغل پہ در غریر پہلو الے دست یافت پہ زود شمشیر بر آورد
و مشتافت پہ او خدا و انداخت بر روے علی پہ افتخار ہر نبی و ہر ولی پہ او خدا و انداخت بر روے کہ ماہ پہ
سجدہ کرد پیش او در سجدہ گاہ پہ در زمان انداخت شمشیر آن علی پہ کرد او اندر غزالیش کاہلی پہ گشت حیران

آن مبارزینِ عمل و از دون عضو و رحم بے محل و گفت بر من تیغ تیز را فرستی و از یہ افگندی مرا بگذاشتی و آنچه دیدی بہتر از پیکار من و تا شدی تو سست در اشکار من و آنچه دیدی تا چنین خستشست و تا چنین برقی نمودی باز جست و آنچه دیدی کہ مرا زان عکس دید و در دل و جان شعله آمد و دید و آنچه دیدی بہتر از کون و مکان کہ بہ از جان بود و بخشیدیم جان و در شجاعت شیر را نیستی و در مروت خود کہ داند کیستی و در مروت ابر موسائی بہ تہیہ و کا مدار و خون و نان بے شبہیہ و المعنی خد و بضم اول و ثانی آب و دهن ہندی خنوک تہیہ و جھگل کہ جسین مسافر ہلاک ہوے اور اسی جھگل میں حضرت موسیٰ چالیس برس سرگردان رہے مہجی اسرائیل کے مولانا فرماتے ہیں کہ عمل بے اخلاص ٹھیک نہیں ہوتا اور اخلاص کو غلی نہ سے سیکھ کہ وہ شیر خدا کے دغل سے پاک ہیں اُن کے عمل میں دغل نہیں چنانچہ ایک غوث میں ایک پہلوان پر قابو پا کر جلدی تلوار کھینچ کے اُسپر جھپٹے اُسے اُن کے منہ پر خنوک دیا کہ یہ افتخار ہر نبی و ولی کے تھے اور اُس صورت پر اُنکی جسکو ماہ سجدہ گاہ میں سجدہ کرے اسے بے ادبی سے اُسپر خنوک ڈال دیا حضرت علی نے اُسی وقت تلوار اپنی ڈال دی اور اُسکی غزا سے سستی کی بہت وہ سپاہی اس بات سے حیران ہوا کہ یہ رحم و عنون عمل اُنخون نے کیوں کیا اور آپ سے کہا کہ تم نے مجھ پر تیغ تیز اٹھائی اور بچر ڈال دی اور مجھکو چھوڑ دیا یہ کیا بات ہو وہ کونسی بات ہو جو میری لڑائی سے تمہے بہتر دیکھی اور میری لڑائی سے سست ہو گئے اور مجھکو اپنا شکار نہ بنایا وہ کیا چیز تھی جسکے دیکھنے سے اس قدر غصہ تھا اور دفعۃً ایسا دگلیا اور ایسی برق تیغ چمکا کے پھر الگ کو دھگئے وہ کونسی شرم کو معلوم ہوئی کہ مجھکو عکس پایا اور اُسکی محبت جان و دل میں تمہارے فضلہ زن ہوئی وہ کیا چیز ہو جو بہتر ہے کون و مکان میں جان سے وہ تم نے مجھکو بخشیدی بخشیدیم میں بخشیدی سیستہ واحد حاضر ماضی کا ہو اور میں ضمیر مفعول کا شجاعت میں تو تم شیر ربانی مشہور ہی ہیں بھی جانتا ہوں مگر مروت تمہاری نہیں معلوم کہ مروت میں کیسے ہو مگر اہم مروت میں بھی میں تم کو ایسا جانتا ہوں جیسے عیہ نبی اسرائیل میں ابر موسے کا جس سے نبی اسرائیل کو خون و نان حاصل ہوا جس میں کچھ شبہ نہیں ابر موسیٰ وہی ابرجائس تین رات دن بنی اسرائیل کے سر پر رہتا تھا بطور سائبان کے قولہ ابرہا گندم دہ کا نرا بھند و پختہ و شیرین کند مردم چو شہد و ابر موسے پر رحمت بر کشا و پختہ و شیرین و بے رحمت بداد و از بر اسے پختہ خواران کرم ہر محتش افراخت در عالم علم و تا چہل سال اُن وظیفہ دان عطا کہ کند یکروز زان اہل رجا و تا ہم ایشان از خیسے خاستند و گدنا و ترہ و خس خواستند و جھگی گفتند یا موسے زازہ بلقل و قفا وعدس سیر و پیازہ زان گدار وے و حرص و آذشان و منقطع شد من و سلوی ہذا آسمان و امت احمد کہ ہستند از کرام و ہست باقی تا قیامت اُن طعام و چون بیت عند ربی فاش شد و یطعم لبقیہ کنایت ز اش شد و ہج بے تاویل ابن را در پیر و نادار آید در گلوچون شہد و شیر و زانکہ تا ولایت داود عطا و چو ملک ہند اُن حقیقت را خطا و کن خطا

دیدن ز صنعت عقل اوست و عقل کل مغزست و عقل جزو پوست و خویش را تا ویل کن نہ اخبار را و مغز را بدگوئے
نے گلزار را و ای علی کہ جملہ عقل و دیدہ و شنیدہ و آگوازا پنچہ دیدہ و تیغ حلت جان مارا چاک کرد و آب علمت خاک مارا
پاک کرد و باز گودالم کہ این اسرار ہوست و زانکہ بے شمشیر کشتن کار اوست و صانع بے آلت و بے جارحہ و
و اہب این ید مہماے را کچھ و صد ہزاران میثا ندر روح را و کاسے خبر نبو و دل مجروح را و صد ہزاران روح بخشد
ہوش را و کہ خبر نبود و چشم و گوش را و باز گواہ باز و عرش خوش شکار و تاجہ دیدی این زمان از کردگار و چشم تو
اوراک غیب آموختہ و چشمہاے حاضران بروختہ و آن یکے ماہی ہی بیند عیان و دان کی تاریک می بیند جہان و
وان یکے سہ ماہ می بیند ہم و این سہ کن نشستہ یک موضع بہم و چشم ہر سہ باز و گوش ہر سہ تیز و در تو آمیزان از تو دور
گریز و سحر غیبست این عجب لطیف خفیت و بر تو نقش گرگ و برین یوسفیست و عالم از ہجہ ہزارست و فرزون و
ہر نظر از نیست این ہجہ زبون و راز یکشاہی علی مرتضیٰ و ای پس سودا القضا حسن القضاء و المعنی حسن الزبون و ناچیز
تھا ابکسر و تشدید نا کلاسی سیر بیایے معروف لسن اسی مبارز کی طرف سے فرماتے ہیں کہ ابر تو گندم دیتا ہو گا لوگ
آنکو اپنی جہد و ترکیب سے شیرین و خوش گوار ہر طرح پر کر لیتے ہیں ابر موسے نے ایسے ہر رحمت کے کھوبے
کہ بے زحمت بچتے اور شیرین آنکو ملتے تھے جیسا کہ من و سلوے مشہور ہیں جس جو کہ بچتے خوار کرم کے تھے کہ خدا کے
کرم سے بچی پانی جنگو ملتی تھی موسیٰ کی رحمت نے آنکے واسطے ایک جھنڈا عالم میں بلند کیا تھا کہ آج تک اس کی
شہرت ہو اور چالیس برس تک یہ وظیفہ عطا کا ایک دن بھی ان امیدواروں سے کم نہوا تب بھی وہ لوگ اپنی ناچیز
پن سے اس بات پر آمادہ ہوئے کہ گندنا اور ساگ اور ایسی ویسی چیزیں مانگنے لگے سب نے بمقتضائے حرص
کے کہا کہ ای موسیٰ ہم کو ساگ اور کلاسی اور مسوز اور لسن پیاڑ چاہیے ہم اس من سلوے پر صبر نہیں کر سکتے جیسا کہ

قرآن مجید میں ہر اذ قلم یا موسیٰ لن نصیر علی طعام واحد قارع نار بک یخرج لنا ما تنبت الارض من لہا و
تھا ما و فوہا و عدسها و لصلہا یعنی ای موسیٰ اسرائیل جو بوقت کہ تم نے موسے سے کہا کہ ہم ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے
کہ وہ من و سلوے ہی تم اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کرو تا نکالے ہمارے واسطے وہ چیز جو زمین سے آگتی ہو
کہ وہ قسم ساگ سے ہو اور کلاسی اور گندم یا لسن اور مسوز اور پیاڑ قوم گندم اور لسن دونوں کو کہتے ہیں بس ان کی
گدا روی اور حرص و آرز سے من و سلوے جو آسمان سے آتا تھا منقطع ہو گیا لیکن امت احمد میں جو لوگ کرام سے ہیں
ان پر وہ طعام یعنی من و سلوے تا قیام قیامت باقی ہو شکر علیہ کا اسی کی دلیل ہے یعنی حضرت نے فرمایا ہو ابیت عبد بنی
یعنی و یقینی یعنی رات کرتا ہوں میں اپنے رب کے پاس کہ وہ مجھ کو کھلا پلا دیتا ہو یہ اشارہ اسی سے پیدا ہوتا ہو
کہ کرام ابیت بھی اس طعام سے بہرہ پاتے ہیں اور یہ حدیث اس بات پر فرمائی کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا
کہ میں اپنے روزہ میں وصل کروں جو روزہ سے روزہ ملا دیتا ہو جلا افطار کے فرمایا نہیں کہا آپ جو ملا دیتے ہیں

اسپر فرمایا کہ مثل میرے کون ہی میرا تو یہ حال ابیت عند ربی الی آخرہ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ اسمین لوگون کو تاویلین
 ہیں کوئی کتا ہو ایسے کھانے پینے سے بھی روزہ نہیں رہتا کوئی کتا ہو کوئی کھانے پینے سے قوت مراد لیتا
 ہو غرض جو کچھ ہیں تو کسی پر خیال مت کر بے تاویل مان لے پھر دیکھ وہ طعام کبسا شہد و شیر کی طرح تیرے گلے میں آتا ہو
 اس سبب سے کہ انکی تاویل خدا داد اور عطاے الہی میں ہی پھر کیسے اسکی حقیقت کو جو عطا ہو خطا دیکھتے ہیں
 اگر خطا دیکھتے ہیں تو انکی عقل کا ضعف ہو ایسے کہ عقل کل مغر ہو اور عقل جزو پست حضرت کہ عقل کل ہیں اور
 یہ اہل تاویل عقل جزو ان سے اُنسے کیا مناسب بس تاویلین بھی انکی خطا تو آپ کو تاویل کر لینے ان تاویلین سے
 آپ کو پھر اخبار میں کیا تاویل کرتا ہو تو اپنے دماغ کی خبرے جس میں بُرائی بھری ہو گلزار کو کیوں بُرا کتا ہو پھر مخاطبہ
 اس مبارک کا ہو کہ اے علی تم ہمہ تن عقل اور جملہ دیدہ ہوا ایک شتمہ تو اس سے بیان کرو جو کچھ تم نے دیکھا ہو اور مجھ سے
 ہاتھ کھینچا ہو تمھارے علم کی تیغ نے میری جان کو چاک کیا اور تمھارے آب علم نے میری ناک کو پاک کر دیا تم کو مجھ کو تاویل
 میں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ اسرار خاص ذات الہی کے ہیں کس واسطے کہ بے شمشیر قتل کرنا اسی کا کام ہو کہ وہ صلح
 بے آلت اور بے جارح ہو اور اسے بیدست و پا اور ایسی خوشبوؤں کے تحفے بخشنے والا وہی ہو لاکھوں ایسے تحفے
 روح کو چکھاتا ہو حالانکہ دل عاشق مجروح کو اس سے خبر نہیں ہوتی ہر چند کہ روح و دل میں جیسا کچھ اتحاد و یوگی
 ہو سب کو معلوم اور لاکھوں روہین ہوش کو بخشتا ہو درحالیکہ چشم و گوش اس سے واقف نہیں ہوتے تم تاویل
 تو کہ تم ایک باز خوش شکار عرش کے ہو اسوقت تم نے خدا تعالیٰ سے کیا دیکھا تمھاری آنکھوں نے ادراک
 غیب کا سیکھا ہو اور جو حاضرین ہیں ان سب کی آنکھیں ان سے بند کر دی ہیں چنانچہ حاضرین میں تین قسم کے
 آدمی ہیں ایک تو وہ ہیں جو ایک ہی ماہ دیکھتے ہیں یعنی خدا تعالیٰ کی الوہیت و وحدانیت کے قائل ہیں جو
 ظاہر و برہنہ ہو کہ وہ اہل اسلام ہیں اور موجد ایک وہ ہیں جو جان کو تاریک دیکھتے ہیں کہ کسی کی روشنی اسمین نہیں
 خود بخود ہو گیا ہو اور ایسا ہی رہیگا جیسے دہریہ اور ایک وہ کہ تین ماہ اکٹھے دیکھتے ہیں کہ وہ نصاریٰ و غیور ہیں کہ فائل
 تخلیث یعنی تین خدا کے ہیں ایک خدا ایک حضرت عیسیٰ ایک روح القدس جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے
 ان البدن ثلاث ثلاثہ اور یہ تینوں آدمی ایک ہی جگہ بیٹھتے ہیں جو مجلس دنیا ہو آنکھیں بھی تینوں کی کھلی اور کان
 بھی تیرہن اور تجھ سے آمیزش بھی رکھتے ہیں اور بھاگتے بھی ہیں کتا ہو یہ عجب سحر غیب کا اور لطف پوشیدہ ہو
 کہ مجھ کو تو یہ نقش گرگ معلوم ہوتا ہو مجھ کو نقش یوسفی نظر آتا ہو اور غیب یہ کہ اٹھا رہا عالم ہو کسی کی نظر میں کوئی بدو
 زبون نہیں اور سب مختلف الخلق اور یہ تین ایسے ہیں کہ باہدگر ایک دوسرے کو خوار و بظن جانتے ہیں
 اب تم اسکا راز اے علی مرتضیٰ کھولو اور اے تم ایسے ہو جیسے کسی حکم بد کے بعد حکم نیک صادر ہوتا ہو کہ نہایت تحسن و
 تدبیر ہوتا ہو ایسا بھی ہو کہ اسکو بعد ارادہ قتل کے آپ نے چھوڑ بھی دیا ہو الخلاف داد و عطا کو شرح میں داد داد

اور وان یکے سہ ماہ کو دان یکے تازیک کہ مصرع نہیں ہوتا گوش ہر شہ تیز کو ہر چشم ہر سہ اور از تو کو از من بچیک نہیں لکھا ہر قولہ یا تو دگو انچہ عقلت یافتہ ست یا بگویم انچہ بر من تافتہ است یا از تو بر من تافت چون داری نہان یا میفشانی نور چون سہ ہر زمان یا ایک اگر در گفت آید قرص ماہ یا شہروان راز و ترا کرد براہ یا از غلط امن شوند و از دہول یا بانگ سہ غالب شود بر بانگ غول یا ماہ بے گفتن چو باشد رہنما یا چون بگوید شد صنیا اندر ضیا یا چون تو بانی آن مدینہ علم را یا چون شعاع آفتاب علم را یا باز باش ای باب بر جویاے باب یا تا رسد از تو تشر اندر باب یا باز باش ای باب رحمت تا ابد یا بارگاہ مالہ کفوا احد یا ہر ہوا و ذرہ خود منظری ست یا کہ بداند کدول کا بخادریست یا تانہ بکشاید درے را دید بان یا در درون ہر گز نہ جنبید این گمان یا چون کشاید آن درے حیران شود ہر مرغ امید طبع پران شود یا غافلے ناگہ بویران گنج یافت یا سوی ہر ویرانہ زان پس مشتافت یا تاز درویشی نیابی تو گم ہکے گم رہابی ز درویش دیگر ہا سالہا گرن دو دیالے خویش یا گذر ز اشکاتہ منہماے خویش یا تا بہ بینی نایدت از غیب بود یا غیر بینی پنج مے بینی بگو یا معنی دہول بضمتین غفلت و فراموشی قشور بضمتین پوستہالباب بضم خالص و منفر و دید بان پاسبان تھر اسی مبارز کا قول ہر حضرت علی سے یا تو تم بیان کر دو چکر تھاری غفل کو دریافت ہوا ہی یا میں کمون جو چکر چکر چکر ہر تھاری ہی چکر تو چکر پر پڑی ہر پھر تم کیسے مجھ سے چھپاتے ہو تم تو چکر براہ کی طرح ہر دم تو رہو رہے ہو لیکن اگر ماہ جو آپ کی ذات ہر گفتگو کرے تو رات کے چلنے والے بہت جلدی راہ پا جائیں غلطی سے بھی بچت ہو جائیں اور فراموشی سے بھی اسلئے کہ ماہ کی آواز آواز غول پر غالب ہر غول کتنا ہی چلائے اور اپنی طرف بلائے ماہ تو بے گفت و کلام ہی کے رہتا ہوتا ہر اور جب وہ کلام کرے تو سوا ضیاء و ضیا ہونے کے اور کیا ہو گا جب تم اس مدینہ علم کے جو آنحضرت ہیں باب ہوا اور آفتاب علم کے شعاع تو جو جو یا و طالب اس باب کے ہیں ان پر اس باب کا کھلا رہنا ہی اچھا کہ ہمیشہ کھلا رہے تو جو چکر کل کل ہیں لباب اور منفر معانی کو پہونچنے زمین پھر کتنا کہ ای باب رحمت تو اب تک کھلا رہے کہ تو اسکی بارگاہ کا باب ہر جسکی صفت ہر مالہ کفوا احد یعنی کوئی اس کا ہم نسب و ہمتا نہیں ہر ہر ہوا اور ہر ایک ذرہ ایک منظر جو جس سے اسکا نہ دیکھ سکتا ہر لیکن کو ردل کب جان سکتا ہر کہ یہاں کوئی دروازہ ہر بان اگر دید بان اس دروازہ کا اسکو کھول دے تو گمان اس کے اندر جا سکے اور جب تک نہ کھولے تب تک ممکن نہیں جو جا سکے غرض وہ دروازہ گمان سے باہر ہو اور جب یہ دروازہ کھلی تا ہر پھر گمان حیران ہو جاتا ہر اور وہ حیرت جو معرفت ہو پیش آتی ہر اور مرغ اسکی امید و طمع کے ہٹ کر اپنی راہ لیتے ہیں پھر نہ طمع ہی نہ امید ہی ایک غافل نے اتفاقاً ایک ویرانہ میں کچھ خزانہ پالیا یا وہ اس امید پر ہر ویرانہ میں دوڑنے لگا گوہر ویرانہ میں خزانہ نہیں ہر مگر گمان وہ طمع اڑائے پھر تاتھا انیسے ہی جب ایک فقیر سے تو گمراہ حاصل کرے گا تو اور فقہروں سے کب حاصل کرے گا پھر اپنے گمان کو کیوں بھٹکتا تا ہر بیرون اگر گمان اپنے پاؤں دوڑتا پھرے گا

یہ ہرگز نہیں ٹھیک لگا اور اپنی ننگات مبینان نہیں چھوڑے گا اور تو جیتک اسکی ننگات مبینوں کو دیکھیا غیب کی بوہر گز نہ پائے گا تو ہی بتا غیر مبینی میں کچھ بھی تو دیکھتا ہو الخلاف شرح میں ہر زمان کو ہر زبان شہر وان کو تعبیر وان بابی کو یابی تا بہ مبینی کو تا نہ مبینی لکھا ہے

پوچھنا اُس کافر کا امیر المؤمنین علیؑ سے کہ جب تم نے مجھے ظفر پانی پھر مشیر ہاتھ سے کیوں ڈال دی قولہ پس بگفت آن نو مسلمان ولی ہذا از سرستی ولذت باولی ہا کہ بفرمایا امیر المؤمنین ہا تا بجنید جان بن تمون جنین ہا ہفت اختر مر جنین را مدے ہا میکند از جان نبوت خدمتے ہا چونکہ وقت آمد کہ جان گیر جنین ہا آفتابش از زمان گردو معین ہا چون جنین را نوبت تدبیر او ہا از ستارہ سوے خورشید آید او ہا این جنین در جنبش آید از آفتاب ہا کا فتابش جان ہی بخشہ اشتاب ہا از گرداچم بجز نقشے نیافت ہا این جنین تا آفتابش بر نافت ہا از کدے رہ تعلق یافت او ہا در رحم یا آفتاب خود ہو ہا آن رہ نہان کہ دور از حسن ماست ہا آفتاب چرخ را بس راہماست آن رہے کہ زربیا بد قوت ازو ہا وان رہے کہ سنگ شد یا قوت ازو ہا آن رہے کہ سرخ ساز و لعل را ہا وان رہے کہ برق بخش لعل را ہا آن رہے کہ پختہ ساز و میوہ را ہا وان رہے کہ دل دہر کا لیوہ را ہا باز گویا باز پر افروختہ ہا بامشہ و با ساعدش آموختہ ہا باز گویا باز علقا گیر شاہ ہا ابر سپاہ اشکن بخود نے با سپاہ ہا امت وعدے کیے و صد ہزار ہا باز گویا بندہ باز نہ را شکار ہا در محل قہر این رحمت نصیبت ہا از دہار دوست دادن کا کیفیت ہا المعنی جنین یعنی بچہ و شکم کا لیوہ سرگشتہ دیوانہ پھر کما اُس نو مسلمان ولی نے از راہ مستی ولذت کے ولی سے جو علی مرتضیٰ ہا کہ امیر المؤمنین یہ تو فرماؤ تو میرے تن میں مثل جنین کے جان جنبش کرے یعنی مجھ میں جان بڑھ جائے کہ سب سے سارے جنین کی باری باری سے خدمت کرتے ہیں بجان و دل ایک مدت تک جب وہ وقت آتا ہو کہ جنین جان حاصل کرے اُسوقت آفتاب اُسکا مددگار ہوتا ہے یعنی جنین کو بعد سب ستاروں کے نوبت تدبیر کی آفتاب سے بڑنی ہو تو یہ جنین آفتاب سے جنبش میں آتا ہو اور فوراً یہ اُسکو جان بخشتا ہو اور ستاروں سے سو پہے نقش کے کچھ نہیں پاتا جب آفتاب اسپر چکنا ہو تو جان پاتا ہو اور یہ قول حکامی خلاصہ کا ہو مولانا رحمہ ناقل قول اُس سپاہی کے ہیں پھر کتا ہو جنین رحم میں آفتاب فلک چارم پر اب وہ کونسی راہ ہو کہ جس راہ سے آفتاب جیسے خود ہو کا تعلق رحم میں جنین سے ہو گیا ایسے ہی آفتاب فلک کی مہبت راہ میں ہیں کہ ہمارے حص سے مہبت و در اور چھپی ہوئی ہیں ایک تو یہ راہ جس سے زرقوت پا کے زربتا ہو اور ایک یہ راہ جس سے پتھر یا قوت ہو جاتا ہو ایک وہ راہ جس سے لعل سرخ ہو جاتا ہو اور ایک وہ راہ جس سے لعل کو چمک و ملک بخشا ہو ایک وہ راہ جس سے میوے کو پکاتا ہو ایک وہ راہ جس سے دیوانہ کو ہوشیار کرتا ہو جس اوی باز پر افروختہ اوی پر صاف کیے ہوے بادشاہ اور اُسکے پہونچے کے سکھائے اور تعلیم کیے ہوے تم اسکو بیان کرو پھر

کہتا ہوتاؤ تم ایک باز عفا گیر ہو یعنی جو باتیں عنقا ہین جنگو کوئی نہیں جانتا وہ تمکو حاصل ہین اور تم بذات خود بے سپاہ کے سپاہ شکن ہو اور تم ساری امت میں ایک سے لاکھ تک واحد و یکتا ہو اور میں بندہ بھٹا را شکرا تم مجکو یہ بتاؤ کہ محل قہر میں تم نے مجھ پر رحمت کیوں کی کیا سبب بھلا یہ کس کا کام ہو کہ اژدہا کو فرصت اور قابو دے باز کو ای باز پر اہل سے باقی سبب شمر معلق شمر آخر کے ہین اور شمر آخر حاصل سب کا الخلاف تشریح میں تا بجنبہ کی جگہ بجنبہ اور حنین کو حنین اور حسن ماست کو حسن مست کی صورت لعل کے بجائے نعل لکھا ہے

جواب دینا امیر المومنین کا سبب تلوار پھینک دینے اور باز رہنے کا قتل سے

قولہ گفت من تیغ از پے حق میزنم ہذا بندہ حقم نہ مامور تم ہذا شمر حقم نیستم شیر ہوا ہذا فعل من بردین من باشد گوا ہذا من چونیم دان زندہ آفتاب ہذا ماریت اذ میت در جواب ہذا رخت خود را من زره برداشتم ہذا غیر حق را من عدم انکاشتم ہذا من چونیم برگہ ہاے وصال ہذا زندہ گردانم نکشتہ در قتال ہذا سایہ ام من کے جدا یم ز آفتاب ہذا حاجم من نیستم اور احباب ہذا خون پوشد گوہر تیغ مرا ہذا باد از جا کے برد میخ مرا ہذا کہ نیم گوہر نصیر و علم و داد ہذا کوہ را کے دریا ید تند باد ہذا آنکہ از بادے رود از جا خسیست ہذا زانکہ یاد ناموافق خود پسیت ہذا بد خشم و باد شہوت باد از پے بردا دل کو بنود اہل نیاز ہذا بد کبر و باد عجب و باد غلم ہذا بردا و را کوہ بنود اہل علم ہذا کوہم و ہستی من بنیاد دوست ہذا در شوم چون گاہ بادم بادا دوست ہذا جز ببادا و بجنبہ میل من ہذا نیست جز عشق احد سرخیل من ہذا خشم بر شاہان شہ و مارا غلام ہذا خشم را من بستہ ام زیر لگام ہذا تیغ علم گردن خشم زد دست ہذا خشم حق بر من جو رحمت آمد دست ہذا غرق نورم گرچہ خشم شد خواب ہذا روضہ گشتم گرچہ ہستم بو تراب ہذا چون در آمد عظمی اندر غرا ہذا تیغ را دیدم نہان کردن سزا ہذا تا احب اللہ آید نام من ہذا تاکہ الغضن لہ آید کام من ہذا تاکہ اعطی لہ آید چو دمن ہذا تاکہ اسک لہ آید بود من ہذا بخل من لہ عطا لہ دوس ہذا جملہ لہ نام نیم من آن کس ہذا المعنی ظلم بالکسر یا رود دست خراب بکسر کار زار جناب امیر المومنین نے اسکو یہ جواب دیا کہ میں تیغ زنی راہ خدا میں کرتا ہوں اور بندہ خدا کا ہوں نہ مطیع و مامور تن کا یعنی نفس کا تین شیر حق کا ہوں نہ شیر حرص و ہوا کا میرے فعل میرے دین پر گواہ ہین تین تیغ زن نہیں بلکہ مثل تیغ کے ہوں اور جو اس تیغ کا لگانے والا ہوا وہ آفتاب ہوا مثل آفتاب کے ظاہر و باہر اور وہ آفتاب جس نے ماریت اذ میت و لکن الدرمی فرمایا ہر نہیں پھینکا تو نے جس وقت کہ پھینکا تو نے لیکن اللہ نے پھینکا کہ یہ آیت جنگ بدر میں نازل ہوئی تھی میں نے اپنا اسباب راہ دنیا سے اٹھالیا اور نصیر حق کو معدوم کیا معنی خود عدم ہی جان لبائین مثل تیغ کے گوہر وصال سے بھرا ہوں یعنی مجھ میں جو ہر وصال محبوب حقیقی کے ہین اور ظاہر جسکو وصال محبوب حقیقی کا حاصل ہو گا وہ زندہ نہو گا نکشتہ در قتال میں سایہ ہوں کھپرا آفتاب سے جدا کب ہوں میں عاجب ہوں نہ اس کا حجاب عاجب اس وجہ سے کہ اس کا عاجب حجاب کے پاس بیٹھا رہتا ہے

اور لوگوں کو مالک سے ملانا ہر خون میرے جو ہر تھ کو نہیں چھپا سکتا میرے بادل کو ہوا نہیں اڑا سکتی فیض میں تیغ زنی نفسانیت کی نہیں کرتا میں کاہ نہیں ہوں بلکہ صبر و حلم و داد کا کوہ ہوں کوہ کو کسی ہی آدمی ہو اڑا نہیں سکتی یعنی کتنے ہی حوادث ہوں میرے استقلال کو نہیں ڈکا سکتے اور جو کہ ذرہ ہوا میں تنکے کے مانند تلچاے و جس ہو اور نا چیز اس سبب سے کہ دنیا میں ہوا میں ناموافق بہت ہیں جن میں صبر و ثبات لوگوں کا نہیں رہتا اور وہ ہوا میں ناموافق مثلاً باد ختم اور باد شہوت اور باد حرص انھوں نے ایسے شخص کو اپنے بس میں کیا ہو جو اہل دنیا نہیں ہو اور جو خدا کے سامنے عاجز و زاری کرتا رہتا ہو اور آپ کو عاجز سمجھتا ہے اُس کا یہ کچھ نہیں کہہ سکتیں ایسے ہی باد کبر اور باد عجب اور باد غم کہ میرے یا ر و مددگار بہت ہیں اُس کو اپنا مطیع بناتے ہیں جو علم والا نہیں ہو جاہل ہو کہ یہ سب اقتضاے جبل سے پیدا ہوتے ہیں جن میں ایک کوہ ہوں اور میری ہستی کی بنیاد اُس سے ہو اور اگر مثل کاہ کے ہو جاؤں تب بھی میرے لیے ہوا اسی کی ہو اور وہ چاہے جیسا لوٹ پوٹ ملجو کرے تو اسکی ہوا کے میری رغبت کسی طرف جنبش ہی نہیں کرے گی بس عشق احد کا یہی میرا سرخیل ہو جب جھکوں گا دھر ہی جھکو لگا جیسے ہر کوئی اپنے سرخیل کی طرف جھکتا ہو غصہ ایسی چیز ہو کہ سب پادشاہوں کا بادشاہ بنا ہو سب اسکے مطیع و فرمانبردار غلاموں کی طرح اپنا اُن سے کام لیتا ہو مگر میرا غلام ہو اور میرے زیر لگام چاہے روک لون چاہے چھوڑ دوں جیسا محل و موقع سمجھوں میرے علم کی تیغ نے میرے غصہ کی گردن مار دی ہو اس سبب سے ختم خدا کا فچھر مثل رحمت کے ہو لینے خدا کے خشم سے محفوظ ہو گیا ہوں اگرچہ بظاہر ہر سفت میری خراب آب و گل ہی سے ہو لیکن ہوں نور میں ڈوبا ہوا اور ایک روضہ و صفا و صحت سے ہوں اگرچہ نام میرا ابو تراب ہو یعنی باپ مٹی کا عرب جس شخص میں جس چیز کا کمال اتحاد و اختلاط پاتے ہیں اُس کو آب یا ابن یا آخ کے ساتھ منسوب کرتے ہیں کس واسطے کہ ان کا سا اتحاد کسی میں نہیں ہو اب جو میں نے دیکھا کہ میری غزا میں ایک علت داخل ہوئی اس واسطے تلوار کا چھپا لینا ہی لائق فائق سمجھاتا اب لد میں میرا نام داخل ہو اور انقض لد میرا مقصد ہوا اور اعطی لد میرا جو ہوا اور انسک لد میری ہستی و بود و تہ و دون مشعر مقتبس اس حدیث شریف سے ہیں من احب لد و انقض لد و اعطی لد و انسک لد فقد استكمل ایمانہ جس کسی نے محبت کی کسی سے واسطے الد کے اور انقض کیا کسی سے واسطے الد کے اور دیا کسی کو واسطے الد کے اور انسک کیا واسطے الد کے بیشک کامل کیا اپنے ایمان کو بس نخل میرا لد اور عطا لد ہو بلکہ میں خود ہمہ تن لد ہوں سوا خدا کے کسی کی ملک نہیں الخلاف بحر العلوم میں نکشتہ کو نگشتہ اور کے جدایم کو لد فدایم اور بیست کو نیست کو ہم کو گویم قولہ و انچہ لد میکنم تقلید نیست ہست تخیل و گمان جہز پذیر نیست ہذا اجتہاد و از تحریر مستقام ہذا متین بردامن حق بستہ ام ہاگر بھی پر ہم بھی بنیم مطار ہ در ہمے گردم ہی بیم مدار ہ در کشم باری بدائم تا کجاست ہ ماہم و خوشہ پیشم پیشواست ہ پیش ازین با خلق گفتن روے نیست ہ بحسب را گنجائے اندر جوی نیست ہ

عقول کا دیکھتا ہوں ویسے ہی دبے دبے بطور مثال کے کہ رہا ہوں کس واسطے کہ کہنے میں کوئی کھیب نہیں
رسول کا یہ کام ہے کہ بجنسہ پیغام پہنچاتا ہے اور خود فرض سے آزاد ہوں تو ایسی بے غرض حرکی بات سن
کہ گواہیان بندوں کی جو بھر قیمت نہیں کھیتیں اور بندے وہی بندے شہوت کے اور جو تو انکی سنتا ہے میری نہیں
سنتا ہے تو بتاؤ اس نے آپ کو کونزین میں گرایا ہے کہ میں نے اور ایسا اگر کنوان جسکی گہرائی کے موافق مجھ کو ہی نہیں ملتی جب
گناہ اُسکا ہے تو اسی جانمن کیا کروں اور کیسے اُسکو قہر چاہے سے نکالوں بہتر یہ ہے کہ بس کروں اگر اس میں سخن بڑھ جائے گا
تو جگر کیا چیز ہے خار بجی خون ہو جائے گا اور ان کے جگر جو خون نہیں ہوئے یہ نہیں ہے کہ سختی سے نہوے
ہوں بلکہ غفلت اور مشغولی اور بد بختی ہے یہ جگر اسوقت خون ہوں گے کہ خون ہونا کچھ مفید نہوگا اور اسوقت خون
ہوں گے کہ خون مردود نہوگا جب گو اہی بندوں کی مقبول نہیں ہے مردود و مشرعی ہے ایسے ہی بندے شہوت کے
مردود و مشرعی اگر انکے ساتھ اسکا عدل ہو تو کیا عجب کیا یہ غول نہیں ہیں خود گمراہ اور گمراہ کرنے والے اندھا ٹٹے
نے قرآن مجید میں حضرت کی نسبت فرمایا ہے انا ارسلناک شاہداً و مبشراً و نذیراً بیشک ہم نے تجھ کو بھیجا در حالیکہ
تو اپنی امت پر گواہ ہے اور بشارت دہندہ مومنوں کا اور ڈرانے والا بدکاروں کا ہے اور یہ آیت ترس و بیم میں نازل
ہوئی ہے پس یہ وہ گواہ ہیں کہ حرکت کا معنی جتنکے ہونے سے حرا بن کر ہوئے اگر پشیمانی حرا کی گواہی کو غور کر تیں میں
جب حرا ہوں تو خشم مجھ کو اپنا بندہ کیسے کر سکتا ہے اور وہ ان بھی یعنی خدا تعالیٰ کے سامنے سوائے حرا کے کوئی
صفات میری نہیں ہوا خلاف مسیر دین دال رہی ہے اگر میری سخت یا لم کو باہم خون شود کو خوشنوا و حرا کو
خود مرآتو کہ اندر آکا لا کر دت لطف حق ہا زانکہ جمش داشت بر خشمش سبق ہا اندر آکا کنون کہ سنی انظر ہا
سنگ بودی کمیا کردت گہ ہا رستہ از کفر و غارتان او ہا چون گلے بشگفتہ در بستان او ہا تو منی و من تو ام
اگر محشم ہا تو علی بودی علی را چون کشم ہا مصیبت کردی ہا از ہر طاعتی ہا آسمان پیودہ در ساعتی ہا بس
خجستہ مصیبت کان مرد کرد ہا کہ زخارے برود و اوراق ورد ہا نے عمر را قصد آذر رسول ہا فی کشیدش
تا بدر گاہ قبول ہا نے بسحر ساحران فرعون شان ہا میکشید گشت دولت عون شان ہا گر نمودے سحر شان و
آن جو دہ کے کشیدی سان بفرعون عنود ہا کے بیدیدی عصا و معجزات ہا مصیبت طاعت شد آن قوم عصات ہا
ناامیدی را خدا کردن ز دوست ہا چون گنہ مانند طاعت آمدست ہا چون مبدل می کند اوسیات ہا عین طاعت
میکند ز غم و شاد ہا زین شود مر جوم شیطان رجیم ہا و ز حصدا و بطرقہ گرد و دہنم ہا او بکو شد تا گناہے آورد ہا
زان گنہ مارا بچاہے آورد ہا چون بہ بیند کان گنہ شد طاعتی ہا گرد و اورا نامبارک ساعتی ہا اندر آکا من
در کشادم مرترا ہا لغت زدی و تحفہ دادم مرترا ہا چون جفا گر را چنین نامیدیم ہا پیش پائے حب چسان سرے نهم ہا
پس وفا گر را چنان بچشم جان ہا گنہا و ملکاسے جادوان ہا جادوانہ بادشاہی بخشش ہا انچہ اندر ہم ناید ہمیشہ ہا

میں چنان مردم کہ بر خوبی خویش ہاوش لطف من بشد در قہر بیش ہا المعنی عون بالفتح مد جہود کوشش کرنا غصات
بغم جمع عاصی سلیات بر ایوان و نشات حج و اشی و در ونگو و غماز و سخن چین اب مخاطبہ حضرت علی شیر خدا کا ہر اس
مبارز سے کہ آہم میں داخل ہو کہ تجکو بھی لطف حق نے آزا کر دیا اس سبب سے کہ مسکی رحمت اس کے غصہ
پر مقدم و سابق ہر کچر فرمایا اب آ کہ توجہ خطرات سے چھوٹ گیا تو دراصل سنگ تھا اب تو اپنی ذات میں کمیاب ہو گیا
ناقصون کو کامل کرنے والا تو کھراور اس کے خارستان سے جو بیابان در بیابان تھے نجات پا گیا اب تو ایک گل ہر اور وہ
خارستان تیرے واسطے بوستان تو گل بسا اسمین کھلا ہو ہر آہر کشتہم جو تو ہر وہ مین ہون اور جو مین ہون وہ تو ہر اپنے
ایک ہو گئے پھر جب تو علی تھا تو مین علی کو کیسے مارون تیرے گناہ ہر طاعت سے بہتر ہو گئے تو آسمان کو ایک
ساعت میں طر کر گیا اور اعلیٰ مقام پر پہنچا کیسے مبارک وہ معصیت ہین جو کوئی کرے اور اس کے خار سے گلاب کے
پھول نمود ہون دیکھو عمر نے نہیں قصد آزار رسول کا کیا تھا کہ قریش سے عہد یتیمان کر کے بارادہ قتل گھر سے
چلے تھے حالانکہ وہ ارادہ بدن کو درگاہ قبول تک کھینچے لیے جاتا تھا آخر قبول درگاہ الہی کے ہوے
فرعون ساحرون کو طرف سحر کے نہیں کھینچتا تھا اور اس کے اس سحر میں دولت مددگار ہو گئی اور وہ سب الہ اور اس کے

رسول پر جو موسیٰ علیہ السلام تھے ایمان لائے جیسا کہ تنزیل مجید میں ہر والقی السحرة ساحدین ف اتوا امنا بر رب
العالین رب موسیٰ و ہارون اور گرے جادو گر سجدہ کرتے ہوے اور کہا ہم ایمان لائے رب العالمین پر اپنے
رب موسیٰ اور ہارون پر اگر انکا وہ سحر فوت اور کوشش منوتی تو انکو کھینچ کے فرعون سرکش کے پاس کون لیجاتا
اور وہ عصا اور مچرات کو کب دیکھتے اسی سحر کی بدولت وہ قوم گنہگار معصیت طاعت ہو گئی اور معصیت طلعت
وہ شخص جسکی معصیت طاعت ہو جائے اللہ تعالیٰ ایسا رحیم ہو کہ اسے ناامیدی کی گردن مار دی ہر دیکھو کیسے گناہ
مانند طاعت کے ہو گئے کجب وہ سیئات کو تبدیل کر دیتا ہر تو زعم و غرور اور دروغ و سخن چینیون کو عین طاعت
کر دیتا ہر اسی سبب سے شیطان مرحوم رحیم کا حسد سے کچھ بچھٹتا ہر اور دو ٹکڑے ہو جاتا ہر کہ وہ تو کوشش
کرتا ہر کہ ہکو گناہ مین ڈالے اور اس گناہ سے چاہ مین گرائے اور جب دیکھتا ہر کہ وہ گناہ طاعت ہو گیا تو اس
زیادہ منوس ترکوئی ساعت نہیں پاتا پھر فرماتے ہین آ داخل ہو کہ مین نے تیرے واسطے دروازہ کھول دیا ہر
تو نے مجھ پر تھو کا مین اس کے بدلے تحفہ عجیب دیتا ہون خیال نو کر جب جفا گردن کو ایسی چیز مین دیتا ہون چنانچہ
تو بھی جفا گر ہی تھا تو حب و محبت داسے کے پاؤن پر کیسا سر رکھتا ہون بس جو دفا گر ہر اس کو کیسے کیسے گنج و
ملک جادو ان بخشون اس بات کو جان لے وہ بادشاہی جو ہمیشہ ہر نہ یہ بادشاہی چند روزہ دنیا اسکو
بخشون اور وہ چیز کہ ہم مین نہ آئے دے دون مین وہ مرد ہون کہ خود اپنی فونی و قاتل پر شہد میرے
لطف کا قہر مین طر گیا ہر الخلاف فرج مین بجائے رستہ نقشہ اور کہ رخا کی جگہ لے زہود کو جہود کہ کشیدی کو

میکشیدی و ثبات کو وساب لکھا ہے

کہنا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا رکابدار حضرت امیر کے کان میں کہ امیر تیرے ہاتھ سے مارے جائینگے

قولہ گفت پیغمبر بگوش چاکرم ہا کو پر دروزے ز گردن این سرم ہا کرد آگہ آن رسول از وحی دوست ہا کہ ہلاکم عاقبت بردست دوست ہا و ہمیکو بدیکش پیشین مرا ہا تا نیاید از من این منکر خطا ہا من ہمیکو ہم چومرگ من زست ہا ہا قضا من چون تو انم حیلہ جست ہا او ہی افتد بہ پیشتم کاے کریم ہا ہر مرکن از برائے حق و ونیم ہا تا نیاید بر من این انجام بد ہا تا نسوزد جان من بر جان خود ہا من ہمیکو ہم برد حبث القلم ہا زان تسلیم بس سرنگون گردو علم ہا ہیج بعضے نیست در جام ز تو ہا زانکہ این را من نمیدانم ز تو ہا آلت حق تو فاعل دست حق ہا چون ز من ہر آلت حق طعن و دق ہا گفت اولیں این سخن از بہر چیست ہا گفت ہم از حق و آن سرخصیست ہا گر کند بر فعل او خود اعتراض ہا ز اعتراض خود برویا ندریاض ہا اعتراض اورا رسد بر فعل خود ہا زانکہ در قہرست و در لطفت است احد ہا اندرین شہر حوادث میرا دست ہا در مالک مالک تدبیرا دست ہا آلت اورا اگر خود بشکند ہا آن شکستہ کشتہ را نیکو کند ہا رمز نسیخ آید او نمہما ہا نات خیر در عقب میدان ہما ہر شریعت را کہ حق منسوخ کرد ہا او گیا برود عوض او در در دہ المعنی دق بفتح اعتراض و مواخذہ کرنا اعتراض پیش آنا ہر کسی کے اور حائل ہونا گیا گیا ہا ورد گل گلاب حضرت علی شیر خدا نے جو اذہ فرمایا ہا کہ میرا نوش لطف اس شخص پر جو میرا خونی ہا قہر سے بڑھا ہوا ہا اسی پر یہ نقل ہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے نوکر کے کان میں کہا کہ تو کسی دن علی کے سر کو مکی گردن سے کاٹے گا اور یہ وحی آنحضرت پر دوست یعنی خدا انفا کی طرف سے نازل ہوئی تھی اس سے اُسکو آگاہ کیا کہ انجام علی کی موت تیرے ہاتھ پر ہا وہ نوکر مجھ سے کہتا ہا کہ تم پہلے ہی مجھکو مار ڈالو تو ایسی بُری خطا مجھ سے نہونے پائے میں کہتا ہوں کہ جب موت میری تیرے ہاتھ پر ہو تو میں موت کے لیے چلے اور بچاؤ کیسے ڈھونڈ سکتا ہوں وہ میرے سامنے کہتا ہا کہ اے کریم خدا کے واسطے تم مجھکو ڈھکڑے کر ڈالو تو یہ انجام بد میرے ذمہ نہ آنے پائے اور میری جان اپنی جان پر نہ چلے کہ کیوں ایسی جان مجھکو ملی اور میں کیوں پیدا ہوا میں اس سے کہتا ہوں یہ نہیں جانتا جفت القلم ہا ہو کان خشک ہوے قلم ساتھ اُس چیز کے کہ وہ ہونے والی ہا یعنی جملہ امور شدنی لکھ کر خشک ہو گئے اب میں کچھ گھٹ بڑھ نہیں سکتا لہذا اُس قلم سے بہت سے جھنڈے سرنگون ہو گئے اور سلطنتیں خراب ہو گئیں مجھکو تیری طرف سے کوئی بخشش نہیں ہا اس واسطے کہ اس بات کو میں تجھ سے نہیں جانتا ہوں تو ایک ہتھیار خدا کا ہا اور فاعل اسکا خدا کا ہا کہ پھر خدا کے ہتھیار پر میں کیسے طعن و اعتراض کروں تجھرا سننے لینے مبارز نے کہا کہ یہ بات کس واسطے ہا کہا خدا ہی سے ہا اور وہ ایک بھید پوشیدہ ہا

کس کا مقدور ہو جو اسکے فعل پر اعتراض کرے اگر وہ اپنے فعل پر آپ اعتراض کرے یعنی کوئی چیز بیچ میں ڈال دے تو اس اعتراض سے گل کس کا بن کے بلع کھلا دے اعتراض ایک کو اپنے فعل پر سزاوار و لائق ہو اس سبب سے کہ تہر لطف دونوں میں بیکتا و یکگانہ ہو اس شہر حوادث دنیا میں بادشاہ وہی تو ہو اور تمام ملکوں میں مالک تدبیر کا وہی ہو اگر اپنے کو اگر آپ توڑے تو اس شکستہ کشتہ کو نہایت خوب و نیک کر دے چنانچہ تفسیر اسکی یہ ہے کہ اے سرور تو مریض آیت کو جانے رہ جیسا کہ فرمایا تنسخ من آیه او منسہانا تا بخیر منہا نہیں نسخ کیا ہم نے کسی آیت کو یا بھلا یا اسکو مگر لائے ہم بہتر اس سے افترض نسخ و نسیان کے ساتھ ناسخ و بخر لگا ہوا ہے پس یہی بات ہے جس شریعت کو کہ اُس نے منسخ کیا تو گویا گھاس دور کی اور گل گلاب اُس سے جمایا الخلاف تشریح میں ابن راکی جگہ ابن اور وق کو فرق اول لطف ست کو لطف باعنائت لکھا ہے قولہ شب کند منسوخ نور و زراہ بن جمادی دان خرد افروز راہ باز شب منسوخ شد از نور روز بہ تا جمادی سوخت زان آتش فروزہ گر چہ ظلمت آمد آن نوم و سبات ہانے درون ظلمت است احیات نے در ان ظلمت خرد ہا تازہ شد ہا سکتہ سرمایہ آوازہ شد ہا کہ زخمد ہا عند ہا آید پدید ہا در سویدار و خنائی آفرید ہا جنگ پیہر مدار صلح شد ہا صلح ابن آخر زمان زان جنگ بد ہا صد ہزاران سر برید آن دستان ہا تا امان یا بد سراہل جہان ہا باغبان زان میسر و شاخ خضر ہا تا بیاید نخل قامتہا و بر ہا میکند از باغ آن دانا حبش ہا تا نماید باغ میوہ خرمیش ہا میکند دندان بد را آن طبیب ہا تا رہد از درد بیماری صیب ہا پس زیادتہا درون نقصانہما است ہا مرشیدان راحیات اندر فناست ہا چون بریدہ گشت حلق رزق خوار ہا یزقون فرصین شد خوشگوار ہا حلق حیوان چون بریدہ شد بعدل ہا حلق انسان رست و افزائید فضل ہا حلق انسان چون بیرہن بہ بین ہا تا چہ زاید کن قیاس آن باین ہا حلق ثالث زائد و تیار او ہا مشرب حق باشند و انوار او ہا حلق بریدہ خور و مشرب نے ہا حلق از لارستہ مرده و ربے ہا پس کن ای دون ہمت کو تہ بیان ہا تاکید باشند حیات جان بنان ہا زان نداری میوہ مانند بید ہا کا برو بروی پے نان سپید ہا گردار دصبر زین نان جان جس ہا کیمیا را گیر و زر گردان تو مس ہا جامہ شونی کردو خوی اے فلان ہا و مگردان از مقام گا و زان ہا گر چہ نان لبشکستہ مرورہ ترا ہا در شکستہ بند چہ بر ترا ہا چون شکستہ بند آمد دست او ہا پس رفو باشد یقین اشکست او ہا گر تو آنرا بشکنی گوید بیا ہا تو درشت کن نداری دست و پا ہا پس شکستن حق او باشد کہ او ہا مر شکستہ گشتہ را داند و فوہ آنکہ داند و دخت او داند و درید ہا ہر چہ او بفروخت نیکو تر خرید ہا خانہ را کند و چو حبت ساخت او ہا پست کرد و بر فلک افراخت او ہا المعنی چارے بضم اول و فتح دال و الف بصورت یا فسرودہ و نج بستہ سبات بضم اول زمانہ و خواب و راحت فرماتے ہیں کہ شب دن کے نور کو منسوخ کرتی ہے اور خرد افروز جو جملہ حیوانات میں ذی العقول ہے یعنی انسان اسکو جمادی بنا دیتی ہے بحسب و حرکت اور بقیل و ہوش پھر رات نورون سے منسوخ ہوئی تو وہ جمادی آتش افروز سے جو خورشید ہے

جگلیا اور پھر خود فروز ہو گیا اگرچہ ظلمت یہ نوم و سبات سے ہر لینے خواب و راحت کے لیے لیکن ظلمت میں تو نہیں جانتا کیا آب حیات نہیں ہو کیا اس ظلمت میں عقول مردم تازہ نہیں ہو جاتیں اور یہ سکتے جو ایک وقت مقرر تک رہتا ہر سرمایہ شہرت نہیں ہو جاتا حکما کے نزدیک ثابت ہو کہ اگر رات کو نہ سوئے تو دلیوانہ ہو جائے رات کے خواب و آسائش سے عقل اسکی تازہ و نو ہو جاتی ہر بس سکتے مراد خواب سے ہر صہین سکتے وائے کی طرح ایک زمان میں تک نہیں و حرکت رہتا ہر پھر افاقہ ہو جاتا ہر مثل سکتے کے کسوا سطلے کے عند سے ضد ظاہر ہوتی ہر خدا تعالیٰ نے سیاہی میں روشنی پیدا کی ہر جیسے رات سے دن اب کہتے ہیں جنگ و صلح باہم متضاد ہیں حالانکہ جنگ پیغمبر کی مدارج کی تھی کسوا سطلے کہ آخر ہمنے جو صلح کی تو اُنکے جنگ ہی کے سبب سے کی برسوں اُن داستان یعنی حضرت نے ہر کاٹے اور لڑائیاں کیں اسی واسطے کہ اہل جہان کے سران میں ہو جائیں آئندہ کو ختم و فساد نہ رہے دیکھو باغبان ہری شاہین بھی درخت کی کاٹ ڈالتے ہیں تا درخت بڑا قامت والا اور پھل دار ہوے و آتا آدمی باغ سے لگاس اس واسطے اُکھیر ڈالتے ہیں تو باغ میوہ خرمی کا اُسکو دکھائے کس واسطے کہ باغ کی صفائی سے طبیعت خرم و تازہ ہوتی ہر اور طبیب و کھتے و انت کو نگوا دیتا ہر تا دوست اُسکا درد بیماری سے نجات پا جائے بہت فضیلتیں اور زیادتیان ایسی ہیں کہ نقصانوں سے حاصل ہوتی ہیں غور کرو شہیدوں کو کہ حیات دوام فنا سے پاتے ہیں اس تھوڑے سے نقصان میں ایسے بڑے نفع کو پہونچتے ہیں جب انکا خلق رزق خوار کاٹا جاتا ہر برزقون فرحین سے خوشگوار ہوتے ہیں جیسا کہ شہیدوں کے باب میں فرمایا ہر برزقون فرحین بما اتم الله من فضله یعنی رزق پاتے ہیں در انخالیکہ خوش ہیں اس چیز سے جو اللہ نے انکو اپنے فضل سے دی ہر ظاہر ہر کہ خلق حیوان کا بمقتضائے عدل کا ٹاگیا کہ انسان میں لطف ہر ایمن نہیں ہر اسلئے خلق کاٹنا اُسکا مباح ہوا اور خلق انسان کا جگلیا بلکہ اور فضیلت انسان کو حیوان پر ہوئی اب جب خلق انسان کا کاٹا جائے تو خبردار ہو اور غور کرو کہ اس سے کیا کیا باتیں نہ پیدا ہو گئی اب فطرت میں دو خلق یعنی انسان و حیوان کے تو ہو گئے رہا تیسرا خلق عاشق کا اس سے بھی نتائج پیدا ہوتے ہیں کہ وہ شہرت حق اور اُسکے انکار یہ اُسکے غمخوار ہوتے ہیں چنانچہ شعر بعد میں تفسیر ہر کہ خلق بریدہ تو شہرت کھاتا ہر اور جو حسیق از لارستہ ہر لینے نفی ہستی سے نکلا ہوا وہ بلی میں مردہ ہر اے اثبات میں مشا ہوا اب اپنی طرف مخاطب ہوا کے قور کا ہیں کہ اے بہت ہمت کوتاہ بیان اپنی خیر نہیں اور روز کا ذکر فکر بس کہ تیری جان کی حیات روٹی سے کجک ہو گی تو اس سبب سے مثل بید کے بے برہر کہ تو نے اپنی ابر و روٹی پسید کے پیچھے کھوئی ہر اگر تیری جان حسی جو روح نفسانی ہر جسکے تعلق جو اس ظاہری دباطنی ہیں روٹی سے صبر نہ کرے کسی کی خاک سے کیا حاصل کر اور اس میں وجود کو سونا بنا کہ قلب ماہیت کے لیے یہی خاک کیا ہر اگر تو اپنی جامہ شونی کرنا چاہتا ہر کہ جامہ عبارت اسی جامہ وجود سے ہر تو دھو بیون کے گھاٹ سے روگردانی مت کر اور دھو بی کا ملین اگر صہتان نے تیرے روزہ کو توٹوٹا

سینک تو اسکو شکستہ بندین لپیٹ اور غالب ہو جا شکستہ بند وہ لکڑیان جو ٹوٹی ہڈی پر لپیٹے ہیں اور چپکستہ بند اسکا ہاتھ ہر تو پھر کیا غم اسکی شکست ہی رفو ہوگی کیونکہ اسکی صفت تو نات بخیر مہنہ اور تو نے اگر اس روزہ کو توڑا ہے تو وہ تجکو بلاتا ہے کہ آ تو ایسے ہاتھ پاؤں نہیں رکھتا جو اس شکست کے درست کن ہوں تیس شکست کرنا اسی کا حق ہے کہ وہ شکستہ گشتہ کار فو بھی جانتا ہے ظاہر ہے جو کوئی سی جانتا ہے وہ بچاڑ بھی جانتا ہے اور جو چکھائے کسی کے ہاتھ بچاڑ اسکی خریداری بھی بہت اچھی طرح کی لیکن اگر کسی مصیبت و بلا میں ڈالا اسکی بخاری بھی اس سے بہت بڑھ کے کی اگر کسی کا گھر کھودا اسکا گھر مثل جنت کے کر دیا اور جو کوئی اس کے سامنے لپٹ ہوا اور عاجز بنا اسکو اسنے آسمان بلند پر پہنچایا اختلاف تشریح بحر العلوم میں خلق کو خلق اکثر لکھا ہے قولہ خانہ ویران کنذیر و زبر ہا پس بیک ساعت کند مہر تر ہا گر ہر دیک سرے را از بدن ہا صد ہزاران سرور آورد و ز من ہا گر نہ فرمودی قصاص اور جہات ہا تا تکفستی نہ انقصاص آدمیات ہا خود کر از ہر ہا بے تا اوز خود ہا بر اسیر حکم حق تیغے زند ہا زانکہ داند ہر کہ چشمش را کشود ہا کان کشند ہا سحر ہا تقدیر بود ہا ہر کرا اکلم بر سر آمد ہا بر سر فرزند خود تیغے زدے ہا تو ترس و طعنہ کم زن پر بدان ہا ہمیش دام حکم عجز خود بدان ہا ہمیش حکم حق بنہ گردن زبان ہا تسخر و طعنہ زن برگردان ہا المعنی جنات بضم گنہگار تسخر بالفتح سحر کی چھتر تائید سابق فرماتے ہیں کہ اگر کوئی گھر وہ لوٹ پوٹ و ویران کرنا ہے تو ساعت بھر میں اس سے زیادہ بہتر آباد کر دیتا ہے اور اگر ایک سر کو کسی کے بدن سے کاٹتا ہے تو دم بھر میں لاکھوں سر ویسے ہی پیدا کر دیتا ہے اگر قصاص کا حکم گنہگار پر جاری نہ کرتا ہرگز نہ کہتا نہ انقصاص حیات یعنی قصاص میں حیات ہے ہو اسطے کہ گشتہ خون سے بری و پاک ہو جاتا ہے اور اگر اسکا حکم قصاص کو نہ تو تا تو کس کی طاقت ہوتی کہ وہ اس شخص پر جو حکم حق میں گرفتار و پھنسا ہوا ہے تلوار مار سکتا یعنی تقدیر کا بے بس کیا ہوا اسلئے کہ جسکی آنکھیں اصل حقیقت کی طرف کھلی ہیں خوب جانتا ہے کہ یہ گشتہ تقدیر کا بیکاری ہے اس مقبول پر جو مارا گیا کیا موقوف اگر یہ حکم اس کے سر پر آتا تو اپنے بیٹ کے سر پر بھی تلوار مارنا تجکو چاہیے کہ خدا سے ڈرے اور بدو پر طعنہ نہ کرے اللہ کے حکم کے جال میں سب کھنپے ہوئے ہیں اور نہایت عاجز لازم ہے کہ حکم خدا کے سامنے جان و دل سے گردن رکھ دے اور مگر اہوں کے طعن و مسخر سے بچ کسکو کھیت کہ

تعب آدم علیہ السلام کا فعل ابلیس سے اور غرور کرنا اور توبہ کرنا

قولہ روزے آدم بر طیسے کو شقیست ہا از حقارت و ذریافت بنگرست ہا خویش بینی کرد و آمد خود گزین ہا خندہ زہر کارا ابلیس لعین ہا بانگ برزد غیرت حق کاے صفی ہا تو نمیدانی ز اسرا خشی ہا پوستین را با زگو نہ گنم ہا کوہ را از پنج واز بن برکنم ہا پروہ صد آدم آندم بہر دم ہا صد ابلیس نو مسلمان آورم ہا گفت آدم توبہ کردم زین نظر ہا این چنین گستاخ نہ نشیم و گر ہا یارب این جرات لا بندہ عفو کن ہا توبہ کردم من بگنیم زین سخن ہا

یا غیاث المستغنیین ابدنا لا افتخار بالعلوم والاعمال لا تنزع قلبا بدیت بالکرم نہ و صرف السوء الذی خط القلم بہ بگذا ران از
جان ماسوء العضا نہ و امیر مار از اخوان الصفا نہ ای خدا ای فضل تو حاجت روا نہ باتو یاد و یکتا پس بود روا تبلیغ تر
از معرفت تو پیچ نیست نہ بے پناہست غیر سچا پیچ نیست نہ رخت مام رخت مار از اہرن نہ جسم مام جان مارا جام کن نہ
دست ما چون پای مار امخورد نہ بے امان تو کسے جان کہ بردہ در برد جان زین خطر ہائے عظیم بہ بردہ باشد
مایہ ادبار و ہم نہ زانکہ چون جان واصل جاناں نمودہ تا ابد با خویش کو رست و کبود المعنی زیافت بکمر اول و فتح و
کھوٹا پن تصنی برگزیدہ باز گو نہ الظار رخت جامہ و لباس و اسب مہدل رخش یہ حکایت مطابق اسی قول کے ہر
وہ چاہے جسکو جیسا کر دے چنانچہ حضرت آدم نے ایک دن ابلیس کو کہ وہ شقی تو ہری حقارت سے دیکھا اور اس کے
کھونٹے پن کی طرف خیال کیا اور انھوں نے خوش بینی کی اور آپ کو گزیدہ جاناں اور ابلیس لعین کے کام پر ہنسے
اسمین غیرت حق نے انکو لٹکار کے کہا کہ ای صفی تو اس بھید خفی کو نہیں جانتا میں اگر اس پوستین کو لوٹ ڈالوں تو
بہاڑوں کو جو بڑے مستقل و محکم ہین طر بنیاد سے اکھڑوں اور تمام آدم کے پردے بھاڑوں کو دیکھ کہ انکے
باطن میں کیا بھرا ہر اور سیکڑوں ابلیس نو مسلمان پیدا کروں آدم نے کہا کہ ائی اس نظر سے جو میں نے اسکی طرف
کی تھی تو بہ کی اب ایسی گستاخی نہیں سوچوں گا آری پروردگار میرے یہ جرات جو مجھ سے ہوئی ہر محانت کر میں نے تو بہ
کی تو مجھکو اسمین ما خود مت کر آری فریاد دینے والے فریاد خواہوں کے تو مجھکو سیدھی راہ چلا مجھکو کوئی فخر نہ علم کا ہر نہ غنا کا
مت جھکا دل کو حق سے کسی طرف تو نے ابتدا میری کرم سے کی ہر اور اس برائی کو ہم سے پھر جو ظلم نے ہم پر
لکھ دی ہر ہماری جان سے قصاے بد کو علحدہ رکھ اور اخوان الصفا سے جو اعمال صالحہ ہین ہم کو جدا مت کر
ای خدا ای فضل تیرا حاجت روا تیرے ہوتے کسی کی یاد و انہیں تیری جدائی کے برابر کوئی چیز نہ تر نہیں اور
تیری پناہ تو پناہ ہر باقی سب پیچ ہی پیچ ہین ہماری رخت جو جائے نشری ہر ہمارے ہی گھوڑے کا راہ مار ہر اور
ہمارا ہی جسم ہماری جان کو لوٹے لیتا ہر اور اس کے کپڑے اتارتا ہر ہمارا ہاتھ ہمارے پاؤں کو کھائے لیتا ہر
بس بے ایمان تیری ہم کیسے جان بچا سکتے ہین مطلب یہ کہ قوت و قدرت تو ہماری سب امور لائسنی میں صرف ہو رہی
ہر پھر پاؤں کو قوت کمان سے ملے جو تیری راہ میں گرم رخاں ہوں اس دنیا میں بڑے بڑے خطرے ہین بالفرض
اگر ان سے جان بچا بھی لگیا اور ان میں نہ پڑا جب بھی تو مایہ ادبار و ہم کا لے گیا اس سبب سے کہ جب جان کو
اسکی وصل انسان سے نہ تھا تو ابد تک وہ اپنے حق میں آپ ہی کور و کبود ہر کس واسطے کہ انسان کی خلقت
محض واسطے معرفت کے ہر جب معرفت سے بہرہ نہیں ہر تو کس کام کی اور کیا فائدہ قولہ جو تونہ ہی راہ جان خود بردہ گئی
جان کہ بے تونہ نہ باشد مردہ گیر نہ گر تو طعنہ میرنی بر بندگان نہ مر تر آں می رسد ای کا مران نہ و تو ماہ و ہر راگوئی
و جاہ و در تو قدس و راگوئی دو تا نہ و در تو چرخ و عرش راگوئی حقیبہ و در تو کان و بحر راگوئی نفسیہ

آن بنسبت با کمال تو رود است ہ ملک و اقبال و غنا ہا متر است ہ کہ تو پاک کی از خطر و نیستی ہ نیستان را موجد و قتی ہ
 آنکہ رو تا بندتا ند سوختن ہ آنکہ بد ریدست و اند و ختن ہ سے بسوزد ہ ہرزان مریخ را ہ باز رو یا ند گل صباغ را ہ گاہ
 بسوزید ہ ہرود آتازہ شو ہ بار دیگر خوب و خوش آوازہ شو ہ چشم نرگس کو رشد بازش بساخت ہ خلق فرید با زاورا
 نواخت ہ ہاچہ مصنوعیم صانع نیستیم ہ ہر زبون و ہر کہ قانع نیستیم ہ ہا ہمہ نفسے نفسے میزنیم ہ ہر نخوانی ما ہمہ آہنیم ہ ہر
 زہر من رہیدستیم ہ ہ کہ خریدی جان مارا از عا ہ تو عصا کش ہر کہ کہ زندگیت ہ بے عصا و بے عصا کش کو چسبیت ہ
 غیر تو ہر چہ خوش است و ناخوش است ہ آدمی سوزست عین آتش است ہ ہر کہ آتش بناہ وشت شد ہ ہم
 مجوسی گشت و ہم زردشت شد ہ کلشی ہا خلا اللہ باطل ہ ان فضل اللہ غیم ہا طل ہ امضی صباغ زنگر نیراہر من دیو
 و شیطان زردشت و زرتشت نام ایک شخص کا کہ واضح مذہب آتش پرستی کا ہر بتائید سابق فرماتے ہیں کہ او پر
 جو کہا کہ وہ جان پچا لیگیا لیکن ہر گاہ تو اسکو اپنی طرف راہ ندے تو وہ پچا لیجا پا کرے جب معرفت تیری اس میں
 نہیں اور بے تیرے ہر تو وہ زندہ نہیں مردہ ہر اگر تو ہم بندوں پر طعنہ بوائی کا کرے تو لائق و بجا ہر تیری ذات
 پاک ہر اور اگر تو ہر وہ ماہ کو تاریک کے جلی ضیا اظہر من الشمس اور ہر وہ کو دو تا حبس راستی امین من الامس اور جو
 تو حیر و عیش کو جگنے مثل کوئی بلندی و قدر والا نہیں حقیر تباے اور کان و بکر کو جگنا فیض جانے کب سے
 کب تنگ جاری ہر فقیر ٹھہرائے تو یہ سب نسبت تیرے کمال کے رو او بجا ہر تمامی ملک و اقبال و ساری
 غنائین تیرے ہی واسطے ہیں کوئی صفت پوری با کمال کسی کو حاصل نہیں تو خطر و نیستی سب سے پاک ہر اور ہم
 سب جو نیست ہیں ہمارا موجد ہر اور ہمارا ماضی جو لوگ مجھ چمکائیں یعنی فروغ و کرد و فرجائیں تو اسکو انھیں کے تاب
 و فروغ میں جلا سکتا ہر اور جو لوگ بچھے ٹپٹے ہیں انکو سی بانٹا ہر اور درست کر سکتا ہر و دیکھو ہر خزان باغ کو جلا دیتی
 ہر وہ بچر گل صباغ کو پیدا کرتا ہر صباغ زنگر زکو کہتے ہیں مگر میان مباحثہ گل رنگین کو کہا کہ ایسا رنگت والا ہر جو اور دن
 کا رنگ بخش ہر اور گل سے کہتا ہر کہ اچھے ہوئے نکل اور تازہ ہو پھر سے خوب و خوش آوازہ ہو چشم نرگس
 کی جو اسی آشوب خزان سے اندھی ہو جاتی ہر کیسی بنا دیتا ہر اور نے کے خلق کو بچاڑتا ہر اور کیسا اسکو
 نوازش کر کے صوبت و نواختا ہر جس ہم سب مصنوع ہیں ہمارا صانع دی ہر ہم صلح نہیں ہیں ہم تو ایک عاجز
 ناچیز قافلہ ہیں جو ہم کو دیتا ہر ہم پاتے ہیں ہم سب نفسی نفسی کرنے والے ہیں ہر طرح اپنے نفس کے فریادی اگر
 تو ہم کو اپنی طرف نہ بلائے تو ہم شیطان سے بدتر ہیں اب جو ہم شیطان سے بچے ہوئے ہیں یہ بھی تیرا صدقہ
 ہر کہ تو نے اندھے پن سے ہماری جان کو بچھڑا لیا ہر سوچو بوجھ اپنی بکشی ہر ہم کو رہیں اور حبس کو کہ ہم سے
 زندگی حاصل ہو اسکا تو عصا کش ہر ورنہ بے عصا اور بے عصا کش کے کو چھڑی کیا ہر لا بد سواے تیرے
 جو کچھ ہر چاہے مرغوب طبع ہر چاہے غیر مرغوب سب آدمی کے کچھ ننگ دینے والے اور عین آتش ہیں جس

یہ ماسوا جسکو آتش کہا، جسکی پناہ و پشت ہوئی وہ مجوسی بھی ہوا اور زردشت بھی ہوا یعنی آتش پرست بھی اور ز
 واضع دین آتش پرستی کا بھی آپ بھی جلا اور دن کو بھی جلا یا معنی شمر عربی کے جو شمر کہ سواۓ اللہ کے ہر سب
 بہودہ ہی اور بیشک فضل اللہ تعالیٰ کا ایک ابر بارندہ ہے جس سے ہر شے جان تازہ پاتی ہے الخلاف شرح میں
 در تو کو ورتو آوازہ کو آوازہ آہر من کو آہر من لکھا ہے

بقیہ قصہ امیر المومنین علیؑ اور آسانی کرنا اپنے نونی رکابدار سے

تو کہہ گفت دشمن را ہی بنیم بچشم ہر روز و شب بروے منارم پہنچ چشم ہر آنکہ مرگم پہنچ جان شیرین شد دست ہر
 مرگ من در بخت چنگ اندر ز دست ہر مرگ بے مرگے بود مارا حلال ہر برگ بے برگ بود مارا نوال ہر برگ بے
 برگے ترا چون برگ شد جان باقی یافتی و مرگ شد ظاہر شمرگ و بیاطن زندگی ہر ظاہر شمر ابرنہان پائیدگی ہر
 از رحم زادن چنین راز رفتست ہر در جہان اور از تو بشگفتست ہر آن کہ مردن پیش جان شمر تہلکہ است ہر امر
 لا تلقوا انکیر داوید دست ہر چون مرا سوے اہل عشق ہر ہواست ہر نہی لا تلقوا باید یکم مراست ہر آنکہ نہی ازدانہ
 شیرین بود ہر تلخ را خود نہی حاجت کے شود ہر دانہ کش تلخ یا شد مغز و پوست ہر تلخی و مکروہ پیش خود نہی ہواست ہر
 دانہ مردن مرا شیرین شد دست ہر بل ہم حیا ہر پے ما آمد دست ہر اقلونی یا ثقاتی لا ائما ہر ان فی قسلی جاتا ہر ائما ہر
 ان فی موتے جاتی لا فقا ہر کم افارق موطنی جتنے ہر فرقے لو لم تکن نے ذرا سکون ہر لم یقل انا الیہ راجعون ہر
 راجع آن باشد کہ باز آید بشر ہر سوے وحدت آید از تفریق دہر ہر این سخن پایاں نہار دجا کر م ہر چون شنیدی
 سرز سید گشت خم ہر المعنی تبث بالفتح اٹھانا مردون کا قیامت کے دن نوال بالفتح عطا و بخشش تفریق
 جدا کرنا اور تفرقہ کرنا حضرت علیؑ شہر خدا نے اس مبارز سے کہا کہ میں اپنے دشمن کو رات دن دیکھتا ہوں اپنی
 آنکھوں سے اور دُرُ اُس پر غصہ نہیں کرتا اس سبب سے کہ سب کو جان شیرین ہر محبو اپنا مرگ مثل جان کے
 شیرین ہو گیا ہر اور میرا مرگ بعثت میں ہاتھ ڈالے ہوئے ہر مٹا مرنے کی ساتھ ہی زندہ ہو جاؤ لگانہ مثل
 اور مردون کے کہ جانے کب سے پڑے ہیں اور کنبک پڑے رہیں گے بس وہ مرگ جو بے مرگی ہر محبو حلال
 و سزاوار ہر اور وہ برگ جو بے برگ ہر میرے واسطے عطا و بخشش ہے یہ برگ بے برگ کا ایسا برگ و سامان ہر
 کہ جب تیرا یہ برگ و سامان ہوا بس جان لے کے تو نے جان باقی پائی اور مرگ سے تو چھٹ گیا اسکا ظاہر تو ابستہ
 مرگ ہر لیکن حقیقت میں ہر زندگی اور بظاہر ابر و خرابی مگر پوشیدہ پائیدگی اور ہمیشگی کہ پھر فنا نہیں جہنم جو رحم سے
 پیدا ہوتا ہر چلاؤ ہی کے واسطے ہوتا ہر کہ دوسرے جہان میں از سر نو پھر کھلتا ہر بس جو شخص کہ مرنے کو تہلکہ
 اور آفت سمجھتا ہر وہ حکم لا تلقوا کو اختیار نہ کرے اور اپنے بچنے کی سند بتائے جیسا کہ فرمایا ہر لا تلقوا
 باید یکم اسے تہلکہ مت طوا لو باٹھا اپنے ہلاکت میں اور محبو اجل کا بڑا عشق و چاہ ہر اور زندگی و دنیا کی

میرے نزدیک تہلکہ اور آفت بس لائقو ابایدیم کی منی میرے واسطے ہر خاص کہ میں اس زندگی ظاہر کی طرف بجاؤں
اس سبب سے کہ ممانعت تو طے نہ جھاڑنے میوہ شیرین کی کرتے ہیں نہ تلخ کی کس واسطے تلخ کو حاجت منی کی کیا
ہے اسکی تو تلخی خود منی ہو ظاہر ہو جس میوہ کا مغز پوست تلخ ہوتا ہو اسکی تلخی دنا گواری خود اسکی منی ہو اسے
میوے کو کون توڑتا ہو مجھ میوہ موت کا جو سب کتلح ہو شیرین ہو اور بل احیاؤ میرے ہی واسطے آیا ہو
کما جانی القرآن لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ اموات بل احواء عند ربہم تا آخر آیت مت جانو ان لوگوں کو
جو اللہ کی راہ میں مارے گئے مردہ ہیں بلکہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس جس حضرت امیر کی طرف سے
مولانا فرماتے ہیں کہ فرمایا قتل کرو مجھ کو امیر نے ثقات در اٹھا لیکہ ملامت کرنے والے ہو یعنی غصہ کے ساتھ
اس واسطے کہ مجھ کو اپنے قتل میں جیادائی حاصل ہوگی بیشک مجھ کو اپنی موت عین حیات ہو نہ فنا کہاں تک میں اپنے وطن
سے جبار ہوں اور کب تک فرقت میری اگر موتی اس سکون سے یعنی دنیا کہ حسین مجھ کو سکون ہو تو انا الیہ راجعون نہ تھا ہم اسکی
طرف رجوع ہونے والے ہیں اور وجہ نکلنے کی یہ کہ راجع اسی کہتے ہیں کہ جہان سے جانے وہیں پھر لوٹ کے
آئے تو بس انسان مقام وحدت سے اس تفریق و کثرت میں آیا ہو لہذا رجوع بھی وحدت کو ہوگا پھر کیسی خوشی کی
بات ہو اور رجوع ہونے والے اپنے شہر کے کیسے خوش ہوتے ہیں اب فرمایا جناب امیر نے اس سخن کی تو
حد نہیں میرے چاکر نے جو میرے قاتل ہونے کا حال اپنی نسبت حضرت سید عالم سے سنا کہ وہ قاتل میرا ہو تو باغ
سے خم ہو گیا الخلاف شرح میں بیمرگی کو بیمرگی لافتا کو یافتے حتیٰ کو بصورت تھی وحدت کو وحات لکھا ہو

پانوں پڑنا رکا بدار کا حضرت امیر کے کہ مجھ کو مار ڈالو اور اس بلا سے چھڑا دو

قولہ باز آمد کائے علی زد دم کش پد تانہ بنیم آندم و وقت ترش پد من حلاوت میکنم ختم بریز پد تانہ بنیم چشم من
آن رستخیز پد گنم ارہر ذرہ خونے بود پد خنجر اندر کف بقصد تو شود بیک سر مواز تو تواند برید پد چون قلم بر تو چنین خطے کشید
لیک بنیم شو شفع تو منم پد خواجہ روح نہ ملوک تنم پد پیش من این تن نہار قیمتی پد بے تن خویشم فتنے ابن اسفند پد
خنجر و خنجر شد ریحان من پد مرگ من شد نرم و نرگس دان من پد آنکہ او تن را بدینسان پے کند پد حرص میری خلافت
کے کند پد زان بظاہر کو شد اندر جاہ و حکم پد تا امیران را نماید راہ و حکم پد تا بپا را ید بہر تن جامہ پد تا نو سید
او بہر کس نامہ پد تا امیر سے راوہ جان ذکر پد تا وہ دخل خلافت را اثر پد میری او بنی اندر این جہان پد
فکر پد نہایت گرد و عیان پد ہین گمان بد میرا و ذولباب پد با خود آو اللہ اعلم بالصواب پد المعنی فتنے اماد فنا
کا ہے کردن کو بچین مارنا کیسے وہ رکا بدار جناب امیر کے پانوں پر گر پڑا کہ ای علی غلبہ می مجھ کو مار ڈالو تو میں استوت
ترش اور دم ناخوش کو نہ دیکھوں میں نے اپنا خون تم پر مباح کیا حلبہ ہی بہاؤ تا میں اس قیامت کو اپنی
آنکھ سے نہ دیکھوں آپ فرماتے ہیں میں نے اس سے کہا کہ اگر ذرہ تیرے بے خونی بجا ہے اور خنجر بکفت

ہو کے تیرا قصد کرے ممکن نہیں جو تیرا کوئی ایک سر موکاٹ سکے جب قلم الہی نے یہ بات تیری تعتر پرین لکھ دی ہو کہ تو میرا غرخی ہوئے لیکن تو بے غم رہ میں خدا قلم کے سامنے تیرا سفارشی ہو گا اس واسطے کہ میں مالک روح کا ہوں نہ غلام تن کا کہ تن کے واسطے تیرا دامگیر ہوں میرے سامنے اس تن کی چھتر و قیمت نہیں ہو میں تو اس اپنے تن بغیر ہوں یہ تن میرا فنا ابن فنا ہو یعنی ایک بار فنا ہو کے پیدا ہوا پھر پیدا ہوا انجو و شمشیر کو میں گل سمجھتا ہوں مگر میری زنگسدان کی بزم ہو یعنی ہر وقت میری آنکھوں میں جلسہ رطقی ہو اور میری آنکھیں اسکو گنتی ہیں جس جو شخص کہ اس طرح اپنے تن کی کو بچین مارے وہ امیری و خلافت کی حرص کب کرے گا کہ امیر یا خلیفہ کلاؤن اگرچہ بظاہر کسی جاہ و حکم میں وہ پڑے تو اس نظر سے ہو گا کہ اور امیرون کو رہنمائی حکم کی کرے اور طریقہ حکومت کا جائے اور ہر تن پر جامہ حکومت کا آراستہ کرے اور ہر شخص کو نامے ہدایت کے لکھے تا امیری میں اور ایک جان پڑ جائے اور نخل خلافت کو ثمر حاصل ہو تو اسکی امیری اس جہان میں دیکھ کے اپنی منکر بنیانی کو ظاہر کرے اب خبردار ای عاقل تو کوئی گمان بڑا کی نسبت مت کر اور ہوش میں آ اور یہی کہ اللہ بڑا جاننے والا ہو جو کچھ عوالب ہو یہ اشعار مولانا رحم کے آنکہ اوقن سے یہاں تک انھیں کے مقولات ہیں ایما دتنازع خلافت میں جو بعض بعد آنحضرت حق شیخین کا کہتے ہیں اور بعض حضرت امیر کا اور شیخین پر نسبت غضب و ظلم کی کہتے ہیں اور بیعت حضرت امیر کو جو شیخین کی کی محمول مجبوری مگر مولانا رحم کہتے ہیں کہ آنکھوں نے اپنے نفس کو ایسا عاجز و مجبور کیا تھا جیسا کہ مذکور ہوا پھر انکو حرص امیری و خلافت کی کیسے ہوتی انکو اسکی پرواہی نہ تھی نہ مجبوری اور جو بعد کوئی اس سے منشا اور دن کی ہدایت کی تھی کہ بعد میرے میری راہ چلیں اور میرے عمل پر عمل کریں عقلمند کو چاہیے کہ کوئی بدگمانی نہ کرے اور ہوش میں ہو کے بات کہے گے

اللہ خوب جانتا ہے

اس بات کا بیان کہ حضرت جو طلبگار فتح مکہ کے ہوئے مقتضی اسکی حب ملک نہ تھی جب کہ یہ فرما چکے تھے دنیا جیفۃ و طاب لہا کلاب یعنی دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتہ ہیں بلکہ یہ طلب بہ امر الہی تھی

قولہ جہد پیغمبر فتح مکہ ہم ہ کے بود و جب دنیا متہم ہ آنکہ اوز نخرن ہفت آسمان ہ چشم دل بہ بست روزم خان ہ از بے نظارہ او حور و جان ہ پر شدہ اطباق ہ ہفت آسمان ہ قدسیان افتادہ بر خاک رہش ہ صد چو یوسف اوستادہ در حبش ہ خوشن آراستہ از بہر او ہ خود را پر دای غیر دوست کو ہ آنگھان پر گشتہ از جلال حق ہ اندر دم رہ دنیا بد آل حق ہ لایع فیما بنی مرسل ہ و الملک والروح لایضاً فاعقلوا ہ گفت از انعم و ہ چون زانے ہ مست صبا عیم مست باغ نے ہ چونکہ غم نہاے افلاک و عقول ہ چون خمی آمد چشم ہول ہ

پس پہنچا کہ وہ شام و عراق کہ نہایت دور و اشتیاق بہ آن گمان بردے ضمیری بدکندہ کوتیاس ازہل و
 حرص خود کند بہ ز ابگینہ زرد چون سازی نقاب بہ زرد بینی جملہ نور آفتاب پشکن آن شیشہ کہو و زرد را بہ تاشناسی
 گرد را و مرد را کہ و فارس گرد سرافراشتہ بہ گرد را تو مرد حق پنداشتہ بہ المعنی آل فرزندان و اہلخانہ و پیروان گرد
 لکات فارسی مضمون پہلوان و دلاور تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فتح مکہ میں جہد بلیغ فرمائی یہ حب دنیا
 سے کب متمم ہو سکتی ہو اس واسطے کہ جو شخص مخزن ہفت آسمان پر نظر نہ ڈالے جیسے آنحضرت نے بروز
 امتحان جو شب معراج ہو کہ ہر چیز مشتاق آپ کے پسند کی تھی چشم دل بند کرے اُسکے نزدیک فتح مکہ کی کیا
 چیز ہو ان کے نظارہ کے واسطے جو رو پر بیان اس قدر جمع تھیں کہ ساتون آسمان کے طبق پر تھے قدسی اُنکی
 خاک راہ پر پڑے تھے اور یوسف جیسے سیکر دون ہونے چاہ محبت میں اسیر تھے یہ سب آپ کے واسطے
 آپ کو آراستہ پیراستہ کیے ہوئے مگر انکو سود و دست کے پروا کس کی ایسے بزرگی اجلال حق سے بھرے
 تھے جس میں آل حق کو مطلق دخل نہ تھا آل حق ساری مخلوق جیسا کہ اوپر بھی گذرا الخلق غیال اللہ مطابق اسی کے
 فرمایا ہر لایسغی فیتا بنی مرسل ولا ملک مقرب یعنی نہیں گنجائش رکھتا ہر مجاہد بنی مرسل اور ملک اور روح
 بھی بس اسی بات کو قیاس کر لو اور فرمایا ہم مازناغ ہین یعنی مصداق مازناغ البصر و ما ظنی کے نہ زانغ و شستی
 کہ مردار کا طالب ہو جو دنیا و ماسوا ہو اور ہم طالب صباغ کے ہین جسے اس باغ دنیا کو رنگا ہر نہ رنگ باغ
 کے بس ہر گاہ کہ مخزن افلاک و عقول کے ایک تنکے کی طرح آپ کی آنکھ میں نہ سمائے چھر مکہ اور شام و عراق
 کیا چیز ہین جنکے واسطے وہ لڑتے اور مشتاق ہوتے ایسا گمان اُپر وہ کرتے ہین جنکے ضمیر بد ہین کسو اسطے کہ
 وہ اپنے ہی حرص و جہل پر قیاس کرتا ہر جیسے ابگینہ زرد کو اگر تو آنکھ پر رکھے تمام نور آفتاب کا بجگوزردی ہلوم
 ہوگا لہذا اس شیشہ زرد و بکود رنگ کو توڑ دے یعنی رنگ برنگی چھوڑ دے تو بجگو گرد و مرد معلوم ہو کہ گرد
 دنیا کا کون ہو اور مرد خدا کا کون گرد و فارس کے کیسے سرافراشتہ ہونے ہین مگر وہ پہلوان و دلاور دنیا کے ہین
 تو نے انھیں کو مرد حق جان لیا ہر الخلاف تشریح میں مکہ کو نہ کہ اور مازناغیم کو راغیم لکھا ہر قولہ کہ دوید بلیس
 و گنت این فرع طین بہ چون فراید بر من آتش جبین بہ تا تو مے بنی عذران را بشر بہ دانکہ میراث بلیس
 است آن نظر بہ گردہ فرزند بلیسی اے عنید بہ پس تو میراث آن سگ چون رسید بہ من نیم سگ
 شیر حقم حق پرست بہ شیر حق آنست کہ صورت برست بہ شیر دنیا جو پیدا شکارے و برگ بہ شیر مولے
 جوید آزادی و مرگ بہ چونکہ اندر مرگ بیند صد وجود بہ انجو پروانہ بسوزاند و جو و بہ شد ہواے مرگ طوق
 صادقان بہ کہ جہودان را بہ آندم امتحان بہ در نی فرمود کاے قوم یہود بہ صادقان را مرگ باشد
 نفع و سود بہ پہچان کہ آرزوے سود بہست بہ آرزوی مرگ بودن زمان بہست بہ اہی جہودان بہر ناموس کسان بہ

بلکہ رائیہ این تمنا بر زبان ہیکہ جوہدی آنقدر بہرہ نہ داشت ہ چون محمد امین علم را بر فراشت ہ گفت اگر رائیہ این را
 بر زبان ہیکہ جوہدی خود نمازد در جہان ہ پس جوہدان مال بردند و خراج ہ کہ مکن مارا تو رسوا ای سران ہ جز یہ ہ نہ رفتند
 و میبودند شاد ہ ہچنان والد اعلم را بشاد ہ این سخن را نیست پایانی پدید ہ دست با من وہ چو چہمت دوست
 دید ہ اندر آ در گلستان از مر بلہ ہ چونکہ در ظلمت بدیدی مشعلہ ہ بے توقف زود تر در نہ قدم ہ زین چہ بے بن
 سوے باغ ارم ہ ہم ہر دوش گفت از بہر خدا ہ شرح کن این را و ہند پریم فنا ہ المعنی غنیمت ہ فتح ستیزندہ و سرکش بنی البصر قرآن
 مر بلہ ہ فتح و باد لام نیز مفتوح جگہ گو برا و رنجاست طوائف کی یغیہ کرد و فارس نے جو بمقتضای غرور سرکشی کی
 ناگاہ ہلبیس نے اسکو دیکھ کر کہا کہ یہ فرع خاکی مجھ آتش جہنم پر بھی بڑھا جاتا ہ یہ سرکشی تو میرا حق ہ اسی سبب سے
 تو عزیز لوگوں کو شرد برائی سے دیکھتا ہ جان لے کہ یہ نظر میری ہلبیس کی میراث سے ہ جو جگہ ملی ہ کچھ اگر تو ہلبیس
 کا فرزند نہ نہیں تو ای سرکش بتا یہ میراث اسکی تجھ کیسے پہنچی حضرت امیر فرماتے ہیں من سگ نہیں ہوں شیر حق ہوں
 اور حق پرست صورت پرستی سے جدا اور جو صورت پرستی سے جدا ہ وہی شیر حق ہ و دنیا کا شیر شکار اور
 کھانا پینا و حوٹد ہ تھا ہ خدا کا شیر دنیا سے آزادی اور اپنی ہستی کی نیستی چاہتا ہ اور وجہ یہ کہ مرگ و نیستی میں سیکڑوں
 وجود دیکھتا ہ یہ ایک وجود کیا اسی سبب سے پروانہ کی طرح اپنے وجود کو جلاتا ہ اور یہ شوق مرگ کا صاف بیان
 کی گردن کا طوق اسوقت سے ہوا ہ کہ جسوقت امتحان ہو چنانچہ فرمایا قل یا ایہا الذین ہادوا ان زعمتم انکم اولیاء اللہ
 من دون الناس فتمنوا اطوات انکم صادقین ولن نمینوہ ابد ابا قدمت ایدیم والد اعلم بالظالمین کہ تو اٹھ لوگو
 جو یہودی ہو گئے اگر تمھارے گمان میں ہ کہ ہم اولیاء اللہ کے ہیں سوا اور لوگوں کے تو موت کی تمنا کرو اگر
 اپنی بات کے سچے ہو کہ سوا اسطے کہ اولیاء اللہ کی شان سے یہ بات ہ کہ تمنا موت کی کرتے ہیں اور یہ ہرگز
 تمنا نہیں کریں گے ہمیشہ اس سبب سے کہ اعمال بد جو دنیا میں کیے ہیں انکو پہلے سے انکے ہاتھ دار اجر امین
 بھیج چکے ہیں جانتے ہیں کہ بعد موت ان سے بالا پڑے گا پھر کیسے تمنا کریں اور اللہ ظالموں کو جاننا ہو پس یہ آیت
 بطور امتحان کے ہوا اور صادقوں کی تمنا مرگ کی ثابت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ صادقوں کو ای قوم یہود
 مرگ سے مر نفع اور یہود یہی صیحا کہ اپنی آیت سے واضح تم کو جیسی آرزو سودی ہ اس آرزو سے آرزو مرگ کی
 بہت بہتر ہو ای قوم مخلوق میں آپکو اولیاء اللہ سمجھتے ہو انھیں کی مٹھ کر دو اور یہ تمنا ذرا اپنی زبان سے تو نکالو
 سب سنتے رہے اور ایک جوہدی کو ایسا بہرہ نہ تھا جو مقابل ہوتا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بظلم
 اپنا بلند کیا کہ اگر تم نے موت کی تمنا زبان سے نکالی تو جان لینا کہ ایک یہودی جہان میں نہیں رہے گا جس
 یہودی آپ کے سلمنے ال و خراج لیگئے اور کہا کہ اگر چراغ دین و دنیا کے زیادہ ہم کو ہوا فضیلت مت کرو
 سب نے جز یہ دنیا قبول کیا اور خرم و شاد رہنے لگے اور ہر شاد و ہدایت کو انکی اللہ خوب جاننا ہ کہ راستی پر تھے

مسلمان بھائی ہیں تین غلام اس چراغ شمع ہو کا ہون جس سے تمھارے چراغ نے روشنی پائی میں غلام اس
 دریائے نور کی موج کا ہون جس نے ایسے گوہر عرصہ ظہور میں ظاہر کیے اب تم شہادت میرے سامنے پیش کرو
 کس واسطے کہ میں نے تم کو زمانہ بھر میں سب سے زیادہ سرفراز پایا اور قریب پچاس آدمی کے اسکے خویش و
 قوم سے مع اسکے عاشق و دیوانہ واردین کی طرہ رجوع ہوئے اب مولانا فرماتے ہیں دیکھو حضرت امیر نے
 تیغ علم سے اتنی مخلوق کے خلق کو تیغ سے چھڑایا اور پچا یا بیشک تیغ علم کی تیغ آہنی سے تیز تر ہوتی ہے بلکہ سیکڑوں
 لشکر سے ظفر نگیر تر خلاف شرح بحر العلوم میں ہم بام کے بجائے تو اور احد جو کو احد و تبار کو تو تیار یافت
 نو کو اولکھا ہر

خاتمہ دفعہ اول مشنوی از مولانا راج

قولہ اوردیہا لقمہ و خوردہ شد چہ جو شش فکرت ازان افسردہ شد ہا گندے خورشید آدم را کسوف چہ چون
 ذنب شمشاع بدرے راضوف چہ ایشٹ لطف دل کہ از کشت گل ہا ماہ او چون پیغود پروین گسل ہا نان
 چو معنی بود خورش سود بود ہا چونکہ صمدت گشت انگیزہ مجود ہا چو خار سبز کا شتر میوز ہا زان خورش صدف و
 لذت ہبہر ہا چونکہ ہمیں شمشعہ صفت و خشک گشت چہ چون ہماں را میوز و اختر بدشت ہا میدر اند کام و انجش
 بیدر رخ ہا کا چمنان و در و مرنی گشت تیغ ہا تان چمنی بود بزمان ہا تمبر ہا چونکہ صورت شد کتون خشک ست و کبر
 تو بدان عادت کہ اورایش ازین ہا خوردہ بردے ای وجودنا زمین ہا برہماں بو میوزی اہلین خشک را ہا بعد
 ازان کا میخت معنی با ترے ہا گشت خاک آلود و خشک و گوشت بر ہا زان گیاہ اکون بہ پیر ہا ہر شتر ہا
 سخت طاگ آلودہ سے آید سخن ہا آب تیرہ شد چہ خود بند کن ہا تا حدایش باز صاف و خوش کند ہا اود کہ تیرہ کرد
 ہا ہم معنی کش کند ہا چہ خوردہ شد و شمشعہ شتاب ہا صبر کن و العدا علم بالصواب ہا المعنی چو د جان بوچہ کے انکار
 کرنا تیغ ہا بظلم لب کہ جو صحت تاریں خوشی و مسطر فرماتے ہیں تارے انوس دہی ستے لغو دیتا کھ کھانے
 ہیں ایسی کیسی بر شمشعہ نکو کی بدل گئی کہ بالکل بکھ گئی اور غمزدہ ہو گئی اور کیا غیب خیال تو کر ایک ہی گنج
 شمشعہ نور ہے یہ ہم کو کون کس دہیں و لا اور تیرہ میں بوڈ بند و بظلم ہی انکسلا ہے ہیں کہ تیرہ میں ہی
 قرب میں آ کر خسوف میں پڑ جاتا ہے پھر دو لمحوں کا کیا تعجب ہم نے غیب صفت دل کو کہ دل ایک مشت گل سے ہی
 اسے بخت ہم کہ اسکا ماہ جو کھن ہی کیسا پروین گسل ہے یعنی ایسی لڑکی کو توڑ کے درہم برہم کر دیتا ہے وہ روئی تو
 ہم کھاتے تھے کہ جس سے سنی پیدا ہونے تھے اسکا کھانا سو و تھا اب وہ روٹی صورت ہو گئی اور صرف قوت
 صورت نہ مستی تو اب اس سے مجھ پیدا ہوتا ہے جو جان بوچہ کے انکار کرنا ہے جیسے اوست کہ درہم
 درہم ہرے ہرے کانٹے کھاتا ہے اور اس خورش سے سیکڑوں نفع اور لذتیں ملکتا ہے اور آج

سبزی و نمی جاتی رہتی ہوا اور خشک و سخت و سبب ہو جانے میں پھر کیسے انکو اونٹ جنگل میں کھائے کہ آب وہ اس کے
 تالو اور لب کو بچاڑے ڈالنے میں اور کچھ افسوس نہیں کرتے اور ایسا بچاڑتے ہیں کہ ورق گل شکر پر وردہ اس کو
 تیج ہو جاتے ہیں ایسی نرم و نازک چیز کا نمل نہیں ہوتا ایسے ہی وہ روٹی جو معنی تھی خار سبز تھی اور ہر گاہ وہ صورت
 ہوگی تو اب خار خشک و سبب ہو اور تو اسی عادت پر اسی وجود نا زمین اب بھی اسکو کھانا ہو جیسے قبل اس سے
 کھائی تھی اور اسی امید پر اس خشک کو کھانا ہو بعد اس بات کے کہ معنی ثریا سے شری کے ساتھ طعن ہوے
 ایسی پتی کو پہونچے اور خاک آلود اور خشک اور گوشت پر جس سے گوشت کھٹے ہو گئے بس اسے شتر
 ایسی گیارہ سے اب پر سیر کر اور بچارہ کہ کوئی نفع نہیں نہایت ہی خاک آلودہ گرا ہوا سخن تجھ سے ظاہر ہوتا ہوا اب
 حیرے کنوئین کا پانی گدلا ہو گیا اسکو بند کر دے جب خدا تعالیٰ اسکو صاف و خوش کر دے پھر کھول دینا ایسے
 کہ وہی تیرہ کرتا ہوا اور وہی تیرہ کو صاف کرتا ہوا تیرہ شتاب و جلدی بس صبر کر شتابت کر
 اور اندر نظر جاننے والا ہر ساتھ ملی کے فقط

خاتمہ شیخ شبنوی

ای خداے واحد و فرد و واحد لا شریک مالک ملک و صمد لا یرال و یرال و لم یزل و بے نظیر و میثال و پیشیل و
 تو معین اور تو وکیل اور تو کفیل و تو ہی ہادی تو ہی رہبر تو دلیل و شکر تیر جس زبان سے ہوا واپا وہ عطا کر
 مجھ کو ای رب العلا و تو نے بختا مرغ جان کو آزد و جو کھی میں نے یہ شرح فائق و تیری ہی توفیق تھی تیری مدد
 اب تمنا ہے کہ ہو یہ محمد و شبنوی کیسے کون ہو جس روم و غوطے کھا میں پھر نہ کیوں فکر و فہوم و ہو اسی دیبا کی
 اک اول یہ موج و موج کو ترکی ہو جس سے ادج ادج و پاسے حضرت مولوی رومی کی مدد و مدد و مدد
 ریحان راح جنت سے فتوح و جان و تن آن کا ہو عشق بحر نور و لب بلب ہو جام صبا و طور و
 اور مجید اب اسنے حق میں کر دعا و ہو قریب الختم دفتر عمر کا و ہو اکھی خاتمہ سررا بخیر و خاص تیری یاد
 میں بے شکر غیر و مرغ جان تن کے قض سے جب اولے و فقرہ یا ہر گراں میں پڑے و پائل و پیر
 کھوے ہی کتابی و مرغ حق گو کی طرح تو ہی تو ہی و پنہن شیخین و ذی النورین کی و ہر تہمتی
 سبقت قبول و سیر بندہ و

خاتمہ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

رہروان بادیہ معرفت الہی اور سب احسان قلزم تاپیدا کنار حقائق نامتناہی خوب واقف و آگاہ ہیں کہ از ابتدا سے خلقت آدم تا ایدم مثنوی شریف حضرت مولوی روم قدس سرہ کا مثل و نظیر نہیں ہوا اور نہ آئندہ تا قیام قیامت ہوگا معارف و حقائق اور روشنگاری اسرار مالاخیل میں یہ کتاب برکت انتساب اپنی آپ ہی نظیر جس کی شان میں بہ بیت گواہ ہے مثنوی مولوی مثنوی بہت قرآن و زبان پہلوی نہ یہ وہ متن متین عرفان اور حسن حصین ایقان اور جسکی صد ہا شریفین مطول و مفصل علمائے دین حسین اور دشت نوردان منازل یقین سے یادگار ہیں مگر کیا ہی حقیقت مطالب مثنوی شریف پر کیا حقہ کوئی مطلع نہ ہو سکا اور ہر ایک بزرگ والا مقام نے بقدر استعداد اپنی عقل و فہم کے توضیح مطالب میں باخارشتی زور آزمائی کی پھر آفرین و اللہ اعلم بحقیقۃ الحال فرمایا۔ بطون ابیات مثنوی شریف ایسے سہل ممتنع ہیں کہ جب فہم رسا غور کرتی ہے ایک نیا مطلب ہاتھ آتا ہے اور مجدد و مفاض سے ہر ایک شارح علام اپنا اپنا حصہ جدا گانہ پاتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ کسی فرد بشر کو دریافت مطالب مثنوی شریف میں موجودگی استعداد و شرح متعددہ کے سیری نہیں ہوتی اور ہر ایک نئی تحقیق اور تجدید تصنیف کا خواہان و جویان رہتا ہے۔ فہم مطالب مثنوی شریف میں علی العموم یہ امر اور بھی سنگ راہ ہے کہ فی زمانہ جو شرفین موجود ہیں اور اکثر ان میں سے معروض طبع میں اگر اشاعت پذیر بھی ہوئیں ہیں یہ سب بزبان فارسی ہیں پس ظاہر ہے کہ ایسی شریعت کا فیض عام نہیں ہو سکتا اسلئے کہ اصحاب کم استعداد کہ انھیں کا طبقہ زیادہ تر ہے دریافت غوامض ابیات مثنوی شریف میں بذریعہ عبارت و فارسی شرح عاجز رہ جاتے ہیں۔ اس سبب یہ کہ اکثر حضرات نے اپنی اپنی شرحوں میں مقامات مشککہ یعنی ابیات مثنوی شریف کے سبب مطالب میں نہیں معلوم کس مصلحت سے طریقہ بیان عبارت پیچیدہ اختیار فرمایا ہے جس سے اور اک معانی دائرہ ہالہ ہالہ ہم میں داخل ہو گیا ہے۔ بعض شارحین بالکمال نے اکثر ابیات مثنوی شریف کے جنکو کہ ہم لوگ مشکل جانتے ہیں اور ان کے دریافت مطالب میں دست پاچہ رہتے ہیں انھوں نے امر یقین علی نفسہ لکھا ہے یعنی کہ شہرہ سہل تصور فرما کے ان کے حل مطالب کو بالکل قلم انداز کر دیا ہے پس کوئی شرح ایسی نہیں ہے جس میں کسی نہ کسی مقام پر محل اعتراض ہو یا دریافت حقائق مثنوی شریف میں علی العموم کافی طور پر رفع بحث ہو۔ اور حق بھی یہی ہے کہ عربی زبان میں متن ہو اسکی شرح اس سے کمتر زبان میں جیسی عام فہم ہوتی ہے موافق متن کی زبان میں ہرگز ممکن نہیں۔ اب ارباب شوق و ذوق کو مشورہ ہو کہ آپ حضرات کی جملہ مشکلیں رفع ہو گئیں اور اعتراضات اٹھ گئے اور شاہ مقصود سے سرباز ملاقات ہو گئی یعنی ملک العلماء سند الفضل و حمید عصرہ فی المعقول والمنقول فرید و ہرہ فی التصوف والاصول کتبہ العلماء الہدایہ میں قبلہ العلماء الرحمانین سرمد مسترقان بکار اسرار سبحانی پیشوائے مستملکان بادیہ نورانی

مرشد ساکن منازل عرفان جناب مولوی عبد المجید خان صاحب ساکن پٹی بھیت نے کمال جانفشانی اور عزم و قوت سے شریعت کی زبان اردو عام فہم نہایت سلیس کمال تحقیق سے شرح فرمائی اور نام اس کا بوستان معرفت رکھا۔ فی الحقیقت اس مصنف علام و فہام نے وہ کار نمایاں کیا ہے کہ قابل قدر صاحبان علم دوست ہیں۔ اول تو یہ شرح بالامتداد ہے جو کوئی بیت شریعت کی حل مطالب سے باقی نہیں رہی دوسرے طرز اس شرح کا نہایت عمدہ ہے یعنی پہلے ابیات شریعت کے لکھے ہیں بعد چھتہ راویات لکھے ہیں ان کے لغات کا بیان کیا پھر ان کے مطالب کو نہایت صاف طور ظاہر کر دیا پھر ان اشعار کا تفسی ترجمہ بندرج لکھا پھر اختلاف نسخ اور اختلاف شارحین کو بیان کر کے راجح و مرجح کو بیان فرما دیا پھر اپنا اجتہاد ظاہر کر دیا وغیرہ اس شرح میں اس طرح کا بیان صاف صاف ہے جس میں کسی طرح کا خدشہ باقی نہیں رہتا اور لغو مطالبہ تسکین حاصل ہوجاتی ہے صد ہا اشعار جنکی آج تک تحقیق پورے طور پر نہ تھی اور اس کے معانی میں شبہہ باقی تھا اس شرح تادیر کے دیکھنے سے ان کے معانی اہل آئینہ ہو گئے۔ یہ بھی واضح کہ موافق شریعت کے اس شرح کے بھی چھ دفتر ہیں چنانچہ دو بار چھون دفتر معرض طبع میں آکر نذر ناظرین بائیں ہو چکے ہیں اور ہاتھوں ہاتھ سب نسخہ فروخت ہو گئے اور شایقین کا شوق بدستور باقی ہے پس الحمد للہ صاف ہے کہ یہ دفتر اول کتاب مستطاب کا کتاب بوستان معرفت شریعت مولوی روم قدس سرہ کا مطبع نامی ملکہ مشہور نزدیک و دور منشی نو لکشور واقع لکھنؤ میں حسب ایامے منشی بشن فرائن صاحب بھارگو مالک مطبع ہذا ماہ ۱۶ ۱۹۱۶ء مطابق ماہ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ ہجری باسوم علیہ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر حائل گلوے خاص و عام ہوا۔

اعلان

چونکہ مصنف مدوح نے بھی تصنیف و تالیف اس شرح کا بھی منشی نو لکشور پریس عطا کر دیا ہے لہذا حق تصنیف اس شرح شریعتی زبان اردو کا بھی مطبع ہذا محفوظ ہے۔